

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں  
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان



۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الزماں اور کئی

DVD  
Version

# لبیک یا حسینؑ

نذر عباس  
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad  
Sindh, Pakistan.

[www.sabeelesakina.page.fl](http://www.sabeelesakina.page.fl)

[sabeelesakina@gmail.com](mailto:sabeelesakina@gmail.com)

Presented by [www.ziaraat.com](http://www.ziaraat.com)

[www.ziaraat.com](http://www.ziaraat.com)

NOT FOR COMMERCIAL

# ذوالجناح



علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

# ذوالجناح

حضرت امام حسین علیہ السلام کے اسپ وفادار کی مکمل تاریخ

..... تصنیف .....

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

ذوالجناح	:	نام کتاب
علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی	:	تالیف
مرکز علوم اسلامیہ	:	ناشر
I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشن اقبال، بلاک-11	:	
کراچی۔ فون: 021-4612868	:	
ریحان احمد شیخ	:	کمپوزنگ
0300-2787252	:	
سید غلام اکبر	:	مطبع
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
سال اشاعت	:	2007ء
قیمت	:	Rs. 600/=

..... ﴿ کتاب ملنے کا پتہ ﴾.....

## مرکز علوم اسلامیہ

I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشن اقبال، بلاک-11

کراچی۔ فون: 021-4612868

# انتساب

بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح

..... ﴿ کے نام ﴾ .....

”محمد علی جناح کے والد ذوالجناح پونجا کی والدہ نے  
عاشور کے دن اپنے یہاں لڑکا ہونے کی منت مانی  
اور بیٹا پیدا ہونے پر امام حسینؑ کی سواری ذوالجناح  
کے نام پر اپنے بیٹے کا نام ذوالجناح (پونجا) رکھا۔  
کثرت استعمال سے ”ذوالجناح“ صرف ”جناح“  
رہ گیا۔ اور یہی قائد اعظم کا خاندانی نام قرار پایا۔“

(بیان خواجہ حسن نظامی)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعَدِیْتِ صَبَیْحًا ۝  
 فَالْمُؤْرِیْتِ قَدْحًا ۝  
 فَالْمُعِیْرَةِ صَبَیْحًا ۝  
 فَانْزِلْ بِهِ نَقْعًا ۝  
 فَوْسَطْنِ بِهِ جَمْعًا ۝  
 اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ۝  
 وَاِنَّهُ عَلٰی ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ ۝  
 وَاِنَّهُ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ ۝  
 (سورۃ عادیات آیات نمبر ۹ تا ۱۴)

### ترجمہ:

قسم ہے فرّائے بھرنے والے گھوڑوں کی، جو ٹاپوں سے چنگاریاں نکالتے ہیں، صبح کے وقت چھاپہ مارتے ہیں، پھر گرد و غبار بلند کرتے ہیں، پھر دشمنوں کے مجمعے میں جا گھتے ہیں، کہ بیشک انسان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکر ہے، اور بیشک وہ خود بھی اس بات پر گواہ ہے، اور وہ مال کی شدید محبت میں مبتلا ہے۔

# فہرستِ مضامین

## پیش گفتار ❁

۱۹ ..... ڈاکٹر ماجد رضا عابدی

## ”عظمتِ ذوالجناح“

۲۳ ..... (مجلسِ علامہ سید ضمیر اختر نقوی)

## تمہید ❁

۶۰ ..... ۱۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا میں گھوڑوں کا تذکرہ

۶۳ ..... ۲۔ گھوڑوں پر چند انگریزی کتابیں

## پہلا باب ❁

### قرآن میں گھوڑوں کا تذکرہ

۷۱ ..... ۱۔ سورہ آل عمران میں گھوڑے کا تذکرہ

۷۲ ..... ۲۔ سورہ انفال میں گھوڑے کا تذکرہ

۷۴ ..... ۳۔ سورہ نحل میں گھوڑے کا تذکرہ

۷۵ ..... ۴۔ سورہ بنی اسرائیل میں گھوڑے کا تذکرہ

۷۵ ..... ۵۔ سورہ ص میں گھوڑے کا تذکرہ



- ☆ تفہیم القرآن اور سورہٴ "ص" میں گھوڑے کا تذکرہ ..... ۸۳
- ☆ حضرت سلیمانؑ کے گھوڑے ..... ۸۸
- ۶۔ سورہٴ حشر میں گھوڑے کا تذکرہ ..... ۱۰۱
- ۷۔ سورہٴ عادیات میں گھوڑے کا تذکرہ ..... ۱۰۵
- ۸۔ سورہٴ عادیات میں گھوڑوں کی قسم کھانے کا راز ..... ۱۱۹
- ۹۔ عادیات (مفسر: مرتضیٰ مطہری (ایران)) ..... ۱۳۳
- ۱۰۔ قرآن میں گھوڑے کے متعدد نام آئے ہیں ..... ۱۴۱

## دوسرا باب ﴿﴾

### احادیثِ نبویؐ میں گھوڑوں کی عظمتیں

- ﴿﴾ صحیح بخاری میں گھوڑوں کا تذکرہ ..... ۱۵۳
- ☆ مسلمانوں پر اس کے گھوڑے میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے ..... ۱۵۳
- ☆ نہروں سے لوگوں اور چوپایوں کا پانی پینا ..... ۱۵۳
- ☆ جب کوئی سواری کے لیے گھوڑا دے تو وہ عمرے اور صدقے کی طرح ہے ..... ۱۵۴
- ☆ گھوڑے وقف کرنا ..... ۱۵۴
- ☆ گھوڑوں کی پیشانیوں پر قیامت تک کے لیے بھلائی لکھی گئی ..... ۱۵۴
- ☆ گھوڑے کی رکاب تھامنا ..... ۱۵۵
- ☆ بعض گھوڑے منحوس ہوتے ہیں ..... ۱۵۵
- ☆ زنگھوڑے پر سواری کرنا ..... ۱۵۶
- ☆ مالی غنیمت میں گھوڑے کا حصہ ..... ۱۵۶
- ☆ میدانِ جنگ سے دوسرے کے جانور کو لے جانا ..... ۱۵۷
- ☆ گھوڑے کی تنگی پیٹھ پر سواری کرنا ..... ۱۵۷

- ☆ ست رفتار گھوڑا ..... ۱۵۷
- ☆ گھوڑوں کی دوڑ کرانا ..... ۱۵۸
- ☆ دوڑ جیتنے کے لیے گھوڑا تیار کرنا ..... ۱۵۸
- ☆ گھڑ دوڑ کی حد مقرر کرنا ..... ۱۵۸
- ☆ جو گھوڑے پر جم کر سواری نہ کر سکے ..... ۱۵۸
- ﴿۲﴾ صحیح مسلم میں گھوڑوں کا تذکرہ ..... ۱۵۹
- ☆ گھڑ دوڑ کا بیان اور گھوڑوں کو تیار کرنا شرط کے لیے ..... ۱۵۹
- ☆ گھوڑوں کی فضیلت ..... ۱۵۹
- ☆ گھوڑے کی کون سی قسمیں بڑی ہیں ..... ۱۶۰
- ﴿۳﴾ سنن ابی داؤد میں گھوڑوں کا تذکرہ ..... ۱۶۰
- ☆ گھوڑے کی پیشانی اور دم کے بال نہ کترنا چاہیے ..... ۱۶۰
- ☆ گھوڑوں کے کون کون سے رنگ پسندیدہ ہیں ..... ۱۶۱
- ☆ کون سے گھوڑے اچھے نہیں ..... ۱۶۲
- ☆ جانوروں کی خدمت اور خبر گیری اچھی طرح کرنا چاہیے ..... ۱۶۲
- ☆ منزل پر اترنا ..... ۱۶۳
- ☆ جانوروں کے گلے میں تانت کے گنڈے ڈالنا ..... ۱۶۳
- ☆ گھوڑوں کی دیکھ بھال اچھی طرح کرنا ..... ۱۶۳
- ☆ جانوروں کے گلے میں گھٹی لٹکانے کا بیان ..... ۱۶۵
- ☆ آدمی اپنے جانور کا نام رکھے ..... ۱۶۶
- ﴿۴﴾ ترمذی میں گھوڑوں کا تذکرہ ..... ۱۶۶
- ☆ باب گھوڑوں کی فضیلت میں ..... ۱۶۶
- ☆ باب بہتر گھوڑوں کے بیان میں ..... ۱۶۶

- ☆ باب بڑی قسم کے گھوڑوں میں! ..... ۱۶۷
- ☆ باب گھوڑوں کی شرط کے بیان میں ..... ۱۶۷
- ☆ باب گھوڑوں میں گھنے لگانے کے بیان میں ..... ۱۶۸
- ☆ باب جانوروں کے لڑانے اور منہ پر داغ دینے کے بیان میں ..... ۱۶۸
- ﴿۵﴾ سنن نسائی میں گھوڑوں کا تذکرہ ..... ۱۶۹
- ☆ گھوڑوں کے بیان میں کتاب ..... ۱۶۹
- ☆ گھوڑوں کے شوق اور محبت میں بیان ..... ۱۷۰
- ☆ کون سے رنگ کا گھوڑا بہتر ہے ..... ۱۷۱
- ☆ شکل گھوڑے پالنا ..... ۱۷۱
- ☆ گھوڑوں کے شوم اور محوس ہونے کا بیان ..... ۱۷۲
- ☆ باب گھوڑے کی برکت کے بیان میں ..... ۱۷۲
- ☆ گھوڑوں کی پیشانیاں گوندھنے کا بیان ..... ۱۷۲
- ☆ اس بات کا بیان کہ آدمی اپنے گھوڑے کو ادب سکھائے ..... ۱۷۳
- ☆ گھوڑا کیا دعا کرتا ہے ..... ۱۷۳
- ☆ گھوڑوں کے گھاس اور دانے کی خوبی اور اجز کا بیان ..... ۱۷۴
- ☆ جس گھوڑے کا اضمار نہیں کیا گیا اس کی رفتار کی انتہا کا بیان ..... ۱۷۴
- ☆ گھوڑوں کو اضمار کرانے کی عادت ڈالنا ..... ۱۷۴
- ☆ یہ باب گھڑ دوڑ کے بیان میں ہے ..... ۱۷۵
- ☆ جلب کا بیان ..... ۱۷۵
- ☆ گھوڑوں کے دوہرے حصے کا بیان ..... ۱۷۶
- ﴿۶﴾ ابن ماجہ میں گھوڑوں کا تذکرہ ..... ۱۷۶

- ﴿۷﴾ موطاً امام مالک میں گھوڑوں کا تذکرہ ..... ۱۷۸
- ﴿۸﴾ علامہ جلال الدین سیوطی ..... ۱۷۹
- ☆ شریف گھوڑے کو ایک چابک اور شریف انسان کو ایک بات کافی ہے ..... ۱۸۲
- ﴿۹﴾ پیر محمد اکرم شاہ (لاہور) ..... ۱۸۴
- ﴿۱۰﴾ مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع ..... ۱۸۹
- ﴿۱۱﴾ ”تاریخ مسعودی“ میں گھوڑوں کا تذکرہ ..... ۱۹۵
- ﴿۱۲﴾ ”حیات الحیوان“ میں گھوڑے کا تذکرہ ..... ۱۹۶
- ☆ گھوڑوں کا شرف ..... ۱۹۷
- ☆ حدیث میں گھوڑے کا تذکرہ ..... ۱۹۷
- ☆ گھوڑے کی تخلیق ..... ۱۹۹
- ☆ حضرت رسول اکرمؐ کے گھوڑے دنیا کے تمام گھوڑوں سے افضل ہیں ..... ۲۰۳
- ☆ گھوڑا حضرت آدمؑ سے پہلے خلق ہوا ..... ۲۰۴
- ☆ گھوڑے کو ”فرس“ کیوں کہتے ہیں ..... ۲۰۵
- ☆ سب سے پہلے گھوڑے کو کس نے تالیع کیا ..... ۲۰۶
- ☆ گھوڑے کو ”مطیق“ بھی کہتے ہیں ..... ۲۰۶
- ☆ عربی گھوڑے کے فضائل ..... ۲۰۷
- ☆ گھوڑے بھی دعا کرتے ہیں ..... ۲۰۷
- ☆ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں حضرت خزیمہ کی شہادت ..... ۲۰۷
- ☆ راہِ خدا میں جہاد کرنے والا اللہ کا محبوب ہے ..... ۲۰۸
- ☆ گھوڑے کی پرورش بھی عبادت ہے ..... ۲۰۹
- ☆ گھوڑے کی عادات ..... ۲۰۹

☆ النحل ..... ۲۰۹

### تیسرا باب

## تاریخ انبیاء میں گھوڑوں کا تذکرہ

- ۱۔ حضرت اسماعیلؑ کے گھوڑے ..... ۲۱۳
- ۲۔ ذوالجناح اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ..... ۳۱۴
- ۳۔ حضرت داؤدؑ کا گھوڑا اور معجزہ ..... ۲۱۷
- ۴۔ انجیل میں انبیاء کے گھوڑوں کا تذکرہ ..... ۲۱۷
- ۵۔ حضرت عیسیٰؑ کے گدھے کا سُم ..... ۲۱۹
- ۶۔ حضرت علیؑ کی زبان پر ذکرِ ذوالجناح (کعب الاحبار کی روایت) ..... ۲۲۱

### چوتھا باب

## تاریخ اسلام میں گھوڑوں کی اہمیت

☆ ﴿۱﴾ حضرت پیغمبرِ اسلام کی سواری کے گھوڑے ..... ۲۲۵ تا ۲۵۸

☆ میمون	☆ عقاب	☆ ذوالجناح
☆ لزاز	☆ مرتجز	☆ سبک
☆ ضریس	☆ ورد	☆ لحیف
☆ سبحہ	☆ ملاوح	☆ طرب و ظرب
☆ یعسوب	☆ فرس	☆ بحر
☆ غفیر	☆ یغفور	☆ ذلذل

- ☆ حضرت رسولؐ خدا کی سواریاں ..... ۲۵۹
- ☆ ﴿۲﴾ حضرت علیؑ مرتضیٰ کی سواری کے گھوڑے ..... ۲۶۰
- ☆ جنگِ ذاتِ السلاسل (وادئی زل) ..... ۲۶۰
- ☆ عقبہ کی رات ذوالجناح کی حسرت ..... ۲۶۱
- ☆ جنگِ خیبر سے واپسی میں دلدل کے کارنامے اور دلدل کی قیمت ..... ۲۶۲
- ☆ ﴿۳﴾ حضرت امام حسنؑ کی سواری کا گھوڑا (طاویہ) ..... ۲۶۳
- ☆ طاویہ پر حضرت عباسؑ کی سواری ..... ۲۶۵
- ☆ ساباط مدائن کا واقعہ ..... ۲۶۷
- ☆ ﴿۴﴾ حضرت امام حسینؑ کی سواری کے گھوڑے ..... ۲۶۹
- ☆ ﴿۵﴾ واقعہ کربلا میں رسولؐ عربی کی سواری کے گھوڑے ..... ۲۷۰
- ☆ ذوالجناح ..... امام حسینؑ کا اسپ و فادار ..... ۲۷۰
- ☆ مرتجز ..... حضرت عباسؑ علمدار کا فادار گھوڑا ..... ۲۷۶
- ☆ عقاب ..... حضرت علیؑ اکبر کا فادار گھوڑا ..... ۲۸۵
- ☆ میمون ..... حضرت قاسمؑ کا فادار گھوڑا ..... ۲۹۷
- ☆ ﴿۶﴾ حضرت عونؑ و محمدؑ کے گھوڑے ..... ۲۹۹

پانچواں باب ﴿﴾

## ذوالجناح کے حالات

- ۱۔ کیا ذوالجناح کا اصل نام مرتجز تھا؟ ..... ۳۰۵
- ☆ ذوالجناح بھی منسوباتِ حسینہ سے ہے ..... ۳۰۵
- ☆ شبیہ ذوالجناح کی ہم نے کچھ قدر نہ جانی۔ افسوس ..... ۳۰۵

- ☆ وفاداری مرتجز ..... ۳۱۹
- ۲۔ ذوالجناح کا تعارف اور وجہ تخلیق ..... ۳۳۰
- ۳۔ شجرہ نسب ..... ۳۳۱
- ۴۔ ذوالجناح کا رنگ ..... ۳۳۲
- ۵۔ ذوالجناح کی لجام ..... ۳۳۳
- ☆ لجام ذوالجناح پر جنابِ رباب کا ہاتھ ..... ۳۳۶
- ۶۔ ذوالجناح کی زین ..... ۳۳۶
- ۷۔ ذوالجناح کی رکاب ..... ۳۳۷
- ☆ وقتِ رخصتِ حسینؑ حضرت زینبؑ نے رکاب تھامی ..... ۳۳۹
- ۸۔ ذوالجناح کے سُم ..... ۳۴۰
- ۹۔ ذوالجناح کی طولانی عمر کا راز ..... ۳۴۳
- ۱۰۔ ذوالجناح (معجزہ نبیؐ) کو بلا تک کیسے زندہ رہا ..... ۳۴۵

## چھٹا باب

### ذوالجناح کی وفاداری

۱۔ امام حسینؑ کے بچپن کے واقعات اور شہادت کی پیشین گوئی میں

- ذوالجناح کا تذکرہ ..... ۳۵۲
- ۲۔ ۲۸ رجب کو مدینے سے روانگی اور مرتجز کی سواری ..... ۳۵۳
- ۳۔ ۲۸ رجب کو حضرت اُمّ سلمہؓ نے ذوالجناح کی زیارت کی ..... ۳۵۶
- ۴۔ مدینے میں عبداللہ ابن عباس کا رکاب ذوالجناح تھام کر ..... ۳۵۶
- حسینؑ کو سوار کرنا ..... ۳۵۶

- ۶۔ امام حسینؑ کا خواب اور ذوالجناح کا راستے میں رُکنا ..... ۳۵۹
- ۷۔ لجامِ فرس پر خُرخا ہاتھ ڈالنا ..... ۳۶۰
- ۸۔ زمین کربلا میں داخلہ ..... ۳۶۲
- ۹۔ دوسری محرم کو ذوالجناح کا زمین کربلا پر آگے نہ بڑھنا ..... ۳۶۵
- ۱۰۔ کربلا میں ورودِ حسینؑ مرزا سیر کی نظر میں ..... ۳۶۸
- ۱۱۔ صبحِ عاشورہ سے دوپہر تک ذوالجناح پر سواری ..... ۳۶۸
- ۱۲۔ ذوالجناح وقتِ رخصت (جنابِ زینبؑ نے گھوڑے پر سوار کیا) ... ۳۷۷
- ۱۳۔ ذوالجناح وقتِ رخصت میرا نیس کی نظر میں ..... ۳۸۱
- ۱۴۔ شکوہ و جلالِ امیر المومنین علیہ السلام بوقتِ سواری اور روزِ عاشورا
- غربتِ امام حسینؑ بموقعِ سواری ..... ۳۸۲
- ۱۵۔ ذوالجناح میدانِ جنگ میں ..... ۳۸۴
- ۱۶۔ ذوالجناح فرات میں ..... ۳۹۹
- ۱۷۔ ہنگامِ عصر ذوالجناح کا امام حسینؑ کی حمایت کرنا ..... ۴۰۴
- ۱۸۔ ذوالجناح مقتل میں ..... ۴۲۱
- ۱۹۔ آخری وداع ..... ۴۱۸
- ۲۰۔ امامِ مظلوم کا اسپ و فادار ..... ۴۱۸
- ۲۱۔ امام حسینؑ زینِ ذوالجناح سے زمین پر ..... ۴۲۹
- ۲۲۔ گرتے ہیں اب حسینؑ فرس پر سے ہے غضب ..... ۴۳۱
- ۲۳۔ تحقیقاتِ دربارہٴ قطعِ سرِ مطہرِ امام حسینؑ ..... ۴۳۵
- ۲۴۔ تیروں اور نیزوں کے وار اور زینِ ذوالجناح سے سقوط ..... ۴۳۶
- ۲۵۔ شہادتِ حسینؑ اور جنگِ کاخاتمہ ..... ۴۳۹



- ۲۶۔ ذوالجنح کا بعد شہادت خیمے کی طرف آنا ..... ۴۴۸
- ۲۷۔ درخیمہ پر ذوالجنح کی آمد ..... ۴۴۹
- ۲۸۔ مقتل سے ذوالجنح کا درخیمہ اہل بیت پر پہنچنا ..... ۴۵۷
- ۲۹۔ ذوالجنح کا انجام؟ ذوالجنح اب تک زندہ ہے ..... ۴۶۶
- ۳۰۔ ذوالجنح کا میدانِ حشر میں آنا ..... ۴۶۸
- ۳۱۔ ذوالجنح روزِ قیامت شفاعت کرے گا ..... ۴۶۹
- ۳۲۔ گھوڑا جنت میں بھی ہوگا ..... ۴۶۹
- ۳۳۔ ذوالجنح جنت میں بھی امام حسینؑ کی سواری میں ہوگا ..... ۴۷۰

## ساتواں باب ❁.....

### شبیبہ ذوالجنح کا جواز

- ۱۔ شبیبہ ذوالجنح بنانا جائز ہے ..... ۴۷۵
- ۲۔ آغاز شبیبہ ذوالجنح ..... ۴۷۷
- ۳۔ حالات و تیاری شبیبہ ذوالجنح ..... ۴۷۹
- ۴۔ قرآن کی روشنی میں ذوالجنح قابلِ تعظیم ہے ..... ۴۸۲
- ۵۔ عرب گھوڑے کی حیثیت اور بنی ہاشم ..... ۴۸۵
- ۶۔ شہسواری پر نقصِ نبوی ..... ۴۸۸
- ۷۔ ذوالجنح ہندوؤں کی کتابوں میں ..... ۴۸۹
- ۸۔ کلکتہ میں جلوسِ ذوالجنح ..... ۴۹۰
- ۹۔ اندور مالوہ میں جلوسِ ذوالجنح ..... ۴۹۱

۱۱۔ گھوڑے کا لقب جو ادھی ہے ..... ۴۹۳

## آٹھواں باب ﴿.....﴾

### شاعری میں ذوالجناح کا تذکرہ

- ﴿۱﴾ کلام میر انیس میں ذوالجناح ..... ۴۹۷
- ☆ دوسری محرم کو ذوالجناح کا زکنا ..... ۵۰۲
- ☆ صبح عاشور ذوالجناح کی سواری میر انیس کی نظر میں ..... ۵۰۳
- ☆ ذوالجناح اور امام حسینؑ کی رخصت آخر ..... ۵۰۷
- ☆ ذوالجناح کی میدان جنگ میں آمد ..... ۵۱۸
- ☆ ذوالجناح میدان جنگ میں ..... ۵۱۸
- ☆ ذوالجناح فرات میں ..... ۵۳۲
- ☆ ذوالجناح سے وقت عصر امام حسینؑ کی گفتگو ..... ۵۳۴
- ☆ ذوالجناح وقت عصر ..... ۵۳۵
- ☆ حسینؑ ذوالجناح سے زمین پر آگئے ..... ۵۴۷
- ☆ ذوالجناح کی آمد درخیمہ پر ..... ۵۴۷
- ☆ ذوالجناح جنت میں بھی امام حسینؑ کی سواری میں ہوگا ..... ۵۴۸
- ☆ شہیدوں کے اسپ وفادار عاشور کے بعد ..... ۵۴۹
- ☆ میر انیس کی نظر میں شہید ذوالجناح ..... ۵۵۰
- ﴿۲﴾ دیگر شاعروں کا خراج عقیدت ..... ۵۵۱
- ☆ ذوالجناح سے غالب کی عقیدت ..... ۵۵۱
- ☆ میر مونس کے مرثیوں میں ذوالجناح کی تعریف

☆ میرزا عشق ..... ۵۵۵

☆ علامہ سید ضمیر اختر نقوی ..... ۵۸۳

﴿۳﴾ نوے درحال ذوالجناح ..... ۶۰۲۵۵۸۶

☆ متین دہلوی	☆ عصمت لکھنوی	☆ مہ جبین بیگم
☆ کوثر	☆ فرمان حسن	☆ عسرت بلوری
☆ قیصر	☆ زماں اکبر آبادی	☆ اوسط اکبر آبادی
☆ نجم آفندی	☆ محسن اعظم گڑھی	☆ سید فدا بخاری

☆ ڈاکٹر ماجد رضا عابدی

﴿۴﴾ رباعیات در وصف ذوالجناح ..... ۶۰۳

☆ سید حیدر حسن ناظم شکار پوری ..... ۶۰۳

## نواں باب ﴿﴾

### تاریخ میں کچھ مشہور گھوڑے

۱۔ قبیلہ بنی کلاب میں گھوڑوں کی اہمیت ..... ۶۰۷

۲۔ محمد و آل محمد کی شہسواری کے چند مناظر ..... ۶۰۷

۳۔ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی کرامات ..... ۶۰۹

۴۔ گھوڑے کو آرام و آسائش میں رکھا جاتا ہے ..... ۶۰۹

۵۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہسواری کا منظر ..... ۶۱۰

۶۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی صابرانہ زندگی میں لجام فرس

پر ہر کسی کا ہاتھ، غیر ضروری مسئلے کے جواب پر مجبور کرنا ..... ۶۱۱

۷۔ حسینؑ سوارِ دوشِ رسولؐ ہیں ..... ۶۱۱

- ۸۔ حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور گھوڑے کا مکالمہ ..... ۶۱۶
- ۹۔ سرکش گھوڑا بھی امام حسن عسکری علیہ السلام کا مطیع ہو گیا ..... ۶۱۸
- ۱۰۔ اس گھوڑے کو شام سے قبل ہی فروخت کر دو ..... ۶۲۰
- ۱۱۔ گھوڑے کی اہمیت حضرات آئمہ معصومین کی نظر میں ..... ۶۲۱

## دسواں باب ﴿﴾

### تاریخ اسلام میں ذوالجناح کی اہمیت

(خطابت کے نادر شہ پارے)

- ۱۔ تاریخ اسلام میں ذوالجناح کی اہمیت ..... ۶۲۵
- عماد الدین حسین، عماد زادہ اصفہانی، ایران
- ۲۔ ذوالجناح کا جواز قرآن سے ..... ۶۲۸
- علامہ شیخ عبدالعلی ہروی
- ۳۔ اوصاف ذوالجناح ..... ۶۳۳
- مولانا سید محمد مجتبیٰ نوگانوی
- ۴۔ کربلا کے وفادار گھوڑے ..... ۶۳۹
- مولانا سید حسن ضیا امرہوی
- ۵۔ شبیہ ذوالجناح ..... ۶۵۵
- مولانا نذیر حسین قمر وزیر آبادی
- ۶۔ احوال ذوالجناح ..... ۶۶۲

- ۶۶۶..... شہادتِ امام حسینؑ پر وفادار ذوالجناح کا اظہارِ غم.....
- مولانا سید نجم الحسن کراچی
- ۶۷۰..... ۸۔ ذوالجناح.....
- مولانا سید علی نقی نقوی لکھنؤی
- ۶۷۹..... ۹۔ ذوالجناح.....
- مولانا علی حضور نجفی
- ۶۸۳..... ۱۰۔ ذوالجناح یا مرتجز.....
- علامہ سید محمد جعفر الزمان نقوی البخاری
- ۷۰۳..... ۱۱۔ ذوالجناح سہیل پیمبر.....
- علامہ چلیس ترمذی کربلائی
- 
- ۷۰۸..... کتب حوالہ جات.....



ڈاکٹر ماجد رضا عابدی:

## پیش گفتار

تاریخ خطابت میں مضامین کے تنوع کے اعتبار سے بھی استاد محترم علامہ ضمیر اختر نقوی مدظلہ العالی کا نام سب سے بلند ہے۔ علامہ صاحب نے اپنے پچاس سالہ دور خطابت میں جتنے عنوانات پر تقاریر کر دی ہیں شاید ہی اولین و آخرین میں یہ کام کوئی اور کر پائے۔ آگ، ہوا، پانی، مٹی، دریا، سمندر، فرات، نجف، کربلا، گریہ، ماتم، شفاعت، مشک، علم، خیمہ، تلوار، ذوالفقار، وغیرہ اور ان جیسے سینکڑوں موضوعات پر لگ بھگ تیس ہزار تقاریر کر چکے ہیں۔ زہر نظر کتاب ذوالجناح کے موضوع پر ہے اور اس موضوع پر علامہ صاحب دسیوں تقاریر کر چکے ہیں۔ سارا Matter پہلے ہی علامہ صاحب کے ذہن میں محفوظ تھا لہذا کتاب کی تدوین و تصنیف میں یقیناً کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ خود علامہ صاحب کی لاہریری اس وقت بڑے صغیر کے اہم ترین کتب خانوں میں شمار کی جاتی ہے اور اس کتب خانے کے ہوتے ہوئے کسی بھی موضوع پر کتاب لکھنا نہایت ہی آسان ہے۔

ذوالجناح کے عنوان پر یہ کتاب نہیں بلکہ انسائیکلو پیڈیا ہے۔ تاریخ ذوالجناح پر اتنی مربوط اور مفصل کتاب اس سے پہلے کسی بھی زبان میں نہیں لکھی گئی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ علامہ ضمیر اختر نقوی کی معرکہ الآرا تحقیقی کتب جس میں سوانح حضرت جعفر طیار، سوانح حضرت اُمّ البنین (۵۰۰ صفحات) سوانح حضرت قاسم (۶۳۲

جیسی کتب کے عربی اور فارسی میں ترجمے کر کے شائع کئے جائیں تاکہ عراق و ایران کے علماء بھی اپنی تحقیقی راہیں متعین کر سکیں۔

ذوالجناح، مرتجز، عقاب، میمون، وغیرہ یہ وہ گھوڑے تھے جو پیغمبر اکرمؐ کو مختلف ملکوں کے حکمرانوں نے تحفہً بھجوائے تھے اور یہ گھوڑے پیغمبرؐ کے زیر استعمال بھی رہے، یہ نبوت و امامت کا معجزہ ہے کہ ان سے منسوب و مربوط کسی بھی شے پر زمانے اور آب و ہوا کی کثافتیں اثر انداز نہیں ہوئیں۔ اس لئے سن اکٹھ ہجری میں بھی یہ گھوڑے اسی آب و تاب کے ساتھ امام حسینؑ اور اقربا کی سواری بنے ہوئے تھے، امام حسینؑ کی شہادت کے بعد جب ذوالجناح کو قابو کرنے کا مرحلہ آیا تو عمر سعد نے یہی کہا کہ ”اسے قتل نہ کرنا، یہ رسولؐ کی سواری ہے“۔ ہائے افسوس! رسولؐ کی سواری کا اتنا احترام اور جس حسینؑ کی رگوں میں رسولؐ کا خون دوڑ رہا تھا، جو دوشِ نبویؐ کا سوار تھا اُسے بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔

گھوڑے آل محمدؐ کی پسندیدہ سواری ہیں گویا حیوانات میں اگر اشرف الحیوانات کوئی ہے تو وہ ”گھوڑا“ ہے۔ اس سواری میں ایک حُسن ہے ایک وقار ہے ایک متانت ہے اور وہ بات جو اسے تمام حیوانات سے ممتاز و ممتاز بنا دیتی ہے وہ ہے اس جانور کی فراست، فراست کی اس سے بہتر تشریح نہیں کی جاسکتی کہ یہی فراست اگر انسان میں ہو تو ذہانت کہی جاتی ہے۔ لیکن اس جانور کی خصوصیت ”فراست“ کو انسان کے اوصاف میں بھی شمار کیا گیا ہے۔ گھوڑے صدیوں سے حُسن کا Symbol قرار دیئے جاتے رہے ہیں۔ بادشاہوں کے درباروں میں گھوڑوں کے مجسمے جاہ و حشمت کا نشان سمجھے جاتے تھے۔ شاہراہوں اور چوراہوں پر مجسمے کی صورت میں بادشاہ کو گھوڑے پر بیٹھا ہوا دکھایا جاتا تھا۔ آج بھی ڈرائنگ روم کی زینت کے لئے جو تصاویر لگا دیا جاتی

ہیں ان تصاویر میں اکثریت سے گھوڑے بھی منظر میں کہیں نہ کہیں نظر آتے ہیں۔ آج بھی ملک کی فوجوں اور پولیس میں گھوڑوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ Guard of Honour پیش کرنے میں بھی گھوڑوں کی موجودگی ضروری خیال کی جاتی ہے۔ آج بھی کئی حکمران قیہنی نسل کے گھوڑے پالنے کے حوالے سے بھی مشہور ہیں۔

پاکستان کے موناڈوپو (سرگودھا) جو افواج پاکستان کا ڈپو ہے وہ گھوڑوں کی افزائش نسل میں مشہور ہے۔ ہر سال یہاں ایک میلہ لگتا ہے جس میں گھوڑوں کی نمائش کی جاتی ہے اور شوقین لوگ یہاں سے نسلی دہلی اور ولایتی گھوڑے خریدتے ہیں۔ پاکستان کے عزا داری کے مراسم میں جو گھوڑے شبیہ ذوالجناح بنائے جاتے ہیں وہ اکثر موناڈوپو (سرگودھا) سے ہی خرید کئے گئے ہیں۔ خیر سگالی کے طور پر گھوڑے تحفتاً بھی پیش کئے جاتے ہیں۔

علامہ ضمیر اختر نقوی نے بھی ایک گھوڑا شبیہ ذوالجناح کے طور پر رکھا ہوا ہے۔ اس کا نام پیدا ہوتے ہی نجی بابا رکھ دیا گیا تھا اور علامہ صاحب نے یہی نام جاری رکھا۔ نجی بابا کراچی کے مرکزی جلوسوں میں برآمد کئے جاتے ہیں۔ اُن کا قد ایک اوسط آدمی کے قد سے بلند ہے۔، کمر بہت چوڑی، سم بہت بڑے، گردن لمبی، چہرہ خوبصورت، رنگ نقرئی، آنکھوں کی پلکیں بڑی بڑی اور خوبصورت، یال سیدھے اور لمبے، چال ایسی کہ آدمی بے اختیار متوجہ ہو کر دیکھنے لگے، نجی بابا علامہ صاحب کو پہچانتے ہیں اور یہی بات گھوڑے کی فراست کہی جاتی ہے۔

ذوالجناح کو تقریر کے موضوع کے طور پر سب سے پہلے علامہ صاحب نے منتخب کیا اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب میرا نئیس سے متاثر ہیں اور میرا نئیس نے اپنے ہر رزمیہ مریچے میں ذوالجناح کو موضوع بنایا ہے اور وہیں سے



علامہ صاحب یہ موضوع خطابت میں لے آئے۔

زیر نظر کتاب میں ذوالجناح کے حوالے سے گھوڑوں کی ہر قسم پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے اور جب بات ذوالجناح تک آتی ہے تو پھر یہ کتاب ذوالجناح کا انسائیکلو پیڈیا بن جاتی ہے۔

ذوالجناح کے حالات اور اس کے ذیل میں ذوالجناح کا شجرہ نسب اس کا رنگ، اس کے نام کی وجہ تسمیہ اس کی لجام، اس کی زین، رکاب، سُم، اس کی طولانی عمر کا راز، ذوالجناح کی وفاداری وغیرہ یہ تمام تفصیل کتاب کی فہرست میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس کتاب میں جو خاصے کی چیز ہے وہ ہے شبیہ ذوالجناح کا جواز، مجالس اور جلسوں میں شبیہ ذوالجناح کا برآمد ہونا یہ وہ موضوع ہے جو نوجوانوں کی معلومات اور تشریح کے لئے نہایت کارآمد ہوگا۔ اس لئے کہ اکثر نوجوان یہ سوالات پوچھتے نظر آتے ہیں کہ ہمارے اسکول، کالج، یونیورسٹی میں بحث ہو رہی تھی کہ ذوالجناح برآمد کرنا قرآن سے ثابت کیجئے، ساتویں باب میں علامہ ضمیر اختر نقوی نے شبیہ ذوالجناح کے جواز پر گفتگو کی ہے اس کے علاوہ صحاح ستہ اور آج کے دور کے علماء کرام گھوڑوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں یہ تمام معلومات کتاب کے باب دوم میں جمع کر دی گئی ہیں۔

کتاب کا آغاز علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب کی تقریر سے ہوتا ہے جو انہوں نے ذوالجناح کے عنوان پر کی تھی۔ یہ تقریر علامہ صاحب کی معرکہ الآرا تقریر میں شمار ہوتی ہے۔ الغرض یہ کتاب نہیں بلکہ ذوالجناح کے عنوان سے ایک صحیفہ ہے جو علامہ صاحب پر القا کیا گیا۔ پروردگار بتصدق محمد و آل محمد ہمیں بھی اتنا علم دے کہ ہم بھی ایسی معلوماتی، تحقیقی اور روحانی کتابیں لکھ سکیں۔



علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی:

مجلس

## ”عظمتِ ذوالجناح“

(امام بارگاہ چہارہ معصومین انجولی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعَدِیْتِ ضَبْحًا؛ فَالْمُورِیْتِ قَدْحًا؛ فَالْمَغِیْرَتِ ضَبْحًا؛  
فَأَشْرَزْنَ بِهٖ نَقْعًا؛ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا؛ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهٖ  
لَكَنُودٌ؛ وَإِنَّهٗ عَلٰی ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ؛ وَإِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ  
لَشَدِیْدٌ؛ (سورہ عادیات آیات نمبر ۹ تا ۱۴)

آج کی مجلس کا موضوع ہے ”ذوالجناح“ جس نے قرآن مجید کے مشہور و معروف سورہ کو سرنامہ کلام قرار دیا ہے جس کا موضوع انسان نہیں بلکہ حیوان ہے، اس سورہ میں گھوڑوں کی تعریف کی گئی ہے، ارشادِ الہی ہے کہ مجھے قسم ہے تیز دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی جو فرّائے بھرتے جاتے ہیں وَالْعَدِیْتِ ضَبْحًا سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم، تیز سانس لے کر دوڑنے والے گھوڑے فَالْمُورِیَاتِ قَدْحًا جو پتھر پر ٹاپ مار کر آگ نکالنے جاتے ہیں فَالْمَغِیْرَاتِ ضَبْحًا وہ گھوڑے جو صبح سویرے دشمن پر چھاپہ مارتے ہیں فَأَشْرَزْنَ بِهٖ نَقْعًا اور جب وہ تیز دوڑتے ہیں تو زمین سے گرد و غبار اڑاتے ہوئے جاتے ہیں فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا پھر اس وقت وہ دشمنوں

کے ہجوم میں گھس جاتے ہیں، إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ بے شک انسان اپنے رب کا ناشکر ہے وَإِنَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ لَشَهِيدٌ وہ یقیناً خود بھی اس بات پر گواہ ہے وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ بے شک وہ دولت کا بہت لالچی ہے۔“

مالک کائنات یہاں گھوڑوں کی قسم کھا رہا ہے، گھوڑوں کی مدح و ثنا فرماتا ہے لیکن یہ تعریف دراصل شہسواروں کی ہو رہی ہے، جب شہسوار کے گھوڑے کی تعریف ہوگی تو عزت افزائی سرباز و شہسوار کی ہی منظور ہوگی، گھوڑا اگر مقام فخر میں یہ کہے:-

دعویٰ کہ میں براق کی توقیر پائے ہوں

ناز اس پہ ہے کہ بارِ امامت اٹھائے ہوں

میرانیس نے یہاں امام کی تعریف کی ہے، بظاہر گھوڑے کی تعریف ہے لیکن سنا کر کی نظر شہسوار پر ہے، تعریف اس کی مد نظر ہے جس کے ہاتھ میں لجامِ فرس ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کر رہا ہے، پروردگارِ عالم بھی بظاہر گھوڑوں کی تعریف میں قسمیں کھا کر ان کے اوصاف بیان کر رہا ہے لیکن نگاہِ قدرت میں وہ شہسوار ہے جو کُل ایمان ہے، جو رَجُلٌ مُرِيدٌ، مجاہد ہے، نبی کا جانشین ہے، جو علیؑ ہے جو ولی ہے۔ جنگِ ذاتِ السلاسل کے موقع پر یہ سورہ مولائے کائنات علی ابن ابی طالبؑ کی شان میں نازل ہوا تھا۔ جب مولائے کائنات جنگ فتح کر کے آئے سرکارِ رسالت اسی سورے کی تلاوت فرما رہے تھے، حیرت تو اس بات کی ہے کہ ایک طرف حیوان کی تعریف ہو رہی ہے دوسری طرف سرکش انسان کی سرکشی اور مالِ دنیا سے محبت کی مذمت ہو رہی ہے، پروردگارِ عالم کی نظر میں وہ حیوانِ قابلِ احترام ہے جو جہاد میں مجاہد کا ناصر ہے لیکن وہ انسان جو جنگ سے پُشت پھیرتا ہے وہ قابلِ نفرت ہے۔ گھوڑا جو اسلامی لشکر میں اپنے مالک کا وفادار ہوتا ہے وہ اپنے مالک سے سرکشی نہیں کرتا۔ اُس گھوڑے کی تعریف زبانِ وحی سے بھی ہوتی ہے اور زبانِ رسالت سے بھی، ”صحیح بخاری“ میں

حضرت رسالتآب کی زبان سے یہ حدیث بیان ہوئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں ”گھوڑوں کی پیشانیوں کے ساتھ قیامت تک خیر و برکت وابستہ رہے گی۔“ ایک دوسری حدیث بھی بخاری میں موجود ہے، سرکارِ دو عالم ارشاد فرماتے ہیں ”گھوڑا اس شخص کے لیے باعثِ اجر ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے پالا گیا ہو پھر کسی چراگاہ یا باغ میں چرنے کے لیے لمبی رسی سے باندھ دیا ہو تو اس چراگاہ یا باغ میں جہاں تک وہ رسی پہنچے گی اس کے مطابق گھوڑے کے مالک کو نیکیاں ملیں گی، اگر وہ گھوڑا کسی نہریا دریا کے پاس سے گزرے اور اس کا پانی پی لے اگرچہ مالک کا ارادہ پانی پلانے کا نہ ہو تب بھی یہ اس کی نیکیوں میں شمار ہوگا اور اگر کوئی مسلمان غرور یا ریاکاری کے باعث گھوڑا پالے یا مسلمانوں کی عداوت میں تو ایسا گھوڑا اپنے مالک پر بوجھ ہوگا۔“ حدیث میں دو رُخ واضح ہیں گھوڑا اس لشکر میں بھی ہے جو حق کی راہ میں جنگ کر رہا ہے اور گھوڑا اس لشکر کے پاس بھی ہے جو مردانِ خدا کی عداوت میں جنگ کر رہا ہے، یہاں گھوڑا باعثِ ثواب ہے وہاں باعثِ عذاب ہے۔ سرکارِ دو عالم گھوڑوں کا بہت زیادہ احترام فرماتے تھے، بخاری اور مسلم میں ہے کہ آپ مالِ غنیمت میں سے گھوڑے کے دو حصے فرماتے اور اس کے مالک کو ایک حصہ عطا فرماتے تھے، بخاری میں ایک معجزہ بھی سرکارِ دو عالم کا بیان کیا گیا ہے اس سلسلے میں کہ آپ اگر سُرُخ رفتار گھوڑے پر سوار ہو جاتے تو وہ تیز رفتار ہو جاتا تھا اور پھر کوئی اس گھوڑے کی رفتار پر سبقت نہیں لے جاسکتا تھا اور جو شخص جم کر گھوڑے پر سواری نہ کر سکتا تھا آپ اُس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دعا فرماتے تو وہ بہترین شہ سوار ہو جاتا تھا۔ سُخنِ نسائی میں ہے کہ سرکارِ دو عالم کو کیت گھوڑا بہت پسند تھا، ”کیت“ اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کا رنگ سُرخ سیاہی مائل ہوتا ہے اور ایال اور دُم کے بال سیاہ ہوتے ہیں چاروں ہاتھ پاؤں سفید ہوں اور پیشانی پر سفید چاند ہو، سرکارِ دو عالم کا ارشاد تھا کہ اشکال اور ارجل گھوڑا

منحوس ہوتا ہے جس کے تین پاؤں سفید ہوں اور چوتھا پاؤں کسی دوسرے رنگ کا ہو۔ سرکارِ دو عالم کو اپنے گھوڑوں سے اتنی محبت تھی کہ روز صبح کو نماز کے بعد گھوڑوں کے قریب جاتے اور ان کی پیشانیوں پر ہاتھ پھیرتے اور گرد و غبار کو ان کے جسم سے صاف فرماتے اور اپنے اصحاب کو بھی یہی حکم دیتے کہ اس باوفا جانور سے محبت کرو، ترمذی شریف میں ہے کہ گھوڑا حضور رسالتؐ کی محبوب ترین سواری تھی، آپ سب سے زیادہ اسی جانور سے محبت فرماتے تھے۔

لوگ حضور اکرمؐ کو گھوڑے اور اونٹ ہدیہ کرتے تھے یا بعض گھوڑے بادشاہوں نے تحفے میں بھیجے یا آپ خود کوئی گھوڑا خرید فرماتے اس کا ایک نام رکھ دیتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اکرمؐ راستے میں تھے دیکھا ایک شخص ایک بہت اچھا گھوڑا فروخت کر رہا ہے، طبرانی نے اس شخص کا نام سواد ابن حرث لکھا ہے، آپ نے ٹھہر کر اس سے وہ گھوڑا خرید لیا، وہ شخص حضور اکرمؐ کے پیچھے پیچھے چلا، یہ سواد راستے میں کسی ایسی جگہ پر طے ہوا جو حضور اکرمؐ کے گھر سے کچھ دور تھی اور قیمت آپ کے پاس نہ تھی، آپ نے اس شخص سے کہا کہ میرے ساتھ آؤ میں گھر چل کر تم کو رقم دیتا ہوں، آپ آگے چلے، سواد ابن حرث گھوڑا لے کر آہستہ آہستہ حضور اکرمؐ کے پیچھے آنے لگا، کچھ لوگوں نے اس شخص کو روک لیا اور گھوڑا خریدنے کی بات کرنے لگے، گھوڑا بہت عمدہ تھا لوگوں نے قیمت بہت زیادہ دینے کا وعدہ کیا، لوگوں کو یہ علم نہیں تھا کہ گھوڑا فروخت ہو چکا ہے، سواد ابن حرث نے با آواز بلند حضور اکرمؐ کو پکارا کہ آپ یہ گھوڑا خریدتے ہیں یا نہیں ورنہ میں اس کو دوسرے کے ہاتھ بیچتا ہوں، آپ نے سواد ابن حرث کی آواز سنی تو کھڑے ہو گئے، یہاں تک کہ وہ حضور اکرمؐ کے قریب آ گیا، حضور اکرمؐ نے فرمایا ”تم تو یہ گھوڑا میرے ہاتھ بیچ چکے ہو“۔ سواد ابن حرث مگر گیا اور بولا، واللہ میں نے اس کو آپ کے ہاتھ نہیں بیچا، حضور اکرمؐ نے فرمایا، ”ہاں تو اس کو میرے ہاتھ بیچ چکا ہے اور میں نے تجھ

سے اس کو خریدا ہے، حضور اکرمؐ نے بار بار یہ بات فرمائی اور سواد ابنِ حرث نے ہر مرتبہ انکار کیا اور کہا کہ اگر میں نے اس گھوڑے کو آپ کے ہاتھ بیچا ہے تو اس کا کوئی گواہ لائیے، اسی دوران میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے، انھوں نے سواد ابنِ حرث سے کہا کہ یہ اللہ کے رسولؐ ہیں جھوٹ نہیں بول سکتے جو آپ فرما رہے ہیں یقیناً یہی سچ ہے، تو غلط کیوں اصرار کر رہا ہے لیکن وہ بار بار گواہ مانگے ہی جا رہا تھا۔

اتنے میں خزیمہ بن ثابتؓ بھی وہاں پہنچ گئے، انھوں نے گھوڑا بیچنے والے شخص سواد ابنِ حرث کو مخاطب کر کے کہا کہ ”میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تو نے یہ گھوڑا رسول اللہ کے ہاتھ بیچا ہے، اس پر حضور اکرمؐ نے خزیمہ سے پوچھا کہ تم تو اس وقت موجود نہ تھے، تم شہادت کس طرح دے رہے ہو، انھوں نے کہا بتصدیقك ینا رسول اللہ ”اے اللہ کے رسولؐ میں آپ کی بات کی تصدیق کر رہا ہوں، آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ حق اور سچ ہی فرماتے ہیں اس لیے میں نے گواہی دی ہے، حضور اکرمؐ نے فرمایا آج سے خزیمہ کی شہادت دو آدمیوں کی شہادت کے برابر ہے، اُس دن سے خزیمہ بن ثابت کا لقب ”ذوالشہادتین“ ہو گیا یعنی جس کی گواہی دو شہادتوں کے برابر ہے۔ یہ واقعہ مسند احمد بن حنبل، مسند ابوداؤد، سنن نسائی اور طبقات ابنِ سعد میں موجود ہے۔

کہنے کو صحابی لاکھوں ہیں لیکن یہ واحد صحابی ہے جس کی ایک گواہی دوہری ہے، یہ جہاں پہنچ جائیں گواہی دینے تو گویا دو آدمیوں نے گواہی دے دی، خزیمہ بن ثابت جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں حضرت علیؑ کی طرف سے لڑ رہے تھے، جنگِ صفین میں رجز پڑھ رہے تھے کہ حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ ہیں، یہی رجز پڑھتے پڑھتے زخمی ہوئے اور صفین کے میدان میں محبتِ علیؑ میں جان قربان کر دی۔

خزیمہ بن ثابت ”ذوالشہادتین“ کے لقب سے مشہور ہوئے اور گواہی کس بات پر

دے رہے تھے، ایک جانور کی خریداری پر، ایک گھوڑے کی گواہی پر اتنا عظیم لقب پا گئے کہ تاریخ میں زندہ رہ گئے، اب ذرا سوچیے کہ وہ جانور کتنا عظیم ہوگا کہ جس کی گواہی پر صحابی کو اتنا بڑا لقب ملتا ہے، اب سوچیے اس گھوڑے کی کیا منزلت ہوگی پیغمبرؐ کی نظر میں، جب حضور اکرمؐ نے اس گھوڑے کو خرید لیا اُس کا نام رکھا ”الورد“، ”ورد“ عربی میں سُرخ گلاب کے پھول کو کہتے ہیں، جو اپنے جانور یعنی گھوڑے کو گلاب کا پھول کہے تو اپنے بچوں کو کیا کہتا ہوگا پھر اس کی نظر میں بچے کیا ہوں گے جو گھر کے جانور کو گلاب کا پھول سمجھتا ہے۔

حضور اکرمؐ نے ایک اور گھوڑا خریدا اس کا نام رکھا ”لیزاز“، یعنی خوش آواز، اچھی آواز والا، ایک اور گھوڑا خریدا اس کا نام رکھا ”لحیف“، یہ گھوڑا جب میدان میں دوڑتا تھا معلوم ہوتا تھا زمین لحاف کی طرح تہہ ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ایک دراز گوش کا نام ”یعفور“ رکھا تھا۔ ایک دراز گوش شاہِ جس مقوقس نے تختے میں بھیجا تھا، جنگِ خیبر میں اس پر حضرت علیؑ سوار تھے، جب وہ پہاڑیوں پر دوڑا تو اُس نے دوڑنے میں اپنے پیٹ کو سطحِ زمین سے ملا دیا، آپ نے فرمایا ”دُلْدُل“، یعنی اس کا شکم زمین کی سطح سے مس ہو رہا ہے، اس دن سے اُس کا نام ”دُلْدُل“ ہو گیا۔ جنگِ خیبر میں اور جنگِ نہروان میں حضرت علیؑ ”دُلْدُل“ پر سوار تھے۔ اس لیے آپ کو ”شاہِ دُلْدُل سوار“ بھی کہتے ہیں۔ غالب نے دُلْدُل سے عقیدت مندی کا اظہار اپنے مشہور قصیدے میں کیا ہے:-

طبع کو الفتِ دُلْدُل میں یہ سرگرمی شوق

کہ جہاں تک چلے اُس سے قدم اور مجھ سے جبین

غالب کہہ رہے ہیں علیؑ سے مجھے اتنی محبت ہے کہ اُن کے دُلْدُل کا جہاں قدم پڑے

میں وہاں اپنی جبین رکھ دوں گا۔

حضرت عبدالملک کو یمن کے بادشاہ سیف بن ذی یزن نے چار گھوڑے ہدیے

کئے تھے، اس وقت حضور اکرمؐ آٹھ برس کے تھے، بادشاہ یمن کی فرمائش تھی کہ ان تحفوں کو آپ اپنے پوتے کو دیجئے گا، وہ بڑا ہو کر نبی بنے گا۔ میں نے آسمانی کتابوں میں اس کی پہچان پڑھی ہے، حضرت عبدالمطلب نے جب وہ گھوڑے اپنے پوتے محمدؐ کو پیش کئے تو اس کمسنی کے عالم میں آپ نے باری باری ہر گھوڑے پر سواری فرمائی، ایک گھوڑے کا نام ”مُرْتَجَز“ رکھا، ایک گھوڑے کا نام ”میسون“ رکھا، ایک گھوڑے کا نام ”ذوالجنح“ رکھا۔ ایک گھوڑے کا نام ”طاویہ“ رکھا۔ ”طوی“ کے معنی ہیں، بھوک اور پیاس میں بھی میدان جنگ نہیں چھوڑتا، ”طوی“ کے دوسرے معنی ہیں چرنی جس طرح اپنے محور پر تیز چلتی ہے اسی رفتار سے وہ میدان جنگ میں اپنے سوار کو لے کر دوڑتا تھا۔ ایک روایت کے مطابق ”طاویہ“ ایک گھوڑی تھی جو امام حسن علیہ السلام کے استعمال میں بعد رسولؐ رہی تھی، جنگ مدائن میں امام حسنؑ اسی پر سوار تھے۔

بادشاہ یمن کے یہ بھیجے ہوئے گھوڑے جب یمن سے آئے تو ان سب کی عمریں پانچ پانچ برس کی تھیں، کربلا میں یہی گھوڑے آئے تھے اس وقت عبدالمطلب کے دور سے لے کر کربلا تک بعض گھوڑوں کی عمر سو برس تک پہنچی تھی، بعض علم حیوانات کے ماہر کہتے ہیں گھوڑے اتنے دن زندہ نہیں رہتے۔ اب یہاں سے ایک علمی بحث شروع ہو رہی ہے، سماعت فرمائیے، اب تک پوری دنیا میں گھوڑوں پر سات ہزار کتابیں لکھی گئی ہیں، امریکہ اور یورپ میں یہ ایک مستقل موضوع ہے، دنیا کی یونیورسٹیز کا ایک شعبہ ہے Zoology علم حیوانات جانوروں کا علم، اس موضوع پر آج کل بہت ریسرچ ہو رہی ہے۔ یہ علم آج ترقی یافتہ ہوا ہے، لیکن ہمارے آئمہ معصومین بہت پہلے آج سے چودہ سو برس پہلے اس علم کو متعارف کر چکے ہیں، بلکہ قرآنی آیات میں یہ علم موجود ہے اور معصومینؑ ان آیات کی تفسیر و تشریح میں بہت کچھ بیان کر چکے ہیں۔ مجلس میں آؤ



نے اس علم کو ہمارے آئمہ معصومین سے سیکھا ہے۔

میں نے ایک تقریر رضویہ سوسائٹی کے عشرے میں آج سے تیس برس پہلے کی تھی کہ ٹیلیویشن اور فلموں سے اپنے بچوں کو بچائیے گھروں میں ٹیلیویشن نہ رکھئے بلکہ یہ رقم بچوں کی تعلیم پر صرف کیجئے، فلمیں دیکھنے سے ذہنی پستی پیدا ہوتی ہے، ایک مولانا بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ مجلس کے بعد نشست میں انھوں نے مجھ پر اعتراض کیا کہ ٹیلی ویژن سے بڑی سائنسی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ آپ کہہ رہے ہیں پھر تو مجھ پر اعتراض کرے گی، وہ بضد تھے کہ ٹیلی ویژن بھی گھر میں رکھو اور فلمیں بھی دیکھو، میری مخالفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیعوں بچوں کی تعلیمی سطح ختم ہوگئی اور جہالت کا عروج ہے۔ میرے خلاف یہ پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ میں سائنسی ترقیوں کے خلاف ہوں، میں فلموں سے نفرت کرتا ہوں۔ میں ٹیلی ویژن سے بیزار ہوں۔

سائنسی ترقی خواہ کتنی بھی ہو جائے جو کچھ معصومین بتا گئے ہیں وہ سب کچھ ابھی سائنس نہیں بیان کر سکی ہے۔ گھوڑوں کے موضوع پر کتاب لکھنے والی دنیا کی مشہور خاتون ہیں لیڈی ویٹورتھ (Lady wentworth) ہیں جو اب تک بارہ ہزار صفحے گھوڑوں پر لکھ چکی ہیں، اُن کو پوری دنیا میں گھوڑوں کا ماہر سمجھا جاتا ہے، امریکہ میں رہتی ہیں، صرف انھوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ عربی گھوڑوں کی نسل حضرت عیسیٰ سے پانچ ہزار سال برس پہلے سے موجود ہے، لندن (London) سے ایک کتاب مصنف کیرولین سلور (Caroline Silver) کی شائع ہوئی ہے (Guide to the horses of the world) اس کتاب میں گھوڑے پر بڑی تحقیق کی گئی ہے، اس کتاب کے مطابق، عرب گھوڑا سب سے پہلے دنیا میں وجود میں آیا، انجیل میں لکھا ہے کہ جب اللہ نے چاہا کہ گھوڑے کو تخلیق کرے تو اللہ نے ایک بار ہوا کو حکم دیا کہ آجا، ہوا سمٹ کر آگئی، اللہ نے ہوا کو مٹھی میں بند کیا اور ہوا کو مٹھی میں

بن گیا، جب گھوڑا تخلیق پا گیا تو اللہ نے کہا میں نے خوش بختی تیری پیشانی پر لکھ دی ہے، میں تمام جانوروں پر تجھے افضلیت دیتا ہوں اور تیرے مالک کو تیرا دوست بنایا، جہاں تو جائے گا میدان کو فتح کرے گا، تیرے جسم کی طاقت کو تیرے گردن کے بالوں میں عطا کر دی، تو مبارک قدم کہلائے گا، انسانوں کے بعد تیرا مرتبہ سر بلند ہوگا، میں نے تجھے بغیر پروں کے اڑنے کی طاقت عطا کی ہے۔ مصطفیٰ لکھتا ہے کہ مسلمانوں کے خیال کے مطابق اللہ نے حضرت اسماعیلؑ کے لیے شمال سے چلنے والی تیز ہوا سے عرب نسل کے گھوڑے کو خلق کیا۔

اللہ نے جب گھوڑے کو خلق کیا تو فرمایا تیری پیشانی پر خوش قسمتی کا ستارہ چمکتا رہے گا، تخلیق آدمؑ کے بعد گھوڑے کو ان کے آگے آگے چلایا اور آدمؑ اس کے پیچھے پیچھے چلے، سب سے پہلے جس نے گھوڑے پر سواری کی وہ حضرت اسماعیلؑ ہیں، حضرت ابراہیمؑ کے دور تک گھوڑے اپنے پروں سے فضا میں پرواز کرتے تھے، حضرت اسماعیلؑ نے گھوڑوں پر اختیار حاصل کر لیا اور آہستہ آہستہ گھوڑوں کے پر ختم ہو گئے۔ علامہ مجلسی کا کہنا ہے یہ جانور کسی انسان کے بس میں نہیں آتے تھے، پہاڑوں کی بلندیوں پر عقابوں کی طرح رہتے تھے، سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے اسماعیلؑ نے ان کو اپنے قبضے میں کیا، اور سب سے پہلے گھوڑے پر سواری کی، حضرت اسماعیلؑ نے سب سے پہلے جس گھوڑے پر سواری کی تھی اس کا نام ”راح“ تھا، ”راح“ کے بچے کا نام ”میمون“ تھا، ”میمون“ کے بچے کا نام ”موج“ تھا، ”موج“ کے بچے کا نام ”الجناح“ تھا، ”الجناح“ کے بچے کا نام ”الکفاح“ تھا، ”الکفاح“ کے بچے کا نام ”زاد الراقب“ تھا، اس کے بچے کا نام ”بطل“ تھا، پھر اس کے بچے کا نام ”قابل“ تھا، اس سے جو گھوڑا پیدا ہوا اس کا نام ”نیزوب“ تھا۔ ”نیزوب“ کے بچے کا نام ”عقاب“ تھا۔ ”عقاب“ پر

آپ اسی پر سواری فرماتے ہے۔ آل محمد کے گھرانے میں جو گھوڑے سواری کے لیے استعمال ہوتے تھے اُن کے شجرے اب تک کتابوں میں محفوظ ہیں۔

مسلمانوں نے ہمیشہ اپنا حاکم ایسے لوگوں کو بنایا جن کے شجرے مشکوک تھے، جنگ بدر میں کافروں نے حضرت رسول خدا سے پکار کے کہا تھا ہمارے مقابل اُن کو بھیجو جن کے شجرے مشہور ہوں، اس لیے آپ نے صاحب شجرہ علیؑ، حمزہؓ اور عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب کو مقابل میں بھیجا تھا۔ ہم کو شجرے والے لوگ پسند ہیں۔ یہاں تو گھوڑوں کے شجرے بھی شاندار ہیں عرب مورخین نے حضور اکرمؐ کے گھوڑوں کے شجرے اُن کی نانیوں اور دادیوں سے بھی محفوظ کئے ہیں۔ عربوں کا خیال تھا خون کا اثر جانور میں بھی سات پشتوں تک رہتا ہے انسانوں کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ فردوسی کے ”شاہنامہ“ میں ایک لفظ استعمال ہوا ہے ”سکندری“ اس لفظ کو میر انیس نے بھی استعمال کیا ہے۔ کہتے ہیں:-

طاقت یہ کس میں ہے جو لکھے زور حیدری

دوڑے کبیتِ خامہ تو کھائے سکندری

انیس کہہ رہے ہیں، شاعروں کا قلم چلتے چلتے، فضائلِ علیؑ لکھتے لکھتے ہمت ہار جاتا ہے، جس طرح میدانِ جنگ میں کبھی کبھی گھوڑا سکندری کھا جاتا ہے، منہ کے بھل میدان میں اُلٹ جاتا ہے اسی طرح ”کبیتِ خامہ“ یعنی گھوڑے کی طرح ہمت ہار جاتا ہے۔ سارے زمانے کے درختِ قلم بن جائیں، سمندر روشنائی بن جائیں، جن و انس سب مل کر فضائلِ علیؑ لکھنے بیٹھیں پھر بھی فضائلِ علیؑ کا احاطہ نہیں کر سکتے، اسی طرح میرا قلم بھی فضائلِ علیؑ میں علیؑ کی شجاعت کی تعریف لکھتے لکھتے سکندری کھا جاتا ہے۔

علیؑ کی شجاعت کی تعریف ہوگی تو میدانِ جنگ میں علیؑ کے اسپدِ وفادار کی بھی

تعریف ہوگی غالب نے کہا تھا:-

اسپ و زن و شمشیر وفادار کہ می دید

واللہ علیٰ دید ، علیٰ دید ، علیٰ دید

دنیا میں زوجہ، تلوار اور گھوڑا یہ تینوں کس کے وفادار دیکھے گئے ہیں تو غالب کہتے ہیں صرف علیؑ، صرف علیؑ، صرف علیؑ۔

حضرت علیؑ کو وہ تمام سواری کے جانور رسول اللہ سے وراثت میں ملے تھے، اس میں اُمت کو حصہ نہیں ملا۔ حکومت اُمت کے پاس رہی لیکن وصایت و وراثت علیؑ کے حصے میں آئی، خلافت و امامت بھی علیؑ کے پاس رہی، معصومین جس رہواری پشت پر تشریف فرما ہوئے وہ تاریخ میں مشہور ہو گیا، سرکارِ دو عالم کی پسندیدہ سواری گھوڑا تھا۔ تقریباً آٹھ سو حدیثیں پیغمبرؐ نے گھوڑے کے موضوع پر بیان کی ہیں۔ یہ حدیثیں صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی، ابی داؤد، ابن ماجہ، مسند احمد بن حنبل، مشکوٰۃ میں محفوظ ہیں یہ مسلمانوں کی سرتاج حدیثوں کی کتابیں ہیں اور ان تمام کتابوں میں گھوڑے کے بارے میں جو حدیثیں پیغمبر اسلام کی زبان سے آئیں ان سے گھوڑے کا احترام بڑھ جاتا ہے۔

حضرت رسول خدا نے فرمایا تین چیزوں میں نحوست ہوتی ہے اور انھیں تین چیزوں میں خیر و برکت بھی ہوتی ہے، اگر خیر ہے تو مبارک ہوتی ہیں، گھوڑا، عورت اور مکان، گھوڑا مبارک ہے یا منحوس، عورت یعنی بیوی مبارک ہے یا منحوس، مکان مبارک ہے یا منحوس، حضور اکرمؐ فرماتے ہیں اللہ نے قیامت تک کے لیے خیر و برکت گھوڑوں کی پیشانیوں پر لکھ دی ہے، ایک حدیث میں فرمایا گھوڑے پر کسی کو رکاب تھام کر سوار ہونے میں مدد دینا بھی ثواب کا کام ہے، آپ نے فرمایا کہ اپنی سواری کے گھوڑوں کے پاس جا کر ان کی پیشانی پر، ان کی گردن پر اور پٹھوں پر ہاتھ پھیرا کرو، حضرت رسول خدا ہمیشہ خود بھی صبح کی نماز کے بعد اپنے گھوڑوں کے پاس جا کر ان کی پیشانی

گردن اور پٹھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے، شفقت و محبت فرماتے اور انہیں پیار بھری نظروں سے دیکھتے تھے۔

اب دو تین آیتیں قرآن کی پڑھ دوں پھر آگے چلتے ہیں، (صلوٰۃ)  
سورہ ”ص“ کی آیت اکتیس دہنیں پڑھ رہا ہوں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصُّفُنُ الْجِيَادُ ۳۱ فَقَالَ اِنِّي  
اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارَتْ  
بِالْحِجَابِ ۳۲ رُدُّوهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ  
وَالْاَعْنَاقِ ۳۳

ہم نے داؤد کے بیٹے سلیمان کو بادشاہ بنایا، اُن کو منکبِ عظیم عطا کیا، ایک دن اُن کے سامنے سر شام، شام کا وقت تھا، کچھ گھوڑے پیش کئے گئے، آگیا قرآن میں گھوڑا، قرآن میں گھوڑوں کے آٹھ نام آئے ہیں، آٹھ ناموں سے گھوڑوں کا ذکر کیا گیا ہے، کبھی ”چیا“ کہا یعنی ”جواد“ تیز رو، تیز رفتار عمدہ گھوڑا جو دوڑنے میں اپنی پوری طاقت صرف کر دے، میرا نہیں نے ”ذوالجناح“ کے لیے لفظ ”جواد“ استعمال کیا ہے۔

خوش خو تھا، خانہ زاد تھا، دُلْدُل نژاد تھا

شبیّر بھی سخی تھے، فرس بھی جواد تھا

قرآن میں گھوڑے کے لیے خیل، رباط الخیل، صافنات، ضبحاً،

قدحاً، مغیرات، مُوریات کے لفظ بھی آئے ہیں، ایک خصوصی لفظ عادیات سورہ

”عادیات“ میں آیا ہے، میرا نہیں نے یہ قرآنی لفظ استعمال کیا ہے۔

حامی ہے کون سب کا حیات و ممات میں

کس کی ثنا ہے سورہ والعادیات میں

”ذوالجناح“ پر اس سے پہلے جو تقریریں میں نے کی ہیں ان میں جو آیات میں پڑھ چکا ہوں وہ اس سال نہیں پڑھیں، آج میں وہ آیات پڑھ رہا ہوں جو مجھ سے پہلے تاریخِ خطابت میں منبر پر نہیں پڑھی گئیں کسی ذاکر نے آج سے پہلے سورہ ”ص“ کی یہ آیات منبر پر موضوع بنایا ہی نہیں، پہلی مرتبہ میں عنوان دے رہا ہوں۔ اِذْ عَرَضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّافِنَاتُ الْغِوَاظُ حضرت سلیمان کے سامنے گھوڑے پیش کئے گئے، کیسے گھوڑے صافنات الجیاد گھوڑے کی سب سے عمدہ قسم کو صافنات الجیاد کہتے ہیں، جی ہاں گھوڑوں کی قسمیں ہوتی ہیں، گھوڑوں کی قسموں کے نام ہوتے ہیں، حضرت رسول خداؐ نے فرمایا ”گھوڑوں کے نام رکھو“ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ گھوڑوں کی چار قسمیں ہیں، دو اچھی اور دو بُری، اچھی قسموں میں کُیت اور اشقر گھوڑے اچھے ہوتے ہیں، کُیت گھوڑا وہ ہے جس کے چاروں پاؤں سفید ہوں اور پیشانی پر سفید ٹیکا ہو، دُم اور گردن کے بال سیاہ ہوں، رنگ چاہے سرخ ہو یا سبزہ ہو یا نقرہ ہو، اشقر گھوڑا وہ ہے کہ سفید پیشانی اور ہاتھ پاؤں بھی سفید ہوں، کُیت اور اشقر میں فرق یہ ہے کہ کُیت کی دُم اور ایال سیاہ ہوتے ہیں اور اشقر کی دُم اور ایال سرخ ہوتے ہیں۔ اشقر گھوڑے کو فضیلت اس لیے حاصل ہوئی کہ حضور اکرمؐ نے ایک لشکر بھیجا تو سب سے پہلے جو سوار فتح کی خبر لے کر آیا وہ اشقر پر سوار تھا۔ حضور اکرمؐ نے بہتر قسمیں گھوڑوں کے لیے کُیت پنج کلیان، مشکلی پنج کلیان اور اشقر پنج کلیان بتائی ہیں اور انھیں کی فضیلت ہمیشہ بیان فرمائی ہے۔ حضور اکرمؐ شِکال گھوڑے کو مکروہ اور منحوس سمجھتے تھے، شِکال وہ ہے جس کے داہنے پاؤں اور بائیں ہاتھ میں سفیدی ہو یا اس کے داہنے ہاتھ اور بائیں پاؤں میں سفیدی ہو، ارجل گھوڑا وہ ہے جس کا ایک پاؤں کسی اور رنگ کا ہو اور باقی تینوں پاؤں دوسرے رنگ کے ہوں، ایسا گھوڑا بھی مکروہ اور منحوس ہوتا ہے، شِکال اور ارجل منحوس ہیں، کُیت اور اشقر مبارک ہیں اور ان میں سب سے زیادہ

صافناتُ الجیاد ہیں، قرآن نے کہا۔

صافناتُ الجیاد کے معنی یہ ہیں کہ گھوڑے کے کھڑے ہونے پر تین پاؤں یعنی سُم زمین پر ہوں اور چوتھا اگلا پاؤں تھوڑا سا اٹھا ہوا ہو صرف سُم کا اگلا حصہ زمین سے لگا ہو، گھوڑوں کی تصاویر میں آپ نے دیکھا ہوگا مصور گھوڑے کے اگلے پاؤں میں ہلکا سا خم ضرور دکھاتا ہے، قرآن نے کہا دنیا میں اس سے اچھی نسل گھوڑے کی نہیں ہوتی، ایسے گھوڑوں کو صافنات کہتے ہیں، ابھی بات ختم نہیں ہوئی، بلکہ صافنات کے ساتھ ایک اور لفظ ہے الجیاد یہ جمع ہے جوادی، جوادی کے معنی تخی ہیں اگر یہ انسان کا نام ہو تو اس کے معنی ہیں سخی اور اگر گھوڑے کے لیے یہ لفظ آجائے اس کے معنی ہیں جوادی وہ گھوڑا ہے جو یوں چلے جیسے عقاب اڑتا ہے، اب کوئی یہ نہ کہے کہ ذوالجناح گھوڑے کا نام کیوں رکھا گیا، ذوالجناح کے معنی ہیں دو پروں سے پرواز کرنے والے عقاب کی مانند، جیسے عقاب پرواز کرتا ہے، دیکھے میرا بیٹے نے کربلا کے میدان میں امام حسینؑ کی آمد دکھائی تو ذوالجناح کو اس طرح دکھایا ہے:-

آئے حسینؑ یوں کہ عقاب آئے جس طرح

کافر پہ کبریا کا عتاب آئے جس طرح

تابندہ برق سوے سحاب آئے جس طرح

دوڑا فرس نشیب میں آب آئے جس طرح

حضرت سلیمانؑ کے گھوڑے اُن کے سامنے سے اس طرح گزرے جیسے عقاب

پرواز کرتے ہیں،

إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّافِنَاتُ الْجِيَادُ

جب اُن کو یہ گھوڑے پیش کئے گئے سلیمانؑ نے کہا

فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ

میں تو ان گھوڑوں سے محبت کرتا ہوں، سلیمانؑ نے کیا کہا اِنِّیْ اَحَبُّنِّیْ میں تو ان سے محبت کرتا ہوں، کس لیے محبت کرتا ہوں حُبِّ الْخَیْرِ اِن کی محبت خیر ہے، اِن سے محبت کرنا خیر ہے، پتہ چلا گھوڑے سے محبت کرنا شر نہیں ہے، قرآن کہہ رہا ہے، یہ حدیث نہیں ہے بات محکم ہے حُبِّ الْخَیْرِ بات ختم ہو گئی تھی، بس یہ کافی تھا اعلان کہ جب سلیمانؑ نے کہا میں اِن سے محبت کرتا ہوں، یہاں قدرت نے گھوڑے کی عظمت اور بڑھائی حُبِّ الْخَیْرِ اِن گھوڑوں کی محبت خیر ہے، بات یہاں پر بھی ختم نہیں ہوئی، ارشاد ہوا عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ اِن کا ذکر کرنا کا ذکر ہے، ذرا غور کیجئے گا۔ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ قرآن میں اللہ ایک پیغمبر کا قول بیان کر رہا ہے کہ گھوڑے کا ذکر اللہ کا ذکر ہے، یہاں انسانوں کی بات نہیں ہو رہی ہے کہ علیؑ کا ذکر کرنا کا ذکر ہے، حسینؑ کا ذکر اللہ کا ذکر ہے یہ تو ابھی بعد کی بات ہے، پہلے یہ بات تو طے ہو جائے، سلیمان کہہ رہے ہیں، قرآن اعلان کر رہا ہے گھوڑے کا ذکر کرنا کا ذکر ہے، ذکرِ رَبِّیْ ہم اس لیے اس کا ذکر کرتے ہیں کہ اس کا ذکر کرنا کا ذکر ہے حَتِّیْ تَسَوَّرْتَ بِالْحِجَابِ یہاں تک کہ گھوڑے نگاہوں سے چھپ گئے، حضرت سلیمان کھڑے ہوئے ہیں، سامنے سے گھوڑے گزر رہے ہیں، ہزار گھوڑے ہیں، گھوڑوں کی پلٹن چلی جا رہی ہے اور سلیمان دیکھے جا رہے ہیں، دیکھتے جاتے ہیں، کہتے جاتے ہیں حُبِّ الْخَیْرِ، ذِکْرِ رَبِّیْ ، میں اِن سے محبت کرتا ہوں اللہ کے لیے، یہاں تک کہ، کیا ہوا، قرآن کہتا ہے حَتِّیْ تَسَوَّرْتَ بِالْحِجَابِ یہاں تک کہ وہ گھوڑے نگاہوں سے چھپ گئے، اب یہ قرآن کا انداز دیکھئے، وہ حسین و خوبصورت منظر کہ ایک ہزار خوبصورت گھوڑے صافنات الجیاد تیز دوڑنے والے، اچھی قسم والے، حضرت سلیمانؑ کے سامنے سے گزر رہے ہیں، کیا حسین منظر تھا، اچانک وہ حسین منظر نگاہوں سے چھپ گیا، اور اب اَلِّیْ اَیْتِ رَدُّوْهَا عَلٰی پلٹاؤ اِن کو رَدُّوْهَا عَلٰی سلیمانؑ نے کہا پلٹاؤ اِن کو،



واپس لاؤ، اتنا حسین منظر تھا، چاہتے تھے نگاہوں میں رہے، جب نگاہوں سے آگے نکل گئے گھوڑے، اب کہا انہیں واپس بلاؤ، پھر وہ منظر واپس دکھاؤ، دیکھنے میں اتنے مجھ ہو گئے تھے کہ کچھ یاد نہ رہا، گھوڑوں کی دید میں منہمک ہو گئے تھے، جب نگاہوں سے دور چلے گئے دل چاہا کہ یہ منظر دوبارہ دیکھوں اس لیے کہا واپس بلاؤ، واپس پلٹاؤ، حکم ملتے ہی گھوڑوں کو پھر واپس لایا گیا اور وہ بہترین گھوڑے پھر واپس آنا شروع ہوئے، اب جو وہ بہترین گھوڑے صافنات الجیاد پھر نظر آئے اور سامنے سے گزرے تو اب کیا ہوا سلیمان تخت سے اترے، گھوڑوں کے قریب آئے فَطْفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالاعْنَاقِ اپنے ہاتھوں کو اُن کی پیشانی پر اور پٹھوں پر پھیرنا شروع کیا، پیشانی اور پنڈلی پر گردن پر ہاتھ پھیر کر انہیں مس کیا، گھوڑے کو مس کرنا سنتِ انبیاء ہے، پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرا، اُن پر نوازش اور شفقت کی، پنڈلیوں اور گردنوں پر بوسہ وہ بھی ایک پیغمبر کا مسح کرنا جس کے پاس کائنات کی حکومت ہے، ایک پیغمبر گھوڑے کے پاؤں چھو رہا ہے، کیوں؟ ذکیرِ ربی یہ تو عبادتِ الہی ہے، گھوڑوں کا آنا اور انہیں چومنا مسح کرنا بتا رہا ہے کہ یہ ذکرِ الہی ہے، مسلمانوں کے بعض فرقے کہتے ہیں گھوڑا نکالنا بدعت ہے، گھوڑے کا احترام کرنا بدعت ہے، قرآن کیا کہہ رہا ہے، احترام کرنا ایک پیغمبر کا عمل ہے، ہمارے پیغمبر اسلام سرکارِ ختمی مرتبت کے ارشادات بھی موجود ہیں، فرماتے ہیں گھوڑے کو جو غذا دے گا، کھلائے گا ایک ایک دانے پر جنت میں گھر بنائے گا، ”صحاحِ ستہ“ کی کتاب سنن ابن ماجہ اور بخاری میں یہ حدیث موجود ہے، اب تو اسلامی جہاد گھوڑے پر بیٹھ کر نہیں ہوتا، اب مسلمان گھوڑے کہاں پالتے ہیں، حدیث منسوخ ہوئی نہیں، گھوڑے کو دانہ کھلاؤ اور ہر دانے پر جنت کا ثواب لے لو، اب پوری دنیا میں آپ کے سوا کوئی گھوڑے کو دودھ جلیبی یا چنے کھلاتا ہے، ہم بچپن سے سوچتے تھے، شبِ عاشور جب ذوالجناح آتا تھا گھر کی خواتین

دروازے پر جلوس کے انتظار میں کھڑی ہوتی ہیں، جب ذوالجناح آتا تھا تو دودھ جلیبی اُسے کھلاتی تھیں، یہ بڑی بوڑھیاں قرآن بھی پڑھے ہوئے تھیں اور حدیث رسولؐ سے بھی واقف تھیں، اس طرح ایک جانور کی خدمت کیوں؟ قرآن نے کہا ہے

پیغمبر اسلام کا حکم ہے میں نے ابن ماجہ کی حدیث پڑھی اور اب امام نسائی جو اہل سنت کے امام ہیں انھوں نے یہ حدیث ختمی مرتبت کی اپنی کتاب میں لکھی ہے کہ تمہارا گھوڑا کسی دریا کے پاس سے یا تالاب کے پاس سے گزر رہا ہے اور تمہارا ارادہ اُسے پانی پلانے کا نہیں تھا لیکن وہ خود رک گیا پانی پینے کے لیے اور تم اس کے ارادے کو سمجھ کر رک گئے ٹھہر گئے اور اُسے پانی پینے دیا تو گھوڑے کے پانی پینے کا ثواب اللہ تمہارے نامہ اعمال میں اس طرح لکھے گا کہ تم نے گھوڑے کو پانی پلایا ہے حالانکہ گھوڑا اپنے ارادے سے ٹھہرا تھا۔ فکر محصومینؑ کو سمجھنے کی ضرورت ہے، حضرت عباسؓ جب گھوڑے کو فرات میں لائے تو وہ تین دن کا پیاسا تھا لیکن اُس نے گردن اٹھائے رکھی اور پانی نہیں پیا، میرا نیس کہتے ہیں۔

دودن سے بے زباں پہ جو تھا آب ودانہ بند دریا کو ہنہنا کے لگا دیکھنے سمند  
 ہر بار کانپتا تھا سمٹتا تھا بند بند چپکارتے تھے حضرت عباسؓ ارجمند  
 تڑپاتا تھا جگر کو جو شور آبشار کا  
 گردن پھرا کے دیکھتا تھا منھ سوار کا

چپکارتے تھے حضرت عباسؓ نیک نام بس اتنا مضطرب نہ ہوا ہے اچھ تیز گام  
 گر تو ہے تشنہ کام تو ہم بھی ہیں تشنہ کام پیاسا ہے ذوالجناح شہنشاہِ خاص و عام  
 اٹھتا ہے شورِ گریہ محمدؐ کی آل سے  
 آگاہ کیا نہیں ہے سیکنہ کے حال سے

عباسؓ نے کہا جو یہ بچوں کا حال زار گردن ہلا کے رہ گیا اسب وفا شعار

جب نہرِ علقمہ میں در آیا وہ نام دار پانی سے تھوٹھی کو اٹھاتا تھا بار بار  
جاں بازی سمند پہ غازی نے رو دیا  
غازی کے منہ کو دیکھ کے تازی نے رو دیا

اب آپ اس آیت کی تفسیر سنیئے جو آیات میں پڑھ چکا، عام طور سے آپ کو قرآن میں جو تفسیر لکھی ملے گی وہ یہ ہے کہ سلیمانؑ کے سامنے وقتِ شام گھوڑے پیش کئے گئے، دیکھنے میں اتنے مجو ہو گئے کہ آفتاب غروب ہو گیا، نماز کا وقت نکل گیا، کہنے لگے ہائے یہ کیا ہوا، ہم ذکرِ ربی بھول گئے عن ذکرِ ربی سورج چھپ گیا تو اذات بالحجاب سورج کو پلٹاؤ تاکہ میں نماز پڑھوں رڈوھا علی سورج کو پلٹایا گیا پھر سلیمانؑ نے نماز پڑھی اور نماز پڑھنے کے بعد فطریق مسحاً بالشوق والاعناق سلیمانؑ نے تلوار نکالی اور گھوڑوں کی گردن اور ٹانگیں کاٹ کر پھینک دیں کہ ان کی وجہ سے ہماری نماز قضا ہوگئی، یہ تفسیر لکھی گئی، آیت میں آفتاب کا نام موجود نہیں ہے لیکن مفسرین بضد ہیں کہ سورج چھپ گیا اور پلٹایا گیا یہ ہے تفسیر بالزائے کی مثال، آیت میں نماز کا ذکر بھی نہیں ہے لیکن مفسر وہ بھی لے آیا، عبداللہ ابن عباس مسلمانوں کے مشہور مفسر ہیں انھوں نے مولائے کائنات امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؑ سے ان آیات کی تفسیر پوچھی تو مولیٰ علیؑ نے کہا کہ اور لوگ کیا تفسیر کر رہے ہیں، یاد رکھئے گا عبداللہ ابن عباسؑ نے مولیٰ علیؑ سے علم تفسیر حاصل کیا ہے، شاگرد ہیں مولیٰ علیؑ کے، عبداللہ ابن عباسؑ نے کہا کہ عام مسلمان تفسیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان کے سامنے ہزار گھوڑے عمدہ نسل کے پیش کئے گئے جو جہاد کے گھوڑے تھے وہ اس منظر کو دیکھنے میں ایسے کھو گئے کہ نماز کا وقت نکل گیا اور نماز قضا ہوگئی، سلیمانؑ کو گھوڑوں پر بہت غصہ آیا کہ ان کی وجہ سے میری نماز قضا ہوگئی، اب سورج کو پلٹاؤ، جب سورج دوبارہ پلٹا تو سلیمانؑ نے نماز پڑھی اور پھر تلوار سے گھوڑوں کی گردنیں اور پنڈلیاں کاٹ دیں پھر گھوڑوں کا گوشت

احباب میں تقسیم کر دیا، کچھ دن ہوئے ہیں حضورؐ کے وصال کو اُمت میں علیؑ موجود ہیں اور قرآن کو بدلا جا رہا ہے، عبداللہ ابن عباسؓ کا بیان سُن کر مولا علیؑ نے فرمایا وہ جھوٹ بولتے ہیں، اے ابن عباسؓ وہ جھوٹے ہیں، ابن عباس نے کہا مولا پھر ان آیات کی کیا تفسیر ہے، آپ نے فرمایا، ابن عباس یاد رکھو کسی پیغمبر کی نماز قضا نہیں ہو سکتی، یہ صاحبِ نوحِ البلاغہ کے جملے ہیں، اگر کسی پیغمبر کی نماز قضا ہو جائے تو عذابِ الہی آجائے، پیغمبر کبھی اطاعتِ الہی میں غافل ہو ہی نہیں سکتا ورنہ اُسے پیغمبری اور رسالت کا حق نہیں رہے گا، یہ علیؑ تھے جو کوفے کے بازار میں تازیانہ لے کر نکلتے اور ایک ایک سے رُک کر کہتے خبردار اگر کسی نے توریت و انجیل کو اس نظریے سے پڑھا کہ کسی پیغمبر کی توہین کی جائے تو علیؑ کا تازیانہ ہوگا اور اُس کی گردن ہوگی، علیؑ وہ ہیں جو پیغمبروں کی عصمت پر حرف نہیں آنے دیتے، علیؑ بار بار اپنے خطبوں میں کہتے تھے کہ آدمؑ سے خطا نہیں ہوئی، نوحؑ سے خطا نہیں ہوئی، ابراہیمؑ سے خطا نہیں ہوئی تو سلیمانؑ سے خطا کیسے ہو سکتی ہے، اور علیؑ یہ سب کچھ کیوں کہہ رہے تھے کہ محمدؐ کی رسالت کو پچانا تھا، مسلمانوں سے نبیؐ کی طہارت کو محفوظ رکھنا تھا کہ نبیؐ سے خطا نہیں ہوتی نبیؐ معصوم ہوتا ہے۔ سلیمانؑ سے خطا نہیں ہو سکتی، ہاں وحی آ رہی ہو اور نماز قضا ہو جائے تو وہ ایک ہی بات ہے دونوں عملِ اطاعتِ الہی ہیں لیکن اطاعتِ الہی چھوڑ کر دنیا کا کوئی عام کام کیا جا رہا ہو تو وہ خطا کہلائے گا۔ مولا علیؑ نے فرمایا کہ آیت میں نماز قضا ہونے کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ گھوڑوں کو دیکھ کر کہا کہ میں اللہ کی وجہ سے ان کا ذکر محبوب رکھتا ہوں سید رضی کے بھائی سید مرتضیٰ علم الہدی علیہ الرحمہ نے ان آیات کی وہ تفسیر لکھی جو میں شروع میں بیان کر چکا، میں نے جو تفسیر بیان کی ہے وہ مولا علیؑ کی بیان کی ہوئی تفسیر ہے، قرآن میں گھوڑوں کی عظمت کے لیے پورا ایک سورہ موجود ہے، سرنامہ کلام میں ان آیات کی تلاوت کی جا چکی ہے۔

## وَالْعَدِيَّتِ ضَبْحًا؛ فَالْمُورِيَّتِ قَدْحًا؛ فَالْمُغِيرَاتِ ضُبْحًا؛ فَالْفَائِرْنَ بِهِ نَقْعًا؛ فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا

ارشادِ الہی ہے مجھے قسم ہے تیز دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی جو فراتے بھرتے جاتے ہیں، سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم، تیز سانس لے کر دوڑنے والے، گردوغبار اُڑاتے ہوئے جانے والے گھوڑوں کی قسم، ارے یہ ذوالجناح جہاد کے گھوڑے ہی کی شبیہ تو ہے، اب رہ گیا شبیہ بنانا، تو شبیہ بنانا گناہ نہیں ہے، مشکوٰۃ میں اور مولوی عبدالحق محدث دہلوی نے بھی ”مدارج النبوة“ میں لکھا ہے، ایک دن حضور اکرمؐ گھر میں آئے دیکھا ام المومنین بی بی عائشہ ایک طاق میں پردہ ڈالے اُس میں جھانک رہی ہیں، حضور اکرمؐ نے پوچھا حمیرا یہ کیا بنایا ہے؟ کہنے لگیں کھیلنے کا گھوڑا ہے، حضور اکرمؐ نے فرمایا مگر یہ گھوڑے کے دو پر کیوں بنائے ہیں، گھوڑا بھی کہیں پر دار ہوتا ہے، ام المومنین نے جواب دیا حضرت سلیمانؑ کے گھوڑے کے پر تھے، یہ مشہور حدیث کی کتابیں ہیں، حضورؐ کے گھر میں گھوڑے کی شبیہ رکھی ہے بدعت نہیں ہے، حضورؐ سے دیکھ کر مسکرائے، پروں والا گھوڑا، پروں والے گھوڑے ہی کو تو ”ذوالجناح“ کہتے ہیں، حالاں کہ وہ مردہ شبیہ تھی، ذوالجناح کی تو زندہ شبیہ ہوتی ہے، یہ شعورِ عزا داری ہے، اللہ ان مجاہد گھوڑوں کی قسم کھاتا ہے، گھوڑوں کے ٹمبوں سے اُڑتی ہوئی گرد کی قسم، یہ میدانِ جنگ سے بھاگے ہوئے گھوڑوں اور سواروں کے پاؤں کی گرد نہیں بلکہ یہ گھوڑے اور اُن کے سوار میدانِ جنگ کر کے آرہے ہیں اس لیے اُن کے قدموں سے اُٹھتی ہوئی گرد کی قسم کھائی ہے اللہ نے، عادیات کے معنی ہیں مجاہد گھوڑے، اودھ کے بادشاہ واجد علی شاہ نے اپنے لشکر کے گھوڑوں کا لقب ”غازی مرد“ رکھا تھا، اردو ادب میں بھی کر بلا کے گھوڑوں کے نام رکھے گئے میرا نیس نے اپنے مرثیوں میں نام بتائے ہیں، رخش،

دوسری بات ہے، قسم امر و ہوی صاحب مجلس میں اس وقت موجود ہیں، سارے جدید مرثیہ نگار کہتے ہیں ارے صاحب اب گھوڑے کی کیا ضرورت ہے اس لیے کہ گھوڑا تو اب میوزیم کی چیز ہو گیا، دنیا کے لیے گھوڑا میوزیم کا ہو جائے، آپ کی تاریخِ عزاداری میں گھوڑا زندہ ہے، جب تک ذکر کر بلا ہے دنیا سے گھوڑے ختم ہو جائیں مجلس اور جلوسِ عزاء سے گھوڑا ختم نہیں ہو سکتا، لاہور میں شبِ عاشور ”ذوالجناح“ کا جلوس ہر سال نکلتا ہے، پورے لاہور شہر میں روزِ عاشورہ شام تک جلوسِ ذوالجناح گشت کرتا ہے، یہ ذوالجناح کے جلوس برصغیر پاک و ہند میں صدیوں سے نکل رہے ہیں، یہ شبیہ جو ہم بناتے ہیں کر بلا کے گھوڑوں سے جو بزرگی ظاہر ہوئی اس سے مشابہ خوں افشانی چادر، تیر اور پریشان لگا کر ذوالجناح سے اس کو مشابہ کر دیتے ہیں تاکہ اس کو دیکھ کر اس گھوڑے کی یاد آجائے جس پر ہمارے مظلوم آقا مولا امام حسینؑ سوار ہو کر زخمی ہوئے تھے۔

امام حسینؑ جتنے گھوڑے کر بلا میں لے کر آئے تھے، یہ سب رسول اللہ کی سواری کے گھوڑے تھے، رسول ان پر سوار ہو چکے تھے، یہ رسول اللہ کے پسندیدہ گھوڑے تھے، تاریخ میں یہ واقعہ بھی موجود ہے کہ حضرت رسول خدا نے اپنے گھوڑوں کا امتحان لیا، کئی دن تک انھیں پیسا رکھا گیا پھر انھیں پانی کی طرف دوڑایا گیا، گھوڑے پانی پینے کے لیے دوڑے، اتنی دیر میں ایک میدان میں طبلِ جنگ بجوایا گیا، آواز سنتے ہی کچھ پیاسے گھوڑے میدانِ جنگ کی طرف دوڑے اور کچھ گھوڑے پانی کی طرف چلے گئے، جو گھوڑے پیاس کی حالت میں میدانِ جنگ کی طرف گئے تھے یہ وہی گھوڑے تھے جو کر بلا لائے گئے تھے دوسری محرم کو ”ذوالجناح“ چلتے چلتے رک گیا، پھر امام مظلوم نے سات گھوڑے پے در پے بد لے لیکن کوئی اُس جگہ سے آگے نہیں بڑھا۔ یہ وہ گھوڑے تھے جن پر رسول اللہ حضرت علیؑ اور امام حسنؑ سواری کر چکے تھے۔

رسول اللہ کے جو مخصوص گھوڑے کر بلا میں آئے تھے وہ تعداد میں بیس تھے، بیس

میں چار گھوڑے بہت مشہور تھے، ذوالجناح، مُرتجز، عقاب اور میمون، ان چاروں گھوڑوں سے رسول اللہ بہت زیادہ محبت فرماتے تھے، ان کی پیشانی پر ہاتھ پھیرتے، شفقت و محبت کا اظہار فرماتے تھے۔ حسینؑ نے صبح عاشورہ علی اکبرؑ کو عقاب دیا، حضرت قاسمؑ کو میمون دیا، حضرت عباسؑ کو مرتجز عطا فرمایا تھا۔

میمون سبزہ رنگ تھا، سبزہ رنگ کو فارسی میں اشہب کہتے ہیں، سبزہ رنگ وہ ہوتا ہے جس میں سیاہی و سفیدی زیادہ ہو لیکن جب وہ چلے تو مہندی کی سبزی سیاہی و سفیدی سے چھلکے، یہ عربی النسل گھوڑے کی ایک خصوصیت ہے، میمون کے معنی مبارک قدم یعنی میمون گھوڑا جہاں پہنچ جائے، وہاں سبزہ ہی سبزہ، برکتیں اُبلنے لگیں اور جب میدان میں آتا تو اس کی چال جیسے کہ گھوڑوں کی چالیں ہوتی ہیں، سر پٹ، کاوا، پوئی، ڈلکی یہ سارے انداز دکھاتا تھا۔ میدان جنگ میں مقابل جو سوار آتا تھا وہ جس گھوڑے پر سوار ہوتا تھا میمون اپنے سوار کا اشارہ پاتے ہی کاوا کاٹ کر مقابل کے گھوڑے کی پیشانی پر اپنے دونوں آگے کے سُموں کو اٹھا کر جب مارتا تو گھوڑے سمیت دشمن اُلٹ جاتا تھا۔

میمون پر حضرت قاسمؑ کی سواری تھی، حضرت قاسمؑ نے میمون پر بیٹھ کر ازرق شامی اور اُس کے چار بیٹوں کو قتل کیا تھا، میمون قاسمؑ کی حفاظت کرتے ہوئے میدان جنگ میں اپنے ہنر دکھا رہا تھا۔ مقابل نامی گرامی پہلوان شامی ازرق تھا، چکا کے تیغ تیز جو قاسمؑ سنبھل گئے سمجھا جو کچھ فرس کے بھی تیور بدل گئے

مانند شیر غیظ میں آیا وہ پیل تن آ نکھیں اُبل پڑیں صفت آہوئے خشن  
ماری زمیں پہ ٹاپ کہ لرزا تمام بن چلائے سب کہ گھوڑے پہ بھی لو چڑھا ہے رن  
میخیں زمیں کی اُس کی ہنگا پو سے ہل گئیں

فرز نفس کی آتی تھی تھنوں سے جب صدا کہتے تھے لوگ سب کہ ہے زرف یہ باد پاد  
دشمن کو گھورتا ہے دہانا چبا چبا غل تھا کہ بس فرس ہو تو ایسا ہو باد وفا  
دشمن کو کیا نبرد میں بچنے کی آس ہو

لڑ لے کٹاریاں یہ فرس جس کے پاس ہو  
چھیل نل دکھائی فوج کو دوڑا، تھما اڑا صورت بنائی جست کی، سمٹا جما اڑا  
دیکھی زمیں کبھی کبھی سوئے سا اڑا مثل سمند بادشہ انما اڑا  
جن تھا پری تھا سحر تھا آہو شکار تھا  
گویا ہوا کے گھوڑے پہ گھوڑا سوار تھا

لایا جو حرف سخت زباں پر وہ بد خصال جھپٹا مثال شیر درندہ حسن کا لال  
گھوڑے سے بس ملا دیا گھوڑا بصد جلال اتنے بڑھے کہ لڑگئی اُس کی سپر سے ڈھال  
اوجھڑ لگی کہ ہوش اڑے خود پسند کے  
گھوڑے نے پاؤں رکھ دیئے سر پر سمند کے

عباس نامدار نے پہلو سے دی صدا ہاں اب نہ جانے دیجیو احسن مر جبا  
دشمن کے مار ڈالنے کی بس یہی ہے جا سنتے ہی یہ فرس سے فرس کو کیا جدا  
گھوڑا بھی اس طرف کو ادھر ہو کے پھر پڑا  
مارا کمر کا ہاتھ کہ دو ہو کے گر پڑا

رسول اللہ فرماتے تھے اپنے گھوڑوں کے نام رکھو، آپ نے خود اپنے گھوڑوں کے  
عادات و اطوار رنگ و روپ کے اعتبار سے اپنے گھوڑوں کے نام رکھے تھے، ایک  
گھوڑے کا عقاب نام رکھا تھا جس کا شجرہ ابھی ابھی میں سنا چکا ہوں، عقاب کا رنگ  
سُرخ تھا، یہ اشقر اور کیمیت کی ایک قسم تھا، فارسی میں سُرخ کہتے ہیں، اس کا نام عقاب  
اس لیے رکھا گیا کہ جب میدان میں آتا تھا تو معلوم ہوتا تھا، آسمان کی بلندی سے



عقاب پرندہ شکار کرنے کے لیے زمین کی طرف اتر رہا ہے، صبح عاشورہ امام حسینؑ نے عقاب حضرت علی اکبرؑ کو عطا فرمایا تھا، حضرت علی اکبرؑ عقاب سے بہت محبت کرتے تھے، عقاب حضرت اسماعیلؑ کے گھوڑے کی نسل سے تھا، عقاب کو جب حضرت عبدالمطلب یمن سے لائے تھے اس وقت رسول اللہ پانچ برس کے تھے، اس کمسنی میں محمدؐ عقاب کو دیکھ کر اس کی طرف دوڑتے ہوئے آئے، کہتے ہیں عقاب گویا ہوا کہ میں ایک نبی کے گھوڑے کی نسل سے ہوں اور ہماری نسل نے انبیاء کے سوا کسی کو اپنی پشت پر نہیں بٹھایا، یہ کہہ کر اس نے اپنے پاؤں خم کئے اور زمین پر بیٹھ گیا، رسول اللہ عقاب پر بیٹھ گئے، حضرت عبدالمطلب یہ منظر دیکھ کر مسکرانے لگے اور کہا محمدؐ! یہ گھوڑا صرف تمہارے لیے ہے۔ صبح عاشورہ شبیہ رسولؐ کے حصے میں عقاب آیا، امام حسینؑ نے فرمایا علی اکبرؑ عقاب تمہارا ہے اس لیے کہ تم بچپن سے اس سے محبت کرتے ہو، مدینے میں جب علی اکبرؑ گھر سے باہر آتے عقاب خود چل کر علی اکبرؑ کے قریب آجاتا تھا۔ عقاب پہلے سے منتظر رہتا تھا کہ شہزادہ کب آئے گا، اور جیسے ہی علی اکبرؑ روزِ عاشورہ ماں اُمّ لیلیٰ اور پھوپھی زینبؑ سے رخصت ہو کر خیمے کے باہر آئے، اب کون تھا نہ غلام نہ خادم، عقاب خود ہی شہزادے کے قریب چلتا ہوا آ گیا، شہزادے علی اکبرؑ عقاب پر سوار ہوئے، ایک پرندہ تھا، شہباز تھا، میدان جنگ میں علی اکبرؑ کو لے کر عقاب آ گیا، اس گھوڑے عقاب میں یہ کمال تھا کہ دشمن اگر دائرے کی شکل میں اس کے سوار کو گھیر لیتے تھے تو یہ اچھل کر کسی پرندے کی طرح پرواز کرتے ہوئے اپنے سوار کو بچاتا تھا، میرا نیس کہتے ہیں:-

جرات میں رشک شیر تو، بیکل میں پیل تن      پوئی کے وقت بک درمی جست میں ہرن  
 بجلی کسی جگہ تو کہیں ابر قطرہ زن      بن بن کے آنے جانے میں طاؤس کا چلن

سیما تھا زمیں پہ فلک پر سحاب تھا

دریا پہ موج تھا تو ہوا پہ عقاب تھا

سمٹا جما اڑا ادھر آیا ادھر گیا چکا پھرا جمال دکھایا ٹھہر گیا  
 تیروں سے اڑ کے برجھیوں میں بے خطر گیا برہم کیا صفوں کو پروں سے گزر گیا  
 گھوڑوں کا تن بھی ٹاپ سے اُس کے فگار تھا  
 ضربت تھی نعل کی کہ سرو ہی کا وار تھا

امام حسینؑ کو معلوم تھا میرالال برجھی والوں میں گھر جائے گا اس لیے علی اکبرؑ کو  
 عقاب پر بھیجا تھا کہ برجھی والوں کے زرنے سے عقاب علی اکبرؑ کو بچا کر لے آئے گا، اور  
 جب علی اکبرؑ زخمی ہو کر ڈلگ گانے لگے عقاب کی یال پکڑ کر اپنے رخسار عقاب کی پیشانی پر  
 رکھ دیا، اور آہستہ سے کہا، عقاب، بابا تک پہنچا دے، عقاب سمجھ گیا، علی اکبرؑ کو سنبھالے  
 ہوئے برجھی والوں کے زرنے سے نکل گیا، پہلے عقاب نے علی اکبرؑ کو ایک کھجور کے  
 درخت کے نیچے اتارا، حسینؑ کو علی اکبرؑ سلام کر چکے تھے، حسینؑ پکار رہے تھے بیٹا علی اکبرؑ  
 اب آنکھوں سے کچھ دکھائی نہیں دیتا، عقاب حسینؑ کی آواز پر تیز چلا، جدھر سے حسینؑ  
 آرہے تھے ادھر کا رخ کیا، حسینؑ نے عقاب کی آواز سنی، عقاب آگے آگے چلا حسینؑ  
 پیچھے پیچھے چلے، عقاب نے حسینؑ کو علی اکبرؑ کے لاشے تک پہنچا دیا، یہ ہیں کربلا کے  
 گھوڑوں کی خدمات۔

صبح عاشورہ حضرت عباسؑ مرتجز پر تشریف فرما تھے، مرتجز بھی رسول اللہؐ کا مخصوص  
 گھوڑا تھا، مرتجز عربی النسل گھوڑوں کی طرح سب سے بلند قامت گھوڑا تھا، سفید رنگ  
 تھا بے داغ سفید موتی کی طرح، رسول اللہؐ کے لشکر میں ہمیشہ مرتجز سب سے بلند  
 قامت رہتا تھا، اس کے اوصاف و خصوصیات میں یہ بات شامل ہے کہ کیسا ہی طویل  
 القامت انسان کیوں نہ ہو یہ گھوڑا اتنا بلند تھا کہ جب اپنی گردن اٹھاتا تھا تو سوار اس کی  
 گردن کے پیچھے چھپ جاتا تھا اور سامنے سے آنے والے شخص کو سوار نظر نہیں آتا تھا،  
 جب اپنی دم کو چنور کر کے اونچی کرتا تو پیچھے سے بھی سوار نہیں دکھائی دیتا تھا لیکن جب

حضرت عباس مرتجز پر سوار ہوتے تھے تو آپ کا سینہ و سر گردن سامنے سے دکھائی دیتے تھے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ قبر بنی ہاشم کتنے قوی القامت تھے، آنکھوں کی جلالت اور چہرے کی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ بہادر سے بہادر انسان بھی نظر نہیں ملا سکتا تھا۔ دوسری محرم کو آپ نے اپنی نظر سے ہزاروں کی فوج کو فرات پر روک دیا تھا۔ حضرت عباسؓ کے قد و قامت، حسن و خوبصورتی کو دنیا کے کسی انسان سے نہ تشبیہ دے سکتے ہیں نہ کسی سے موازنہ کر سکتے ہیں، (اگر کوئی شیعہ نوجوان، شیعہ بزرگ، شیعہ ادھیڑ، کوئی شیعہ عورت حضرت عباسؓ کے نام کے ساتھ کسی عام شخص کا نام لے کر افواہ پھیلائے تو اُسے پٹکا حرامی سمجھنا چاہیے، حضرت عباسؓ کی شان میں گستاخی کرنے والے کو سزا ملتی ہے، سنا ہے ایک شیعہ مولوی نے حضرت عباسؓ کو ایک رذیل فلمی اداکار سے ملایا تھا وہ جل کر مر گیا)۔ ابھی حال میں ذوالفقار علی زیدی نے ایک کتابچہ ”نماز جمعہ و جماعت“ کے نام سے لکھا ہے اس میں اُس نے حضرت عباسؓ کی شان میں صفحہ ۷۷ پر گستاخی کی ہے انشاء اللہ اس کو حضرت عباسؓ سزا ضرور دیں گے، اسی کتاب میں صفحہ ۹ پر ذوالفقار زیدی نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے عظیم فرزند جعفر مرتضیٰ جو جعفر الذکی کے نام سے مشہور ہیں اُن کو کذاب یعنی جھوٹا لکھا ہے، آقائے معرشی نے اپنے فتوے میں لکھا ہے کہ امام عصر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ میرے چچا جعفر الذکی کے بارے میں اپنی زبانوں کو لگام دو، اُن کی شان میں گستاخی کرنے والا جہنمی ہے۔ امام علی نقی علیہ السلام کے اس عظیم فرزند جعفر الذکی کی نسل میں حضرت غفر آئنا ب رحمتہ اللہ علیہ بھی تھے جنہوں نے لکھنؤ میں پہلی نماز جمعہ پڑھائی تھی ہندوستان و پاکستان کے تمام نقوی سادات جعفر کی اولاد ہیں، تمام نقویوں کو اس شخص پر لعنت بھیجنا چاہیے۔

حضرت عباس علیہ السلام باب الحوان کج ہیں، آپ کے جلال آپ کی عظمت کا قائل ایک زمانہ ہے، روز عاشور آپ مرتجز پر تشریف فرما تھے، اس کا نام مرتجز اس لیے رکھا گیا

تھا کہ لفظ مرتجزہ جز سے ہے اور رجز کے معنی ہیں بادل کی گرج اور بادل میں چمکتی ہوئی بجلی، جب مرتجزہ میدان میں آتا تھا تو لگتا تھا بادل گرجتا ہوا آرہا ہے، ایک بجلی سی چمک رہی ہے بادلوں میں، عباسؓ جب مرتجزہ پر علم لے کر چلے تو علم دور سے نظر آتا تھا یہ مرتجزہ کی بلندی تھی، علم کا پنجہ چمکتا ہوا، کاندھے پر مشک سکیٹہ تھی، حضرت عباسؓ جب فرات کے کنارے پہنچے آرد پہلوان نے حضرت عباسؓ پر حملہ کیا، آرد جس گھوڑے پر سوار تھا اس نے حضرت عباسؓ کو دیکھ کر صیہہ کیا، حضرت عباسؓ نے گھوڑے کو پہچان لیا یہ امام حسین علیہ السلام کا گھوڑا طاویہ تھا، یہ بھی رسول اللہ کے گھوڑوں میں سے ایک تھا۔ مدائن کے میدان میں لشکر امام حسنؓ سے آرد اس گھوڑے کو لوٹ میں لے گیا تھا۔ کربلا میں اسی پر سوار ہو کر آیا تھا۔ یہ گھوڑا رسول اللہ نے امام حسنؓ کو عطا کیا تھا۔ حضرت عباسؓ نے آگے بڑھ کر آرد کو قتل کیا، طاویہ کی لجام تھامے ہوئے خیام حسینی کی طرف واپس آئے اور امام حسینؓ کی خدمت میں طاویہ کو پیش کیا، طاویہ نے خوشی میں امام حسینؓ کے قدموں پر اپنے سر کو جھکا دیا، امام حسینؓ کو بھائی حسنؓ یاد آئے آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، عباسؓ یہ میرے بھائی حسنؓ کا گھوڑا طاویہ ہے، امام حسینؓ بھائی سے اتنی محبت کرتے تھے کہ حسنؓ کی سواری کے گھوڑے کو دیکھ کر رڑپ گئے۔

حضرت عباسؓ اب فرات کی طرف واپس چلے، ایک ہی حملے میں فرات کے گھاٹ پر قبضہ کر لیا، مرتجزہ کو فرات میں ڈال دیا، مرتجزہ سے کہا تین دن کا پیاسا ہے، میں بھی پیاسا ہوں لیکن اے اسپ وفادار ابھی تو آقا زادی سکیٹہ پیاسی ہے، گھوڑے نے اپنی گردن کو پانی سے اٹھائے رکھا، عباسؓ مشک سکیٹہ بھر رہے تھے، مشک میں پانی بھر کر باہر آئے چاروں طرف سے تیروں کی بارش ہونے لگی، ایک تیر مشک سکیٹہ پر لگا پانی بہہ گیا، دونوں شانے پہلے ہی جدا ہو چکے تھے، سر پر گر لگا، عباسؓ سر کے بھل زمین پر گرے مرتجزہ بھی زخمی ہو چکا تھا مگر لاش عباسؓ کی حفاظت اس وقت تک [www.ziaaradi.com](http://www.ziaaradi.com)

لاشِ عباسؓ پر نہیں آگئے، علم، چھدری ہوئی خالی مشک اور خالی گھوڑا ایسے حسینؓ خیموں کی طرف آئے تو اہل حرم میں کہرام مچ گیا۔

یہ ہیں لشکرِ حسینی کے باوقار ہواران کی وفاؤں کے صلے میں اُن کی یادگار قائم کی گئی ہے کہ مجلس میں ذوالجناح لایا جاتا ہے، اور یہ آخری منزل ہے یہ کہ بلا کا آخری ناصر حسینؓ کا گھوڑا ذوالجناح ہے، ذوالجناح حنائی رنگ کا تھا، حنائی رنگ کو فارسی میں رخس کہتے ہیں، اس کی پیشانی پر سفید نیکہ تھا، ذوالجناح کے معنی ہیں دو پروں والا، ذوالجناح جب میدان میں آتا تو معلوم ہوتا تھا کوئی بہت بڑا پرندہ ہوا میں آہستہ آہستہ پرواز کرتا ہوا زمین پر اتر رہا ہے، جب حسینؓ پانچ برس کے تھے، ایک دن رسول خداؐ مسجد سے باہر آئے تو دیکھا ذوالجناح باہر موجود ہے اور حسینؓ بیمار بھری نظروں سے اُسے دیکھ رہے ہیں، گھوڑا بھی ساکت حسینؓ کو دیکھے جا رہا تھا، رسول اللہؐ نے کہا حسینؓ کیا گھوڑا تم کو بہت پسند ہے، امام حسینؓ نے آہستہ سے سر ہلایا، رسول اللہؐ نے بلال کو آواز دی کہا بلال اس گھوڑے کو حسینؓ کے قریب لاؤ، گھوڑے کو حسینؓ کے قریب لایا گیا، جیسے ہی ذوالجناح قریب آیا، حسینؓ نے اپنا ننھا سا ہاتھ اٹھا کر اُس کی پیشانی پر پھیرا، جیسے ہی حسینؓ نے اُس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا ذوالجناح نے تیزی سے اپنے چاروں ہاتھ پاؤں زمین پر ٹیکے اور بیٹھ گیا، رسول اللہؐ نے کہا حسینؓ بیٹا پشت فرس پر بیٹھ جاؤ، حسینؓ جلدی سے ذوالجناح پر سوار ہو گئے، ذوالجناح حسینؓ کو لے کر آہستہ آہستہ اٹھا اور حسینؓ کو لے کر سواری میں آگے بڑھا۔ رسول اللہؐ کی ایک چیخ بلند ہوئی اور آپ نے آنسوؤں سے رونا شروع کر دیا، تمام اصحاب دوڑے، کیا ہوا یا رسول اللہؐ، سلمان، ابو ذر، عمار، مقداد، آئے ہر ایک یہی پوچھ رہا تھا یا رسول اللہؐ نے کیا سبب ہے، آپ نے فرمایا میں کر بلا کا منظر دیکھ رہا ہوں، حسینؓ کو گھوڑے پر سوار کرنے والا کوئی نہیں ہے، میں دیکھ رہا ہوں، ذوالجناح زخمی حسینؓ کو قتل کی سرزمین پر اتار رہا ہے،

ہے، میری بیٹی فاطمہؑ کے رونے کی آواز آرہی ہے۔

امام حسینؑ کو بچپن سے ذوالجناح سے محبت تھی، جب بچپن میں پہلی مرتبہ اُس پر بیٹھے تو رسول اللہؐ نے اس دن سے اعلان کر دیا تھا کہ ذوالجناح پر سوا حسینؑ کے اب کوئی سواری نہ کرے، رسول اللہؐ خود بیٹھے ذوالجناح پر یا جنگِ سلاسل میں حضرت علیؑ سوار ہوئے پھر امام حسینؑ کے استعمال میں رہا، ذوالجناح بہت شجاع گھوڑا تھا، عاشور کے دن تین روز کا بھوکا تین روز کا پیاسا تھا، حرکی لاش پہ گیا، مسلم ابن عوسجہ کی لاش پہ گیا، حبیب ابن مظاہر کی لاش پہ گیا، قاسم کے پامال لاشے پر حسینؑ کو لے کر گیا، علی اکبرؑ کے لاشے تک ذوالجناح نے حسینؑ کو پہنچایا، فرات کے کنارے عباسؑ کے لاشے پر گیا، کیا جہاد کیا ہے لاشوں پر آتا ہے اور جاتا ہے مگر بھوک اور پیاس کا شکوہ نہیں کرتا، رخصتِ آخر کے بعد حسینؑ خیمے سے برآمد ہوئے، اب کون تھا جو سواری کا گھوڑا حسینؑ کے پاس لاتا، ذوالجناح سر جھکائے ہوئے خود درخیمہ تک آ گیا۔

حسینؑ جب کہ چلے بعد دو پہر رن کو کوئی نہ تھا کہ جو تھامے رکاب تو سن کو حسینؑ چپکے کھڑے تھے جھکائے گردن کو سیکنہ جھاڑ رہی تھیں قبا کے دامن کو

نہ آسرا تھا کوئی شاہ کربلائی کو

فقط بہن نے کیا تھا سوار بھائی کو

ہم اس لیے ذوالجناح کی رکاب کو چومتے ہیں، شہزادی زینبؑ نے اس کی رکاب کو تھام کر حسینؑ کو سوار کیا تھا، شہزادی زینبؑ نے اس رکاب پر اپنا ہاتھ رکھا ہے، ایک بار خیمے کا پردہ اٹک کر زینبؑ باہر آئیں کہا مانجائے آج آپ کو زینبؑ سوار کرے گی، لجام فرس کو تھاما، رکاب پر ہاتھ رکھا، کہا بھائی آپ ذوالجناح پر سوار ہو جائیے، علیؑ کی بہادر بیٹی نے بھائی کو گھوڑے پر سوار کیا، ذوالجناح آگے بڑھا لیکن چلتے چلتے رُک گیا، حسینؑ نے گھوڑے سے خطاب کیا اے میرے اسپ وفادار صبح سے اب تک براکتوں میں

ہمیں معلوم ہے تو بھوکا ہے پیاسا ہے، ہر منزل پر تو ساتھ گیا ہے، مجھے معلوم ہے تو زخمی بھی ہے لیکن بچپن سے تیرا میرا ساتھ ہے اب یہ میری آخری سواری ہے، پھر کا ہے کو حسینؑ زندہ رہے گا تیری پشت پر سوار ہونے کے لیے، جگہ میں نے تجھ کو دکھا دی ہے، مقتل تک مجھے پہنچا دے تو میری آخری منزل کو پہنچاتا ہے، آخر تو آگے کیوں نہیں بڑھتا، گھوڑے نے گردن کو ہلایا اور سُموں کی طرف اشارہ کرنا شروع کیا، حسینؑ ذوالجناح کے اشارے کو سمجھ گئے، جھک کے سُموں کی طرف دیکھا، حسینؑ نے دیکھا ذوالجناح کے سُموں سے سکیئہ لپٹی ہوئی تھیں۔ ہم اسی لیے شبیہ ذوالجناح کے سُموں کو چومتے ہیں، بی بی سکیئہ نے سُموں کو چھوا ہے، اللہ انھیں سُموں کی قسم کھاتا ہے، والعیاذ باللہ صَبْحاً، فالْمُؤْرِيْتِ قَدْحاً، فالْمَغِيْرَاتِ صُبْحاً، اُن سُموں کی قسم جن کو سکیئہ بی بی چھورہی تھیں، ذوالجناح کے قدموں سے سکیئہ لپٹی ہوئی تھیں، حسینؑ نے گھوڑے سے اتر کر سکیئہ کو گلے سے لگایا، سکیئہ کہہ رہی تھیں اے ذوالجناح میرے بابا کو مقتل میں نہ لے جا، جو جاتا ہے وہ واپس نہیں آتا، حسینؑ نے سکیئہ سے کہا، بیٹا اب ہم کو رخصت کرو، معصوم سکیئہ نے کہا بابا! چچا عباسؑ گئے واپس نہیں آئے، بھیا علی اکبرؑ گئے واپس نہیں آئے، بابا آپ بھی جا رہے ہیں، حسینؑ نے کہا سکیئہ مجھے جانے دو۔ شاید میں تمہارے لیے پانی لاسکوں، سکیئہ نے رو کر کہا بابا پانی نہیں چاہیے، بابا اب پانی کا نام نہ لیں، چچا عباسؑ بھی تو پانی ہی لینے گئے تھے، حسینؑ نے کہا سکیئہ صبر کرو، سکیئہ کو گود میں اٹھایا اور زینبؑ کی گود میں دے دیا، حسینؑ ذوالجناح پر سوار ہوئے اور میدانِ جنگ کی طرف چلے، یزید کی فوجوں کے سامنے آئے خطبہ دیا اور پوچھا ”اے افواجِ شام و کوفہ میں جس گھوڑے پر سوار ہوں بتاؤ یہ گھوڑا کس کا ہے، اشقیانے پکار کر کہا یہ آپ کے نانا رسولؐ خدا کا راہوار ہے، یہ رسولؐ خدا کا گھوڑا ہے، یہ لباس جو میں

ہاں یہ رسول اللہ کا لباس ہے، یہ عمامہ رسول اللہ کا ہے، آپ نبی کے نواسے ہیں، اس کے باوجود حسینؑ پر تیروں کی بارش ہونے لگی، حسینؑ نے رجز پڑھ کر نانا کی تلوار نکالی اور افواجِ یزید پر حملہ کیا، قیامت کی لڑائی تھی، حسینؑ نے سات حملے کئے، اور ان سات حملوں میں ذوالجناح نے حق نصرت ادا کیا، ذوالجناح فوجوں میں دھنس جاتا تھا، لگتا تھا تازہ دم ہے، تھکا ہوا نہیں ہے، پیاسا نہیں ہے، بھوکا نہیں ہے، حسینؑ لڑ رہے تھے، ذوالفقار چل رہی تھی، ادھر ذوالجناح اپنے کارنامے دکھا رہا تھا، پھر وہ وقت آیا کہ حسینؑ زخموں سے چُور ہو گئے اور ہرنے پر سر رکھ دیا، ذوالجناح کے کان میں جھک کر کہا، ذوالجناح کیا اتناں کی آواز آرہی ہے، اے میرے اسپ وفادار، اے میرے بچپن کے ساتھی ادھر سے مقتل کی طرف چل جہاں علی اکبرؑ کا لاشہ پڑا ہے تاکہ ایک بار پھر علی اکبرؑ کو دیکھ لوں، پہلے ذوالجناح وہاں آیا جس جگہ علی اکبرؑ کا لاشہ پڑا تھا، ذوالجناح لاشہ علی اکبرؑ پر آکر رک گیا، حسینؑ نے جھک کر بس ایک بات کہی، اے میرے لال تم نے نہ دیکھی جنگِ پدراے پدر کی جاں، تم نے اپنے بھوکے پیاسے باپ کی لڑائی نہیں دیکھی، علی اکبرؑ میں بڑی شجاعت سے لڑا، کاش علی اکبرؑ تم میری لڑائی دیکھتے، پھر گھوڑے کو اشارہ کیا، اے ذوالجناح مجھے نشیب میں پہنچا دے جہاں سے میری ماں کے رونے کی آواز آرہی ہے، وہاں پہنچا دے جہاں اماں انتظار میں ہیں، تجھے جگہ تو دکھادی ہے، منزل آگئی، ذوالجناح نے نشیب میں اترنا شروع کیا۔

تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ انسان کے بعد گھوڑے میں فہم و فراست زیادہ ہے، اسی لیے اُس کو فرس کہتے ہیں، فرس ہی سے فراست کا لفظ نکلا ہے، یعنی جو باتیں انسانی عقل سے وجود میں آتی ہیں گھوڑے کی عادتیں بھی اُسی سے ملتی جلتی ہیں، تمام دانشور، صاحبانِ علم حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ گھوڑے سے زیادہ وفادار کوئی جانور نہیں، یہ اپنے مالک کا اتنا وفادار ہوتا ہے کہ مالک جب گھوڑے پر سوار ہوتا ہے



اُس وقت وہ اپنے مالک کو بچانے کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دیتا ہے، اگر سوار اُس کی پشت سے گر جائے تو اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا جب تک مالک اٹھ نہ جائے، پیغام بھی پہنچاتا ہے، حفاظت بھی کرتا ہے، ہر صورت سے مالک کی مدد کرتا ہے، اور یہ صفات گھوڑے میں ختم نہیں ہو گئی ہیں اب تک موجود ہیں، دنیا کے تمام گھوڑوں میں یہ خوبیاں ہیں تو پھر حسینؑ کا گھوڑا کیسا ہوگا، ذوالجناح کے حالات پر حیرت نہیں ہونا چاہئے، یہ رسول اللہ کی سواری کا گھوڑا ہے، قدرت نے اسے بہت سی خوبیاں عطا کی تھیں۔ ذوالجناح مقتل میں پہنچا، بار بار کاوے کی شکل میں چاروں طرف دیکھنا شروع کیا، وہ دیکھ رہا تھا کہ پتھر پلے زمین ہے، وہ تلاش میں تھا کہ حسینؑ کو کہاں اُتاروں جسم میں تیر ہیں، سخت زمین پر اُتاروں گا تو یہ تیر زمین کی ضرب سے جسم میں پیوست ہو جائیں گے، ایک مرتبہ وہ ایک ریت کے ٹیلے کے پاس پہنچا، وہ سمجھ گیا کہ اب یہ جسم کے تیر ریت کی نرمی سے جسم میں پیوست نہیں ہوں گے، ذوالجناح کو حسینؑ کا بچپن یاد آیا ہوگا کہ کس طرح بچپن میں حسینؑ کو اپنی پشت سے اُتارا کرتا تھا۔

اس منزل پر مقتل میں تین روایتیں ملتی ہیں اور میں تینوں پڑھے دیتا ہوں، جب حسینؑ گھوڑے کی پشت پر ڈگمگانے لگے تو اللہ نے کربلا کی زمین کو حکم دیا اے مقتل تو بلند ہو جا اور بلند ہو کر پشتِ فرس تک آجاتا کہ میرے حبیب کے محبوب کو اُترنے میں زحمت نہ ہو، دوسری روایت یہ ہے مقتل میں کہ زمین سے دوکانپتے ہوئے ہاتھ نکلے، آواز آئی آ میری گود میں آجا، آمیری گود میں آجا میرے لال، تیسری روایت یہ ہے کہ ذوالجناح نے اپنے چاروں ہاتھ پاؤں سمیٹے، آہستہ سے بیٹھ گیا، بیٹھ کر آہستہ سے حسینؑ کو ریت کے ٹیلے پر اُتار دیا، اور اب حسینؑ کے آخری ناصر نے نصرتِ امامؑ میں جہاد شروع کیا، ذوالجناح نے دیکھا کہ جب حسینؑ اُترے تو ہاتھ سے ذوالفقار چھوٹ گئی، ہاتھ سے لجام چھوٹ گئی، ذوالجناح نے لجام کو دانتوں سے تھاما، حسینؑ کے ہاتھ کے قریب لے گیا،

اور اپنی پیشانی سے ہاتھوں پر پیار کرنا شروع کیا، آقا بچام کو تھام لو، آقا ہوش میں آؤ، پھر دور پڑی ذوالفقار کے دستے کو دانتوں میں دابا اور کھینچنا ہوا حسینؑ کے ہاتھ کے پاس لایا اور بار بار میدان کی طرف دیکھتا جاتا ہے، وہ دیکھ رہا تھا کہ لشکر قریب آرہا ہے، حسینؑ نے سر اٹھا کر ذوالجناح کو دیکھا اور ذوالفقار کو ذوالجناح کی آگدین میں باندھ کر کہا اب تجھ پر میرا بیٹا مہدیؑ دیں سوار ہو کر جنگ کرے گا، یہ ذوالفقار میرے مہدیؑ تک پہنچا دینا۔

مرکب سے جدا ہو کے جو تڑپے شہ ابرار      گردِ شہِ دین اٹھ کے لگا پھرنے وہ رہوار  
فرمایا کہ منزل پہ تو پہنچا ترا اسوار      رخصت ہو کہ سر اترے تو ہم بھی ہوں سبک بار

اب تیغ لیے ذبح کو جلا د بڑھے گا

قاتل ترے اسوار کی چھاتی پہ چڑھے گا

نیزے کی سواری ہے اب اور فاطمہؑ کا لال      الفت ہے تجھے دیکھ سکے گا نہ مرا حال  
ٹاپوں کے تلے لاش مری ہوے گی پامال      زینبؑ نہ نکل آئے کہیں کھولے ہوئے بال

سجادؑ کو آگاہ مرے حال سے کر دے

جا بانو نے بیکس کو رائڈ پے کی خبر دے

اب آئیں گے خیمے کے جلانے کو ستم گار      کہہ دیجو بہن سے کہ سیکندہ سے خبر دار  
سجاد سے کہنا کہ میں صدقے ترے بیمار      گر بیڑیاں پہنائیں تو کچھ کچھ نہ تکرار

خاصاں خدا کے لیے ایذا و محن ہے

بندھو ایسے گردن کہ یہ دادا کا چلن ہے

حسینؑ سجدے میں جھک گئے، ذوالجناح نے حسینؑ کا طواف کرنا شروع کیا، حسینؑ کی حفاظت کرنا شروع کی، اب ذوالجناح غیظ میں آیا، جلال میں آیا، بار بار غیظ بھری نگاہوں سے لشکر کو دیکھا، گویا یہ کہہ رہا تھا، خبردار، یہ فاطمہؑ کا لال ہے، یہاں ادب کا مقام ہے، یہی وقت تھا جب حضرت زینبؑ کبریٰؑ ایک بلندی سے اسے بھائی کو دکھ رہی

تھیں، میرا بیس کہتے ہیں۔

خالی نظر پڑا جو اُسے ذوالجناح شاہ چلائی سر کو پیٹ کے میں ہو گئی تباہ  
ہے ہے گرا زمین پہ شہِ عرش بارگاہ اے کربلا کدھر ہے محمدؐ کا رشکِ ماہ

دیکھی جو اس نے تیغ گلے پر امام کے

ریقی پہ گر پڑی وہ کلیجہ کو تھام کے

چلائی اٹھ کے خاک سے نانا مدد کو آؤ بھائی مرا ہے تیغ تلے یا علیؑ بچاؤ

امانِ خدا کے واسطے تشریف جلد لاؤ یا مجتبیٰ حسینؑ کو آغوش میں اٹھاؤ

ہے ہے کوئی نہیں جو سنبھالے حسینؑ کو

اے ذوالجناح تو ہی بچالے حسینؑ کو

اے ذوالجناح سہیلِ نبیؐ میں ترے نثار بچپن سے میرے بھائی نے تجھ کو کیا ہے پیار

قاتل ترے سوار کی چھاتی پہ ہے سوار تیرے سوا نہیں کوئی اس وقت غم گسار

میں بنتِ فاطمہؑ ہوں جو بھائی کو پاؤں گی

تیرے سُموں کو آنکھوں سے اپنے لگاؤں گی

ایک بار ذوالجناح جلال میں آیا اور اپنے اگلے سُموں سے کربلا کی زمین کو کوشنا

شروع کیا، ایسی دھمک ہوئی کہ آتا ہوا لشکرِ خوف سے رُک گیا، کربلا کا بن گونجنے لگا،

آواز کی بازگشت ہوئی، لشکرِ تھم گیا، دہل گیا کہ یہ کیا کر رہا ہے، عمر سعد نے کہا ٹھہر جاؤ

دیکھو یہ کیا کرتا ہے، عمر سعد کے کہنے سے برجھیں والے رُک گئے، نیزے و شمشیر والے

رُک گئے، ذوالجناح نے اب پھر حسینؑ ابن علیؑ کی طرف رُخ کیا، مظلوم، زخمی امام کے

قریب آیا، اپنے منہ سے شانے کو چومنا شروع کیا، پھر جسم میں جتنے تیرے پیوست تھے بے

اختیار دانہوں سے تیروں کو نکالنا شروع کیا، ایسا ہے یہ حسینؑ کا ناصر، آہستہ آہستہ جب

لشکرِ یزید نے حسینؑ کے قریب آنا شروع کیا، اب جو ذوالجناح نے مڑ کر دیکھا کہ لشکر

پھر آگے بڑھ رہا ہے، جنگ شروع کر دی، مقتل نگار کہتے ہیں، علامہ مجلسی ”بجاری الانوار“ میں لکھتے ہیں سواروں کو دانتوں سے کھینچتا اور قدموں تلے روندنا چلا جاتا اس طرح چالیس سواروں کو قتل کیا، نیزے والوں نے اُسے مارنے کے لیے نیزے اٹھائے، عمر سعد نے کہا یہ رسول اللہ کی سواری کا گھوڑا ہے اسے قتل نہ کرو میں چاہتا ہوں اسے زندہ گرفتار کروں، تیر نہ چلانا، نیزے نہ چلانا، کمند لاؤ، رسی لاؤ، کمندیں اور رسیاں پھینکی گئیں تاکہ اُسے گرفتار کیا جاسکے، گھوڑے نے گرفتاری سے اپنے کو بچانے کے لیے میدان میں دوڑنا شروع کیا، شاید کسی کو خیال آئے کہ جب گھوڑا حفاظت کر رہا تھا تو حسینؑ کا سر کیسے کٹ گیا، فاطمہؑ کے لال کی شہادت کیسے ہو گئی، سنو! رسیوں سے بچتا ہوا ایک نشیب میں دوڑا، اسی دیر میں کربلا کی زمین ہلنے لگی، اندھیرا اچھا گیا، سیاہ آندھی چلی، ذوالجناح پریشان ہو کر جلدی سے واپس ہوا، اب جو واپس آیا لشکر خوشیاں منا رہا تھا، حسینؑ کے قریب جو آیا تو کیا دیکھتا ہے۔ (نہیں پڑھ سکتا)

ذوالجناح نے دیکھا حسینؑ کی کٹی ہوئی گردن سے لہو کا فوارہ بہ رہا ہے، اُس نے اپنے چہرے کو لہو میں تر کیا، چہرہ خون سے لال ہو گیا، بارھویں امام، امام عصرؑ، ”زیارت ناحیہ“ میں کہتے ہیں ”اس وقت آپ کا گھوڑا ہنہناتا اور رونا ہوا آپ کے خیموں کی طرف چلا، نیز چلا، باگیں کٹی ہوئیں، سپر کٹی ہوئی، پیر زخمی، گردن زخمی جب اللہ حرم نے آپ کے رہوار کو بے سوار دیکھا اور زین اسپ کو نیچے ڈھلکا ہوا دیکھا تو بے قرار ہو کر خیموں سے نکل پڑیں اور امام عصر فرماتے ہیں خیموں کے پردے اُلٹ گئے، بیبیاں بال بکھرائے ہوئے منہ پر طمانچے مارتے ہوئے جبکہ پردے کا دھیان نہ تھا نوحہ و بکا کرتے ہوئے اپنے بزرگوں کو، وارثوں کو پکارتے ہوئے تمام بیبیاں باہر آ گئیں، ذوالجناح سے لپٹ گئیں، چھوٹے چھوٹے بچے گھوڑے کی آواز سنتے ہی دوڑتے ہوئے آئے آقا آگئے، مولا آگئے، حسینؑ آگئے، قریب آ کر دیکھا ذوالجناح رو رہا تھا،

فریاد کر رہا تھا، سیکینہ بی بی اُس کے سُموں سے لپٹ گئیں ارے سیدانیاں گھوڑے کے قدموں سے لپٹی ہوئی ہیں، ارے بابا کے اسپ وفادار بابا کو کہاں چھوڑ آیا، اُمّ کلثوم نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈالے کہا اے ذوالجناح میرا بھائی کہاں ہے، عمادزادہ اصفہانی کہتے ہیں شام غریباں آئی تو لشکرِ حسینی کے تمام گھوڑے جو صحرا میں منتشر ہو گئے تھے، سارے گھوڑے ایک جگہ جمع ہو گئے، عقاب بھی آیا، میمون تھا، مرتجز بھی تھا، طاویہ بھی، اور سب رات کے اندھیرے میں کربلا کی زمین پر ایک دائرے کی شکل میں بیٹھ گئے، تمام گھوڑوں نے چیخ چیخ کر رونا شروع کیا جیسے کوئی ماں اپنے جوان فرزند کی لاش پر روتی ہے، ان تمام گھوڑوں نے اپنے منہ زمین پر پٹخنا شروع کئے، رات بھر اسی طرح گریہ کرتے رہے، امام زین العابدینؑ کہتے ہیں کہ جب گیا رہویں کی صبح آئی تو ایک طرف آقا زادے کے لاشے تھے دوسری طرف گھوڑوں کے لاشے تھے، ایسے گھوڑے جو اپنے سرداروں پر قربان ہو گئے، ذوالجناح جب خیمے کے در پر آیا تو روتا ہوا جب اُس نے جلتے ہوئے خیمے دیکھے اور اشقیا کو خیمے میں جاتے ہوئے دیکھا سدا راہ ہو گیا۔ اشقیا کو خیموں میں جانے سے روکتا تھا، جب شام غریباں آئی وہ فرات پر گیا اور دریا پار کر کے زولپوش ہو گیا، روایت ہے ذوالجناح اب تک زندہ ہے اور اب امام زمانہؑ اُس پر سوار ہو کر ظہور کریں گے۔ حسینؑ کے آخری ناصر نے آخر وقت تک جہاد کیا مرزا دستگیر کہتے ہیں۔

جب ذوالجناح خیمے میں آیا لہو بھرا اور یہ کہا کہ بیووں کا سردار مر گیا  
 سب پیماں علیؑ کو پکاریں یہ غل چھا بیڑا ہے ہم غریبوں کا منجد ہار میں پڑا  
 تم حلّ مشکلات ہو شیرِ اللہ ہو  
 ایسا نہ ہو کہ کشتی ہماری تباہ ہو  
 آنے سے ذوالجناح کے اک حشر تھا پاپا ناگاہ آئے غارتِ خیمہ کو اشقیا

راوی نے یہ لکھا ہے وہ راہوار باوفا خیمے کے در کا روک کے رستہ کھڑا ہوا  
 نیزے عدو لگاتے تھے اُس خوش خرام کو  
 لیکن نہ راہ دیتا تھا وہ فوجِ شام کو  
 زینبؓ درِ خیام سے دیتی تھی یہ صدا کیوں بے زبان کو تیر لگاتے ہو اشقیا  
 ہے ذوالجناحِ مرکبِ پیغمبرِ خدا زینبؓ کے سر کو کاٹو تو اس پر کرو جفا  
 اس کا گناہ کچھ نہیں یہ بے گناہ ہے  
 تم لوٹنے کو آتے ہو یہ سِدِ راہ ہے  
 آنے دے کس طرح سے یہ ہے فاطمہؓ کا گھر اس گھر میں آئے تھے ملک الموت پوچھ کر  
 بے وارثوں کو آہ ستاؤ نہ اس قدر میں تم کو لائے دیتی ہوں جو کچھ ہے مال و زر  
 اس ذوالجناح پر نہ زیادہ جفا کرو  
 پانی دو بے زباں کو خوفِ خدا کرو

## تہمید

اسلامی انسائیکلو پیڈیا میں گھوڑے کا تذکرہ:

انسان کے بعد گھوڑا سب سے زیادہ خوبصورت اور شریف مخلوق سمجھا جاتا ہے۔ اس کے اعضا کا حسین تناسب، رنگ کی پاکیزگی، تیز رفتاری، جنگ، تعاقب اور فرار ہر حالت میں اپنے سوار کی اطاعت، جرأت و قوت، ذہانت اور اعلیٰ درجے کی عادات و اطوار سے دوسرے حیوانات سے ممتاز کرتی ہیں۔ اس کی شانگی کا ایک ثبوت اس امر سے ملتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی عمدہ تربیت یافتہ گھوڑے پر سوار ہو تو وہ کبھی پیشاب یا لید نہیں کرتا۔ وہ اپنے مالک کو بخوبی پہچانتا ہے اور کسی غیر شخص کو اپنے اوپر سوار نہیں ہونے دیتا۔ جب سوار سو جاتا ہے تو وہ اس کی حفاظت کرتا ہے اور اگر دشمن یا کسی درندے کے حملے کا خطرہ ہوتا ہے تو وہ چوکتا ہو جاتا ہے اور نہ ہنسا کر یا ٹائپس مار کر اسے جگا دیتا ہے۔ جو گھوڑے چوگان (Polo) کے کھیل میں استعمال ہوتے ہیں وہ گیند پر نظر رکھتے ہیں اور سوار کی رہنمائی کے بغیر خود بخود اس کے پیچھے دوڑتے ہیں۔ گھوڑے کی ایک اور قابل ذکر عادت یہ ہے کہ وہ صرف گدلا اور میلا پانی پیتا ہے؛ وہ صاف اور ساکن پانی میں اپنے عکس سے ڈرتا ہے اور اپنے سم مار کر اسے جھاگ دار اور گدلا کر دیتا ہے۔

گھوڑے کی تخلیق کے بارے میں حسب ذیل کہانی بیان کی جاتی ہے: باری تعالیٰ نے جب گھوڑا تخلیق کرنا چاہا تو اس نے جنونی ہوائے

پیدا کروں گا تو مجتمع ہو جا۔ پھر اس نے جبریلؑ کو ایک مٹھی بھر ہوا لانے کے لیے کہا اور اس سے اس نے ایک کیت گھوڑا بنایا۔ خدا نے اس سے کہا: میں نے تجھے گھوڑا بنایا ہے اور عربوں کے لیے تخلیق کیا ہے اور تجھے یہ امتیاز دیا ہے کہ خوراک اور مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لیے تجھے جملہ حیوانات سے زیادہ تیز رفتاری عطا کی ہے، تیری پیٹھ پر سواری کی جائے گی اور تیری پیشانی پر خوش قسمتی کا ستارہ چمکتا رہے گا۔ اس پر اسے وہاں سے رخصت کر دیا گیا اور وہ ہنہنایا۔ پھر خدا نے کہا: تیری ہنہناہٹ باعثِ برکت ہو؛ اس سے بُت پرستوں کے دل میں دہشت پیدا ہو؛ ان کے کان بہرے ہو جائیں اور ان کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔ اس کے بعد خدا نے اس کی پیشانی اور ٹانگوں پر (سفید) دھبے بنا دیے۔ تخلیق آدمؑ کے بعد گھوڑے کو اس کے آگے آگے چلایا اور حضرت آدمؑ نے اسے البراق پر ترجیح دی۔

ایک اور روایت کے مطابق سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے حضرت اسمعیلؑ گھوڑے پر سوار ہوئے تھے۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ عربی گھوڑے ان سلیمانی گھوڑوں کی نسل سے ہیں جو حضرت سلیمانؑ کو حضرت داؤد سے ورثے میں ملے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جب قبیلہ بنی ازد حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رخصت کے وقت انہوں نے قبیلہ بنی ازد کو ایک گھوڑا عطا کر دیا۔ انہوں نے اس کا نام زاد الرکب رکھا۔ کہا جاتا ہے کہ تمام عربی گھوڑے اسی کی نسل سے ہیں۔ (اعلیٰ اور خالص عربی النسل گھوڑے کو متفق کہتے ہیں۔ دوغلا گھوڑا یحییٰ یا شہری کہلاتا ہے۔ معمولی قسم کے گھوڑوں کو برزون کہتے ہیں۔ نسل، استعمال، عمر اور رنگت کے اعتبار سے گھوڑوں کے بہت سے نام ہیں)۔

گھوڑے کے بارے میں تصنیفات کے جو بہت سے قلمی نسخے موجود ہیں (دیکھیے



Von Hammer- Perron کی تصنیف کے سوا جس کا ذکر نیچے آیا ہے۔  
 Purgstall نے اپنے مقالے (Das Pferd bei den Arabern) (ماخذ، لسانیات،  
 گھوڑوں کے نام، قرآنی حوالے، احادیث، امثال، نظمیں بالخصوص خلف بن حیان  
 المازنی کی نظم گھوڑے کے متعلق) میں اس مواد کا محض ایک ابتدائی اور سرسری جائزہ لیا  
 ہے۔ المسعودی کی مروج الذہب میں گھڑ دوڑ کے متعلق بہت سی معلومات جمع کی گئی  
 ہیں اور ابن المنذر کے ہاں بھی بہت سے اشارے ملتے ہیں۔ زمانہ حال کے ان  
 سیاحوں نے بڑے قیمتی مشاہدات قلمبند کیے ہیں جن کا ذکر نیچے کیا گیا ہے۔

ستاروں کے ایک مجموعے کو ”الفرس الاعظم“ (Pegasus)، دوسرے مجموعہ نجوم  
 کو ”قطعة الفرس“ (Foal) اور الفرس الاعظم کے قریب ستاروں کے ایک مجموعے کو  
 ”الفرس التام“ کہا گیا ہے۔ (مسلمان عربوں کی فتوحات میں گھوڑوں کو بڑا دخل رہا  
 ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عربی نظم و نثر میں گھوڑوں کے بارے میں اکثر اظہار خیال ہوتا  
 رہا۔ ابن الندیم (الفہرست) نے کتاب الفرس، کتاب الخیل اور کتاب صفات الخیل  
 ایسی بہت سی کتابوں کے نام گوائے ہیں۔ اس زمانے کی جنگی ضروریات کے پیش نظر  
 قرآن مجید نے بھی رباط الخیل (۸ الانفال: ۶۰) کی اہمیت پر زور دیا ہے۔

اردو اور فارسی میں بہت سے فرس نامے اور اسپ نامے ہیں، ان میں بھی رنگین کا  
 فرس نامہ اور مرزا سودا کا گھوڑے پر مشہور قصیدہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ ایسی  
 تصانیف کے لیے دیکھیے مختلف کتاب خانوں کی فہرستیں۔

پاکستان میں آج بھی گھوڑے کی سواری ایک محبوب مشغلہ ہے۔ گھڑ دوڑ اور چوگان  
 کے علاوہ گھوڑا فوج اور پولیس میں اپنے دستوں کے لیے مشہور ہے۔ میلوں ٹھیلوں میں  
 گھوڑوں پر سوار ہو کر نیزہ بازی کی جاتی ہے اور گھوڑوں کو سدھا کر کرتب دکھائے

گھوڑوں پر چند انگریزی کتابیں:

مصنف: کیرولین سلور (CAROLINE SILVER)

کتاب کا نام:

GUIDE TO THE HORSES  
OF THE WORLD

(گائیڈ ٹو دی ہارسیس آف دی ورلڈ)

دنیا کے گھوڑوں کی راہنما کتاب

پبلشر: Treasure Press London

سن اشاعت: 1973ء

۱۔ کچھ لوگوں کا مفروضہ ہے کہ عرب نسل کے گھوڑوں کی افزائش نسل گھوڑوں کی کسی بھی نسل کی افزائش سے ایک ہزار سال پہلے شروع کی گئی۔  
۲۔ جب کہ کچھ کا خیال ہے کہ عرب نسل کے گھوڑے کئی ہزار برسوں سے عرب کے صحراؤں میں موجود تھے۔

۳۔ کئی تاریخ دانوں کے خیال میں ان باتوں میں کوئی حقیقت نہیں کیونکہ عرب کے صحراؤں سے کوئی بھی ہزاروں سال پرانا ڈھانچہ نہیں ملا۔ اور اس کے علاوہ رومن (Roman) نے جو گھوڑوں کی بارہ مختلف نسلوں کا ذکر کیا ہے ان میں عرب نسل کے گھوڑوں کا ذکر نہیں ملتا۔

۴۔ جب کہ مسلمانوں کے خیال میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ کے لئے شمال سے چلنے والی تیز ہوا سے عرب نسل کے گھوڑے کو خلق کیا،

مصنف کے خیال میں یہ بات حقیقت ہے کہ گھوڑوں اور نچروں کی نسلوں کی طرح عرب نسل کے گھوڑے بھی قبل از تاریخ جنگلی گھوڑوں سے پہلے

چٹانوں اور پہاڑیوں میں پھرتے نظر آتے تھے موجود تھے (جنگلی گھوڑوں سے پہلے سے عرب گھوڑے موجود تھے یعنی انسان کے مہذب ہونے سے پہلے)۔

قدیم عرب کے قبیلوں میں یہ روایت مشہور ہے۔

کہ اللہ تعالیٰ نے شمال کی طرف سے چلنے والی ہوا کو حکم دیا کہ گوشت کا لوتھرا بن جا کیونکہ میں ایک نئی مخلوق خلق کرنا چاہتا ہوں اپنے ایک خاص بندے کے لئے اور دشمنوں کی رسوائی اور سرکوبی کے لئے اور وہ جو میری مخلوق کی خدمت گار ہو اس کے لئے۔ (ارادۃ الہی)

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بید قدرت سے ایک مٹھی بھر ہوا لے کر اس پر اپنی روح پھونک دی..... جو کہ ایک گھوڑے کی شکل میں تخلیق ہوئی..... پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تیرا نام ”عربین“ ہوگا اور تیری ساری طاقت تیری گردن پر اُگے ہوئے بالوں (ایال) پر ہوگی اور جو کوئی بھی تجھ پر سواری کرے گا اُسے کامیابی ہوگی۔ میں تجھ کو تمام بار برداری کے کام آنے والے جانوروں پر افضلیت دیتا ہوں اور اس کے علاوہ تیرے مالک کو میں نے تیرا دوست بنا دیا میں نے تجھے بغیر پروں کے اڑنے کی طاقت عطا کی چاہے تو دشمنوں پر حملہ کر رہا ہو یا پیچھے ہٹ رہا ہو.....

عربی نسل کے گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں۔

۱۔ KEHYLAN کہلان:

مردانہ وجاہت (Masculine Type)

طاقت، برداشت (Power, Endurance)

۲۔ SEGLAWI سگلاوی:

نسوانیت، نزاکت (Feminine Type)

## ۳۔ MUNIQI میونقی

(Angular Type) تیز رو

تیز رفتار، سرعت (Speed, Race)

(دوسری کتاب)

مصنف: J Warren Evans (جے وارن ایون)

(پروفیسر کلیفورنیا یونیورسٹی)

کتاب کا نام:

## HORSES

## ہارسز

اشاعت: W H. Freeman Company  
San Francisco

عرب نسل کے گھوڑے پہلی صدی سے لے کر چھٹی صدی کے درمیان میں افریقہ سے عرب لائے گئے تھے۔

عرب نسل کا گھوڑا دراصل کولہل (Kohl) کی نسل ہے۔ اس کے علاوہ عربی نسل کے گھوڑے پانچ گھوڑوں کی نسل سے آ رہے ہیں جن کو ”انجیس“ کہتے ہیں۔ یہ گھوڑے سب حضرت سلیمان کے اصطلبل میں تھے۔

(قبل مسیح ۱۲۳۵ء) اور عرب گھوڑوں کی نسلیں ”انجیس“ سے ہی چل رہی ہیں۔

خیلت اُجڑ	KEHEILET AJUZ	۱۔
میٹگیھی	MANEGHI	۲۔
ہدبان	HADBAN	۳۔
جیلفن	JELFON	۴۔

عربی نسل کے گھوڑے پہلی دفعہ امریکہ میں ۱۷۳۰ء میں منگوائے گئے۔

(تیسری کتاب)

مصنف: CANDIDA GEDDES کینڈا گڈز

کتاب کا نام:

THE HORSE

دی ہارس

اشاعت: Octopus Books Limited.

سن اشاعت: 1978

گھوڑوں کی نسلوں پر لکھنے والی دنیا کی مشہور ترین خاتون جس کو کہ سب سے زیادہ ماہر تصور کیا جاتا ہے (لیڈی وینٹ ورتھ) (Lady Wentworth) کے خیال میں عرب گھوڑے کی نسل اپنی مکمل حالت میں قبل مسیح ۵ ہزار سے چلی آرہی ہے جبکہ مصنف کے خیال میں جب پورا یورپ دلِ دل تھا اُس وقت بھی عرب میں (تیز رفتار) گرم خون (Hot Blooded) ہاٹ بلڈڈ) عرب نسل کے گھوڑے موجود تھے۔

(چوتھی کتاب)

مصنف: JANE KIDD جین کڈ

کتاب کا نام:

AN ILLUSTRATED GUIDE  
TO HORSECARE

گھوڑے کی دیکھ بھال پر ایک واضح رہنما کتاب

یمن کے گھوڑے عربی نسل کے ہوتے ہیں 3000 سال قبل مسیح سے ان کی نسل چل رہی ہے جو کہ سب سے پرانی ہے۔

(پانچویں کتاب)

مصنف: Susan Mcbane, Helen Douglas Cooper

کتاب کا نام:

HORSE FACTS

گھوڑے سے متعلق حقائق

۱۔ مذہب اسلام نے گھوڑوں کی افزائش نسل کی اہمیت پر زیادہ زور دیا ہے۔ جب آٹھویں صدی ہجری میں اسلام کی سرحدیں پھیلنے لگیں تو حضرت محمدؐ نے جنگوں میں مضبوط، تیز رفتار اور طاقتور گھوڑوں کی اہمیت کو محسوس کیا۔ حضورؐ نے اپنے صحابیوں کو تاکید کی کہ وہ اپنے اپنے گھوڑوں کی نگہداشت اچھی طرح کریں اور لکھا کہ گھوڑوں کو ڈالے گئے ہر ایک دانے پر ہر شخص کا ایک گناہ معاف کیا جائے گا۔

(چھٹی کتاب)

مصنف: عبدالحسین

کتاب کا نام:

گھوڑا

گھوڑوں کی بہتر پرورش تربیت عادات و خصائل اور ان کی روز مرہ زندگی میں افادیت پر اردو میں پہلی کتاب

اشاعت: مکتبہ ”میری لائبریری، لاہور“

اوقات گھوڑوں پر خونریز جنگ بھی چھڑ جاتی تھی جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ اسلامی دور میں حضور اکرمؐ شہسواری کا انتظام فرماتے تھے۔ مدینہ منورہ سے باہر ایک میدان تھا جو تقریباً چھ میل لمبا تھا، یہاں گھوڑوں کو دوڑنے کی مشق کرائی جاتی تھی ان گھوڑوں کو پہلے خوب چارہ کھلاتے تھے۔ جب وہ موٹے تازے ہو جاتے تو ان کی غذا بتدریج کم کر دی جاتی اور گھر میں باندھ کر چار جامہ کتے۔ پسینہ آتا اور خشک ہو جاتا۔ روزانہ یہ عمل جاری رہتا۔ رفتہ رفتہ گھوڑا خشک ہو کر ہلکا پھلکا ہو جاتا۔ یہ مشق چالیس دن میں ختم ہوتی۔ شہسواری کے منتظم حضرت علیؑ تھے اس کے لیے انہوں نے چند قاعدے مقرر کئے۔

حضور اکرمؐ بذاتِ خود گھوڑے خرید فرماتے تھے۔ آپ نے ایک گھوڑا دس اوقیہ چاندی میں خرید فرمایا۔ اس کا سابقہ نام ”ضرس“ تھا لیکن آپ نے اس کا نام بدل کر ”سب“ رکھ دیا۔ آپ جنگِ احد میں اسی گھوڑے پر سوار تھے۔ اس کے علاوہ آپ کے پاس تین اور گھوڑے تھے جن کے نام ”لزاز“، ”ظرب“ اور ”لحیف“ تھے یہ گھوڑے بعض لوگوں نے تحفہ کے طور پر پیش کئے تھے۔ ایک اور گھوڑا بھی تھا جس کا نام ”الورد“ تھا۔ بعض مورخین لکھتے ہیں کہ ان کے علاوہ آپ کے پاس ایک اور گھوڑا بھی تھا جس کا نام ”یعسوب“ تھا۔

قدیم عربی گھوڑوں میں صرف ایک گھوڑا ”ذوالجنح“ اپنے عظیم شہید سوار کی بدولت لافانی ہو گیا ہے۔ یہ گھوڑا میدانِ کربلا میں حضرت امام حسینؑ کے زیرِ امان تھا۔ یہ گھوڑا اس قدر وفادار تھا کہ سخت زخمی اور لہولہا ہونے کے باوجود جب امام عالی مقام اس کی پشت سے زمین پر گرے تو اہل بیت رسولؐ کو حضرت کی شہادت کی خبر سنانے خیمہ گاہ کی طرف چلا۔ ذکرِ حسینؑ اور ”ذوالجنح“ کا قصیدہ لازم و ملزوم ہے۔ مشہور مرثیہ گو میر انیس نے ”ذوالجنح“ کی تعریف میں ہزاروں شعر کہے ہیں۔

پہلا باب

قرآن میں گھوڑوں کا تذکرہ



## ..... پہلا باب ..... ❁

- ۱۔ سورہ آل عمران میں گھوڑے کا تذکرہ
- ۲۔ سورہ انفال میں گھوڑے کا تذکرہ
- ۳۔ سورہ نحل میں گھوڑے کا تذکرہ
- ۴۔ سورہ بنی اسرائیل میں گھوڑے کا تذکرہ
- ۵۔ سورہ ص میں گھوڑے کا تذکرہ
- ☆ سلیمان اپنی فوجی طاقت کا مظاہرہ دیکھتے ہیں
- ☆ تفہیم القرآن اور سورہ ”ص“ میں گھوڑے کا تذکرہ
- ☆ حضرت سلیمان کے گھوڑے
- ۶۔ سورہ حشر میں گھوڑے کا تذکرہ
- ۷۔ سورہ عادیات میں گھوڑے کا تذکرہ
- ۸۔ سورہ عادیات میں گھوڑوں کی قسم کھانے کا راز
- ۹۔ عادیات (مفسر: مرتضیٰ مطہری (ایران))
- ۱۰۔ قرآن میں گھوڑے کے متعدد نام آئے ہیں

# قرآن میں گھوڑوں کا تذکرہ

﴿۱﴾ سورہ ”آل عمران“ میں گھوڑے کا تذکرہ:

ذُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ  
وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ  
الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْخَرِيبِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا  
وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ۝ (سورہ آل عمران - آیت ۱۴)

ترجمہ: ”ماذی چیزوں میں سے عورتیں، اولاد اور مال جو سونے چاندی کے ڈھیروں پر مشتمل ہونے لگے گھوڑے، جانور اور زراعت لوگوں کی نظر میں پسندیدہ بنا دیے گئے ہیں (تاکہ اُن کے ذریعے اُن کی آزمائش اور تربیت ہو لیکن یہ چیزیں (اگر انسان کے اصلی مقاصد کے لیے ذریعہ نہیں پھر بھی) پست مادی زندگی کا سرمایہ ہیں اور انجام نیک اور عالی زندگی) خدا کے پاس ہے۔“

”خیل“ اسم جمع ہے اور اس کے معنی ”گھوڑے“ اور گھڑسوار، دونوں بیان کئے گئے ہیں البتہ زہد نظر آیت میں اس سے مراد ”گھوڑے“ ہی ہیں۔

”مسومۃ“ دراصل ”ممتاز“ کے معنی میں ہے۔ ممتاز ہونا یہاں جسم اور چہرے کے متناسب ہونے کے لحاظ سے ہے یا تربیت یافتہ ہونے اور میدان جنگ میں سواری کے

لیے آمادہ ہونے کے حوالے سے ہے۔ اس مطالعے سے یہ نتیجہ نکلا کہ محل بحث آیت میں چھ چیزوں کی نشان دہی کی گئی ہے جو زندگی کا اہم سرمایہ ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱۔ بیوی

۲۔ اولاد

۳۔ مال و دولت

۴۔ بہترین سواریاں اور گھریلو ضرورت کے جانور (انعام)

۵۔ زراعت اور فصلیں

یہ سب مادی زندگی کے بنیادی اراکین ہیں۔ (تفسیر نمونہ)

﴿۲﴾ سورہ ”انفال“ میں گھوڑے کا تذکرہ:

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ  
تُرْهَبُونَ بِهِ وَعَدُّوا اللَّهَ وَعَدُّوكُمْ وَأَخْرَيْنَ مِنْ دُونِهِمْ لَا  
تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ  
اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَظْلَمُونَ ۝ (سورہ انفال - آیت ۶۰)

ترجمہ: ”ان دشمنوں کے مقابلے کے لیے جتنی ”قوت“ ممکن ہو سکے مہیا اور تیار رکھو اسی طرح (میدان جنگ کے لیے) طاقت ور اور تجربہ کار گھوڑے (بھی تیار رکھو) تاکہ اس سے خدا کے اور اپنے دشمن کو ڈرا سکو اور (اسی طرح) ان کے علاوہ دوسرے گروہ کو کہ جنہیں تم نہیں پہچانتے اور خدا انہیں پہچانتا ہے اور جو کچھ تم راہ خدا میں (اسلامی دفاع کو مضبوط بنانے کے لیے) خرچ کرو گے تمہیں

لوٹا دیا جائے گا اور تم پر ظلم و ستم نہیں ہوگا“

پیغمبر اکرمؐ اور اسلام کے علمبرداروں کی عملی سیرت بھی نشان دہی کرتی ہے کہ وہ

دشمن کے مقابلے سے کبھی غفلت نہ برتتے تھے۔ وہ ہتھیار اور افراد مہیا کرنے، سپاہیوں کی ہمت بڑھانے، لشکر کے لیے جگہ منتخب کرنے، دشمن پر حملے کے لیے مناسب وقت کا انتخاب کرنے اور ہر قسم کی جنگی تکنیک کو اپنانے میں سے کسی چھوٹے یا بڑے پہلو کو نظر انداز نہیں کرتے تھے۔

اسلام کا ایک اہم فقہی حکم تیر اندازی اور گھڑ دوڑ کے مقابلے کے بارے میں ہے یہاں تک کہ اس سلسلے میں مالی فتح و شکست تجویز کی گئی ہے اور اس مقابلے کی دعوت دی گئی ہے۔ دشمن کے مقابلے میں تیار رہنے سے متعلق اسلام کی گہری نظر کا یہ ایک اور نمونہ ہے۔

۲۔ ”اسلام“ کے دائمی ہونے کی ایک دلیل ایک اور اہم نکتہ مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوتا ہے جو کہ دین اسلام کے عالمی، دائمی اور جاودانی ہونے پر ایک دلیل ہے۔ اس دین کے مفاہیم، معانی اور مضامین اس طرح پھیلے ہوئے اور وسیع ہیں کہ اتنا طویل زمانہ گزرنے کے باوجود ان میں کہنگی اور فرسودگی کا نشان نظر نہیں آتا۔ ”واعدو الہم ما استطعتم من قوۃ“ کا جملہ ہزار سال پہلے بھی ایک زندہ مفہوم رکھتا تھا اور آج بھی اسی طرح ہے اور دس ہزار سال آئندہ کے لیے بھی اسی طرح زندہ باقی رہے گا کیونکہ جو ہتھیار اور طاقت آئندہ پیدا ہوگی وہ ”قوۃ“ کے جامع لفظ میں پوشیدہ ہے۔ ”ما استطعتم“ عام ہے اور ”قوۃ“ جو کہ کمرہ کی شکل میں آیا ہے اس کی عمومیت کو تقویت دیتا ہے اور ہر قسم کی قوت و طاقت پر محیط ہے۔

۳۔ ”قوۃ“ کے بعد گھوڑوں کے ذکر کا مقصد یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ لفظ ”قوۃ“ کے ذکر کے بعد کہ جو اس قسم کا وسیع مفہوم رکھتا ہے تجربہ کار جنگی گھوڑوں کا ذکر کیوں کیا گیا ہے۔

اس سوال کا جواب ایک جملے سے واضح ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ مندرجہ بالا آیت نے

جہاں تمام زبانوں کے لیے ایک وسیع حکم بیان کیا ہے وہاں ایک خاص حکم رسول اللہ کے زمانے اور نزول قرآن کے وقت کا بھی بیان کر دیا ہے درحقیقت ایک گہلی اور عمومی مفہوم کو ایک واضح عملی مثال سے بیان کیا گیا ہے کیونکہ گھوڑا آج کے میدان جنگ میں ٹینکوں، بکتر بند گاڑیوں، ہوائی جہازوں اور ہیلی کاپٹروں کے ہوتے ہوئے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا لیکن اُس زمانے میں بہادر، شجاع، جنگ جُوسپاہیوں کے لیے یہ ایک چست اور تیز رفتار ذریعہ شمار ہوتا تھا۔ (تفسیر نمونہ)

﴿۳﴾ سورہ نحل، میں گھوڑے کا تذکرہ:

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً وَيَخْلُقُ مَا

لَا تَعْلَمُونَ ۝ (سورہ نحل۔ آیت ۸)

ترجمہ: اور (اسی طرح) اس نے گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کو پیدا کیا تاکہ تم ان پر سوار ہو سکو اور وہ تمہاری زینت کا سبب بھی ہوں اور وہ (نقل و حمل کے) دیگر ذرائع پیدا کرے گا جنہیں تم نہیں جانتے۔

ارشاد ہوتا ہے: خدا نے گھوڑے، خچر اور گدھے پیدا کیے ہیں تاکہ تم ان پر سواری کر سکو اور وہ تمہاری زینت کا سبب بھی بنیں (والخيل والبغال والحمير لتركبوها وزينة)

واضح رہے کہ یہاں لفظ ”زینت“ کوئی تکلفاتی اور رسمی طور پر نہیں آیا۔ جو شخص تعلیمات قرآن سے آشنا ہے اس کے لیے اس کا مفہوم واضح ہے۔ یہ وہ زینت ہے جس کا اثر اجتماعی زندگی میں ظاہر ہوتا ہے اس حقیقت کی تہ تک پہنچنے کے لیے آپ اس شخص کی حالت کا تصور کریں کہ جس نے ایک طویل بیابانی راستے کو پایادہ طے کیا ہو اور تھکا ماندہ اپنی منزل تک پہنچا ہے۔ ایک عرصے تک کام کرنے کے قابل نہ رہا ہو اس کا موازنہ ایسے شخص سے کریں کہ سواری جس کے پاس ہو اور وہ بہت جلد اپنی منزل پر

پہنچ گیا ہو۔ اس کی قوت و توانائی اسی طرح باقی ہو، خوش و خرم ہو اور اپنے آئندہ امور کی انجام دہی کے لیے تیار ہو تو کیا یہ زینت نہیں ہے؟۔ (تفسیر نمونہ)

﴿۴﴾ سورہ بنی اسرائیل میں گھوڑے کا تذکرہ:

وَاسْتَفْزِزْ مَنْ اسْتَطَاعْتَ مِنْهُم بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمْ  
بِخَيْبِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكُهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدَّهُمْ  
وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا (سورہ بنی اسرائیل - آیت ۶۴)

ترجمہ: ”ان میں سے جس پر تیرا بس چلے اسے آواز دے کر ابھار اور اپنے سوار اور پیادہ لشکر کو ان پر لگا دے اور مال اور اولاد میں ان کے ساتھ شریک ہو اور ان سے (جھوٹے) وعدے کر لیکن شیطان کا وعدہ سوائے جھوٹ اور فریب کے کچھ نہیں ہے۔“

جاہرا بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ مکے میں ایک شخص اپنے گھوڑے پہ پھرا کرتا تھا اور جب جناب رسول خدا کے سامنے آتا تھا تو کہتا تھا کہ یا محمد میں تم کو اسی گھوڑے پر سوار ہو کر قتل کروں گا اور حضرت اس سے یہی فرمایا کرتے تھے انشاء اللہ تو اسی گھوڑے پر سوار ہوگا اور میں تجھے قتل کروں گا۔ پس اس نابکار نے جنگ احد میں حضرت کے قتل کا قصد کیا اور قریب آ پہنچا تو حضرت نے ایک حربہ اس کے لگایا ظاہر میں تو اس کا زخم کچھ زیادہ گہرا نہ تھا لیکن اس کو ایسا صدمہ پہنچا کہ اس نے فریاد کی ”التار التار“ یعنی جلتا ہوں اس کے بعد وہ اسی وقت اپنے گھوڑے سے گرا اور واصل جہنم ہوا۔

(”نفحات الریاحین فی احوال سیدنا خاتم النبیین“ صفحہ ۱۱۸)

﴿۵﴾ سورہ ”ص“ میں گھوڑے کا تذکرہ:

تفسیر نمونہ میں تفسیر سورہ ”ص“

۳۱۔ اِنْ عَرِضَ عَلَیْهِ بِالْعِشِيِّ الصِّفْنُ الْجَيَادُ ۝

۳۲۔ فَقَالَ اِنِّیْ اَجَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنِ ذِکْرِ رَبِّیْ حَتّٰی تَوَارَثَ  
بِالْحِجَابِ ۝

۳۳۔ رُدُّوْهَا عَلَیَّ ۝ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْاَعْنَاقِ ۝

(سورہ ص۔ آیت ۳۰ تا ۳۳)

ترجمہ:

۳۰۔ ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا، کیا ہی اچھا بندہ تھا کیونکہ وہ ہمیشہ اللہ کی طرف بازگشت کرتا تھا۔ (اور اس کی یاد میں رہتا تھا)۔

۳۱۔ وہ وقت یاد کر جب وقتِ عصر انہوں نے چابک اور تیز رفتار گھوڑے اس کے سامنے پیش کیے۔

۳۲۔ تو اس نے کہا: ان گھوڑوں کو میں اپنے رب کی خاطر پسند کرتا ہوں (میں چاہتا ہوں کہ جہاد میں ان سے کام لوں اور وہ اسی طرح انھیں دیکھتا رہا)۔ یہاں تک کہ وہ اس کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔

۳۳۔ (وہ اس قدر جاذبِ نظر تھے کہ اس نے کہا کہ) انھیں دوبارہ لاؤ اور پھر اس نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرا (اور ان پر نوازش کی)۔ (تفسیر نمونہ)

سلیمانؑ اپنی فوجی طاقت کا مظاہرہ دیکھتے ہیں:

ان آیات میں بھی حضرت داؤد کے بارے میں گفتگو جاری ہے۔ پہلی آیت میں انھیں سلیمان جیسا با شرف بیٹا عطا فرمانے کی خبر دی گئی ہے کہ جو ان کی حکومت و رسالت کو باقی و جاری رکھنے والے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے: ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا، کیا ہی اچھا بندہ تھا کیونکہ وہ ہمیشہ دامنِ خدا کی طرف اور آغوشِ حق کی طرف لوٹتا تھا

(ووهبنا لداؤد سلیمان نعم العبدانہ اولاب)

یہ تعبیر حضرت سلیمان کے عظیم مرتبے کی ترجمان ہے۔ شاید یہ ان بے بنیاد اور فتنج تہمتوں کی تردید کے لیے ہے کہ جو زوجہ اور یا سے حضرت سلیمان کے تولد کے بارے میں تحریف شدہ تواریخ میں آئی ہیں اور نزول قرآن کے زمانے میں وہ تہمتیں اسی طرح عام تھیں۔

ایک تو ”وہبنا“ (ہم نے بخشا) فرمایا پھر ”نعم العبد“ (کیا ہی اچھا بندہ ہے) کہہ کر تعریف کی نیز ”انہ اواب“ (وہ شخص جو ہمیشہ فرمان و اطاعت الہی کی طرف لپکتا ہے اور ذرہ بھر بھی لغزش ہو جائے تو توبہ کرتا ہے) کہہ کر ستائش کی گئی۔ یہ سب باتیں اس عظیم نبی کے بلند مرتبے کی غماض ہیں۔

”انہ اواب“ بالکل وہی تعبیر ہے جو اسی سورہ کی آیت ۷۱ میں ان کے باپ حضرت داؤد کے لیے آئی ہے۔

”اواب“ مبالغے کا صیغہ ہے اور اس کے معنی ہیں ”بہت زیادہ بازگشت کرنے والا“ اور اس میں کوئی شرط بھی نہیں ہے۔ اگر اس مفہوم کی طرف توجہ کی جائے تو اطاعت فرمان الہی کی طرف بازگشت، حق و عدالت کی طرف بازگشت اور غفلت و ترک اولیٰ سے بازگشت سب معانی اس میں شامل ہو سکتے ہیں۔

اگلی آیت میں حضرت سلیمان کے گھوڑوں کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ اس کے متعلق مختلف تفسیریں بیان کی گئی ہیں۔ بعض جاہل اور بے خبر لوگوں کی طرف سے بھی ہیں کہ جو نہایت تکلیف دہ ہیں اور عقلی معیار کے خلاف ہیں۔ ان لوگوں نے ایسی ایسی باتیں کی ہیں کہ جو ایک عام انسان کے بھی شایان شان نہیں ہیں چہ جائیکہ ان کی نسبت حضرت سلیمان جیسے عظیم المرتبت نبی کی طرف دی جائے تاہم محققین نے عقلی و نقلی دلائل سے ایسی تفسیروں کا راستہ بند کر دیا ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم مختلف احتمالات کا جائزہ لیں آیات کی تفسیر اس کے لیے ضروری ہے



مطابق یا ظاہر ترین احتمالات کے مطابق پیش کرتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ جو ناروا نسبتیں دی جاتی ہیں ان کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں بلکہ لوگوں نے پہلے فیصلے کیے پھر لا کر انھیں قرآن پر ٹھونس دیا۔

قرآن کہتا ہے: وہ وقت یاد کر جب وقتِ عصر چا بک اور تیز رفتار گھوڑے اس (سلیمان) کے حضور پیش کیے گئے (اذ عرض علیہ بالعشی الصافنات الجیاد)۔

”صافنات“ ”صافنۃ“ کی جمع ہے۔ جیسا کہ بہت سے مفسرین اور اربابِ باغ و نعلکھا ہے ”صافنات“ ایسے گھوڑوں کو کہا جاتا ہے کہ جو کھڑے ہوتے وقت دو انگلیں اور ایک پچھلے پاؤں پر کھڑے ہوتے ہیں اور ایک پچھلا پاؤں کچھ بلند کیے رہتے ہیں اور صرف سُم کی نوک زمین پر رکھتے ہیں اور یہ چا بک اور تیز رفتار گھوڑوں کی خاص حالت ہے کہ جو ہر وقت چلنے کو تیار ہوتے ہیں۔

”جیاد“ ”جواد“ کی جمع ہے یہاں یہ لفظ سربِ الحُرکت اور تیز رفتار گھوڑوں کے معنی میں ہے۔ دراصل یہ لفظ ”جوؤ“ (بخشش) کے ماڈے سے لیا گیا ہے۔ البتہ یہ لفظ انسان کے لیے ہو تو مال بخشنے کے معنی میں ہے اور گھوڑے کے لیے ہو تو تیز رفتاری کے معنی میں ہے۔ گویا مذکورہ گھوڑے جب کھڑے بھی ہوتے تھے تو چلنے کے لیے اپنی آمادگی ظاہر کرتے تھے اور جب چلتے تھے تو تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتے تھے۔

اس آیت میں موجود مختلف قرآن سے مجموعی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک روز حضرت سلیمان اپنے تیز رفتار گھوڑوں کا معائنہ کر رہے تھے کہ جنھیں میدانِ جہاد کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ عصر کا وقت تھا۔ مامورین مذکورہ گھوڑوں کے ساتھ مارچ کرتے ہوئے ان کے سامنے سے گزر رہے تھے۔

اس زمانے میں لشکر کے اہم ترین وسائل میں سے تیز رفتار گھوڑے تھے لہذا حضرت سلیمان کا مقام ذکر کرنے کے بعد نمونے کے طور پر گھوڑوں کا ذکر آیا ہے۔

اس موقع پر یہ واضح کرنے کے لیے کہ طاقتور گھوڑوں سے ان کا لگاؤ دنیا پرستی کی وجہ سے نہیں جناب سلیمان نے کہا: ”ان گھوڑوں کو میں اپنے رب کی یاد اور اس کے حکم کی بنا پر پسند کرتا ہوں“ میں چاہتا ہوں کہ ان سے دشمنوں کے خلاف جہاد میں کامیابوں (فقال انی اجبت حب الخیر عن ذکر ربی)۔

عربوں کا معمول ہے کہ وہ ”خیل“ (گھوڑا) کو ”خیر“ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں پیغمبر گرامی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا ہے:

الخیر معقود بنواصی الخیل الی یوم القیامۃ

خیر اور بھلائی قیامت تک کے لیے گھوڑے کی پیشانی کے ساتھ باندھ دی گئی ہے۔ سلیمان کہ جو دشمن کے خلاف جہاد کے لیے آمادہ ان تیز رفتار گھوڑوں کا معائنہ کر رہے تھے بہت خوش ہوئے۔ آپ انھیں یوں دیکھ رہے تھے کہ نظریں ان پر جم کر رہ گئیں ”یہاں تک کہ وہ ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئے“ (حتی توارت بالحباب)

یہ منظر نہایت دلکش اور عمدہ تھا اور حضرت سلیمان جیسے عظیم فرماں روا کے لیے نشاط انگیز تھا۔ آپ نے حکم دیا ”ان گھوڑوں کو واپس میرے پاس لاؤ“ (ردتوا علی)۔

جب مامورین نے اس حکم کی اطاعت کی اور گھوڑوں کو واپس لائے تو سلیمان نے خود ذاتی طور پر ان پر نوازش اور ”ان کی پنڈلیوں اور گردنوں کو تھپتھپایا اور ہاتھ پھیرا“ (فطفق مسحاً بالسوق والاعناق)۔

یوں آپ نے ان کی پرورش کرنے والوں کی بھی تشویق اور قدر دانی کی۔ معمول

ہے کہ جب کسی سواری کی قدر دانی کی جاتی ہے تو اس کے سر، چہرے، گردن یا اس کی

سے انسان اپنے بلند مقاصد میں مدد لیتا ہے لہذا حضرت سلیمانؑ جیسے عظیم نبی کا ایسا کرنا کوئی تعجب انگیز نہیں۔

”طفق“ (کہ جو نحو یوں کی اصطلاح کے مطابق افعالِ مقاربہ میں سے ہے) کسی کام کو شروع کرنے کے معنی میں ہے۔ ”سوق“ جمع ہے ”ساق“ کی (پنڈلی کے معنی میں) اور ”اعناق“ جمع ہے ”عنق“ کی (گردن کے معنی میں) پورے جملے کا معنی یہ ہے: سلیمان نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرا اور ان سے نوازش کرنا شروع کیا۔ ان آیات کی تفسیر کے بارے میں جو کچھ سطور بالا میں کہا گیا ہے یہ بعض مفسرین سے ہم آہنگ ہے۔ بزرگانِ شیعہ میں سے عالمِ نامدار و بزرگوار سید مرتضیٰ کے کلمات سے بھی اس تفسیر کے ایک حصے کا استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب ”تنزیہ الانبیاء“ میں بعض مفسرین اور اربابِ حدیث کی جانب سے حضرت سلیمانؑ کی طرف دی جانے والی ناروانسبتوں کی نفی کرتے ہوئے لکھا ہے:

کیسے ممکن ہے کہ اللہ پہلے تو اس پیغمبر کی مدح و ثنا کرے اور پھر ساتھ ہی اس کی طرف اس بُرے کام کی نسبت دے کہ وہ گھوڑوں کا نظارہ کرنے میں یوں محو ہوئے کہ نماز بھول گئے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ گھوڑوں سے بھی ان کا لگاؤ حکم پروردگار سے تھا کیونکہ اللہ ہمیں بھی حکم دیتا ہے کہ گھوڑے پالیں اور دشمنوں کے خلاف جنگ کے لیے انھیں آمادہ رکھیں لہذا کیا مانع ہے کہ اللہ کا نبی بھی ایسا ہی ہو۔

علامہ مجلسی مرحوم نے بحار الانوار کی کتابِ نبوت میں مذکورہ بالا آیات کی تفسیر کے بارے میں مختلف باتیں کی ہیں جن میں سے بعض ہماری محررہ بالا تفسیر کے نزدیک ہیں۔ بہر حال اس تفسیر کے مطابق سلیمان سے نہ تو کوئی گناہ سرزد ہوا ہے اور نہ ہی آیات

پڑے۔

بعض مفسرین نے ایک اور تفسیر کی ہے اب ہم اسے پیش کرتے ہیں۔

زیادہ مشہور یہ ہے کہ ”تواریت“ اور ”ردّوہا“ کی ضمیریں ”شمس“ (سورج) کی طرف لوٹی ہیں کہ جو عبارت میں مذکور نہیں ہے لیکن زیر بحث آیات میں لفظ ”عشی“ (وقتِ عصر) آیا ہے اس سے یہ استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح سے آیات کا مفہوم یہ ہوگا کہ سلیمانؑ گھوڑوں کو دیکھنے میں منہمک تھے کہ سورج نے اپنا سرافقِ مغرب میں رکھ دیا اور حجابِ مغرب میں پنہاں ہو گیا۔ سلیمانؑ اپنی نمازِ عصر کھوجانے سے بہت پریشان ہو گئے۔ وہ پکارے: اے پروردگار کے فرشتو! سورج کو میرے لیے لوٹا دو۔ سلیمانؑ کا یہ تقاضا پورا ہوا اور سورج پلٹ آیا۔ حضرت سلیمانؑ نے وضو کیا (پنڈلی اور گردن پر ہاتھ پھیرنے سے مراد وضو کے دوران میں مسح کرنا ہے کہ جو حضرت سلیمانؑ کے مذہب میں تھا، البتہ کبھی لفظ مسح عربی زبان میں دھونے کے معنی میں بھی آتا ہے) پھر انہوں نے اپنی نماز ادا کی۔

بعض نا آگاہ اور بے شعور اس سے بھی تجاوز کر گئے ہیں۔ انہوں نے ایک فتیح تہمت اس عظیم نبی پر لگائی ہے وہ کہتے ہیں کہ ”طلق مسحا بالسوق والاعناق“ سے مراد یہ ہے کہ سلیمان نے حکم دیا کہ تلوار کے ساتھ گھوڑوں کی پنڈلیاں اور گردنیں کاٹ دی جائیں یا خود یہ کام انجام دیا کیونکہ وہ گھوڑے یا خدا سے غفلت اور نماز کی فراموشی کا سبب بنے تھے۔

اس آخری گفتگو کا ابطال تو کسی سے مخفی نہیں کیونکہ اس میں گھوڑوں کا تو کوئی قصور نہ تھا کہ انہیں تہ تیغ کیا جاتا اگر گناہ تھا تو خود سلیمانؑ کا تھا جو گھوڑوں کا نظارہ کرتے کرتے ان میں منہمک ہو گئے اور باقی سب کچھ بھول گئے۔ علاوہ ازیں گھوڑوں کو مار ڈالنا ظلم بھی ہے اور اسراف بھی۔ لہذا کیسے ممکن ہے کہ ایسا ناروا عمل ایک نبی سے سرزد ہو۔ لہذا

اسلامی کتب میں اس ضمن میں آنے والی روایات میں حضرت سلیمانؑ کی طرف اس نسبت کی شدت سے نفی کی گئی ہے۔

رہی دوسری تفسیر کہ جس میں نماز عصر سے غفلت کی بات کی گئی ہے اس سے بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک معصوم نبی اپنی واجب ذمے داری کو بھول جائے؟ اگرچہ گھوڑوں کا معائنہ بھی ان کی ایک ذمے داری تھی۔

بعض نے کہا ہے کہ وہ مستحب نماز تھی کہ جسے چھوڑ دینے میں کوئی حرج نہ تھا لیکن ہم کہتے ہیں کہ نماز نافلہ کے لیے سورج پلٹانے کی ضرورت نہ تھی۔

علاوہ ازیں اس تفسیر میں کچھ دیگر اشکالات اور اعتراضات بھی ہیں، مثلاً:

۱۔ لفظ ”شمس“ آیات میں صراحت کے ساتھ نہیں آیا جبکہ ”الصافات الجیاد“ (تیز رفتار گھوڑے) صراحت کے ساتھ مذکور ہے لہذا زیادہ مناسب یہی ہے کہ ضمیریں اسی چیز کی طرف لوٹیں جو صراحت کے ساتھ آیات میں موجود ہے۔

۲۔ ”عن ذکر ربی“ کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ ان گھوڑوں کی محبت یا خدا اور اس کے فرمان کے باعث ہے جبکہ آخری تفسیر کے مطابق لفظ ”عن علی“ کے معنی میں ہے۔ یعنی میں نے گھوڑوں کی محبت کو اپنے رب کی محبت پر ترجیح دی اور یہ معنی خلاف ظاہر ہے (غور کیجیے گا)

۳۔ سب سے زیادہ تعجب خیز یہ ہے کہ ”وہا علی“ (انھیں میری طرف لوٹا دو) اس میں حکمیہ لب و لہجہ ہے۔ کیا ممکن ہے کہ سلیمانؑ اللہ تعالیٰ یا اس کے فرشتوں سے اس لہجہ میں خطاب کرتے ہوئے کہیں کہ سورج میری طرف پلٹا دیں۔

۴۔ سورج پلٹنے کا مسئلہ اگرچہ قدرتِ خدا کے لیے محال نہیں ہے تاہم واضح طور پر بہت سے مسائل اس سے وابستہ ہیں اور جب تک واضح دلیل موجود نہ ہو اسے قبول

نہیں کیا جاسکتا۔

۵۔ زیر بحث آیات کا آغاز حضرت سلیمانؑ کی مدح و تمجید سے ہوتا ہے جبکہ زیر نظر تفسیر کے مطابق ان آیات کا اختتام آپؐ کی مذمت پر ہوتا ہے۔

۶۔ اگر واجب نماز ترک ہوئی ہے تو اس کی توجیہ مشکل ہے اور اگر نافلہ نماز ترک ہوئی ہے تو پھر سورج پلٹانے کی کیا ضرورت تھی؟

یہاں ایک سوال باقی رہ گیا ہے اور وہ یہ کہ یہ تفسیر کتب احادیث میں متعدد روایات میں نظر آتی ہے لیکن اگر ان روایات کی اسناد کا ہم بغور جائزہ لیں اور ان کی تحقیق کریں تو ہم تصدیق کریں گے کہ ان میں سے کسی ایک کی سند بھی معتبر نہیں۔ زیادہ تر روایات مرسلہ ہیں۔ کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ ان غیر معتبر روایات سے صرف نظر کیا جائے اور اس کا علم ہم اس کے اہل کے ذمے رہنے دیں اور پہلے سے فیصلہ کیے بغیر آیات سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے اسی کو انتخاب کریں اور یوں مختلف اشکالات سے آسودہ خاطر بھی رہیں۔

تفہیم القرآن اور سورہ ”ص“ میں گھوڑے کا تذکرہ:

کَتَبَ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكًا لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو  
الْأَلْبَابِ ۲۹ وَوَهَبْنَا لِذَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۳۰  
إِذْ عَرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّفِينُ الْجِيَادُ ۳۱ فَقَالَ إِنِّي  
أَجَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارَتْ  
بِالْحِجَابِ ۳۲ رُدُّوْهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ  
وَالْأَعْنَاقِ ۳۳

یہ ایک بڑی برکت والی کتاب ہے جو (اے محمدؐ) ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل و فکر رکھنے والے اس سے سبق لیں۔

اور داؤدؑ کو ہم نے سلیمانؑ (جیسا بیٹا) عطا کیا بہترین بندہ، کثرت سے اپنے رب

کی طرف رجوع کرنے والا۔ قابل ذکر ہے وہ موقع جب شام کے وقت اس کے سامنے خوب سدھے ہوئے تیز رو گھوڑے پیش کئے گئے تو اس نے کہا ”میں نے اس مال کی محبت اپنے رب کی یاد کی وجہ سے اختیار کی ہے۔“ یہاں تک کہ جب وہ گھوڑے نگاہ سے اوجھل ہو گئے تو (اس نے حکم دیا کہ) انہیں میرے پاس واپس لاؤ، پھر لگا ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے۔

برکت کے لغوی معنی ہیں ”افزائش خیر و سعادت“۔ قرآن مجید کو برکت والی کتاب کہنے کے معنی یہ ہیں کہ یہ انسان کے لیے نہایت مفید کتاب ہے، اُس کی زندگی کو درست کرنے کے لیے بہترین ہدایات دیتی ہے، اس کی پیروی میں آدمی کا نفع ہی نفع ہے، نقصان کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

اصل الفاظ ہیں الصَّافِنَاتُ الْجَيَّادُ۔ اس سے مراد ایسے گھوڑے ہیں جو کھڑے ہوں تو نہایت سکون کے ساتھ کھڑے رہیں، کوئی اچھل کود نہ کریں اور جب دوڑیں تو نہایت تیز دوڑیں۔

اصل میں لفظ خیر استعمال ہوا ہے جو عربی زبان میں مال کثیر کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، اور گھوڑوں کے لیے بھی مجازاً استعمال کیا جاتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان گھوڑوں کو چونکہ راہِ خدا میں جہاد کے لیے رکھا تھا اس لیے انہوں نے ”خیر“ کے لفظ سے ان کو تعبیر فرمایا۔

ان آیات کے ترجمے اور تفسیر میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے۔ ایک گروہ ان کا مطلب یہ بیان کرتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کے معائنے اور ان کی دوڑ کے ملاحظہ میں اس قدر مشغول ہوئے کہ نماز عصر بھول گئے یا بقول بعض اپنا کوئی خاص وظیفہ پڑھنا بھول گئے جو وہ عصر و مغرب کے درمیان پڑھا کرتے تھے، یہاں تک کہ سورج چھپ گیا۔ تب انہوں نے حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو

واپس لاؤ اور جب وہ واپس آئے تو حضرت سلیمانؑ نے تلوار لے کر ان کو کاٹا، یا بالفاظِ دیگر اللہ کے لیے اُن کو قربان کرنا شروع کر دیا کیونکہ وہ ذکر الہی سے غفلت کے موجب بن گئے تھے۔ اس مطلب کے لحاظ سے ان آیات کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے ”تو اس نے کہا، میں نے اس مال کی محبت کو ایسا پسند کیا کہ اپنے رب کی یاد (نمازِ عصر یا وظیفہ خاص) سے غافل ہو گیا، یہاں تک کہ (سورج پر وہ مغرب میں) چھپ گیا۔ (پھر اس نے حکم دیا کہ) واپس لاؤ ان (گھوڑوں) کو (اور جب وہ واپس آئے) تو لگا اُن کی پنڈلیوں اور گردنوں پر (تلوار کے) ہاتھ چلانے“ یہ تفسیر اگرچہ بعض اکابر مفسرین نے کی ہے لیکن یہ اس وجہ سے قابلِ ترجیح نہیں ہے کہ اس میں مفسر کو تین باتیں اپنی طرف سے بڑھانی پڑتی ہیں جن کا کوئی ماخذ نہیں ہے۔ اولاً وہ فرض کرتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی نمازِ عصر اس شغل میں چھوٹ گئی یا ان کا کوئی خاص وظیفہ چھوٹ گیا جو وہ اس وقت پڑھا کرتے تھے۔ حالانکہ قرآن کے الفاظ صرف یہ ہیں، اِنِّیْ اَجَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ۔ ان الفاظ کا ترجمہ یہ تو کیا جاسکتا ہے کہ ”میں نے اس مال کو اتنا پسند کیا کہ اپنے رب کی یاد سے غافل ہو گیا“، لیکن ان میں نمازِ عصر یا کوئی خاص وظیفہ مراد لینے کے لیے کوئی قرینہ نہیں ہے۔ ثانیاً وہ یہ بھی فرض کرتا ہے کہ سورج چھپ گیا حالانکہ وہاں سورج کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ کے الفاظ پڑھ کر آدمی کا ذہن بلا تامل الصّٰفِنَاکَ الْجِیَادِ کی طرف پھرتا ہے جن کا ذکر کچھلی آیت میں ہو چکا ہے۔ ثالثاً وہ یہ بھی فرض کرتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر خالی مسخ نہیں کیا بلکہ تلوار سے مسخ کیا، حالانکہ قرآن میں مَسْحًا بِالسَّیْفِ کے الفاظ نہیں ہیں اور کوئی قرینہ بھی ایسا موجود نہیں ہے جس کی بنا پر مسخ سے مسخ بالسَّیْفِ مراد لیا جاسکے۔ ہمیں اس طریقِ تفسیر سے اصولی اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک قرآن کے الفاظ سے زائد کوئی مطلب لینا چارہی صورتوں میں درست ہو سکتا ہے مگر قرآن



ہی کی عبارت میں اس کے لیے کوئی قرینہ موجود ہو یا قرآن میں کسی دوسرے مقام پر اس کی طرف کوئی اشارہ ہو یا کسی صحیح حدیث میں اس اجمال کی شرح ملتی ہو یا اس کا اور کوئی قابل اعتبار ماخذ ہو، مثلاً تاریخ کا معاملہ ہے تو تاریخ میں اس اجمال کی تفصیلات ملتی ہوں آثار کائنات کا ذکر ہے تو مستند علمی تحقیقات سے اس کی تشریح ہو رہی ہو اور احکام شرعیہ کا معاملہ ہے تو فقہ اسلامی کے ماخذ اس کی وضاحت کر رہے ہوں۔ جہاں ان میں سے کوئی چیز بھی نہ ہو وہاں محض بطور خود ایک قصہ تصنیف کر کے قرآن کی عبارت میں شامل کر دینا ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے۔

ایک گروہ نے مذکورہ بالا ترجمہ و تفسیر سے تھوڑا سا اختلاف کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حَتَّى تَوَازَّتَ بِالْحِجَابِ اور زُئِدُوْهَا عَلٰی، دونوں کی ضمیر سورج ہی کی طرف پھرتی ہیں۔ یعنی جب نماز عصر فوت ہوگئی اور سورج پردہ مغرب میں چھپ گیا تو حضرت سلیمانؑ نے کارکنان قضا و قدر سے کہا کہ پھیر لاؤ سورج کو تاکہ عصر کا وقت واپس آجائے اور میں نماز ادا کر لوں، چنانچہ سورج پلٹ آیا اور انہوں نے نماز پڑھ لی لیکن یہ تفسیر اوپر والی تفسیر سے بھی زیادہ ناقابل قبول ہے اس لیے نہیں کہ اللہ تعالیٰ سورج کو واپس لانے پر قادر نہیں ہے بلکہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا قطعاً کوئی ذکر نہیں فرمایا ہے، حالانکہ حضرت سلیمانؑ کے لیے اتنا بڑا معجزہ صادر ہوا ہوتا تو وہ ضرور قابل ذکر ہونا چاہیے تھا اور اس لیے بھی کہ سورج کا غروب ہو کر پلٹ آنا ایسا غیر معمولی واقعہ ہے کہ اگر وہ درحقیقت پیش آیا ہوتا تو دنیا کی تاریخ اس کے ذکر سے ہرگز خالی نہ رہتی۔ اس تفسیر کی تائید میں یہ حضرات بعض احادیث بھی پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ سورج کا غروب ہو کر دوبارہ پلٹ آنا ایک ہی دفعہ کا واقعہ نہیں ہے بلکہ یہ کئی دفعہ پیش آیا ہے۔ قصہ معراج میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سورج کے واپس لائے جانے کا ذکر ہے۔ غزوہ خندق کے موقع پر بھی حضورؐ کے لیے وہ

واپس لایا گیا اور حضرت علیؑ کے لیے بھی جبکہ حضورؐ ان کی گود میں سر رکھے سو رہے تھے اور ان کی نماز عصر قضا ہو گئی تھی، حضورؐ نے سورج کی واپسی کی دعا فرمائی تھی اور وہ پلٹ آیا تھا لیکن ان روایات سے استدلال اُس تفسیر سے بھی زیادہ کمزور ہے جس کی تائید کے لیے انہیں پیش کیا گیا ہے۔

مفسرین کا تیسرا گروہ ان آیات کا وہی مفہوم لیتا ہے جو ایک خالی الذہن آدمی اس کے الفاظ پڑھ کر اس سے سمجھ سکتا ہے۔ اس تفسیر کے مطابق واقعہ بس اس قدر ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے جب اعلیٰ درجے کے اصیل گھوڑوں کا ایک دستہ پیش کیا گیا تو انہوں نے فرمایا، یہ مال مجھے کچھ اپنی بڑائی کی غرض سے یا اپنے نفس کی خاطر محبوب نہیں ہے بلکہ ان چیزوں سے دلچسپی کو میں اپنے رب کا کلمہ بلند کرنے کے لیے پسند کرتا ہوں پھر انہوں نے ان گھوڑوں کی دوڑ کرائی یہاں تک کہ وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے اُن کو واپس طلب فرمایا اور جب وہ آئے تو بقول ابن عباس جعل یمسح اعراف الخیل و عراقیبها حُبًّا لہا، ”حضرت اُن کی گردنوں پر اور ان کی پنڈلیوں پر محبت سے ہاتھ پھیرنے لگے۔“

یہی تفسیر ہمارے نزدیک صحیح ہے کیونکہ یہ قرآن مجید کے الفاظ سے پوری مطابقت رکھتی ہے اور مطلب کی تکمیل کے لیے اس میں ایسی کوئی بات بڑھانی نہیں پڑتی جو نہ قرآن میں ہونے کسی صحیح حدیث میں اور نہ بنی اسرائیل کی تاریخ میں۔

یہ بات بھی اس موقع پر نگاہ میں رہنی چاہیے کہ اس واقعے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کے حق میں ذِئْبِ الْعَبْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ (بہترین بندہ) اپنے رب کی طرف کثرت سے رجوع کرنے والا کے تعریفی کلمات ارشاد فرمانے کے معا بعد کیا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مقصود دراصل یہ بتانا ہے کہ دیکھو وہ ہمارا ایسا اچھا بندہ تھا، بادشاہی کا سر و سامان اُس کو دنیا کی خاطر نہیں بلکہ ہماری خاطر پسند تھا، اپنے

شاندار رسالے کو دیکھ کر دنیا پرست فرمانرواؤں کی طرح اس نے ڈینگیں نہ ماریں بلکہ اُس وقت بھی ہم ہی اُسے یاد آئے۔ (تفہیم القرآن۔ مولانا مودودی)

حضرت سلیمانؑ کے گھوڑے:

علامہ سید محمد رضی مجتہد لکھتے ہیں۔

اسی سلسلے میں ”فرس“ کی بحث میں حضرت سلیمان بن داؤد کا بھی ذکر کیا جاتا ہے تاکہ مزید دلچسپی کا باعث ہو۔ (سورہ ص) میں حضرت سلیمان کا ذکر کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا ہے اِذْ عَرَضَ عَلَيْهِ بِالْغَيْشِ الصَّفِينَةَ الْجِيَادُ ۝ فَقَالَ اِنِّي اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝ رُدُّوْهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْاَعْنَاقِ ۝ (سورہ ص آیت ۳۱ تا ۳۳)

(اتفاقاً ایک مرتبہ سہ پہر کو) خاصے کے اصیل گھوڑے سلیمان کے سامنے پیش کیے گئے کہ ان کے دیکھنے میں اس قدر مشغول ہو گئے کہ نوافل میں تاخیر ہو گئی پھر جب یاد آیا تو بولے کہ میں نے اپنے پروردگار کی یاد پر مال کی محبت کو ترجیح دی یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ اُس وقت سلیمان نے کہا کہ اچھا ان گھوڑوں کو واپس لاؤ (اور جب وہ واپس آ گئے) تو (تاخیر نوافل کے کفارے میں) گھوڑوں کی ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے (کاٹنے) لگے۔ ”جواد“ ہر دوڑنے والے گھوڑے کو کہتے ہیں ”جیاد“ اس کی جمع ہے ”صافنات“ ان گھوڑوں کو کہتے ہیں جو بندھے رہنے کی حالت میں تین ٹانگوں پر کھڑے رہتے ہیں اور ایک سُم کا صرف سرازین سے لگا رہتا ہے۔ یہ اصیل گھوڑوں کی علامت سمجھی جاتی ہے۔

علامہ محسن فیضؒ تفسیر صافی میں لکھتے ہیں ”اِذْ عَرَضَ عَلَيْهِ بِالْغَيْشِ“ یعنی بعد

ظہر۔ فَقَالَ اِنِّي اَحْبَبْتُ۔ یہ ظہر کے وقت کا واقعہ ہے جب کچھ گھوڑے حضرت

سلیمانؑ کے سامنے پیش کئے گئے تھے۔ صافن اُس گھوڑے کو کہتے ہیں جو تین ٹانگوں پر

پھیلی ایک ٹانگ کے کنارے پر اور بقیہ تین ٹانگوں پر کھڑا ہوتا ہے جبکہ وہ بندھا ہو اور یہ گھوڑے کی بہت اچھی صفت سمجھی جاتی ہے۔

”جیاد“ جواد کی جمع ہے اور یہ اُس گھوڑے کو کہا جاتا ہے جو تیز رفتار ہو اور بعض کے نزدیک ”جید“ کی جمع ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ ”أَحْبَبْتُ“ کا تعدیہ اصل میں تو علی کے ساتھ آیا ہے یعنی اس جگہ یوں ہونا چاہیے تھا کہ ”أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَلَىٰ ذِكْرِ رَبِّي“ مگر یہاں ”عَنْ ذِكْرِ رَبِّي“ ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ یہاں أَحْبَبْتُ قائم مقام ”أَنْبَبْتُ“ کے ہے جس کا تعدیہ ”عَنْ“ کے ساتھ لایا جانا ہے اور بعض مفسروں کا خیال ہے کہ ”أَحْبَبْتُ تَقَاعَدْتُ“ کے ہم معنی ہے۔ ”خیر“ سے مراد ”مال کثیر“ ہے اور یہاں مُرَادُ گھوڑے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ گھوڑے کی پیشانی سے نیکی وابستہ ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ ایک روز حضرت سلیمانؑ کے سامنے شام کے وقت کچھ گھوڑے پیش کئے گئے تو وہ اُن کے دیکھنے میں اس قدر منہمک ہو گئے کہ سورج غروب ہو گیا۔ اُس وقت اُنہوں نے فرشتوں سے کہا کہ سورج کو میرے لئے پلٹا دو تا کہ میں نماز پڑھ لوں (وقت کے اندر) فرشتوں نے فوراً اسے پلٹا دیا۔ اُس کے سلیمانؑ کھڑے ہو گئے۔ اپنی پنڈلیوں اور گردن پر مسح کیا۔ اور اپنے اصحاب میں سب کو یہی حکم دیا۔ پھر سلیمانؑ اور اُن کے اصحاب نے نماز ادا کی۔ جب فارغ ہو چکے تو سورج غروب ہو گیا اور ستارے نکل آئے۔

کتاب ”المجمع“ میں امیر المؤمنین سے روایت ہے کہ جس ذکرِ الہی کا یہاں ذکر ہے اُس سے مُرَاد نمازِ عصر ہے۔ پھر کہا ہے کہ ہمارے مفسروں نے بہت سی روایتیں ایسی بھی نقل کی ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ اول وقت نماز کی فضیلت کا وقت چلا گیا تھا۔

الکافی اور الفقیہ میں امام محمد باقرؑ سے روایت ہے۔ جب آپ سے دریافت کیا گیا

کہ ”إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّرْقُومًا“ کا کیا مطلب ہے تو آپ نے فرمایا کہ ”مفروضاً“ مراد ہے اور نماز کی فرضیت کسی وقت کے ساتھ اس طرح مخصوص نہیں ہے کہ اُس وقت کے فوت ہو جانے کے بعد پھر نماز نہ پڑھی جاسکے (اگرچہ اوقاتِ معینہ میں جان بوجھ کر نہ پڑھنا باعثِ عتاب اور گناہ ہے) مگر وقت مقرر کے فوت ہو جانے کے بعد بھی بہ تہیتِ قضا نماز ادا کی جاسکتی ہے ورنہ اگر قضا ممکن نہ ہو سکتی ہو تو اس نماز کے فوت ہو جانے کے بعد مسلمان ہلاک ہو جاتے حالانکہ جب اُن کی غفلت دور ہوگئی، تو اُنہوں نے فوراً نماز ادا کر لی۔

”العلیل“ میں قریب قریب یہی لکھا ہے ”الجمع“ میں عبداللہ ابن عباس سے منقول ہے کہ میں نے ”امیر المؤمنین“ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ خود تم کو اے ابن عباس اس کی کیا تفسیر معلوم ہوئی ہے۔ میں نے عرض کی کہ مجھے کعب سے معلوم ہوا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ حضرت سلیمانؑ گھوڑوں کے دیکھنے میں مشغول ہو گئے تھے یہاں تک کہ نماز کا وقت گزر گیا تو آپ نے فرمایا کہ گھوڑوں کو میرے پاس لاؤ۔ یہ چودہ گھوڑے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے حکم دیا کہ ان کی ٹانگیں اور گردنیں کاٹ دی جائیں چنانچہ ان سب گھوڑوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ اس کی وجہ سے اللہ نے چودہ روز تک ان کی سلطنت کو سلب کر لیا تھا۔ کیونکہ اُنہوں نے گھوڑوں پر ظلم کیا۔ یہ سن کر امیر المؤمنین نے فرمایا کہ کعب جھوٹا ہے۔ واقعہ یوں تھا کہ ایک روز حضرت سلیمانؑ گھوڑوں کے دیکھنے میں مشغول ہو گئے تھے کیونکہ دشمن سے جنگ کے لیے جانا تھا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا تو انہوں نے حکم خدا کی بنا پر فرشتوں سے کہا (وہ فرشتے جو سورج پر مقرر ہیں) کہ اُسے پٹا دیں تو انہوں نے آفتاب کو پٹا دیا پھر سلیمانؑ نے نمازِ عصر کو اُس کے وقت میں پڑھ لیا۔ خدا کے پیغمبر ظلم نہیں کیا کرتے اور نہ کسی کو ظلم کرنے کا حکم دیتے ہیں اور وہ معصوم اور مطہر ہوتے ہیں۔

تفسیروں میں جو روایات لکھی جاتی ہیں وہاں مقصود صرف روایتوں کو جمع کر دینا ہوتا ہے۔ ان روایات کو ملا کر اور جمع کر کے صحیح و درست اور مناسب مطلب کو اخذ کرنا خود پڑھنے والے اور مطالعہ کرنے والے کی عقل سلیم اور فکر مستقیم پر منحصر ہے۔

العقد الفرید ج اول ص ۸۲ پر علامہ شہاب الدین احمد المعروف ابن عبد ربہ الااندلسی، مصنف کتاب لکھتے ہیں:-

(ترجمہ) جو عمدہ گھوڑے حضرت سلیمانؑ کے سامنے پیش کئے گئے تھے وہ تعداد میں ایک ہزار تھے جو انہیں حضرت داؤد کے ترکے سے ملے تھے۔ جب وہ گھوڑے سلیمانؑ کے سامنے پیش کئے گئے تو وہ ان کے دیکھنے میں ایسا مشغول ہوئے کہ صلواتِ عصر چلی گئی اور سورج غروب ہو گیا۔ اس کے بعد سلیمانؑ نے ان گھوڑوں کو قتل کر ڈالا اور صرف وہ گھوڑے بچ گئے جو ان کے سامنے نہیں پیش کئے گئے تھے پھر قبیلہ ”ازد“ کا ایک وفد آپ کے پاس حاضر ہوا اور وہ سب آپ کے رشتے دار تھے۔ انہوں نے عرض کی یا نبی اللہ! ہماری منزل بہت دور ہے۔ کچھ زادِ سفر ہمیں عطا ہوتا کہ ہم اپنی منزل تک پہنچ سکیں۔ یہ سن کر حضرت سلیمانؑ نے ان ہی گھوڑوں میں سے جو بچ گئے تھے ایک گھوڑا عنایت کیا اور فرمایا کہ جب تم کسی منزل پر اترنا تو اس پر کسی جوان کو سوار کر دینا اور تم آگ سلگانے لگنا تو تمہاری آگ روشن بھی نہ ہونے پائے گی کہ وہ جوان شکار لے آئے گا اور اس کو پکا کر سیر ہو کر کھاؤ گے کیونکہ اس گھوڑے کی رفتار کے مقابلے میں ہرن یا کسی چوپایے کی رفتار کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور یہ فوراً اسے پکڑ لے گا۔

پھر ایسا ہی ہوا کہ جب یہ لوگ کسی منزل پر اترے تو فوراً انہوں نے کسی شخص کو اس گھوڑے پر سوار کر دیا اور خود آگ جلانے لگے اور اتنے میں وہ شکار لے آیا۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تعداد ایک ہزار تھی اور وہ بڑے تیز رفتار گھوڑے تھے۔ اب ان گھوڑوں کی کچھ صفیں بھی ملاحظہ کیجئے۔

نواب صدیق حسن خاں تفسیر فتح البیان ج ۸ ص ۱۰۹ پر لکھتے ہیں۔

(ترجمہ) بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ سو گھوڑے تھے اور بعض نے ان کی تعداد بیس ہزار بتائی ہے اور کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ وہ صرف بیس گھوڑے تھے مگر ابراہیم یہی کہتے ہیں کہ وہ بیس ہزار گھوڑے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ سمندر سے نکلے تھے اور ان کے پر بھی تھے۔

صاحب فتح البیان نے اس آیت کے متعلق امام رازی کے خیالات بھی نقل کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمان کو جنگ میں جانا تھا اس لیے گھوڑوں کی ضرورت تھی۔ آپ بیٹھ کر گھوڑوں کی دوڑ کو ملاحظہ کرنے لگے اور کہنے لگے کہ میں تو ان سے محبت صرف خدا کے لئے کرتا ہوں (عن ذکور ربی) یعنی محض یاد خدا کے لئے ان سے اُلفت رکھتا ہوں۔ دوسری کوئی غرض نہیں رکھتا۔ پھر ان کو دوڑانے کا حکم دیا اور وہ اس قدر دوڑ چلے گئے کہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ پھر انہیں پلٹانے کا حکم دیا۔ جب وہ واپس آ گئے تو ان کی ٹانگوں اور گردنوں کو چھونے لگے۔ اس عمل سے حضرت سلیمان کی یہ غرض تھی کہ ان گھوڑوں کی عزت بڑھائیں نیز یہ بتائیں کہ تدبیر امور سلطنت میں آپ خود بہ نفس نفیس حصہ لیتے ہیں اور یہ بات بھی طے شدہ تھی کہ حضرت سلیمان گھوڑوں کی اچھی اور بُری صفتوں کا علم اور معرفت بھی دوسرے لوگوں سے زیادہ رکھتے تھے۔

(تفسیر ابن کثیر بر حاشیہ تفسیر فتح البیان ج ۸ ص ۲۹۵)

آیہ مذکورہ کے متعلق سفیان بن سعید کہتے ہیں کہ وہ صرف بیس پر دار گھوڑے تھے اس کے بعد لکھتے ہیں:-

(ترجمہ) ابوداؤد نے اپنی اسناد سے بیان کیا ہے۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ جناب رسالت مآب غزوہ تبوک یا غزوہ خیبر سے جب واپس تشریف لائے تو حضرت عائشہ کے گھر میں گئے۔ دیکھا کہ ان کے گھر میں طاق پر ایک پردہ پڑا ہوا ہے ہوا جو چلی تو

اُس پردے کا ایک گوشہ ہٹ گیا۔

حضورِ اکرم کی نظر اُن گڑیوں پر پڑی جو اُس طاق میں رکھی ہوئی تھیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا اے عائشہ یہ کیا چیزیں ہیں؟ انہوں نے عرض کی۔ یہ میری بیٹیاں ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آنحضرتؐ نے ان گڑیوں کے درمیان ایک گھوڑا بھی دیکھا جس کے دو پر کپڑے کے لگے ہوئے تھے (یا کاغذ کے ٹکڑوں کے) تو فرمایا کہ اے عائشہ یہ ان گڑیوں کے بیچ میں کیا چیز ہے۔ انہوں نے عرض کی یہ گھوڑا ہے۔ آنحضرتؐ نے پوچھا اس گھوڑے کے اوپر کیا ہے۔ عرض کی اس کے دو پر ہیں۔ آپ نے تعجب سے فرمایا گھوڑے کے دو پر! حضرت عائشہ بولیں۔ آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس جو گھوڑے تھے وہ پر دار تھے۔ یہ سن کر حضورؐ اس قدر زور سے ہنسے کہ آپ کی داڑھیں نمایاں ہو گئیں۔

حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے ان گھوڑوں کی پیشانی وغیرہ کے مقامات اور اُن کے سر کے بالوں پر محبت اور پیار سے دست مبارک پھیرا تھا۔ امام ابن جریر طبری بھی اسی قول کو اختیار کرتے ہیں کہ بلا وجہ جانوروں کو ایذا پہنچانا اور تکلیف دینا ممنوع ہے (جب تک اس کا کوئی شرعی جواز موجود نہ ہو) ان جانوروں کا کوئی قصور نہ تھا جو حضرت سلیمانؑ ان کو کٹوا دیتے (شہادتِ گُبرائی، ص ۱۸۵ تا ۱۹۲)۔

سورہ ”ص“ میں حضرت سلیمانؑ کے گھوڑوں کا تذکرہ

ذکرِ تنزیہِ سلیمان علیہ السلام

عمدة العلماء سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ

مسئلہ: اگر کوئی کہے کہ قولہ تعالیٰ وَوَهَبْنَا الدَّوَادَ سُلَيْمَانَ نِعَمَ الْعَبْدِ إِنَّهُ

أَوَابٌ اذْعُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّافِنَاتُ الْجِبَابُ فَقَالَ أَلَيْسَ لِي عِبَادٌ مِثْلُ بَنِي إِسْرَائِيلَ



حُبِّ الْخَيْرِ عَنِ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ رُدَّوَهَا عَلَيَّ فَنَفِيقَ  
 مَسْحاً بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ کے کیا معنی ہیں؟ کیا ان آیات کا ظاہر اس امر پر  
 دلالت نہیں کرتا کہ سلیمانؑ کو گھوڑوں کے مشاہدے اور اس مشغلے نے ذکر الہی سے  
 غافل کر دیا؟ یہاں تک کہ مروی ہے کہ حضرت کی نماز فوت ہو گئی تھی اور کہتے ہیں کہ وہ  
 عصر کی نماز تھی۔ پھر حضرت نے گھوڑوں کی کونجیں کاٹ ڈالیں اور غیظ میں آ کر ان کی  
 پنڈلیاں اور گردنیں اڑا دیں اور اس تمام فعل کا نتیجہ یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ سے فعل قبیح  
 سرزد ہوا۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ اس آیت کا ظاہر ہرگز اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ حضرت  
 سلیمانؑ سے فعل قبیح سرزد ہوا اور جو روایت کہ مقتضائے دلائل کے مخالف ہو وہ قابل  
 التفات نہیں ہوتی اگرچہ وہ ظاہر میں صحیح ہی کیوں نہ ہو اور جب روایت ضعیف اور پوچ  
 ہو اس کا تو ذکر ہی کیا ہے اور جو بات مجملہ ہمارے بیان کی موید ہے وہ یہ ہے کہ اللہ  
 تعالیٰ نے اس آیت کو حضرت سلیمانؑ کی مدح و ثنا اور تعریف سے شروع کیا ہے اور فرمایا  
 ہے۔ نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ یعنی وہ ہمارا بہت اچھا بندہ ہے اس لیے کہ وہ ہماری  
 طرف بہت ہی رجوع کرنے والا ہے اور یہ جائز نہیں ہے کہ پہلے تو ان صفات سے ان  
 کی مدح و ثنا کی جائے پھر بلا فاصلہ فعل قبیح کو ان کی طرف نسبت دی جائے اور یہ بیان  
 کیا جائے کہ گھوڑوں کے دیکھنے نے ان کو نماز کا فرض ادا کرنے سے غافل کر دیا اور ان  
 آیات کا ظاہر اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا گھوڑوں کو دوست رکھنا اور  
 ان پر شیفہ و فریفتہ ہونا اپنے پروردگار کے اذن اور حکم سے تھا۔ اور اسی نے اس امر پر  
 ان کو مامور کیا تھا اس لئے کہ اس نے ہم کو دشمنوں کے مقابلے کے لئے گھوڑوں کے  
 باندھنے اور تیار رکھنے کا حکم دیا ہے۔ پس کوئی شخص اس امر کا انکار نہیں کر سکتا کہ حضرت

سلیمان علیہ السلام کو بھی ایسا ہی حکم دیا گیا تھا اس لئے حضرت سلیمانؑ نے فرمایا انہیں

أَحَبَّبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي (کہ میں گھوڑوں کی دوستی کو ذکر پروردگار سے زیادہ دوست رکھتا ہوں) تاکہ حاضرین کو معلوم ہو جائے کہ حضرت کا گھوڑوں میں مشغول ہونا اور ان کا جائزہ لینا لہو و لعب کی راہ سے نہیں ہے۔ بلکہ وہ خدا کی طرف سے اس پر مامور اور اطاعتِ الہی میں مصروف ہیں اور حضرت سلیمانؑ نے جو فرمایا۔ اِنْسِي أَحَبَّبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) یہ کہ حضرت کی مراد یہ ہو۔ اِنْسِي أَحَبَّبْتُ حُبًّا لِعْنِي فِي دُوسْتِ رَكْهَتَا هُوں جو حق دوستی ہے۔ پھر حُب کو خیر کی طرف مضاف کر دیا۔ (یعنی دوست رکھتا ہوں۔ اچھا دوست رکھنا)۔

(۲) یہ کہ حضرت کی مراد یہ ہو۔ أَحَبَّبْتُ اتَّخَاذَ الْخَيْرِ۔ (میں گھوڑوں کے لینے کو دوست رکھتا ہوں) یہاں اتَّخَاذَ الْخَيْرِ کے عوض حُب الخیر آ گیا۔

اور قولہ تعالیٰ رُدُّوْهَا عَلَيَّ میں بقول جملہ مفسرین ہا کی ضمیر خیل یعنی گھوڑوں کی طرف پھرتی ہے اور قولہ تعالیٰ حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ میں ابو مسلم محمد بن بحر اصفہانی کا یہ قول ہے کہ اس میں ضمیر خیل کی طرف عاید ہے نہ کہ شمس کی طرف کیونکہ شمس کا ذکر اس قصے میں موجود نہیں ہے اور خیل کا ذکر اس قصے میں آچکا ہے۔ پس اس کی طرف توارت کی ضمیر کا عائد کرنا اولے اور انسب ہے جبکہ اس کے لئے احتمال بھی موجود ہے اور یہ تاویل حضرت سلیمان علیہ السلام کو معصیت سے بری کرتی ہے اور جو لوگ توارت کی ضمیر شمس کی طرف عائد کرتے ہیں ان کے قول موافق بھی ظاہر قرآن میں کوئی ایسی بات موجود نہیں ہے جو اس امر پر دال ہو۔ کہ غروبِ آفتاب نماز کے فوت ہونے کا باعث ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں حضرت کے سامنے گھوڑوں کے پیش کرنے اور ان کے جائزہ لینے کے انتہائی وقت کا ذکر ہو۔

اور ابوعلی حیاتی اور دیگر مفسرین کا قول یہ ہے کہ جب آفتاب پردے میں غائب ہوا

اور غروب ہو گیا تو اس سبب سے حضرت سلیمان کی شام کی عبادت فوت ہو گئی اور یہ نمازِ نافلہ تھی جو آپ اس وقت پڑھا کرتے تھے۔ مگر چونکہ حضرت گھوڑوں میں مشغول تھے اور ان کے پھرانے سے متعجب ہو رہے تھے اس لئے نمازِ نافلہ کا ادا کرنا فراموش ہو گیا۔ چونکہ طاعتِ الہی فوت ہو گئی تھی اس لئے منعموم ہو کر فرمایا۔ اِنْسِ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ۔

اس صورت میں بھی امرِ قبیح کی نسبت حضرت کی طرف لازم نہیں آتی کیونکہ نافلہ کا ترک کرنا نہ قبیح ہے اور نہ معصیت۔

اور قولہ تعالیٰ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالْسُوقِ وَالْاَعْنَاقِ کے معنی کئی طرح پر بیان کئے گئے ہیں۔

صورتِ اول یہ ہے کہ حضرت نے گھوڑوں کی کونچیں کاٹ دیں اور ان کی گردنوں اور پنڈلیوں کو تلوار سے قطع کر دیا کیونکہ انہوں نے طاعتِ الہی سے باز رکھا اور حضرت کا یہ فعل عقاب کی رو سے نہ تھا بلکہ اس غرض سے ایسا کیا کہ آئندہ ان میں مشغول ہو کر طاعتِ الہی سے نہ رہ جاؤں اس لئے کہ انسان کو اختیار ہے کہ اپنے گھوڑے کو گوشت کھانے کے لئے ذبح کر لے اور جب کہ اس کے ساتھ ایک ایسی وجہ اور شامل ہو گئی جس نے اس کو حسین اور پسندیدہ بنایا تو کیونکر ذبح کرنا قبیح ہوگا اور بعض کا قول یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گھوڑے چونکہ حضرت کو اپنے تمام مال میں زیادہ تر عزیز تھے اس لئے آپ نے چاہا ہو کہ نافلہ میں جو تقصیر مجھ سے ہوئی ہے اس کے کفارے میں ان کو ذبح کروں اور ان کے گوشت کو مساکین میں تصدق کر دوں۔ پس جب حضرت نے گھوڑوں کا حسن اور ان کی خوبصورتی دیکھی اور اس کو دیکھ کر متعجب ہوئے تو چاہا کہ جو چیز مجھ کو متعجب کرتی اور میری نظر میں بھلی لگتی ہے اس کے ذریعے قربِ خدا حاصل کروں اور اس قول کے صحیح ہونے پر آئیہ ذیل دلالت کرتی ہے۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ

حَتَّىٰ تَنْفُقُوا فِيمَا تَحِبُّونَ یعنی تم نیکی نہیں حاصل کر سکتے جب تک سب سے پیاری چیز کو راہِ خدا میں صرف نہ کرو۔ مگر ابو مسلم اصفہانی اس قول کو ضعیف سمجھتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ اس آیت میں سیف یعنی تلوار کا ذکر نہیں ہے جو مسح کو اس کی طرف منسوب کر سکیں اور اہل عرب تلوار کی ضرب اور کاٹ کو لفظ مسح سے نامزد نہیں کرتے اور اگر کوئی اس کے جواب میں شاعر کے اس شعر کو پیش کرے۔

مُذْمِئِينَ يَجْلُو بِأظْفَارِ الذَّرِيءِ      ذَنَسَ الْأَسْوَاقِ بِالْعَقَبِ الْاَفَلِ  
تو ہم کہیں گے کہ اس شاعر کی مراد یہ ہے کہ اس نے مہمانوں کے لئے اونٹوں کو پے کیا اور ان کے کوبانوں سے وہ میل صاف کیا جو اس کی تلوار میں ان کے پے کرنے سے لگ گیا تھا اور وہ خون تھا جو اس میں لگ گیا تھا اور اس آیت میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو اس امر کو واجب کرے اور یا اس کے قریب ہو۔ اور جس امر کا ابو مسلم نے انکار کیا ہے وہ قابلِ انکار نہیں ہے کیونکہ اکثر اہل تاویل نے کہ بعض ان میں مشہور اہل لغت بھی ہیں روایت کی ہے کہ مسح اس آیت میں قطع کے معنی میں ہے اور مشہور استعمال میں ہے۔ مسحہ بالسیف یعنی قطعہ و تبرہ (تلوار سے اس کو کاٹنا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا) اور اہل عرب کہتے ہیں مسح علاوتہا یعنی ضربھا۔

صورت دوم: یہ کہ مسحا کے معنی یہ ہیں کہ حضرت نے جو گھوڑوں کا حسن و جمال دیکھا تو ان کی حفاظت اور ان کے حسن و جمال کے اکرام کے لئے اپنا ہاتھ ان کے اوپر پھیرا کیونکہ یہ دستور ہے کہ جس شخص کو گھوڑے دکھائے جائیں وہ اپنا ہاتھ ان کی ایال گردن اور ٹانگوں پر پھیرتا ہے۔

صورت سوم: کہ مسح کے معنی اس آیت میں غسل کے ہیں کیونکہ عرب غسل کو مسح بھی کہتے ہیں۔ گویا مراد یہ ہے کہ جب حضرت نے گھوڑوں کا حسن ملاحظہ فرمایا تو ان کے اکرام اور حفاظت کی نظر سے ان کی ٹانگیں اور گردنیں دھوئیں اور یہ سب صورتیں واضح ہیں۔

حضرت سلیمانؑ کے متعلق گھوڑوں کی کوچیں کاٹنے کی روایت پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی بلکہ تحقیق علما یہی ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں اور ظاہر قرآن تو اس پر دال ہے ہی نہیں اور آیہ مذکورہ میں تحقیق یہی ہے کہ تورات اور ردوہا کی ضمیریں خیل کی طرف پھرتی ہیں اور ترجمہ آیت کا یہ ہے کہ خداوندِ عالم اپنے برگزیدہ پیغمبر حضرت داؤدؑ کا حال یاد دلاتے ہوئے فرماتا ہے۔ ”اور ہم نے داؤدؑ کو سلیمانؑ جیسا بیٹا عطا کیا جو ہمارا بہت اچھا بندہ ہے اور وہ ہماری طرف بہت متوجہ ہونے والا اور رجوع کرنے والا ہے۔ جب کہ اُس پر شام کے وقت عمدہ و نجیب گھوڑے پیش کئے گئے تو کہا میں ان کو دوست رکھتا ہوں اچھا دوست رکھنا خدا کی یاد سے (یعنی یہ میرا دوست رکھنا خدا کی یاد اور اُس کے ذکر میں داخل ہے۔ یا یہ میرا دوست رکھنا ذکر و اذکارِ الہیہ سے بہتر ہے اور وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے یعنی میں ان کو راہِ خدا میں جہاد کرنے اور اساسِ دین کے محکم و استوار کرنے اور نماز کی بنیاد قائم کرنے کے واسطے محبوب و دوست رکھتا ہوں اور بلاشبہ قلمہ دین ذکر و اذکارِ خدا سے بہتر ہے کیونکہ خیر کثیر بمقابلہ خیر قلیل افضل و اعلیٰ ہے)۔ یہاں تک کہ وہ گھوڑے نظروں سے پوشیدہ ہو گئے۔ (تو پھر آپ نے فرمایا) کہ دوہا علیؑ۔ ان کو میرے پاس لوٹا لاؤ جب گھوڑے پھر آپ کے سامنے آئے تو آپ اُن کی ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے اور ہاتھ پھیرتے جاتے تھے اور روانہ کرتے جاتے تھے اور یہ اُس صورت میں ہے جب کہ آیت منزلہ اس صورت میں ہو اور کسی قسم کی تقدیم و تاخیر نہ مانی جائے۔ بہر حال آیت کا ظاہری ترجمہ یہی ہے اور اس میں حضرت سلیمانؑ پر کسی قسم کا الزام لازم نہیں آتا اور نہ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے حضرت پر عتاب کیا ہے یا کوئی تنبیہ کی ہے۔ بلکہ آیت حضرت کی تعریف و تمجید میں ہے اور خداوندِ عالم اس آیت میں حضرت سلیمانؑ کے گھوڑوں کا جائزہ لینے اور اُن کی گردنوں

سے حضرت سلیمانؑ کا خدا کی طرف متوجہ ہونا اور خدا ہی کے کام میں مشغول رہنا اور اُس کی طرف رجوع ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ بعد ذکر اِنَّہٗ اَقَابَ لَفْظًا اِذَا اس پر دلالت کرتا ہے نیز حضرت سلیمانؑ کا گھوڑوں کی اس محبت کو حُبِّ الخیر کہنا بھی اس پر دال ہے کہ آپ کا یہ فعل خدا کی بہت بڑی عبادت تھی اور اُس کے ذکر و یاد میں داخل اور یہی قول اس پر صریح دلالت کرتا ہے کہ ہرگز سلیمانؑ سے کوئی ایسی عبادت خدا گھوڑوں کے جائزہ لینے میں فوت نہ ہوئی تھی جو موجب عتاب ہو کیونکہ اگر گھوڑوں کی محبت میں اطاعتِ الہی فوت ہو جائے تو یہ محبتِ خیر نہ ہوگی اور اُس کو کسی طرح حُبِّ الخیر نہ کہہ سکیں گے۔ اگر ایسا ہو تو یہ محبتِ خیر ہوگی نہ خیر جیسا کہ ہم لوگوں سے اکثر ہوتا ہے کہ امور دنیویہ میں انہماک کی وجہ سے عبادتِ خدا ترک کر دیتے ہیں۔ انبیا کی یہ شان نہیں۔ فانہم السابقون الی الخیرات۔ انبیا اُسی کام کی طرف سبقت کرتے ہیں جو خیر ہوتا ہے لہذا بلاشبہ حضرت کا یہ فعل خیر اور عبادتِ خدا تھا اور مطابق منشاءِ خداوندی اسی واسطے خداوند عالم حضرت کی مدح فرماتا ہے اور فطریق مسحا بالسوق والاعناق کا صرف یہی مطلب ہے کہ آپ گھوڑوں کی گردنوں اور ٹانگوں پر ہاتھ پھیرتے جاتے تھے اور یہ فعل ممدوح ہے اور مستحبات میں داخل ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ آنحضرت صلعم علی الصباح اصطلب میں تشریف لے جاتے تھے اور گھوڑوں کی پیشانی وغیرہ پر ہاتھ پھیر کر فرماتے تھے۔ الخیل معقودہ بنو اصبہا الخیر الی یوم القیامۃ یعنی گھوڑوں کی پیشانیوں سے قیامت تک خیر وابستہ ہے اور بھی اس قسم کی روایات ہیں جو اسی امر پر دال ہیں کہ گھوڑوں پر ہاتھ پھیرنا وغیرہ افعالِ ممدوح ہیں اور وہ خیر جو گھوڑوں کی پیشانی سے وابستہ ہے وہ خیر جہاد ہے لہذا حضرت سلیمانؑ کا گھوڑوں کو جہاد کی خاطر دوست رکھنا اور اُن کو جہاد میں بھیجنا بلاشبہ خیر ہے اور معمولی اذکار و اوراد سے افضل ہے۔

اگر رڈوہا کی ضمیر آفتاب کی طرف راجع کی جائے تو تین خرابیاں لازم آتی ہیں۔ اول یہ کہ آفتاب کا یہاں ذکر نہیں ہے۔ دوم یہ کہ حضرت سلیمانؑ کا بلا واسطہ ملائکہ قضا و قدر کو رد آفتاب کا حکم دینا۔ اس کی مثال اور کہیں نہیں پائی جاتی۔ آنحضرت صلعم نے بھی جناب امیرؑ کے واسطے رڈ شمس کی خدا سے دعا کی ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلعم بدرجہ اولے ملائکہ قضا و قدر کو حکم دینے کے مستحق ہیں۔ گو یہ ممکن ہے لیکن ایسا ہوا نہیں سوم یہ کہ قول فطفق مسحاً بالسوق والاعناق۔ اسی کو مقتضی ہے کہ ضمیر رڈوہا بھی گھوڑوں ہی کی طرف راجع ہو اور یہی زیادہ مناسب ہے ورنہ کلام میں اضطراب پایا جائے گا۔ بظاہر کوئی لفظ نہیں جو غروب آفتاب پر دال ہو البتہ لفظ عشی سے ضرور یہ احتمال ہوتا ہے کیونکہ عشی آخر روز متصل شب ہے۔ اور ابکار کے مقابل ہے اور ابکار اول صبح کو کہتے ہیں۔ پس وقت عشی قریب بہ غروب آفتاب ہو۔ اس واسطے غروب آفتاب یہاں سے محتمل ہو سکتا ہے لیکن یہی اس پر بھی دال ہے کہ حضرت سلیمانؑ سے نماز واجب ہرگز فوت نہیں ہوئی کیونکہ انبیاء سابقوں کے الخیرات ہوتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ نماز کی تاخیر بلا عذر شرعی اچھی نہیں ہے۔ جہاں تک ہو سکے اول ہی وقت میں ادا کرنا بہتر ہے۔ پس حضرت سلیمانؑ جیسا پیغمبر کس طرح بلا عذر شرعی تاخیر کر سکتا ہے اور عذر ثابت نہیں۔ اگر ثابت ہو تو پھر کوئی قباحت لازم نہیں معذور معفو عنہ ہے۔ ہاں روایات رڈ شمس ضرور موجود ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کے لئے آفتاب لوٹایا گیا اور علامہ مجلسی اعلی اللہ مقامہ بھی اس کی تائید کرتے ہیں اور ان کا میلان اسی طرح ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے رڈ شمس ہوا۔ بنا بریں کہا جاسکتا ہے کہ حضرت سے کوئی ذکر مستحب و مندوب جو آخر روز میں بطور رد و وظیفہ کیا کرتے تھے وہ فوت ہو گیا ہو اور حضرت پر اس کا فوت ہونا بھی گراں گزر رہا ہو۔ گو وہ ایک بہتر و اعلیٰ عبادت میں مشغول تھے اور خدا نے

اُن کی اتنی سی بھی دل شکنی گوارا نہ کی ہو اور آفتاب لوٹا دیا ہو۔ بہر حال محققین کے

حضرت سلیمان سے ہرگز کوئی ایسا فعل قبیح سرزد نہیں ہوا جو موجب مذمت و عتاب ہو اور یہ آیت سراسر حضرت کی مدح پر مبنی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(تفسیر الانبیاء صفحہ ۱۸۳ تا ۱۸۹)

### ﴿۶﴾ سورہ حشر میں گھوڑے کا تذکرہ:

وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْ جَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ  
خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ  
يَشَاءُ ۝ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَاللرَّسُولِ  
وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ  
لَا يَكُونَ ذُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ وَمَا اتَّكُمُ الرَّسُولُ  
فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ

### شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

ترجمہ: اور جو کچھ خدا اپنے رسول کو ان یہود سے لوٹا دے تو وہ ایسی چیز ہے جس پر قبضہ کرنے کے لیے (تم نے کوئی زحمت نہیں اٹھائی) نہ تم نے گھوڑا دوڑایا ہے، نہ کوئی اونٹ۔ لیکن خدا اپنے رسولوں کو جس پر چاہے مسلط کر دیتا ہے اور خدا ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

جو کچھ خدا ان آبادیوں والوں سے اپنے رسول پر لوٹائے وہ خدا، رسول، زوی القربی، یتیموں، مسکینوں اور ابن السبیل (راستہ میں عاجز ہو کر رہ جانے والوں) کے لیے ہے تاکہ (یہ عظیم مال) دست بدست تمہارے دولت مندوں کے درمیان گردش نہ کرے۔



جو کچھ خدا کا رسول تمہارے لیے لایا ہے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رُک جاؤ اور خدا کی مخالفت سے پرہیز کرو کیونکہ خدا شدید العقاب ہے۔

بنی نضیر کے یہودیوں کے مدینہ سے چلے جانے کے بعد ان کے باغات، زمینیں، زراعتیں، گھر اور دوسرے مال کا کچھ حصہ مدینہ میں رہ گیا۔ مسلمانوں کے سرداروں کی ایک جماعت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور زمانہ جاہلیت کے قانون کے مطابق جو بات ان کے دل میں تھی وہ انہوں نے عرض کی اور وہ یہ کہ اس مال غنیمت کا منتخب حصہ اور باقی کی ایک چوتھائی آپ لے لیجئے اور باقی ہمیں دے دیجئے تاکہ اسے ہم اپنے درمیان تقسیم کر لیں۔ اس پر مندرجہ بالا آیات نازل ہوئیں اور صراحت کے ساتھ کہا کہ چونکہ ان اموال غنیمت کے لیے جنگ نہیں ہوئی اور مسلمانوں نے کوئی زحمت و مشقت برداشت نہیں کی، لہذا یہ تمام مال و اسباب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت ہیں۔ جس طرح ان کی مصلحت ہوگی وہ تقسیم کریں گے اور جیسا کہ ہم بعد میں دیکھیں گے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اموال ان مہاجرین کے درمیان، جو مدینہ میں مال دنیا نہ رکھتے تھے، اور انصار کی وہ تھوڑی سی تعداد جنہیں مال کی شدید احتیاج تھی، ان کے درمیان تقسیم کر دیے۔

یہ آیتیں، بنو نضیر کے اموال غنیمت کے بارے میں جو حکم ہے اسے پیش کرتی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان تمام اموال غنیمت کے سلسلہ میں ایک قانون کھلی کو بھی واضح کرتی ہیں۔ جو مال بغیر کسی زحمت و مشقت کے اسلامی معاشرہ کو ملے اسے فقہ اسلامی میں ”ف“ کہتے ہیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے:

”جو کچھ خدا نے اپنے رسول کی طرف ان سے پلٹایا وہ ایسی چیز ہے جس کے

حصول کے لیے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے ہیں اور نہ اونٹ، ”اقاء“ ”فی“ کے مادہ سے اصل میں رجوع و بازگشت کے معنی میں ہے اور یہ جو اموال غنیمت پر اس کا اطلاق ہوا ہے شاید اسی بنا پر ہے کہ خدا نے اس جہان کی تمام نعمتیں اصل میں مومنین کے لیے اور سب سے پہلے اپنے پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے پیدا کی ہیں جو اشرف کائنات و فخر موجودات ہیں اور غیر مومن و گنہگار افراد حقیقت میں ان اموال کے غاصب ہیں (اگرچہ وہ حسب قوانین شرعی و عرفی مالک شمار ہوں)۔ جس وقت یہ اموال حقیقی مالکوں کی طرف لوٹیں تو فی ان کے لیے بہترین عنوان ہے۔ ”اوحشتم“ ”ایجاب“ کے مادہ سے تیزی سے ہانکنے کے معنی میں ہے جس کا عام طور پر جنگوں میں اتفاق ہوتا ہے۔ خیل کے معنی گھوڑے ہیں۔ (یہ ایسی جمع ہے جس کا مفرد خود اس کی جنس میں سے نہیں ہے۔

### فدک کی غم انگیز داستان:

فدک اطراف مدینہ میں تقریباً ایک سو چالیس کلومیٹر کے فاصلہ پر خیبر کے نزدیک ایک آباد قصبہ تھا۔ جب سات ہجری میں خیبر کے قلعے کے بعد دیگرے انوار اسلامی نے فتح کر لیے اور یہودیوں کی مرکزی قوت ٹوٹ گئی تو فدک کے رہنے والے یہودی صلح کے خیال سے بارگاہ پیغمبرؐ میں سر تسلیم خم کرتے ہوئے آئے اور انہوں نے اپنی آدھی زمینیں اور باغات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دیے اور آدھے اپنے پاس رکھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصہ کی زمینوں کی کاشتکاری بھی اپنے ذمہ لی۔ اپنی کاشتکاری کی زحمت کی اجرت وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وصول کرتے تھے۔ اس سورہ کی آیت فی کی طرف توجہ کرتے ہوئے یہ زمینیں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت خاص تھیں۔ ان کی

آمدنی کو آپ اپنے مصرف میں لاتے تھے یا ان مدات میں خرچ کرتے تھے جن کی طرف اس سورہ کی آیت ۷ میں اشارہ ہوا ہے۔ لہذا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ساری زمینیں اپنی بیٹی حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کو عنایت فرمادیں۔ یہ ایسی حقیقت ہے جسے بہت سے شیعہ اور اہل سنت مفسرین نے تصریح کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ مجملہ دیگر مفسرین کے تفسیر در المنثور میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جس وقت آیت (فَاتِذَا الْقَرَبِيُّ حَقَّهُ) (سورہ روم۔ آیت ۳۸) نازل ہوئی تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کو فدک عنایت فرمایا۔

### (اقطع رسول اللہ فاطمہ فدکا)

کتاب کنز العمال جو مسند احمد کے حاشیہ پر لکھی گئی ہے، میں صلہ رحم کے عنوان کے ماتحت ابوسعید خدری سے منقول ہے کہ جس وقت مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ سلام اللہ علیہا کو طلب کیا اور فرمایا:

### (یا فاطمہ لك فدک)

اے فاطمہ فدک تیری ملکیت ہے۔

حاکم نیشاپوری نے بھی اپنی تاریخ میں اس حقیقت کو تحریر کیا ہے۔

ابن ابی الحدید معتزلی نے بھی نہج البلاغہ کی شرح میں داستان فدک تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے اور اسی طرح بہت سے دیگر مورخین نے بھی لیکن وہ افراد جو اس اقتصادی قوت کو حضرت علی علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کے قبضہ میں رہنے دینا اپنی سیاسی قوت کے لیے مضرت سمجھتے تھے، انہوں نے مصمم ارادہ کیا کہ حضرت علی علیہ السلام کے یاور و انصار کو ہر لحاظ سے کمزور اور گوشہ نشین کر دیں۔ حدیث مجہول (نحن معاشر الانبياء ولا نورث) کے بہانے انہوں نے اسے اپنے قبضہ میں لے لیا اور

باوجودیکہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا قانونی طور پر اس پر متصرف تھیں اور کوئی شخص ”ذوالید“ (جس کے قبضہ میں مال ہو) سے گواہ کا مطالبہ نہیں کرتا، جناب سیدہ سے گواہ طلب کیے گئے۔ بی بی نے گواہ پیش کیے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود انہیں فدک عطا فرمایا ہے لیکن انہوں نے ان تمام چیزوں کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ بعد میں آنے والے خلفاء میں سے جو کوئی اہل بیت سے محبت کا اظہار کرتا تو وہ فدک انہیں لوٹا دیتا لیکن زیادہ دیر نہ گزرتی کہ دوسرا خلیفہ اس کو چھین لیتا اور دوبارہ اس پر قبضہ کر لیتا۔ خلفائے بنی امیہ اور خلفائے بنی عباس بارہا یہ اقدام کرتے رہے۔ واقعہ فدک اور اس سے تعلق رکھنے والے مختلف النوع حوادث جو صدر اسلام میں اور بعد کے ادوار میں پیش آئے، بہت زیادہ دردناک اور غم انگیز ہیں اور وہ تاریخ اسلام کا ایک عبرت انگیز حصہ بھی ہیں جو محققانہ طور پر مستقل مطالعہ کا متقاضی ہے تاکہ تاریخ اسلام کے مختلف حوادث نگاہوں کے سامنے آسکیں۔ (تفسیر نمونہ جلد ۲۳)

﴿۷﴾ سورہ عادیات میں گھوڑے کا تذکرہ: (تفسیر فرات)

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ ذات سلاسل کے روز ابو بکر کو بلایا، انہیں جھنڈا دیا اس نے واپس کر دیا پھر عمر کو دیا، اس نے واپس کر دیا، پھر خالد بن ولید کو دیا وہ بھی واپس آ گیا۔

امیر المومنین علی بن ابی طالب کو بلایا آپ کو جھنڈا عطا کیا اور سب حضرات کو حضرت امیر کی ماتحتی میں دے کر جنگ کے لیے روانہ کیا۔ حضرت منزل مقصود تک پہنچ گئے، دشمن اور ان کے درمیان پہاڑ حائل تھا۔ حضرت نے حکم دیا کہ پہاڑ کے نشیبی حصے میں چلے جاؤ اور گھوڑوں پر سوار ہو رہو۔ خالد بن ولید نے ابو بکر اور عمر سے کہا کہ اس نوجوان نے ہمیں ایسی وادی میں لاکھڑا کیا ہے جس میں بہت سے سانپ، اٹو اور

چیرنے پھاڑنے والے درندے موجود ہیں۔ ہمارا انتہائی بُرا حشر ہوگا، یا تو ہمیں اور ہمارے جانوروں کو درندے کھا جائیں گے یا سانپ ہمیں اور ہمارے جانوروں کو ڈسیں گے اور جب دشمن کو ہمارے نزدیک آنے کا علم ہوگا تو ہمیں قتل کر دے گا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا..... کیا تمہیں رسول اللہ نے میری اطاعت کا حکم نہیں دیا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں۔ فرمایا جہاں میں نے کہا ہے وہاں اُتر جاؤ۔

خالد بن ولید کے بھڑکانے پر پھر آپ کے پاس آئے آپ نے وہی جواب دیا۔ تیسری مرتبہ آئے تو آپ نے پہلا جواب دیا۔ فرمایا ”اُتر جاؤ، خدا تمہیں برکت دے گا۔ خوف کی کوئی بات نہیں ہے۔“

مقررہ جگہ پر اُتر تو گئے مگر ڈرے ہوئے تھے، حضرت علیؑ علیہ السلام تمام رات نماز پڑھتے رہے، سحر کے وقت فرمایا سوار یوں پر سوار ہو جاؤ۔ خدا تمہیں برکت دے گا، سوار ہو گئے، پہاڑ پر چڑھ گئے اور دشمن پر حملہ کرنے کے لیے نیچے اُترنے لگے اور سامنے اُن کو دیکھا۔ حضرت نے حکم دیا کہ گھوڑوں کے چھکے اتار دو تاکہ دشمن کی گھوڑیوں کی ہوا سونگھیں گھوڑے ہنہانے لگے۔ جب دشمن کے گھوڑوں نے اُن کی آواز کو سنا تو بھاگ کھڑے ہوئے آپ نے اُن کو قتل کیا اور اُن کی اولاد کو قیدی کیا، جبرائیل حضرت محمدؐ پر نازل ہوئے اور کہا۔

وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا

قسم ہے سر پیٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی جو فراتے بھرتے جاتے ہیں۔

فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا

جو پتھر پر ٹاپ مار کر آگ نکالتے جاتے ہیں۔

فَاَلْمُغِيرَاتِ صُبْحًا فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا

پھر صبح کے وقت چھاپہ مارتے ہیں تو اس سے گرد و غبار بلند کر دیتے ہیں۔ ابن

عباس نے کہا کہ پھر آنحضرتؐ کے پاس فتح کی خوش خبری آگئی۔

ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحابِ صفہ کے درمیان قرعہ اندازی کی ان میں سے اسی آدمی منتخب کئے اس کے علاوہ اور آدمی بھی منتخب کر کے بنو سلیم کی طرف بھیجے۔ انہوں نے پے در پے شکست دی۔

آنحضرتؐ نے بلال کو بلایا اور حکم دیا کہ میری بحرانی چادر اور قبائے خطیبہ لے کر آؤ۔ اس نے دونوں چیزیں پیش کر دیں۔ حضرت علیؓ علیہ السلام کو طلب کیا اور لشکر دے کر بنو سلیم کی طرف بھیجا اور فرمایا۔

”میں اس شخص کو بھیج رہا ہوں جو بار بار حملہ کرنے والا ہے اور بھاگنے والا نہیں ہے۔“

علیؓ لشکر لے کر روانہ ہو گئے۔ رسول اللہؐ کچھ فاصلے تک ساتھ گئے، راوی نے کہا کہ میں رسول اللہ کو مسجد احزاب کے پاس دیکھ رہا ہوں اور علیؓ اشقر گھوڑے پر سوار ہیں اور آنحضرتؐ آپ سے وصیت کر رہے ہیں۔ آنحضرتؐ نے آپ کو رخصت کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آ گئے، حضرت علیؓ لشکر کے ساتھ عراق کی طرف روانہ ہو گئے مگر سپاہیوں کا خیال تھا کہ حضرت علیؓ کہیں اور جا رہے ہیں۔ وادی میں پہنچ گئے، حضرت علیؓ رات کو چلتے اور دن کو چھپ جاتے، آخر کار دشمن کے قریب پہنچ گئے، حضرت علیؓ نے اپنی فوج کو پہاڑ کے نشیبی علاقے میں اترنے کو کہا اس بات پر بعض نے چہ میگوئیاں کیں، صبح کو حضرت علیؓ نے دشمن پر حملہ کر دیا، خدا نے آپ کو فتح دی۔ اللہ تعالیٰ نے نبیؐ پر وَالْعَادِيَاتِ نازل کیا:

رسول اللہ فجر کی نماز کے لیے تشریف لائے فرمایا:

”خدا کی قسم سر پٹ دوڑے ہے۔“

”خدا کی قسم لشکر میں مڈ بھیڑ ہو گئی ہے۔“

”رسول اللہ نے مسلمانوں کو نماز پڑھائی اور یہ سورہ پڑھا وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا  
دشمن کے ایک سو بیس آدمی مارے گئے اور اتنے ہی قیدی بنائے گئے ان کا رئیس حارث  
بن بشیر تھا۔“

مسلمانِ فارسی سے روایت ہے کہ

ہم لوگ حضرت علیؑ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر  
تھا تنے میں ایک اعرابی بدوی مہاجر اور انصار کی صفوں سے گزرتا ہوا رسولؐ کی خدمت  
میں آیا اور عرض کیا۔

اعرابی \_\_\_ السلام علیک میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ۔

آنحضرتؐ \_\_\_ وعلیک السلام اے اعرابی تم کون ہو؟

اعرابی \_\_\_ یا رسول اللہ بنو نجیم سے ہوں۔

آنحضرتؐ \_\_\_ کیا خبر ہے؟

اعرابی \_\_\_ یا رسول اللہ! میں بنو نجیم کو اس حال میں چھوڑ آیا ہوں کہ وہ آپؐ

کے خلاف تیاریوں میں مصروف ہیں، جھنڈے لہرا رہے ہیں اور آدمی جمع کر رہے

ہیں۔ حارث بن مکیدہ نخعی ان کا سپہ سالار ہے۔ پانچ سو نخعی سپاہی ان کے ساتھ ہیں۔

انہوں نے آپس میں قسم کھا رکھی ہے کہ وہ مدینے پر حملہ کریں گے وہ آپ کو اور آپ کے

ساتھیوں کو قتل کریں گے۔

یہ سن کر رسول اللہ اور تمام اصحاب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور رونے لگے۔

آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا ”اعرابی کی بات سنی ہے؟ عرض کیا یا رسولؐ

اللہ سنی ہے، فرمایا تم میں سے کون اس قوم کا مقابلہ کرے گا اس سے پہلے کہ وہ تمہارے

گھر برباد کریں اور تمہاری بے عزتی کریں، ممکن ہے خدا ایسے شخص کے ہاتھ پر فتح

دے، میں ایسے شخص کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔“

خدا کی قسم ہم میں سے کسی نے نہیں کہا کہ یا رسول اللہ میں جانے کے لیے تیار ہوں، رسول اللہ کھڑے ہو گئے فرمایا، اعرابی کی بات سُنی ہے؟ کہا یا رسول اللہ سُنی ہے۔ فرمایا تم میں سے کون ان سے مقابلہ کرے گا۔ اس سے پہلے کہ وہ ہمارے گھر اور عزت تباہ کر دیں ممکن ہے کہ ایسے شخص کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا کرے۔ میں خدا کی طرف ضمانت دلاتا ہوں کہ میں اس کو جنت میں محل دلاؤں گا۔ رسول اللہ ابھی کھڑے تھے کہ اسی دوران میں امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام تشریف لائے، رسول اللہ کی طرف نگاہ کی دیکھا آنسوؤں کی ندھوٹے والی لڑی جاری ہے، علیؑ سے نہ رہا گیا اپنے آپ کو اونٹ سے گرا دیا، دوڑ کر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، اپنی چادر سے رسول اللہ کے منہ سے آنسو پونچھتے تھے۔ عرض کرتے جاتے خدا کے حبیب آپ کو کس نے زلایا، خدا آپ کو نہ زلائے۔ کیا اُمت کے بارے میں آسمان سے کوئی چیز نازل ہوئی ہے، فرمایا علیؑ اُمت کے حق میں خیر کی خبر آئی ہے، مگر اس اعرابی نے مجھے آگاہ کیا ہے کہ خشم کی قوم نے لشکر جمع کر رکھا ہے اور جھنڈے لہرا رہے ہیں اور میری بات کو جھٹلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ میرے رب کو نہیں جانتے، حارث بن مکیدہ خشمی پانچ سو خشمی لشکر لے کر میری طرف بڑھ رہا ہے، لات و منات کی قسمیں کھائی ہیں کہ وہ مدینے میں داخل ہو کر دم لیں گے، مجھے اور میرے ساتھیوں کو قتل کریں گے، میں نے اپنے اصحاب سے کہا ہے کہ تم پہلے جا کر ان سے لڑو، کہیں یہ آکر تمہارے گھر اور عزت کو برباد نہ کر دیں، میں ضمانت دیتا ہوں کہ قیامت کے روز بارہ محل جنت کے، خدا سے دلاؤں گا، علیؑ علیہ السلام نے کہا،

”یا رسول اللہ ان بارہ محلات کا حدودِ اربعہ تو بتائیے؟“

رسول اللہ نے فرمایا، ان محلات کی اینٹیں، چاندی اور سونے کی ہیں جس کا گارا

مشکبہ از فرور و عنبر ہے، اس میں سنگریزے موتی اور یاقوت ہیں۔ اس کی زمین زعفران



کی ہے جس کے ٹیلے کا نور کے ہیں، ہر محل کے صحن میں چار نہریں ہیں، شہد، شراب طہور، دودھ اور ایک پانی کی نہر ہے جس کے چاروں طرف درخت ہیں، تمام انہار کے کناروں پر مرجان کے درخت ہیں، خدا نے ان کے اندر بغیر جوڑ کے ایک سفید موتی خلق کیا ہے جس کو کہا ہو جا، پس وہ ہو گیا، جس کا اندر باہر سے اور باہر اندر سے صاف دکھائی دیتا ہے، ہر خمیے میں ایک تخت موجود ہے جو سُرخ یا قوت کا بنا ہوا ہے جس کے پائے سبز برجد کے ہیں، ہر تخت پر بڑی آنکھوں والی خوریں بیٹھی ہوئی ہیں، ہر خور ستر جوڑے سبز اور ستر جوڑے زرد پہنے ہوئے ہے، ان کی پنڈلی کے اندر کا گودا، ہڈی اور چڑے سے باہر دکھائی دیتا ہے۔ ان کے جوڑے اور زیورات اس طرح چمکتے ہیں جس طرح صاف سرخی سفید شیشے کے اندر چمک رہی ہو جو موتیوں سے مرصع ہو، ہر خور کا ستر لوبان دان ہوگا، ہر لوبان دان ایک غلام کے ہاتھ میں ہوگا، ہر غلام کے ہاتھ میں جلانے کا آلہ ہوگا جس سے لوبان دان کو جلایا جائے گا، جلانے والے آلے سے دھواں نکلے گا جس سے خوشبو پھیل جائے گی، آگ سے نہیں بلکہ قدرتِ خدا سے پھیلے گی، علی علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ ان لوگوں کی میں خبر لوں گا۔

حضور نے فرمایا اے علیؑ یہ سعادت آپ کو نصیب ہوگی، فوج لے کر تشریف لے جائیے۔“

آنحضرتؐ نے پانچ سو مہاجر اور انصار کی فوج تیار کی، ابن عباس نے عرض کیا، یا رسول اللہ آپ ابن عم کو صرف پانچ صد سوار دے کر روانہ کر رہے ہیں پانچ صد عرب کی طرف جن میں حارث ابن مکیدہ بھی ہے جو اکیلا پانچ صد آدمیوں کے برابر شمار ہوتا ہے۔ فرمایا اے فرزندِ عباس قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے برحق نبی بنا کر بھیجا، اگر وہ لوگ ریگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں اور علیؑ صرف اکیلے ہوں تو خدا علیؑ کو فتح دے گا۔ علیؑ ان کو قیدی کر کے میرے پاس لائے گا۔ نبیؐ نے ان کو لشکر تیار کر کے دیا اور

فرمایا۔

”میرے حبیب! جاؤ، خدا اوپر، نیچے، دائیں اور بائیں تمہاری حفاظت کرے، خدا آپ کا نگران ہو۔“

علیؑ لشکر سمیت مدینے سے تین میل دور جا کر وادی میں جس کا نام ذی حطب تھا اتر گئے۔ وادی میں رات کو وارد ہوئے، راستہ بھول گئے، آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے فرمایا

”اے گمراہ کو ہدایت دینے والے، اے ہر غرق ہونے والے کو نجات دینے والے، اے ہر مغموں کا نعم دور کرنے والے، ظالم کو ہم پر قدرت نہ دے، ہمارے دشمن کو ہم پر فتح نہ دے، ہمیں درست راستے کی ہدایت دے۔“

اچانک گھوڑوں کے قدموں سے آگ کی چنگاریاں نکلنا شروع ہوئیں، درست راستہ پالیا۔ اس پر چل پڑے خدا نے اپنے نبیؐ پر یہ آیات نازل کیں۔

وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا

قسم ہے اُن گھوڑوں کی جو سرپٹ دوڑے

فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا

جن کے قدموں کی ٹاپوں سے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں۔

وَالْمَغِيرَاتِ صُبْحًا

جو صبح کو غارت کر ڈالتے ہیں۔

طلوع فجر کے وقت علیؑ نے اُن پر حملہ کر دیا، مسلمانوں نے اذان دی، مشرکین نے سمجھا، پہاڑوں پر شاید چرواہے خدا کو یاد کر رہے ہیں۔ جب محمدؐ الرسول اللہ کی آواز سنی تو کہنے لگے، جا دو گرو اور جھوٹے آدمی کو ماننے والے معلوم ہوتے ہیں۔ علیؑ نے سورج نکلنے کے بعد حملہ کیا اور دن کے فرشتے نازل ہو چکے تھے، جب اچھی طرح نکل آیا تو

علیؑ نے جھنڈے والے سے کہا، جھنڈا بلند کرو، اس نے جھنڈا بلند کیا، جھنڈا دیکھ کر مشرک پہچان گئے، مشرک ایک دوسرے کو کہنے لگے، تمہارا دشمن محمدؐ اور اُن کے اصحاب آگئے ہیں، جن کو تم تلاش کرتے تھے۔

مشرکین میں سے ایک نوجوان جو بہادر و رعب داب والا اور پٹکا کافر تھا، نکلا اور بلند آواز سے کہا۔ تم میں جادوگر اور کذاب محمدؐ کون ہے؟ آکر میرا مقابلہ کرے۔ علیؑ علیہ السلام مقابلے کے لیے تشریف لائے، وہ کہنے لگا، تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے تو جادوگر جھوٹا محمدؐ ہے، حق لے کر حق کے پاس آیا ہے۔ تو کون ہے؟

آپؐ نے فرمایا۔ ”میں علی بن ابی طالبؑ ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی، ابن عم اور داماد ہوں“ محمدؐ سے تمہیں یہی رتبہ ملا ہے، فرمایا ہاں کہا پھر تم اور محمدؐ ایک ہی مسلک کے پیرو ہو تمہارے ساتھ لڑنا محمدؐ کے ساتھ لڑنے کے مترادف ہے۔ دونوں میں مقابلہ ہوا۔ علیؑ کے ایک وار میں فی النار والسنقر ہوا۔ علیؑ نے آواز دی کوئی ہے مقابلے کے لئے۔ حارث بن مکیدہ مقابلے میں آیا جو تہما، پانچ صد آدمیوں کے برابر طاقت میں شمار ہوتا تھا۔ یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں خداوند عالم نے یہ آیات نازل کی ہیں:

إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ

انسان اپنے رب کے بارے میں بڑا کافر ناشکر ہے۔

وَإِنَّهُ لَشَهِيدٌ

وہ اس بات پر گواہ ہے، اپنے کفر پر گواہ ہے۔

وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ

علیؑ محمدؐ کی اتباع میں سخت ہیں۔“

حارث نے رجز پڑھا۔ لڑائی شروع ہو گئی، علیؑ کے ایک وار نے اسے جہنم داخل کیا،

علیؑ نے مقابلے کے لیے لاکارا، اس کا ابن عم عمرو بن الفتاک رجز پڑھتا ہوا مقابلے میں آیا۔ علیؑ نے رجز کا جواب دیا۔

جنگ شروع ہوگئی، علیؑ علیہ السلام نے ایک وار میں اسے جہنم واصل کیا۔ پھر علیؑ نے مقابلے کے لیے بلایا مگر کوئی مقابلے کے لیے نہ آیا۔ آپ نے شدت کا حملہ کیا اور اُن کے وسط میں پہنچ گئے، اس آیت کا یہی مطلب ہے۔

فَوَسَطْنَاهُ بَيْنَهُمَا

مقابلہ کرنے والوں کو حضرتؑ نے فی التار کیا اور بقایا کو قید کیا، مال اور قیدیوں کو ساتھ لے کر آنحضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آنحضرتؑ کو فتح کی اطلاع مل گئی تھی، خود اپنے اصحاب کے ساتھ مدینے سے تین میل دور علیؑ کے استقبال کے لیے تشریف لائے، آنحضرتؑ نے اپنی چادر سے علیؑ کے چہرے سے غبار صاف کیا، دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، رونے لگے اور فرمایا۔

”خدا کا شکر ہے اے علیؑ! جس نے تیرے ذریعے میری کمر مضبوط کی اور میری پشت مضبوط کی اے علیؑ، میں نے تیرے بارے میں اللہ تعالیٰ سے اس طرح سوال کیا جس طرح میرے بھائی موسیٰ بن عمران نے سوال کیا تھا کہ ہارون کو میرے کام میں شریک کر، میں نے خدا سے سوال کیا کہ وہ آپ کے ذریعے میرے بازو مضبوط کرے پھر اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا اے میرے اصحاب کے گروہ، میں علیؑ سے محبت کرتا ہوں، مجھے اس بارے میں ملامت نہ کیا کرو، میں خدا کے حکم سے علیؑ سے محبت کرتا ہوں۔ مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں علیؑ سے محبت کروں اور اسے اپنے قریب کروں۔

اے علیؑ! جس نے تجھے دوست رکھا، اس نے مجھے دوست رکھا، جس نے مجھے دوست رکھا اس نے خدا کو دوست رکھا، جس نے خدا کو دوست رکھا، خدا اس کو دوست رکھتا ہے۔ خدا پر واجب ہے کہ اپنے دوستوں کو جنت میں ساکن کرے، اے علیؑ! جس

نے تم سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا، جس نے مجھ سے بغض رکھا، اس نے خدا سے بغض رکھا۔ جس نے خدا سے بغض رکھا، خدا نے اس سے بغض رکھا اور اس پر لعنت کی خدا پر واجب ہے کہ قیامت کے روز اس شخص کو بغض رکھنے والے لوگوں کے ساتھ ٹھہرائے، اس کا مال، انصاف کوئی چیز اس سے مقبول نہ کرے۔“

صادق آل محمد علیہم السلام سے روایت ہے کہ آیت والعدایات ضحاً وادی یا بس کے رہنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، لوگوں نے عرض کیا فرزند رسول ان کا واقعہ اور قصہ کیا ہے؟

فرمایا: انہوں نے اس بات پر عہد کر لیا تھا کہ آپس میں اس قدر متحد رہیں گے کہ ان میں سے ایک آدمی بھی اختلاف نہیں کرے گا اور نہ جنگ سے بھاگے گا۔ مرتے مرجائیں گے مگر ایک دوسرے کا ساتھ نہ چھوڑیں گے، جب تک حضرت محمد صلعم اور علی علیہ السلام قتل نہ کر لیں، یہ معاہدہ کرنے والوں کی تعداد بارہ ہزار شہسواروں پر مشتمل تھی، جبرائیل نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر حالات سے آگاہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے، خطبہ دیا اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

”اے گروہ مہاجرین و انصار! مجھے جبرائیل نے آگاہ کیا ہے کہ وادی یا بس کے بارہ ہزار شہسواروں نے آپس میں عہد و پیمانہ کیا ہے کہ ان میں سے ایک فرد بھی بے وفائی نہیں کرے گا اور نہ ہی جنگ سے بھاگے گا۔ جب تک مجھے اور علی کو قتل نہ کر لیں۔ میں چار ہزار کی فوج دے کر ابوبکر کو ان کی سرکوبی کے لیے بھیج رہا ہوں۔ تم جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ، سوموار کے روز خدا کا نام لے کر اس کی برکت کے سہارے دشمن کی طرف کوچ کر جاؤ، ابوبکر کو تمام نشیب و فراز سمجھائے، فرمایا۔ ان کے سامنے اسلام پیش کرنا، اگر قبول کر لیں تو بہتر ورنہ ان سے جنگ کرنا، لڑنے والوں کو قتل اور

درست ہے۔“

ابوبکر کے ساتھ مہاجر اور انصار اچھی حالت اور اچھی صورت میں روانہ ہوئے، آرام سے چلے آخر کار وادی یابس میں پہنچ گئے، ان لوگوں کو ان کے آنے کا علم ہو گیا۔ دو صد آدمی یابس وادی سے نکل آئے، انہوں نے پوچھا، کہاں سے آئے ہو، کیوں آئے ہو؟ اپنے سردار کو بھیج دو ہم ان سے بات کرتے ہیں، ابوبکر کچھ مسلمانوں کے ساتھ ان کے پاس گئے ابوبکر نے کہا میں رسول کا صحابی ہوں، انہوں نے کہا، یہاں کیوں آئے ہو؟ ابوبکر نے کہا۔۔۔

”مجھے رسول اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے اسلام پیش کروں، اگر تم اسلام قبول کر لو تو بہتر ہے تمہارے ساتھ وہی سلوک ہوگا، جو دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ہوتا ہے، تمہارے مال و متاع سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے ورنہ تمہارا اور ہمارا فیصلہ جنگ سے ہوگا۔“

انہوں نے ابوبکر سے کہا۔۔۔ لات اور عزیٰ کی قسم اگر تمہارے اور ہمارے درمیان، رشتے داری اور قرابت قریب نہ ہوتی تو تمہارا وہ حشر کرتے کہ دنیا یاد رکھتی، اس میں بھلائی تصور کرو کہ اپنے اصحاب کو ساتھ لے کر واپس چلے جاؤ، اسی میں تمہاری خیریت ہے، ہم صرف تمہارے صاحب (محمدؐ) اور اس کے بھائی علیؑ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔“

ابوبکر نے اپنے اصحاب سے کہا کہ یہ لوگ تعداد میں ہم سے کئی گنا زیادہ ہیں اور ہم وطن سے بھی دور ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ ہم واپس وطن چلے چلیں اور تمام حالات سے رسول اللہ کو آگاہ کریں۔۔۔ سب نے مل کر کہا اے ابوبکر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کر رہے ہو۔ خدا سے ڈرو، ان لوگوں سے جنگ کرو، رسول اللہ کے فرمان کی عدولی نہ کرو، ابوبکر نے کہا میں جو کچھ جانتا ہوں، تم اس کو نہیں جانتے۔

موقعے پر موجود آدمی جس بات کا مشاہدہ کرتا ہے اُسے غائب آدمی نہیں دیکھ سکتا۔ ابو بکر تمام لوگوں کے ساتھ واپس آ گیا۔ آنحضرتؐ کو جبرائیلؑ نے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا۔

رسول اللہؐ نے ابو بکر سے فرمایا

”تم نے مخالفت کی، میرے حکم کی تعمیل نہیں کی، تم میرے نافرمان ہو، رسول اللہ

کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

”اے گروہِ مسلمین! میں نے ابو بکر کو وادیِ یابس کی طرف روانہ کیا تھا اور اس کو حکم

دیا تھا کہ وہ لوگ اسلام قبول کر لیں تو بہتر ورنہ ان سے جنگ کرنا، مگر ابو بکر نے ایسا نہیں

کیا، ان کے دو صد سلاح پوش آدمیوں کو دیکھ کر ڈر گئے اور میرے قول پر عمل نہیں کیا،

میرا حکم بجا نہیں لایا۔ اب جبرائیلؑ نے مجھے کہا ہے کہ خداوندِ عالم فرماتا ہے کہ ابو بکر کی

بجائے عمر کو چار ہزار آدمی دے کر بھیجو، عمر چار ہزار انصار و مہاجر لے کر گئے، وہی جن کو

ابو بکر لے کر گئے تھے، آخر کار عمران کے قریب پہنچ گئے، فریقین نے ایک دوسرے کو

ملاحظہ کیا۔ وادی کے دو صد آدمی عمر کے پاس آئے اور وہی بات کی جو ابو بکر سے کی تھی۔

جب ان لوگوں کی طاقت اور اتفاق کو دیکھا حضرت عمر کے ہوش اُڑ گئے، قریب تھا کہ

روحِ قفسِ عنصری سے پرواز کر جائے۔ مع چار ہزار آدمیوں کے واپس تشریف لائے۔

جبرائیلؑ نے رسول اللہؐ کو آگاہ کیا اور عمر کی تمام کارروائی سے آگاہ کیا، رسول اللہؐ منبر پر

تشریف لے گئے خدا کی حمد و ثنا کے بعد اصحاب کو عمر اور آپ کے اصحاب کی تمام

کارروائی سے باخبر کیا، عمر کھڑے ہو کر اپنے صاحب (ابو بکر) کو حالات بتانے لگے،

رسول اللہؐ نے عمر سے فرمایا۔

”تم نے عرش کے تلے میری اور خدا کی نافرمانی کی، تم اپنی رائے کو وزن دینے

لگے ہو، خدا تمہاری رائے کو تباہ کرے، مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں علیؑ کو ان لوگوں

کے پاس بھیجوں، آپ نے حضرت کو وہی وصیت کی جو ابو بکر، عمر اور ان کے ساتھ ہوئی۔

کی تھی، رسول اللہ نے علیؑ سے فرمایا خدا عنقریب تمہیں اور تمہارے اصحاب کو فتح دے گا۔“  
حضرت علیؑ مہاجرین و انصار کی جماعت لے کر روانہ ہو گئے، آپ کا چلنا، ان دونوں حضرات کے چلنے سے مختلف تھا۔ آپ نے چلنے میں ذرا سختی برتی، لوگوں کو ڈر لاحق ہوا کہ تکان سے تھک کر نہ رہ جائیں اور ان کے گھوڑے چلنے سے معذور نہ ہو جائیں، فرمایا۔

”ہرگز نہ ڈر، مجھے رسول اللہ نے جو حکم دیا ہے میں اُس کو بجالاؤں گا، مجھے آپ نے بتایا تھا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں فتح کی دولت سے مالا مال کرے گا۔ تمہیں بشارت ہو کہ تم خیر اور بھلائی لے کر واپس لوٹو گے۔“

یہ سن کر مہاجرین اور انصار کی روح اور دل خوش اور مفرح ہو گئے، تمام شکوک اور شبہات دل سے نکل گئے، تمام لوگ چلتے رہے لیکن تھکن سے بُرا حال تھا آخر کار رات کو ان کے قریب پہنچ گئے، فریقین ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے، حضرت نے اپنے اصحاب کو اترنے کا حکم دیا، وادی یابس کے ساکنین کو علی بن ابی طالبؑ کی آمد کا علم ہو گیا دو صد اسلحہ پوش آدمی حضرت کی خدمت میں آئے، حضرت نے جب ان کو دیکھا تو اپنے اصحاب میں سے چند آدمی ان کے پاس گئے، انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کہاں کا ارادہ ہے؟

”امیر المؤمنین علی بن ابی طالبؑ نے فرمایا کہ میں، ابن عم رسولؐ اور آپ کا بھائی ہوں۔ قاصد بن کر آیا ہوں، تم کو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کلمہ شہادت پڑھنے کی دعوت دینے آیا ہوں۔ اگر اس بات کو قبول کر لو تو دکھ اور سکھ میں تم مسلمانوں کے زمرے میں شامل ہو گئے، انہوں نے کہا:-

ہمیں زیر کرنا چاہتے ہو، ہمیں دھونس دیتے ہو، ہم نے تمہاری بات کو سُن لیا، ہم تمہاری کوئی بات تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں، تم خود اور تمہارے ساتھی ہلاک ہوں،



تھہیا رکس لے اور جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ، ہم تمہارے اصحاب اور تم سے جنگ کرنا چاہتے ہیں، ہماری اور تمہاری قسمت کا فیصلہ کل میدان جنگ میں ہوگا، حضرت علیؑ نے اُن سے فرمایا۔

”تمہارے لیے ہلاکت ہو، اپنی کثرت اور اتحاد کی بدولت مجھے دھمکی دیتے ہو۔ میں تمہارے خلاف خدا، فرشتوں اور مسلمانوں کی امداد طلب کرتا ہوں، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔“

یہ سن کر وہ لوگ اپنے مرکز میں اور حضرت علیؑ اپنے مرکز اور اپنے اصحاب کے پاس تشریف لائے، جب رات ہوئی تو حضرت نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اپنے گھوڑوں سے مٹی جھاڑ لو اور گھاس کھلا کر ان کو باندھ لو اور زمینیں کس لو، صبح نمودار ہوئی، لوگوں کو باجماعت صبح صادق کی سیاہی میں نماز پڑھائی، اپنے اصحاب کے ساتھ دشمن پر حملہ کر دیا۔ گھوڑوں نے اُن کو پھیل کے رکھ دیا، حضرت کا آخری صحابی ابھی نہیں پہنچا تھا کہ آپ نے لڑنے والوں کو قتل کر دیا، ان کے بال بچوں کو قید کر لیا، ان کا مال و اسباب لوٹ لیا اور ان کے گھر وں کو تباہ کر دیا، قیدی اور مال لے کر روانہ ہوئے۔

جبرائیلؑ نے حاضر ہو کر امیر المؤمنینؑ اور آپ کے اصحاب کی فتح مندی سے رسول اللہؐ کو مطلع کیا، آنحضرتؐ منبر پر تشریف لے گئے، خدا کی حمد و ثنا کے بعد مسلمانوں کی فتح سے لوگوں کو آگاہ کیا، فرمایا کہ مسلمان فوج کا صرف ایک سپاہی کام آیا ہے، رسول اللہ اور مدینے کے تمام مسلمانوں نے مدینے سے تین میل دور جا کر حضرت علیؑ کا استقبال کیا۔ علیؑ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آتے ہوئے دیکھا تو گھوڑے سے اتر پڑے، رسول اللہ بھی اتر پڑے، علیؑ کو گلے لگا لیا، آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان رسول اللہ نے بوسہ دیا۔ جہاں رسول اللہ اترے وہاں مسلمان بھی علیؑ کے استقبال کے لیے اتر آئے، حضرت علیؑ قیدی اور مال غنیمت لے کر واپس تشریف لائے جو اللہ تعالیٰ

نے آپ کو وادی یابس کے لوگوں سے عطا کیا تھا۔

صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں کہ اس قدر مالِ غنیمت خیبر کی جنگ کے سوا اور کہیں نہیں ملا تھا، خدا نے اس دن یہ آیت نازل فرمائی۔

وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا فَالْمُورِيَاتِ

عادیات، گھوڑے جو آدمیوں کو لے کر سر پٹ دوڑے، فالموریات قدماً جن کے قدموں کی ٹاپوں سے پتھر سے آگ نکلتی تھی۔ فالمغیرات صباحاً، ان پر صبح کو حملہ ہوا۔ فاشرن بہ نقعاً وادی میں غبار اُڑاتے تھے۔ فوسطن بہ جمعاً پھر دشمنوں کے دل میں گھس جاتے تھے إِنَّ لِنَاسٍ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ انسان اپنے رب کا بڑا ناشکر ہے۔

وانه على ذلك لشهيد

وہ خود اس بات پر گواہ ہے۔

وانه لخب الخير لشديداً

وہ نیکی کو سخت چاہنے والا ہے۔ یعنی علیؑ

”تفسیر فرات“ (علامہ فرات بن ابراہیم کوئی)

سورہ عادیات میں گھوڑوں کی قسم کھانے کا راز:

علامہ سید محمد رضی مجتہد لکھتے ہیں:-

”وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا“ غازیوں کے سر پٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جن کے نتھنوں سے دوڑنے کے وقت آواز پیدا ہوتی ہے۔ اُن گھوڑوں کی قسم جو پتھر پر ٹاپیں مار کر چنگاریاں نکالتے ہیں۔ اُن کی قسم جو صبح کے وقت دشمن کے پڑاؤ پر عارت ڈالتے ہیں۔ وہ گھوڑے جو دوڑنے سے غبار اُڑاتے ہیں اور جو دشمن کی فوج کے دل میں گھس جاتے ہیں۔

یہ ذکر جنگِ ذَاتِ السَّلَامِ کا ہے جسے ہم ”شہی الامال ج اول ص ۶۰“ سے نقل کر رہے ہیں۔ ۸ ہجری میں مشرکین کے بارہ ہزار سوار مدینے سے پانچ منزل پر وادیِ یابوس میں جمع ہوئے تھے اور سب نے آپس میں عہد کیا تھا کہ رسولِ اسلام اور حضرت علیؑ کو کسی نہ کسی صورت سے قتل کریں گے۔ جبرئیل امین نے یہ خبر سرورِ کائنات کو پہنچائی۔ آپ نے ان کے مقابلے کے لیے اپنے کچھ آدمیوں کو روانہ کیا مگر کوئی بھی ان کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور سب واپس چلے آئے۔ آخر میں حضرت علیؑ کو یہ خدمت سونپی گئی۔ آپ حضرت رسالت مآبؐ کے حکم پر تیزی سے روانہ ہو گئے۔ جب ان کے علاقے میں پہنچے تو انہوں نے دو سو مسلح سواروں کو آپ کے پاس بھیجا اور دریافت کیا کہ تم کون لوگ ہو۔ آپ نے فرمایا کہ میں علی بن ابی طالب برادرِ رسول اللہ ہوں۔ یہ سن کر ان لوگوں نے کہا کہ ہم تو تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔ اب لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ شب کو دونوں لشکر اپنے اپنے پڑاؤ میں انتظار کرتے رہے۔ صبح ہوتے ہی نماز کے بعد حضرت امیر المومنینؑ نے حملہ کر دیا جبکہ ابھی تک آپ کے لشکر کا پچھلا حصہ آنے بھی نہ پایا تھا کیونکہ آپ بہت تیز رفتاری کے ساتھ روانہ ہوئے تھے۔ اس کے باوجود آپ کے اس حملے ہی کے نتیجے میں دشمن کو بھرپور شکست ہو گئی اور بہت سا مالِ غنیمت ملا اور کثرت کے ساتھ قیدی ہاتھ آئے۔ روانگی کے وقت حضور انورؐ نے حضرت علیؑ کو مسجدِ احزاب تک پہنچایا تھا اور جب فتح کے بعد واپسی ہوئی جب بھی حضورؐ نے دور جا کر استقبال کیا۔ جیسے ہی امیر المومنینؑ کی نگاہ حضور انورؐ پر پڑی فوراً گھوڑے سے نیچے اترے اور خدمتِ رسولؐ میں حاضر ہو گئے۔ یہ دیکھ کر رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ تم سوار کیوں نہیں ہوئے۔ خدا اور رسولؐ خدا تم سے راضی ہیں۔

اسی موقع پر رسول اللہؐ نے فرمایا تھا: يَا عَلِيُّ اِنِّي اَشْفَقُ اَنْ تَقُولَ فَيْدَكَ طَوَائِفٍ مِنْ اُمَّتِي مَا قَالَتِ النَّصَارَىٰ فِي الْمَسِيحِ عِيسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ لَقُلْتُ

فِيكَ الْيَوْمَ مَقَالًا لَا تُمْتَدُّ بِمَلَاءٍ مِّنَ النَّاسِ إِلَّا أَخَذُوا الثَّرَابَ مِنْ تَحْتِ قَدَمَيْكَ. (بخارا انوار مجلسی جلد ۶ ص ۵۹۱)

یعنی اگر مجھ کو اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ میری اُمت کے کچھ گروہ تمہارے حق میں بھی وہی کچھ کہنے لگیں گے جو مسیح عیسیٰ بن مریم کے حق میں نصاریٰ کہا کرتے ہیں تو یقیناً آج میں تمہاری مدح میں بھی کچھ کہتا جس کے بعد تم جس گروہ کی طرف سے بھی گزرتے تو وہ تمہارے قدموں کے نیچے سے تیزک سمجھ کر خاک اُٹھاتا۔

وادی یابس فتح کرنے کے لیے اس سے قبل کئی بار اسلامی لشکر گیا تھا اور ظاہر ہے کہ آخری بار حضرت امیر المومنین کے ساتھ بھی وہی فوج اور وہی گھوڑے تھے مگر ان گھوڑوں کی اللہ نے کسی دفعہ بھی قسم نہ کھائی مگر جب علی علیہ السلام گئے تو وحی کے انداز ہی بدلے ہوئے تھے۔ بات بات پر قسم، قدم قدم پر قسم۔ گھوڑوں نے اپنی ٹاپوں سے غبار اُڑایا تو قسم، اُن کے منہ سے آواز بلند ہوئی تو قسم، حملہ کیا تو قسم، شام ہوئی تو قسم، صبح ہوئی تو قسم کھائی، بھہرے تو قسم، دوڑے تو قسم، پتھروں پر پڑیں اور چنگاریاں اُڑیں تو قسم کھائی۔ گھوڑے اب بھی وہی تھے جو پہلے گئے تھے۔ پہلے بھی غبار اُڑایا، چنگاریاں اُڑتی رہیں۔ صبح و شام بھی، سب کچھ تھا مگر خدا گواہ ہے کہ اُن کی ایک ادا بھی قسم کھانے کے قابل نہ سمجھی گئی اور کسی ایک چیز کا ذکر بھی زبان قرآن پر نہ آیا مگر جب راکب دوش رسول گیا تو ادھر مدح کے لیے وحی اُتری اور ادھر ساتھ ہی کافروں کے چہرے اُترے۔ میدان میں خدا کا شیر نکلا تو رن کا نقشہ ہی بدل گیا تو معلوم ہوا کہ یہ قسم دوسرے گھوڑوں کی نہ تھی بلکہ یہ اُس کی تھی جو اب میدان میں آیا ہے۔ اُس کی قسم تھی جو اسد اللہ الغالب کو اپنی پشت پر لئے ہوئے تھا جس کی چال ہی نرالی تھی، جس کا انداز ہی انوکھا تھا۔ کبھی اللہ نے ”واللّٰجِم“ کہہ کے کسی کے گھر کی طرف جھکتے ہوئے ستارے کی قسم کھائی تھی، کبھی ”لَا اَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ“ کہہ کے اپنے محبوب کے شہر کی قسم کھائی تھی،

کبھی ”والد“ کی قسم کبھی ”ولد“ کی قسم پھر یہ مقام کتنا بلند ہے۔

جہاں محبوب کی قسم نہیں کھاتا۔ حبیب کا ذکر نہیں چھیڑتا بلکہ اُس محبوب کی سواری کے گھوڑے کی قسمیں کھائی جا رہی ہیں اور اُس کی ہر ہر ادا کی قسم تاکہ دنیا سمجھ جائے کہ جب سواری قسم کھانے کے قابل ہے تو خود سوار کیسا ہوگا۔ جب راہوار قسم کھانے کے قابل ہے تو خود شہسوار کس شان کا ہوگا۔ فقط ایک ہی آیت نہیں بلکہ پورا ”سورۃ العادیات“ گھوڑوں کی مدح میں آگیا اور صرف مدح و ثنا ہی نہیں بلکہ اس کی بلند ترین منزل۔ کیونکہ قسم صرف اس چیز کی کھائی جاتی ہے جو قسم کھانے والے کی نظر میں عزیز ترین ہو اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گھوڑا نگاہِ قدرت میں کچھ اتنا ہی عزیز اور محبوب تھا کہ مدح سے آگے بڑھ کے زبانِ وحی پر قسم کے جملے آگئے تو اب مجھے نہیں معلوم کہ جب گھوڑے کے قسم کھانے کے قابل اور لائق ہو گئے تو ”بِإِذْنِ اللّٰهِ“ کی منزل کیا ہوگی، جب گھوڑے کی آواز قسم کے لائق ہو گئی تو ”لِسَانَ اللّٰهِ“ کا مقام کیا ہوگا۔

گھوڑا تو ایک ہی تھا قسم کھانے کے لائق مگر جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا تاکہ گھوڑے کی منزلت اور بڑھ جائے۔ کبھی جب کسی چیز کا مرتبہ بڑھانا مقصود ہوتا ہے تو واحد کے بجائے جمع بنا کر پیش کرتے ہیں۔

”إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ حَنِيفًا ۖ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔“

(التخل آیت ۱۲۰)

یعنی ابراہیم فقط ایک شخص نہ تھے بلکہ وہ تو ایک فرماں بردار امت تھے وہ باطل سے کترا کے چلنے والے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے ”اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ کبھی با اعتبارِ عظمت و بزرگی ایک پر بھی جماعت کا اطلاق ہوتا ہے۔ ”مجلس اقوام“ میں ایک ملک کا ایک ہی نمائندہ ہوتا ہے مگر کہا یہی جاتا ہے کہ فلاں ملک نے شرکت کی حالانکہ شرکت

صرف ایک ہی فرد نے کی۔ بات یہ ہے کہ جب کبھی صرف ایک ہی فرد میں کسی جماعت کے مقصد کی نمائندگی منحصر ہوتی ہے تو پھر اس فرد کی حیثیت ایک گروہ اور ایک پوری جماعت کی ہو جاتی ہے۔ اس بنا پر جب پوری قوم کی زندگی کا دار و مدار ایک ہی فرد پر ہو اور پورے گروہ کی حیات ایک ہی ذات پر موقوف ہو تو پھر وہ ایک فرد نہیں بلکہ جماعت ہوتی ہے، وہ ایک شخص نہیں پوری قوم ہے، وہ قلیل نہیں کثیر ہے اور کبھی کلام میں حسن پیدا کرنے کے لیے بھی واحد کو جمع کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اگر نام لے لیا جائے تو پھر بات ہی کیا رہے۔ تو سہی کہ صفتیں خود آواز دیں کہ موصوف کون ہے اور الفاظ خود بول اٹھیں کہ مُراد کون ہے۔ کوئی چھپاتا جائے اور لفظیں چہرہ ممدوح سے نقاب اُلٹی رہیں۔ پھر جب ممدوح معین و مقرر ہو تو وضاحت کی ضرورت ہی کیا ہے اسی بنا پر اشارے کئے گئے۔ کبھی گھوڑے کی تعریف کی، کبھی اس کے اعضاء و جوارح کی مدح کی کبھی ستارے کی تعریف، کبھی انگوٹھی کا تذکرہ، کبھی روٹیوں کا ذکر، کبھی انسان کہہ کر پکارا، کبھی ولی کہہ کے اشارہ کیا، کبھی شاہد کہا، کبھی امام کہا کبھی کتاب کہہ دیا۔ الفاظ بدل بدل کے مدح کی، عبارت الگ الگ کر کے اشارے کئے مگر جو جاننے والے تھے وہ پہلے ہی سمجھ گئے کہ یہ اشارے کس کی طرف ہیں۔ کبھی یوں بھی ارشاد ہوا: اِنَّ مَا وَلِيَكُمْ السَّلٰةَ وَرُسُوْلَهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يَّقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُوْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ ۝ (سورۃ المائدۃ آیت ۵۵)

تمہارا حاکم اللہ ہے اور اُس کا رسول ہے اور وہ لوگ ہیں جو سچے دل سے ایمان لائے جو نماز کو قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ رکوع میں زکوٰۃ (انگوٹھی) دینے والے صرف علیؑ تھے مگر نام نہیں لیا گیا اور مقام مدح میں جمع کا صیغہ لایا گیا۔ بس اسی طرح سورۃ ”الْعَادِيَات“ میں بھی قابلِ قسم گھوڑا ایک ہی تھا مگر صیغہ جمع لایا گیا۔

بہت ممکن ہے کہ یہ وہی گھوڑا ہو جو کر بلا میں امام حسینؑ کے ساتھ تھا۔

اب ہم سورہ "الْعَادِيَات" کو تفصیلاً لکھتے ہیں پھر جنگ "ذات السلاسل" کو جس طرح مختلف سیرت نگاروں نے لکھا ہے نقل کریں گے تاکہ اس جنگ کی تفصیلات ناظرین کتاب کے سامنے رہ سکیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 وَالْعَدِیَّتِ صَبْحًا ۝ فَالْمُورِیَّتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُعِیْرَتِ  
 صُبْحًا ۝ فَانْزُرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝ اِنَّ  
 الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝ وَاِنَّهٗ عَلٰی ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ ۝ وَاِنَّهٗ  
 لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ ۝ اَفَلَا یَعْلَمُ اِذْ بُعِثَ رَمٰی الْقُبُوْرِ  
 وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ ۝ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهٖمْ یَوْمَئِذٍ  
 لَّخَبِیْرٌ ۝ (سورہ العادیات، پارہ عم رکوع ۳۵)

(ترجمہ) (غازیوں کے) سر پٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جو تھنوں سے  
 قرائے بھرتے ہیں پھر پتھروں پر ٹاپیں مار کر چنگاریاں اڑاتے ہیں۔ پھر صبح سویرے  
 چھاپا مارتے ہیں تو دوڑ دھوپ سے غبار بلند کرتے ہیں۔ پھر اُس وقت دشمنوں کے دل  
 میں گھس جاتے ہیں۔ (غرض قسم ہے) کہ بے شک انسان اپنے پروردگار کا ناشکر ہے  
 اور وہ یقیناً خود بھی اس سے واقف ہے اور بے شک وہ مال کا بہت لالچی ہے تو کیا وہ  
 اس بات کو نہیں جانتا کہ جب مُردے قبروں سے نکالے جائیں گے اور دلوں کے بھید  
 ظاہر کر دیئے جائیں گے تو بیشک اُس دن اُن کا پروردگار اُن سے خوب واقف ہوگا۔  
 (بحار الانوار مجلسی جلد ۶ ص ۱۵۸۸ اور تفسیر مجمع البیان للطبرسی)

"وَالْعَدِیَّتِ صَبْحًا" (تا) "فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا" علامہ طبرسی لکھتے ہیں :-  
 بنو کنانہ کے ایک ذیلی قبیلے کی طرف رسول اللہ نے ایک چھوٹا لشکر روانہ کیا (یعنی

سریہ) اس لشکر پر منذر بن عمرو انصاری کو سردار مقرر کیا۔ ان لوگوں کے پلٹنے میں دیر جو ہوئی تو منافقوں نے خبر اڑادی کہ یہ سب قتل کر دیئے گئے۔ اس سلسلے میں یہ سورہ نازل ہوا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ سب زندہ ہیں۔

تفسیر آل محمد علیہم السلام کے مطابق یہ سورہ اُس وقت نازل ہوا جب رسول اللہ نے جنگ ”ذات السلاسل“ کی طرف حضرت امیر المومنینؑ کو روانہ کیا تھا (یہ قول حضرت امام جعفر صادقؑ کا ہے) اور آپ کی روانگی اس وقت عمل میں آئی جب دوسرے لوگ متعدد بار بھیجے گئے تھے اور وہ سب بے نیل مرام واپس آتے رہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اس سریہ کو ”ذات السلاسل“ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس میں فتح کے بعد کثرت کے ساتھ دشمن کی فوج کے لوگ گرفتار ہوئے تھے۔

جب یہ سورہ نازل ہوا تو حضرت علیؑ مع لشکر میدان جنگ کی طرف تھے اور خود رسول اللہ مدینے میں تشریف فرما تھے۔ اس کے نزول کے بعد آپ نے صبح کی نماز پڑھائی اور اس میں اسی سورے کی تلاوت فرمائی۔ نماز سے فراغت کے بعد لوگوں نے عرض کی کہ یہ سورہ تو آج تک ہم نے نہیں سنا تھا تو آپ نے جواب دیا کہ ہاں یہ اب نازل ہوا ہے اور علیؑ کو دشمنوں پر غلبہ حاصل ہو چکا جس کی طرف اس میں اشارہ موجود ہے اور جبریلؑ نے مجھے اس کی خبر پہنچائی ہے۔ پھر کچھ روز کے بعد حضرت علیؑ مال غنیمت اور قیدیوں کے ساتھ مدینے میں واپس آ گئے ”الْعَادِيَاتِ ضَبْحًا“ سے میدان کارزار کے گھوڑے مراد ہیں اور حضرت ابن عباس اور اکثر مفسرین کے بقول یہ وہ فوجی گھوڑے تھے جن کے دوڑنے میں اُن کے پیٹ سے گونج کی سی آواز سنائی دیتی تھی اور بعض نے ان سے وہ فوجی اونٹ مراد لیے ہیں جو دوڑنے میں اپنی گردنیں لمبی کر دیتے ہیں۔



پتھروں سے چنگاریاں اُڑاتے ہیں۔ ”فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا“ وہ گھوڑے رات بھر سفر کے بعد صبح تڑکے دشمن کے پڑاؤ پر چھاپا مارتے ہیں۔ ”فَأَثَرُنَّ بِهِ نَقْعًا“ ان کی دوڑ سے غبار کے بادل پھیلتے ہیں پوری وادی میں۔ ”فَوَسَّطْنَ بِهِ جَمْعًا“ وہ گھوڑے دشمن کی صفوں میں گھس جاتے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ حضرت رسول اللہ نے حضرت علیؑ کے ساتھ صرف تیس سو اور وانہ کئے تھے۔

پھر تفسیر قمی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: یہ سورہ وادی یابس والوں کے سلسلے میں نازل ہوا تھا۔ پھر آپ نے اُن کا واقعہ بیان کیا۔ بارہ ہزار عرب سوار وادی مذکور میں اکٹھے ہوئے اور آپس میں انتہائی مستحکم عہد کیا۔ کہ محمد بن عبد اللہ اور اُن کے چچا زاد بھائی علی بن ابی طالب کو قتل کر دیں گے۔ اس کی خبر حضرت جبریلؑ نے حضرت سرور کائنات کو پہنچادی تو آپ نے چار ہزار سواروں پر مشتمل ایک بہادر اور جزار لشکر اُن کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ غرض جب یہ لوگ وہاں پہنچے اور دشمنوں کو اس کی اطلاع ہوئی تو اُن کے دوستو سوار اِن کے پاس آئے جو پوری طرح مسلح تھے۔ انہوں نے نام پوچھا اور ان کا مقصد دریافت کیا اور کہا کہ اپنے سردار کو بلاؤ تاکہ ہم اس سے گفتگو کریں۔ چنانچہ ان لوگوں نے پوری تفصیل بتائی کہ ہم وادی یابس والوں سے جنگ کرنے آئے ہیں۔ پھر سردار اِن لشکر اسلام نکلے اور اُن سے گفتگو ہونے لگی۔ بڑی بات چیت ہوئی پھر ان لوگوں نے کہا کہ ہم آپ لوگوں کے رشتے دار ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو اسی وقت ہم آپ سب کو قتل کر دیتے۔ اب بہتر یہ ہے کہ آپ واپس چلے جائیں کیونکہ ہم تو صرف محمد اور علیؑ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ آپ سے ہمارا کوئی سروکار نہیں ہے یہ سن کر یہ سب لوگ فوراً وہاں سے واپس مدینے کی طرف بغیر جنگ کئے روانہ ہو گئے۔ حضور اکرمؐ نے اس تمام واقعے سے مسلمانوں کو آگاہ کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے دوسری بار ایک اور مسلح فوج روانہ کی۔ اس کی بھی

تعداد چار ہزار تھی۔ ان کا حال بھی وہی ہوا جو پہلے ہوا تھا اور یہ سب صورت حال رسول اللہ نے اپنے خطبے میں ظاہر کر دی اور مسلمانوں کو اس سے آگاہ کر دیا۔ تیسری بار آپ نے حضرت امیر المومنینؑ کی سرکردگی میں فوج روانہ کی۔ آپ کے ساتھ بھی چار ہزار سپاہی تھے۔ اس فوج میں بڑی تعداد کے ساتھ مہاجرین و انصار دونوں شامل تھے۔ حضرت امیرؑ بڑی تیز رفتاری سے فوج لے گئے۔ تیز چلنے سے سپاہی بے حد تھک گئے تھے اور قریب تھا کہ جانور بھی ہلاک ہو جائیں مگر آپ نے تسکین دی کہ فتح ہماری ہی ہوگی۔ پھر وادی یابس والوں کے نزدیک جا کر لشکر کا پڑاؤ ڈالا اور دم لیا۔ جب ان لوگوں کو علم ہوا کہ علیؑ بن ابی طالبؑ خود آگئے ہیں تو مثل سابق دو سو سوار اسلامی فوج کے سامنے آئے۔ نام اور مقصد پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ علیؑ ابن ابی طالبؑ نام ہے۔ محمدؐ رسول اللہ کا بھائی ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ تمہارے سامنے اسلام کو پیش کروں اگر خوشی سے قبول کر لو تو اُس سے بہتر کیا ہے ورنہ پھر جنگ ہے اور تلوار کی باڑھ اور تمہاری گردنیں۔ انہوں نے سن کر جواب دیا کہ ہم تو تمہارے منظر ہی تھے تو اب بہتر یہ ہے کہ کل دونوں لشکر اپنی تلواریں آزمائیں گے۔ یہ دھسکی دے کر وہ لوگ اپنے پڑاؤ کی طرف چلے گئے۔ شب کو امیر المومنینؑ نے جنگ کی زبردست تیاری کی اور صبح کی نماز کے بعد فضا میں تلواروں کی بجلیاں کوندنے لگیں اور ذرا سی دیر میں آپ نے وادی یابس کو دشمن کے خون سے رنگین کر دیا اور پھر کثیر مال غنیمت لے کر مع قیدیوں کے مدینے کی طرف روانہ ہو گئے۔ جبرئیل امین نے رسول اللہ کو پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ علیؑ کے ہاتھوں جنگ فتح ہوگئی اور عنقریب وہ شہر کی طرف آرہے ہیں۔ آپ یہ سنتے ہی منبر پر تشریف لے گئے اور تمام مسلمانوں کو اس فتح سے آگاہ فرمایا۔ پھر آپ مدینہ سے باہر استقبال کی غرض سے تشریف لائے اور تقریباً تین میل کے فاصلہ پر اپنے داماد اور چچا زاد بھائی کا استقبال فرمایا حضرت علیؑ نے دور سے حضرت رسول اللہ کو دیکھا اور پوچھا

سے اتر پڑے۔ حضورؐ نے بھائی کو گلے سے لگا لیا اور پیشانی کا بوسہ لیا۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں اس چھوٹی سی لڑائی میں تقریباً اسی قدر مال غنیمت حاصل ہوا تھا جتنا غزوہ خیبر میں ملا تھا۔ پھر لکھتے ہیں کہ ”وادی یابس“ کے راستہ میں عمرو بن العاص نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ علیؑ ابھی کم سن اور ناتجربہ کار ہیں یہ ہم سب کو غیر معروف راستہ سے لیے جا رہے ہیں مجھے اندیشہ اور خوف محسوس ہو رہا ہے کہ ہم سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے۔ انہیں راستہ معلوم نہیں ہے جس طرف یہ فوج کو لیے جا رہے ہیں اُدھر زبردست جنگلی درندے اور سانپ کثرت سے پائے جاتے ہیں جو ہم سب کو ختم کر دیں گے۔ لوگ یہ باتیں سن کر بہت ڈر گئے مگر جب امیر المؤمنینؑ نے سختی سے سمجھایا تو سب کے سب چپ ہو رہے۔

حضرت امیر المؤمنینؑ اسلامی سپاہ کے ساتھ رات کی تاریکی میں پہاڑی راستوں میں چلتے رہتے تھے اور دن کے وقت کھلے میدان میں چھپ جاتے تھے۔ جنگلی درندوں کی یہ حالت تھی کہ شیر خدا کے سامنے سے منہ چھپاتے پھرتے تھے یہ جگہ مدینے سے پانچ مرہلے پر تھی۔

ارشاد شیخ مفیدؒ میں ہے کہ ”وادی یابس“ کے کافروں کے اجتماع کی خبر ایک بدوی عرب نے دی تھی۔ وہ رسول اللہؐ کی خدمت میں آ کر دو زانو جھک گیا اور عرض کرنے لگا کہ میں آپ کو ایک خفیہ اطلاع دیتا ہوں کہ عربوں کی ایک جنگجو قوم ”وادی الرمل“ اس کو ”وادی یابس“ بھی کہتے ہیں میں جمع ہوئی ہے اور اس نے طے کر لیا ہے کہ مدینے پر شب خون ماریں گے اور ساتھ ہی اس معاہدے کی تمام تفصیلات سے آگاہ کیا۔ حضورؐ نے حکم دیا۔ ”الصلوة جامعة“ کی آواز بلند کی جائے۔ لوگ یہ آواز سنتے ہی دوڑ کر آنے لگے۔ پھر آپ منبر پر تشریف لے گئے اور اس خبر سے سب کو آگاہ کیا یہ سن کر اہل صفحہ میں سے کچھ لوگ تیار ہو گئے کہ ہم ان کے مقابلے کے لیے جاتے ہیں۔

قرعڈ الا گیا تو اسی آدمیوں کے نام نکلے جن میں اہل صفہ اور دوسرے افراد شامل تھے۔ سرور کائناتؐ نے ایک مختصر مگر جزا لشکر ترتیب دیا اور اُسے سفری اجازت عطا کی اور تمام ضروری ہدایات فرمادیں۔ راستہ انتہائی دشوار گزار تھا۔ پتھر کی چٹانیں اور خاردار جنگلی درختوں کے جھنڈ قدم قدم پر سدّ راہ تھے۔ ”وادی الزمل“ کے سرکش عربوں کا مسکن وادی کے نشیبی حصے میں تھا جہاں اتر کر جانا بہت دشوار تھا۔ جب لشکرِ اسلام کے جانناز اور بہادر سپاہی وادی کے ڈھلوان حصے کی طرف اترنے لگے تو وہاں سے دشمن کے مسلح سپاہی فوراً نکل آئے اور مسلمانوں پر زبردست حملہ کر دیا۔ اس حملے میں بہت سے مسلمان ہلاک ہو گئے اور بالآخر یہ پوری جماعت پسپا ہو کر مدینے کی طرف پلٹ آئی اور اپنے کشتوں کو وہیں چھوڑ دیا۔ اس کے بعد حضورؐ نے دوسری فوج کو روانہ کیا۔ ”وادی یابس“ کے لوگ پہاڑوں اور درختوں کی آڑ میں روپوش ہو گئے۔ پھر جیسے ہی اسلامی فوج کا دستہ وادی کے نشیبی حصے کی طرف اترنے کا ارادہ کرنے لگا وہ سب کے سب اُن پر ٹوٹ پڑے۔ کچھ مسلمان مارے گئے اور بقیہ مدینے کی طرف پلٹ گئے۔ ان دو شکستوں کے بعد پھر عمرو بن العاص نے خواہش کی کہ مجھے سردار بنایا جائے، میں جنگ کی ترکیبوں سے خوب واقف ہوں۔ مگر یہ بھی ”وادی یابس“ کے لوگوں کو شکست دینے میں ناکام رہا۔ آخر حضورؐ انور نے حضرت علیؑ کو بلایا اور لشکر کی سرداری عطا فرمائی۔ اب حضورؐ خود بھی بہ نفس نفیس اس فوج کے ساتھ ”مسجد الاحزاب“ تک تشریف لے گئے۔ حضرت امیر المومنینؑ کے دست مبارک میں پیامہ کا نیزہ نھلی تھا اور سیاہی مائل سُرخ گھوڑے پر سوار تھے۔ رات کے وقت ناہموار راستوں پر چلتے رہتے تھے اور دن کو چھپے رہتے تھے۔ پھر جب اس قوم کے نزدیک پہنچے تو عمرو بن العاص کو یقین ہو گیا کہ علیؑ ضرور اس جگہ کو فتح کر لیں گے اور ہم سب کو شرمندگی اٹھانا پڑے گی اس لیے اُس نے کوشش کی کہ کسی طرح علیؑ کو بھی ناکامی ہو جائے۔ یہ سوچ کر اُس نے اپنے

ساتھیوں سے کہا کہ اس راستے میں بے حد سناپ اور درندے ہیں جو اہل ”وادی الرتل“ یعنی بنی سلیم سے زیادہ خطرناک ہیں اس لیے علیؑ کو سب مل کر سمجھائیں کہ وہ اس راستے پر نہ چلیں۔ چنانچہ سب لوگوں نے دھوکے میں آکر امیر المؤمنینؑ کو سمجھانے کی کوشش کی مگر آپ تو اصل حقیقت سے واقف تھے، آپ نے واپسی سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ان لوگوں سے جنگ کے لیے اس راستے سے بہتر کوئی دوسرا راستہ مناسب نہیں ہے۔ آپ نے کسی کی ایک بات بھی نہ سنی اور اسی دشوار راستے کی طرف چلتے رہے اور مجبوراً فوج کو بھی چلنا پڑا۔ رات گزرتی گئی یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور بعد نماز صبح آپ نے حملہ کا حکم دے دیا۔ یہ حملہ اس قدر اچانک تھا کہ بنو سلیم گھبرا گئے اور انہیں زبردست شکست اٹھانا پڑی۔ اس راستے میں آپ نے اس قدر احتیاط سے کام لیا تھا کہ فوج کے گھوڑوں کے منہ بندھوادیئے تھے تاکہ وہ بول نہ سکیں اور دشمن اُن کی آواز نہ سن سکے۔ اس فتح کے بعد جب حضرت علیؑ مدینے کی طرف واپس ہوئے تو حضور انور نے اُن کا خود استقبال فرمایا۔ اسی موقع پر یہ مشہور حدیث ارشاد کی **يَا عَلِيُّ لَوْلَا اَنَّنِي اَشْفَقُ اَنْ تَقُوْلَ فَيْكُ** جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔

اس کے بعد علامہ مجلسیؒ کہتے ہیں کہ علامہ شیخ مفیدؒ نے اس لڑائی کو غزوہ تبوک کے بعد تحریر کیا ہے اور اپنی بعض تصنیفات میں غزوہ بنی قریظہ کے بعد بیان کیا ہے اور کچھ علما کی رائے ہے کہ جنگ ”ذات السلاسل“ غزوہ بنو مصطلق کے بعد واقع ہوئی تھی۔ بعض نے کہا کہ ہر مرتبہ مسلمانوں کی تعداد سات سو سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ پھر لکھتے ہیں کہ جب علیؑ مدینے کی طرف واپس آ رہے تھے تو رسول اللہؐ نے شہر سے باہر جا کر خود اُن کا استقبال فرمایا۔ جب علیؑ نے رسول اللہؐ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو فوراً گھوڑے پر سے کود پڑے اور تیزی سے قریب آکر آنحضرتؐ کے قدم ہائے مبارک پر

سر رکھ دیا اور انہیں چومنا شروع کر دیا رسول اللہؐ نے علیؑ کو اٹھا کر اپنے منہ میں لپیٹ لیا

اور فرمایا کہ اے علیؑ سواری سے کیوں اتر آئے۔ سوار ہو جاؤ کیونکہ اللہ اور اُس کا رسول تم سے راضی ہیں۔ یہ سن کر حضرت علیؑ فرط مسرت سے رونے لگے۔ بعض لوگوں نے اس جنگ میں خالد بن ولید کا بھی ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ انہوں نے بھی شکست کھائی تھی۔

جب حضرت علیؑ اس قوم کے مسکن کی طرف بڑھ رہے تھے اور قریب پہنچ چکے تھے تو اسلامی لشکر اور بنو سلیم کے لشکر کے درمیان ایک پہاڑ باقی رہ گیا تھا۔ اُس وقت آپ نے لشکر والوں کو حکم دیا کہ اُس پہاڑ کے نیچے اُترو تو خالد اور اُن کے ساتھیوں نے شدید مخالفت کی اور وہی عُذر کیا کہ یہاں درندے اور سانپ کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ پھر جب آپ نے سختی سے حکم دیا تو سب لوگ راضی ہو گئے۔ رات کو چلتے رہے اور عبادت کرتے رہے اور جب صبح قریب ہونے لگی تو آپ نے حکم دیا کہ گھوڑوں کے منہ کس کر باندھ دیئے جائیں تاکہ وہ بول نہ سکیں اور دشمن اُن کی آوازیں نہ سن سکے مگر جب اسلامی لشکر بنو سلیم کے بالکل ہی قریب پہنچ گیا اور گھوڑیوں کی بو گھوڑوں نے سونگھی تو ہنہانا شروع کر دیا جسے سن کر بنو سلیم ہوشیار ہو گئے اور سمجھ گئے کہ کوئی لشکر آ رہا ہے۔ پھر اچانک جنگ شروع ہو گئی اور بنو سلیم اُس اچانک حملے کی تاب نہ لا کر فرار ہو گئے باقی لوگ قتل کر دیئے گئے یا گرفتار ہو گئے اور کثیر مال غنیمت ہاتھ آیا۔

تفسیر فرمات کے مطابق حضرت ابو ذر غفاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے اصحابِ صُفّہ کے لیے قرعہ ڈالا تھا جس کے بعد اُن میں سے اور دوسرے لوگوں میں سے اسی جنگ میں اسی آدمی شامل کئے گئے تھے لیکن جب کسی طرح فتح نہ ہوئی تو یہ بات طبع مبارک پر گراں ہوئی اور بلال کو بلا کر حکم دیا کہ علیؑ کو بلاؤ۔ جب وہ آگئے تو لشکر کی علمداری اُن کے سپرد فرمائی اور غزوہ خیبر کی طرح اعلان کیا کہ اب میں اُس بہادر کو بھیجتا ہوں جو کرا اور غیر فرار ہے۔

پھر جب علیؑ روانہ ہوئے تو خود حضورؐ بھی انہیں رخصت کرنے کے لیے اُن کے

ساتھ ”مسجد احزاب“ تک تشریف لے گئے۔ مسجد کے نزدیک حضرت علیؑ ایک سرخ سیاہی مائل گھوڑے پر سوار ہوئے اور آنحضرتؐ انہیں ہدایات دے رہے تھے۔ اس کے بعد حضورؐ نے انہیں رخصت کیا اور خود مدینے کی طرف پلٹ آئے۔ اُدھر علیؑ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہم پر روانہ ہو گئے جس کا رخ عراق کی طرف تھا اس لیے لوگ یہ سمجھے کہ ہمیں علیؑ کسی اور طرف لیے جا رہے ہیں یہاں تک کہ آپؐ ”وادی یابس“ کے دہانے پر پہنچ گئے۔ وہاں سے آپؐ کا طریقہ سفر یہ تھا کہ رات بھر چلتے تھے اور دن میں کہیں مع لشکر چھپ جاتے تھے پھر جب بنو سلیم اہل ”وادی یابس“ کے نزدیک پہنچ گئے تو ساتھیوں کو حکم دیا کہ اپنے گھوڑوں کے منہ تختی سے باندھ لو اور پورے لشکر کو ایک جگہ پر ٹھہرا دیا۔ اُس کے بعد خود بڑھ گئے غرض فجر طالع ہو گئی تو نماز کے فوراً بعد حملے کا حکم دے دیا۔ یہ حملہ اس قدر اچانک اور شدید تھا کہ بنو سلیم ٹھہر نہ سکے اور وہ میدان چھوڑ گئے۔ بہت سے قتل ہو گئے اور جو میدان میں باقی رہ گئے تھے انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ اسی فتح کی بابت سورہ ”الحدیث“ کا نزول ہوا تھا۔

اس حملے میں کفار کے لشکر سے ایک سو بیس<sup>۱۴۰</sup> آدمی مارے گئے تھے۔ اُن لوگوں کا سردار حارث بن بشیر تھا۔ ایک سو بیس<sup>۱۴۰</sup> کینزیں قید ہوئیں۔

تفسیر قرأت ہی میں لکھا ہے۔ حضرت سلمان فارسی بیان کرتے ہیں کہ ہم سب اصحاب رسول اللہ حضورؐ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بدوی عرب حاضر ہوا اور مہاجرین و انصار کی صفوں سے گزرتا ہوا آنحضرتؐ کی خدمت میں گھٹنوں کے بل جھکا اور سلام کر کے عرض کرنے لگا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہو جائیں۔ حضورؐ نے جواب سلام دیا اور دریافت کیا کہ اے اعرابی تم کون ہو اُس نے عرض کی کہ میں بنو حشم سے ہوں۔

یا رسول اللہ قبیلہ بنو خشم کو میں اس حالت میں چھوڑ آیا ہوں کہ انہوں نے اپنا لشکر پوری طرح تیار کر رکھا ہے، اُن کے فوجی جھنڈے بلند ہو چکے ہیں جو اُن کے سروں پر لہرا رہے ہیں اور اُن کی قیادت حارث بن مکیدہ خشمی کر رہا ہے۔ اس لشکر میں پانچ سو جنگجو سوار ہیں جو سب قبیلہ خشم کے ہیں اُن لوگوں نے لات و عزلی کی قسم کھا کر آپس میں مستحکم عہد و قرار کیا ہے کہ مدینے پر شدید حملہ کریں گے اور حضور اور اصحاب کرام کو قتل کر دیں گے۔ یہ سن کر رسول اللہ کی آنکھوں میں آنسو جھلکنے لگے اور یہ دیکھتے ہی تمام صحابہ بھی رونے لگے۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم نے اس اعرابی کی گفتگو سن لی؟ سب نے عرض کی حضور! ہم سب نے سن لی، آپ نے فرمایا کہ اس سے قبل کہ وہ لوگ مدینے کو تاراج کر ڈالیں تم میں سے کون ہے جو اُن کو اس حملے سے روک دے اور اُن سے جنگ کرے۔ حضور نے خطبہ ارشاد کیا اور فرمایا کہ میں جنت کی اس شخص اور اُن لوگوں کے لیے ضمانت دیتا ہوں جو ان ڈاکوؤں کو اُن کی شرارت سے روک دیں۔ اتنے میں حضرت امیر المؤمنین ناقی پر سوار حاضر خدمت ہوئے۔ رسول اللہ کی یہ حالت دیکھی۔ آنسوؤں کی لڑیاں موتیوں کی طرح رخسارِ انور پر چمک رہی تھیں۔ بس یہ دیکھتے ہی ناقی سے اپنے آپ کو گرا دیا اور اپنی ردا سے حضور کی آنکھوں سے آنسوؤں کو صاف کرنا شروع کر دیا۔ عرض کی میری جان آپ پر فدا ہو کس چیز نے آپ کو رولایا۔ خدا آپ کو کبھی نہ رُلانے۔ آنحضرت نے پورا واقعہ بیان فرمایا۔

غرض حضور نے ایک مختصر فوج تیار کی جس میں ایک سو پچاس سپاہی تھے اور اس کا سردار علیٰ کو بنایا۔ عبد اللہ بن عباس نے یہ دیکھ کر عرض کی حضور! دشمن کی تعداد پانچ سو (۵۰۰) ہے اور اُن کا سردار حارث بن مکیدہ ہے جو خود اکیلا پانچ سو (۵۰۰) سواروں کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ابن عباس! اگر علیٰ تنہا ہوں اور دشمن کی فوج خاک کے ذروں کے برابر کثرت میں ہو، جب بھی فتح علیٰ ہی کو ہوگی، پھر



رسول اللہ نے دعادی، بھائی کو اللہ کی حفاظت میں دیا۔

اس کے بعد امیر المومنینؑ روانہ ہو کر مدینے سے تین میل کے فاصلے پر وادی ذی نخب پہنچے۔ پھر دشمن کے پڑاؤ کے قریب پہنچ کر صبح کی نماز کے لئے اذان دی جسے سن کر دشمن گھبرا گیا۔ اس کے بعد علم لشکر جنگ کے لیے بلند ہوا۔ جنگ شروع ہو گئی۔ پہلا حملہ خود امیر المومنینؑ نے تنہا کیا۔ پہلے انفرادی لڑائی ہو رہی تھی۔ اس جنگ میں حارث بن مکیدہ خود میدان میں نکلا۔ تلواریں چلنے لگیں۔ میدان کارزار میں بجلیاں چمک رہی تھیں۔ آخر علیؑ کی ضربت نے حارث کو مٹی کا ڈھیر بنا کر زمین پر گرادیا۔ پھر فتح حاصل ہوئی۔ (اثناے بیان میں غزوہ بنو قریظہ اور غزوہ بنو مصطلق کا ذکر آیا ہے)

غزوہ بنو قریظہ ماہ شوال ۵ ہجری میں واقع ہوا تھا۔ جبکہ غزوہ خندق رمضان و شوال ۵ ہجری میں ہوا تھا اور غزوہ بنو مصطلق ۲ ربیع الاول؟ ۵ ہجری میں۔

صاحبِ انتہی الآمال نے جلد اول میں اس کے وقوع کا سال ۸ ہجری لکھا ہے۔ سیرت کی دوسری کتب میں غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد ۹ ہجری میں اس جنگ کا ذکر کیا گیا ہے۔ (شہادتِ کبریٰ... ص ۱۹۶ تا ۲۰۹)

مفسر :- مرتضیٰ مطہری (ایران)

## عادیات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعَدِیَّتِ ضَبْحًا ۝ فَالْمُورِیَّتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُغِیْرَتِ  
ضَبْحًا ۝ فَاتْرَنَ بِهٖ نَقْعًا ۝ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝ اِنَّ  
الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝ وَاِنَّهٗ عَلٰی ذٰلِكَ لَشٰهِدٌ ۝ وَاِنَّهٗ  
لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ ۝ اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ ۝

وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ ۝

سورہ ”والعادیات“ کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ سورہ مکہ کی ہے یا مدنی؟ قرآن کے اعتبار سے یہ اختلاف پیدا ہوا ہے کہ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی تھی یا مدینہ میں۔ روایتوں کی رو سے بھی شبہ کے اسباب پیدا ہوئے۔ اس سورت کا آہنگ اور اس کا چھوٹے چھوٹے فقروں پر مشتمل ہونا اسے مکہ سورتوں سے مشابہ بناتا ہے۔

کئی سورتیں وہ ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابتدائی دور بعثت میں نازل ہوئی تھیں۔ یہ کئی سورتیں اور ان کی آیات یاد دہانی کرانے والی، ڈرانے والی اور جھنجھوڑنے والی ہیں۔

مدنی سورتوں میں سے اکثر میں قوانین اور ضوابط بیان کیے گئے ہیں۔ اس لیے طویل اور مفصل آیات ان سورتوں میں آئی ہیں۔

یہ سورت چند قسموں سے شروع ہوتی ہے۔ عجیب قسمیں انھیں قسموں کی بنا پر ایک گروہ اسے کئی سورت قرار دیتا ہے۔ عام طور پر قرآنوں میں اس سورہ کو کئی ہی لکھا جاتا ہے۔ میں بھی اس کے کئی ہونے کا قائل ہوں۔

میری یہ رائے ہے بلکہ قطعیت کے ساتھ میں اسے کئی ہی کہتا ہوں جبکہ بعض لوگ جیسے تفسیر المیزان کے مولف کہتے ہیں اس کے مضمون کے قرینے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔

قسمیں، عجیب قسمیں ہیں، ذرا توجہ سے سنیے، ارشاد ہوتا ہے:

”وَالْعَدِيدُ ضَبْحًا“

دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم۔ اس حال میں کہ وہ پھنکاریں مار رہے ہیں، مجاہدوں اور سربازوں کے گھوڑوں کی قسم۔

ان گھوڑوں کی قسم جو سخت اور پتھر ملی زمینوں پر دوڑتے ہیں۔ ہم جیسے دیہات کے

رہنے والے لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ گھوڑوں کے سموں میں اگر نعل لگے ہوئے ہوں اور وہ سخت پتھریلی زمین پر دوڑیں تو نعل اور پتھروں کی رگڑ سے چنگاریاں پیدا ہوتی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے چھوٹی چھوٹی بجلیاں چمک رہی ہوں۔  
 ارشاد فرماتا ہے:

”فَالْمُورِيَتِ قَدْحًا“

”وہ گھوڑے جو پتھریلی زمینوں پر دوڑتے ہوئے اپنی ٹاپوں سے چنگاریاں جھاڑتے ہیں۔“

”فَالْمُعِيذَاتِ صُبْحًا“

”وہ گھوڑے جو صبح سویرے دشمن پر چھاپہ مارتے ہیں“  
 یہاں گھوڑوں کی قسم کھائی گئی ہے، لیکن یہ خود گھوڑے سواروں کی تعریف ہے۔ جب سرباز کے گھوڑے کی قسم کھائی جاتی ہے تو خود سرباز کی بھی عزت افزائی ہوتی ہے۔ یہ سرباز و جاں نثار اپنے گھوڑوں کو لے کر اس برق رفتاری کے ساتھ چھاپہ مارتے ہیں کہ دشمن ابھی اپنی لشکرگاہ میں ہی ہوتا ہے کہ اس کے سر پر پہنچ جاتے ہیں۔

”فَأَنْزَلَ بِهِ نَقْعًا“

اس سے قبل یہ فرمایا تھا کہ گھوڑے اپنی ٹاپوں سے چنگاریاں جھاڑتے ہیں، ظاہر ہے کسی پتھریلی زمین پر ان کی دوڑ کا ذکر تھا۔ اس کے بعد ارشاد ہوا تھا

”فَالْمُعِيذَاتِ صُبْحًا“

صبح سویرے دشمن پر چھاپہ مارتے ہیں۔

پھر اس موقع پر گردوغبار اڑاتے ہیں۔ یہ بات معلوم ہے کہ دشمن سنگلاخ زمین پر پڑاؤ نہیں ڈالتا۔ وہ دشت میں کسی میدانی جگہ پر قیام کرتا ہے۔ اور یہ سرباز شہنوخ مارنے کے لیے کوئی کوہستانی راستہ اختیار کرتے ہیں تاکہ دشمن ان کی طرف متوجہ نہ

ہوسکے۔ پھر وہ اچانک میدانی علاقے میں داخل ہو کر اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ دشمن بھی فوراً مقابلہ کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور اس قدر گردوغبار آسمان کی طرف بلند ہوتا ہے کہ کچھ دکھائی نہیں دیتا۔  
 فردوسی کہتا ہے:-

زسم ستوزان درآن پہن دشت

زمیں شدشش و آسمان گشت ہشت

اس طرح گھوڑے دشمن کے ہجوم میں گھس جاتے ہیں اور اس کے لشکر کے عین درمیان پہنچ جاتے ہیں۔

قرآن اس آیت میں کیا کہنا چاہتا ہے؟

قرآن جملات کے ساتھ کیوں قسم کھاتا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ چیزیں میرے نزدیک مقدس ہیں۔ مجاہدین کے گھوڑے، ان گھوڑوں کی ٹاپیں وہ گردوغبار جو ان سے پیدا ہوتا ہے۔ راتوں رات کیے جانے والے حملے جو ایک بجلی کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑتے ہیں یا جو حملے دشمن پر اچانک کیے جاتے ہیں۔

ہماری روایات میں آیا ہے اس سورہ کی شان نزول کا تعلق ایک غزوہ سے ہے جسے ”ذات السلاسل“ کہتے ہیں۔ غزوہ ذات السلاسل کا تعلق اس زمانے سے ہے جبکہ دشمن نے دنیائے اسلام پر بڑا ہجوم کر رکھا تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند بار مسلمانوں کو ان کے مقابلہ کے لیے روانہ فرمایا۔

ایک بار حضرت ابو بکر کی سرکردگی میں اور دوسری بار حضرت عمر کی سرداری میں عمرو بن العاص نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا:

”یا رسول اللہ! سے ہم حیلہ و تدبیر سے ختم کرتے ہیں“

وہ بھی گئے اور میدان کارزار کو بڑی مشکلات سے دوچار کر دیا۔ آخر یہ کام حضرت

علیٰ کے سپرد کیا گیا۔

علیٰ نے کوہستانی راستہ منتخب کیا۔ رات اس راستے پر سفر کرتے رہے اور صبح سویرے دشمنن پر ٹوٹ پڑے اور اس کا کام تمام کر دیا۔

اس روز کہ اس جگہ سے مدینہ کا فاصلہ زیادہ تھا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی مسجد میں آئے۔ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور حمد کے بعد سورہ عادیات پڑھی۔ یہ سورت بھی سورہ زلزائل کی طرح قیامت کی یاد دہانی کراتی ہے اور خدا کی طرف لوٹنے کے احساس کو بیدار کرتی ہے۔ یہ سورہ انسان میں سپاہیانہ جذبے کو بیدار کرتی ہے۔ اس سپہ گری میں عربوں کا کردار بڑا حیرت انگیز ہے۔

مسلمانوں کو بڑی حیرت ہوئی کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ حمد پڑھنے کے بعد ایک نئی سورت کی قرأت فرمائی کہ اس سے پہلے آپ نے یہ سورہ نہیں پڑھی تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعَدِیْتِ ضَبْحًا ۝ فَالْمُورِیْتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُعِیْرَتِ ضُبْحًا ۝ فَالْفَاثِرِیْنِ

بِه نَقَعًا ۝ فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا

جب نماز ختم ہو گئی۔ لوگوں نے کہا:

”ہم نے یہ آیات اب تک آپ سے نہیں سنی تھیں۔ ان آیات کو پہلی بار ہم آپ

سے سُن رہے ہیں۔“

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”آج ہی مجھ پر جبرئیل نازل ہوئے اور اطلاع دی کہ علیٰ اس جگہ اس مقام پر گئے

اور فتح حاصل کر کے واپس ہو گئے۔

(تمام مسلمان واقف تھے کہ ایک عرصے سے مشکل درپیش تھی)

قرآن جب کسی چیز کی قسم کھاتا ہے تو گویا وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ وہ اس چیز کا احترام کرتا ہے۔ اسے مقدس سمجھتا ہے۔

اس کے بعد کیا ارشاد ہوتا ہے؟

”إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ“

”حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے رب کا بڑا ناشکر ہے۔“

بجائے اس کے کہ نعمت کی قدر جانے۔ سینہ زوری کا رویہ اختیار کرتا ہے اس کا حال ایک ضدی بچے کی طرح ہوتا ہے۔ ماں باپ اس کی بہبود اور شفا کے لیے کوئی دوا یا غذا تیار کرتے ہیں۔ لیکن وہ توڑ پھوڑ کر کے اسے پھینک دینا چاہتا ہے۔

مفسرین نے کہا ہے اور ٹھیک کہا ہے کہ قرآن نے ”إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ“ کہتے ہوئے ان ہی لوگوں کو اپنے پیش نظر رکھا ہے کہ ایک پیغمبر ان کے درمیان مبعوث کیا گیا۔ بجائے اس کے کہ اس کی دعوت قبول کریں انہوں نے مدینہ پر حملہ کرنا چاہا۔ قرآن کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ نعمت عطا کی۔ کیا یہ نعمت کی قدر دانی ہے کہ مدینہ پر حملہ کرنے کی فکر کرتے ہو؟!

(إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ)

”کنود“ یعنی کفور، یعنی کفرانِ نعمت، مخرف، حق ناشناس،

”وَإِنَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ لَشَهِيدٌ“

”اور وہ خود اس پر گواہ ہے۔“

اگر خود اسی سے پوچھا جائے تو اس کی فطرت تصدیق کرے گی کہ وہ ایک کافرِ نعمت اور حق ناشناس وجود ہے۔

”وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ“

اس آیت کے معنی دو طرح سے ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ ”لشديد حب الخير“

یعنی وہ دولت سے بہت محبت کرتا ہے، دوسرے یہ کہ انسان بہت شدید ہے، گویا بہت بخیل ہے، کیوں؟

اس لیے کہ دولت سے بہت محبت کرتا ہے۔

یہاں قرآن نے دولت کو خیر سے تعبیر کیا ہے۔ یہ تعبیر قرآن میں بار بار آئی ہے۔

اس نے ثروت کو خیر کا نام دیا ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا

خود دولت اپنی ذات میں شر نہیں ہے، انسان کی دولت سے محبت شر ہے۔ انسان کو اس سے رہائی حاصل کرنی چاہیے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ خدائے تعالیٰ کے سوا کسی سے وابستگی نہ رکھے۔ اصل چیز تعلق اور وابستگی ہے۔ جیسے گھوڑے کے منہ میں لگام دیتے ہیں اور پھر لگام کو کسی چیز سے باندھ دیتے ہیں۔ یعنی گھوڑے کو کسی درخت سے یا اس کے کٹھرے میں باندھ دیتے ہیں اس طرح خود کو کسی چیز سے نہیں باندھ لینا چاہیے۔ غیر اللہ کے ساتھ بستگی عین خدا سے آزادی حاصل کرنا ہے۔

انسان ایک ایسا موجود ہے جو لامتناہی ہے، انسان جس قدر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوگا، اس کے سامنے راستہ کھلا رہے گا۔ وہ جس قدر آگے بڑھتا جائے گا اسے راستہ کھلا ملے گا۔ اگر وہ ابد تک چلتا رہے تب بھی راستہ ختم نہیں ہوگا۔

دولت، آج کی اصطلاح میں انسان کو استحکام دیتی ہے۔ اسے مضبوط بناتی ہے۔ اس کی حفاظت کرتی، اسے ترقی و تکمیل کی راہ پر بڑھاتی ہے اسی لیے دولت کو قرآن میں خیر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

دولت بذات خود بڑی چیز نہیں ہے۔ یہ سوال کیا جاسکتا ہے؟

”اگر دولت بری چیز ہے تو اسے اللہ تعالیٰ نے کیوں انسان کے اختیار میں دیا؟“

اس کا جواب یہ ہے۔

”دولت بڑی چیز نہیں ہے البتہ اس کے ساتھ تیرا تعلق، تیرا احب  
الخبیر، (حُب یعنی تعلق اور محبت) بُرا ہے۔ تجھے یہ نہیں چاہیے کہ خود کو  
اور اپنی گردن کو دولت کے ساتھ باندھ دے اور کھڑا ہو جائے“

دوسری بات یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے خیر کی محبت کو انسان کی فطرت میں مطلق  
طور پر رکھا ہے اور خیر مطلق اللہ تعالیٰ ہے۔ خیر مطلق کو تو تو نے چھوڑ دیا اور ایک محدود اور  
جزئی چیز کے پیچھے بڑھ گیا جسے صرف ایک ذریعہ اور وسیلے کی حیثیت حاصل ہے۔ تو نے  
ذریعے کو ہدف بنا لیا۔ اور اصل ہدف کو بالکل بھلا دیا۔

”أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعِثَ رَافِعٌ إِلَى الْقُبُورِ- وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ

”تو کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا، جب قبروں میں جو کچھ ہے اسے نکال لیا جائے گا  
اور سینوں میں جو کچھ (چھپا ہوا) ہے اسے برآمد کر کے اس کی جانچ پڑتال کی جائے  
گی۔“

یعنی جو کچھ انسان کے باطن میں ہے اسے ظاہر کر دیا جائے گا۔ کیا انسان نہیں جانتا  
کہ اس وقت کیا ہوگا؟ کیا اُسے نہیں معلوم کہ یہ وقت آنے والا ہے؟  
اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

”إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ“

اگر وہ نہیں جانتا تو اب جان لے کہ اس کا پروردگار رخبیر و آگاہ ہے۔ وہ ہر چیز کو خوب  
جانتا ہے۔ (درس قرآن از مرتضیٰ مظہری، ص ۲۹۵ تا ۳۰۳)

قرآن میں گھوڑے کے متعدد نام آئے ہیں:

جیاد: تیز رو گھوڑے خاصے کے گھوڑے (جمع۔ واحد: جواد) (سورہ ص، ۳۷)

قرآن مجید میں یہ لفظ صرف ایک جگہ آیا ہے اور وہ حضرت سلیمانؑ کے سلسلے میں۔



پیش کئے گئے“

گھوڑا دنیا کے مفید ترین و مشہور ترین جانوروں میں ہے اور عرب کے لوگ تو اونٹ کے بعد اسی سے سب سے زیادہ مانوس تھے۔ عرب کے گھوڑے آج تک مشہور چلے آتے ہیں۔ فلسطین و شام میں بھی کثرت سے پایا جاتا تھا۔ حضرت سلیمان کے پاس سواری کے گھوڑے ۱۲ ہزار تھے۔ عہد عتیق میں ہے۔

”اور سلیمان کی گاڑیوں کے گھوڑوں کے لئے چالیس ہزار تھان تھے اور بارہ ہزار سواری تھے“۔ (۱۔ سلاطین ۲۶۰۳)

غزوات جہاد وغیرہ خالص دینی اغراض کے لئے گھوڑے اگر اس سے زیادہ تعداد میں بھی ہوتے، جب بھی کچھ تعجب نہ تھا اور سیر و تفریح وغیرہ جائز دنیوی اغراض کے لئے بھی گھوڑے کی سواری میں کوئی مضائقہ نہ تھا۔ ماہرین کا بیان ہے کہ حیوانات میں شریف ترین جانور اور انسان کا بہترین رفیق گھوڑا ہی ہے۔

خیل: گھوڑے۔ سوار (اسم جمع)

خیل: (تیرے) گھوڑے۔ مجازاً تیرے سوار۔

سورہ آل عمران، ع ۲۔ سورہ الانفال، ع ۶۔ سورہ النحل، ع ۱  
سورہ بنی اسرائیل، ع ۷۔ سورہ الحشر، ع ۱۔

قرآن مجید میں پانچ جگہ یہ لفظ آیا ہے۔ پہلی جگہ نفسِ بشری کے مرغوبات و محبوبات کے سلسلے میں کہ انسان کو محبوب یہ چیزیں ہوتی ہیں، بیویاں، بیٹے، سونے چاندی کے ڈھیر، نشان پڑے ہوئے گھوڑے، چوپائے اور کھیت پات۔ دوسری جگہ مسلمانوں کو یہ حکم ملا ہے کہ دشمنانِ دین سے مقابلے کے لئے اور ان پر اپنی ہیبت طاری رکھنے کے لئے سامان تیار رکھو اپنی قوت سے اور چلے ہوئے گھوڑوں سے۔ تیسرے موقع پر یہ

پر سواری کرو اور وہ تمہارے لئے زینت کا بھی کام دیں۔ چوتھی جگہ ذکر ابلیس کے مکالمے کا ہے، جب وہ جنت سے نکالا گیا ہے۔ اُس وقت اُس سے ارشاد ہوا، کہ تو ہمارے بندوں پر اپنے سواروں اور پیادوں سمیت چڑھ دوڑنا۔ پانچویں جگہ غزوہ بنی نضیر کے سلسلے میں مسلمانوں سے خطاب ہے کہ اُس میں تو تمہیں اتنی دولت خود بخود ہاتھ لگ جائے گی، بغیر اس کے کہ تم گھوڑے دوڑاؤ یا اونٹ۔

قرآن مجید کے یہ پانچوں مقامات کسی قدر تفسیر طلب ہیں۔

(۱) الخیل المسومة: (آل عمران) گھوڑے یوں بھی انسان کے لئے

ایک قابل قدر جاندار ہیں اور پھر جو گھوڑے میدان حیت سکیں، جنگ میں سوار فوج کی خدمت انجام دے سکیں، ان کی قدر و قیمت اور اہمیت کا کیا کہنا۔ انسان کو ایسی دولت ہمیشہ عزیز رہی ہے اور آئندہ بھی عزیز رہے گی۔ اشارہ اسی طرف ہے۔

(۲) رباط الخیل: (الانفال) ایسے گھوڑے جو سرحد پر چوکی پہرے

کے کام آئیں دشمنوں سے مقابلے کے لئے ضرورت تو بہت سے سامان کی پڑتی ہے، اس عموم میں مرتبہ خصوصی و امتیاز فوجی ٹریننگ پائے ہوئے، سدھے ہوئے گھوڑوں کو حاصل ہے مشینی دور سے پہلے تو عسکری قوت و تنظیم کا مدار بہت بڑی حد تک سواروں ہی کی قوت و تنظیم پر تھا، لیکن اب بھی فوج میں (Cavalry) گھوڑے چڑھے دستوں کو جو اہمیت حاصل ہے اُس کا حال کوئی فوج ہی کے سرداروں سے پوچھے۔ جنگ جرمی ۱۹۱۲ء، ۱۹۱۸ء بلکہ جنگ عمومی ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۵ء تک میں بار بار اس کے تجربے ہو چکے۔

(۳) الخیل والبغال: (الہٰل) سواری اور اس سلسلے کے سارے

متعلقات میں انسان کے کام آنے والے جانوروں میں سب سے بڑھ کر گھوڑا اور خچر

اور گدھا ہی ہیں اور ان تینوں میں بھی نمبر اول پر گھوڑا ہے۔ قدرۃ اسی کے ساتھ ساتھ

نے بھی محلِ انعام پر اسی کو سب سے اول رکھا ہے۔ سواری و بار برداری کے سلسلے میں بھی اور تجل و آرائش کے سلسلے میں بھی (وَزِينَةَ)

(۴) **بخيلك ورجلك:** (بنی اسرائیل)۔ ایلئیس جب اپنی صریح

نافرمانی کی پاداش میں مردود ہوا ہے تو اُسے اپنی قوتِ انو اکا بڑا زعم تھا۔ اس وقت اس سے ارشاد ہوا کہ اچھا تو ہمارے بندوں پر اپنے سواروں اور پیادوں کو چڑھا لا، یہ بھی کر کے دیکھ لے۔ یہاں خَیْل، گھوڑے کے معنی میں نہیں، بلکہ رَجَل (پیادے) کے مقابل سوار کے معنی میں ہے اور لغت میں خَیْل کے معنی گھوڑے اور سوار دونوں کے ہیں (الخیل فی الاصل اسم للافراس والفرسان) (راغب) اور پورا فقرہ اپنے لفظی معنی میں نہیں بلکہ محض مجازاً استعمال ہوا ہے۔ محاورے میں اس سے مراد مطلق لشکر ہوتا ہے۔ امام رازیؒ کے الفاظ میں المرادمنہ ضرب المثل کما تقول للرجل المجد فی الاصر جئتنا بخيلك ورجلك وهذا الرجه اقرب (کبیر) اور اہل لغت نے بھی یہی معنی قبول کر لئے ہیں۔ تاج العروس میں ہے وقد جاء فی التفسیر ان خيله كل خيل سطي فی معصية اللہ ورجله كل ماش فی معصية اللہ۔ جیسے اُردو میں کہا جائے کہ تو ان پر اپنا حملہ پوری طرح کر دیکھ۔ اور اگر کوئی یہی معنی لے کر شیطان سوار ہو کر آتا ہے تو اس کے بھی امتناع پر کوئی دلیل نہیں۔

تا بعین بلکہ بعض صحابیوں سے ایک تفسیر یہ بھی منقول ہے کہ دنیا میں جو بھی سوار اور جو بھی پیادے معصیت کی راہ میں چلتے ہیں، یہ سب شیطان ہی کے سوار اور پیادے ہیں۔ عن ابن عباس و مجاهد و قتادة كل راجل او ماش الى معصية اللہ من الانس والجن فهو من رجل الشيطان وخيله (جصاص) فعلى هذا التقدير خيله ورجله كل من شانك في

## الدعاء الى المعصية (کبیر)

(۵) مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ (الحشر)۔ سیاق غزوہ بنی نضیر کا ہے اور اس سلسلے میں مسلمانوں سے ارشاد ہوا ہے کہ تمہیں تو یہ فتح مفت ہاتھ لگ گئی اور اتنا مال حاصل ہو گیا ورنہ تمہیں تو نہ گھوڑے دوڑانے پڑے تھے نہ اونٹ۔ یعنی کوئی خاص مشقت اٹھائے بغیر اتنی کامیابی حاصل ہو گئی۔ (یہ آیت فدک کے لیے ہے)

گھوڑا دنیا کا ایک معروف ترین جانور ہے۔ خوبصورت، خوشنما، جسم کا سڈول، انسانی ضرورتوں کے لئے نہایت درجہ کارآمد، اور حیوانی دنیا میں انسان کا بہترین رفیق۔ صحرائی یا جنگلی قسم کا گھوڑا اب صرف منگولیا کے دشت و ریگ زار میں پایا جاتا ہے۔ باقی دنیا کے ہر حصے میں اہلی یا پالتو ہی گھوڑے کے انواع و اقسام ملتے ہیں۔ جہاں تک سواری کا تعلق ہے، گھوڑا انسان کی ران سواری کا بھی کام دیتا ہے اور اس کی طرح طرح کی گاڑیاں بھی گھسیٹتا ہے، بار برداری کے بھی کام آتا ہے اور بعض ملکوں میں بیل اور اونٹ کے بجائے زراعت کے کاموں میں لگا رہتا ہے۔ مثلاً اہل چلاتا ہے، پانی کے پُرکھینچتا ہے وغیرہ اور بجز خالص برفانی علاقوں کے انسان کا وجود اس دنیا کے جس جس حصے میں ہے وہاں گھوڑا بھی پایا جاتا ہے۔

گھوڑے جسامت کے لحاظ سے مختلف قسم کے ہوتے ہیں، بعض بڑے قد آور اور قوی ہیکل، چھ چھ بلکہ سات سات فٹ کے اور بعض بہت چھوٹے قد کے، جو ناگن اور ٹشو کہلاتے ہیں، تین تین فٹ کے بلکہ اس سے بھی کم کے اور قد و قامت ہی کی طرح اس کے رنگ میں بھی نہایت درجہ تنوع پایا جاتا ہے۔ سیاہ، تیلیا، سفید، ابلق، سُرخ بادامی سب ہی رنگ کے پائے گئے ہیں۔ اصطلاحی نام سبزہ، مشکلی، نقرہ وغیرہ ہیں۔ ادنیٰ قسم کے گھوڑے لدّہ و کہلاتے ہیں۔ گھوڑے کا خاص وصف اُس کی تیز رفتاری ہے۔ ماہرین کا بیان ہے کہ اس کے جسم کی ساخت ہی ایسی رکھی گئی ہے جو اُسے دوڑنے میں

بہت تیز رکھ سکے اور جب تک ریل اور مشینی سواریاں ایجاد نہیں ہوئی تھیں انسان کے لئے تیز ترین سواری یہی تھی۔

گھوڑے کی اوسط عمر ۱۸-۲۰ سال ہے اور اس کی عمر کا اندازہ اس کے دانتوں سے کیا جاتا ہے۔ گھوڑا انسان کا بہترین رفیق شاید تاریخ کے ہر دور اور دنیا کے ہر ملک میں رہا ہے۔ اس عموم میں عرب کو ایک خصوص حاصل ہے۔ عربوں کا بہترین رفیق اونٹ کے بعد اگر کوئی جانور ہے تو یہی گھوڑا ہے اور عربی گھوڑے کا نام آج تک مشہور چلا آ رہا ہے۔ اس کے دانت شمار میں ۳۶ سے چالیس تک ہوتے ہیں اور اس کی اصل غذا اچھی اور تازہ گھاس ہے، جسے وہ بڑی مقدار میں کھاتا رہتا ہے۔ گھاس کے علاوہ غلہ بھی کھاتا ہے۔ ہندوستان میں عام رواج چنے کا دانہ دینے کا ہے۔ فرنگی ملکوں میں دوسرے غلے دیئے جاتے ہیں۔

فرعون بنے جب موسیٰ علیہ السلام اور اسرائیلیوں کا تعاقب کیا ہے تو وہ گھوڑے پر سوار تھا اور اسی حال میں ڈوبا ہے۔ تورات میں اس کا ذکر دو مرتبہ آیا ہے، حمہ باری کے سلسلہ میں کہی۔

”اُس نے گھوڑے کو اس کے سوار سمیت دریا میں ڈال دیا“ (خروج ۱۵: ۲، ۲۱) اسی طرح کوئی دس جگہ اور گھوڑے کا ذکر تورات اور عہد عتیق کے دوسرے صحیفوں میں آیا ہے۔ متعدد قوموں میں گھوڑا مقدس سمجھا گیا ہے۔ خصوصاً یونان، ایران و ہندوستان میں۔ اس کی قربانی بہت اہم سمجھی گئی ہے۔ ہندوستان میں اس کی قربانی کا بڑا جشن منایا جاتا تھا اور سفید گھوڑا ایران وغیرہ میں صرف بادشاہ کی سواری کے لئے مخصوص رہا ہے۔ قرآن مجید میں قوم نوح یا جس دیوتا یعوق کا ذکر آیا ہے اُس کی مورتنی بھی ایک تیز رفتار گھوڑے کے شکل میں تھی۔

یہ لفظ قرآن مجید میں صرف ایک جگہ آیا ہے۔ حضرت سلیمان کے سلسلے میں ارشاد ہوا ہے کہ وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب ان کے سامنے اسیل تیز رو گھوڑے پیش کئے گئے تھے۔

حضرت سلیمان (۱۰۳۳ تا ۹۸۰ ق م) جن کے حدود سلطنت ساحل فرات سے لے کر سرحد مصر تک وسیع تھے، ان کے دوسرے سامان جاہ و حشم کی طرح ان کے گھوڑے بھی مشہور ہیں۔

گھوڑا یوں بھی ایک بڑا کارآمد اور شریف جانور ہے، چہ جائیکہ ایسے گھوڑے جو شریف نسل کے ہوں اور جن کی دیکھ بھال اور کھلائی پلائی بھی خوب ہوتی رہے، جیسی کہ سلیمانی اصطلبل میں لازمی تھی اور ہر شاہی اصطلبل میں ہوتی رہتی ہے۔

ضحیٰ:- گھوڑے دوڑنے میں ہانپتے ہوئے، سر پیٹ دوڑتے ہوئے

(سورۃ العادیات)

قرآن مجید مجاہدین کے گھوڑوں کو ان کی مختلف حالتوں کو موضع بشارت میں پیش کر کے ان کی قسم کھاتا ہے اور سب سے پہلے اسی سر پیٹ دوڑنے والی حالت کا ذکر کرتا ہے کہ قسم ہے گھوڑوں کی جب وہ دوڑے ہانپ رہے ہوں۔

گھوڑے میں دوڑنے کی قوت بہت ہوتی ہے اور وہ دم بھی بہت رکھتا ہے تاہم ہر جانور کی طرح بہت تیز دوڑ کے بعد اس کی بھی سانس پھولنے لگتی ہے، قرآن مجید اس کی اسی حالت سے استہداد کرتا ہے، گھوڑے کی کئی قسمیں ہیں، ڈلکی، پوئی وغیرہ، سب سے زیادہ تیز دوڑ کا نام بکٹھ ہے۔

بغال۔ خچر (جمع۔ واحد۔ بغل) سورۃ النحل۔ ع

خچر ہندوستان و پاکستان میں ایک معروف جانور ہے۔ گھوڑی اور گدھے یا گدھی

اور گھوڑے کے ملاپ سے پیدا ہوتا ہے لیکن خود اس کی نسل یعنی خچر اور خچری کے ملاپ سے نہیں چلتی۔

قرآن مجید میں اس کا ذکر ایک ہی جگہ آیا ہے، انخیل (گھوڑے) اور الحمیر (گدھے) کے درمیان دونوں کے عطف کے ساتھ سواریوں کے ذیل میں اس کا نام انعام الہی کے سیاق میں آیا ہے۔

”اور اُس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے (پیدا کئے) کہ تم ان پر سوار ہو اور وہ زینت و تجمل کا بھی کام دیں۔“

گویا قرآن مجید نے اس کے دو کاموں کی طرف اشارہ کر دیا۔ ایک یہ کہ وہ سواری کے کام آتا ہے، دوسرے یہ کہ وہ ایک ذریعہ اظہارِ شان و تجمل ہے۔ چنانچہ دنیا میں آج تک اس سے یہ دونوں ہی کام لئے جا رہے ہیں۔ ایک طرف تو وہ مضبوط اور سختی اتنا ہے کہ مشرق ہی نہیں، فرنگی ملکوں کے فوجی حلقوں میں اس سے گاڑی کھینچنے کا کام کثرت سے لیا جاتا ہے۔ چنانچہ جنگ جرمنی میں، فرانس و برطانیہ وغیرہ نے اس سے تو پجاندہ کی گاڑیاں گھٹیئے کا خوب کام لیا۔ دوسری طرف عراق، عرب، شام و مصر وغیرہ میں گھوڑے ہی کی طرح اس کی سواری بھی عزت و راحت کی ایک سواری ہے بلکہ بیروت و دمشق وغیرہ میں تو بڑے بڑے حکام و امراء خچر کی سواری کو گھوڑے کی سواری سے زیادہ معزز سمجھتے ہیں اور بائبل میں تو یہاں تک ہے کہ حضرت داؤد نے جب حضرت سلیمانؑ کو اپنے سامنے بادشاہ بنوایا ہے تو اس موقع پر سواری بجائے گھوڑے کے شاہی خچر ہی کی کرائی ہے اور حکم دیا ہے کہ:

”میرے بیٹے سلیمان کو میرے ہی خچر پر سوار کرو“ (۱۔ سلطین: ۲۳)

خچر اپنی رفتار اور قد و قامت اور گردن کی ساخت کے لحاظ سے گھوڑے سے

مشابہت رکھتا ہے اور سر، پیر، کان اور ہاتھ کی ساخت میں گدھے کے مشابہ ہوتا ہے۔

اس کی آواز گھوڑے کے ہنہانے اور گدھے کے رینکنے دونوں سے الگ ایک کمزور قسم کی ہوتی ہے۔

عہدِ عتیق میں اس کا تذکرہ کئی جگہ آیا ہے۔ مثلاً

جس نے بیابان میں جب وہ اپنے باپ کے گدھوں کا چراتا تھا، چخروں کو پایا،  
(پیدائش۔ ۲۳:۳۶) شاید ہم کو کہیں گھاس مل جائے جس سے ہم گھوڑوں اور چخروں  
کی جان بچائیں۔

عادیات: سرپٹ دوڑنے والے گھوڑے (جمع، واحد: عادیث)

(سورة العادیات)

قرآن مجید کی ایک چھوٹی سی سورت کا افتتاح اسی لفظ کو محلِ قسم میں لانے سے ہوا ہے کہ قسم ہے ان گھوڑوں کی جو دوڑنے میں ہانپتے ہوں۔

مراد ہیں لڑائی کے گھوڑے، اونٹ کی طرح گھوڑوں کے لئے بھی عربی میں بہت سے لفظ ہیں، اکثر اسماء ان کی کسی نہ کسی صفت کو ظاہر کرنے والے، اہل عرب گھوڑوں کی ان صفات سے خوب واقف تھے اور غازیوں اور مجاہدوں کے گھوڑوں کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں۔

جنگ میں گھوڑ چڑھی فوج یا سواروں کی اہمیتِ خصوصی شروع سے چلی آئی ہے اور کہا جاتا ہے کہ سواروں کے دستے سے سب سے پہلے کام اسکندر نے اپنی فوج میں لیا اور اس کے بعد سواروں کی اہمیت تاریخِ حرب کے ہر دور میں رہی ہے یہاں تک کہ اب جب مسلح موٹروں، موٹر سائیکلوں وغیرہ نے میدانِ جنگ پر قبضہ جمالیا ہے اب بھی گھوڑ چڑھی فوج ہی کارنمایاں انجام دے رہی ہے اور مسلمانوں کی تاریخ کا تو کوئی دور بھی سوار دستوں کی اہمیت سے خالی نہیں رہا ہے۔

تاریخ اسرائیل میں گھوڑے کی حیثیت سب سے زیادہ نمایاں رہی ہے وہ بجائے



عام سواری اور بار برداری کے جانور کے فوجی سواری ہے اور حضرت سلیمان کے گھوڑوں کے سلسلے میں تھانوں کی تعداد ۴۰ ہزار اور سواروں کی ۱۲ ہزار عہدِ عتیق میں درج ہے۔

قدحاً: آگ نکال لینے والے (گھوڑے) سورۃ العادیات

اہلِ غزا و جہاد کے گھوڑوں کے سلسلے میں ارشاد ہوا ہے کہ وہ ایسے گھوڑے ٹاپ مارنے والے ہیں کہ پتھر پر ان کی نعلوں کی زد سے آگ پیدا ہو جاتی ہے اور یہ کنایہ ان کی کمالِ گرم روی اور تیز رفتاری سے ہے۔

مسوّمۃ: نشان زدہ گھوڑے۔ سورۃ آل عمران ع ۲۰

انسان کے طبعی مرغوبات کی فہرست میں ازواج و اولاد، چاندی سونے وغیرہ کے ذکر کے ساتھ نام نشان پڑے گھوڑوں کے بارے میں بھی ارشاد ہوا ہے، جو گھوڑے گھوڑ دوڑ وغیرہ میں کوئی امتیاز یا نام وری حاصل کئے ہوئے ہیں ان پر نمبر ڈال دیئے جاتے ہیں اور یہ نشان زدہ گھوڑے قدر دانوں کے ہاں خاص قدر کے مستحق سمجھے جاتے ہیں۔

مغیرات: تاخت کرنے والے گھوڑے (سورۃ العادیات)

اہلِ غزا و جہاد کے گھوڑوں کے سلسلے میں ایک وصف ان کا یہ بھی بیان ہوا ہے کہ وہ صبح سویرے دشمن پر تاخت کرنے والے ہوتے ہیں۔ گھوڑوں کے ذریعے تاخت کرنا فوجی اعتبار سے ایک بلند مرتبہ چیز ہے۔

موریت: ٹاپ مار کر آگ نکال لینے والے گھوڑے (سورۃ العادیات)

اہلِ جہاد و غزا کے گھوڑوں کو موقعِ شہادت میں پیش کر کے ان کی قسم کے ساتھ فرمایا ہے کہ پتھر پر ٹاپ مار کر آگ نکال لینے والے۔ کنایہ اُن کی کمالِ گرم روی اور تیز

رفتاری سے ہے۔ (حیوانات قرآنی از مولانا عبدالمجید ریاض آبادی)

دوسرا باب

احادیثِ نبویؐ  
میں گھوڑوں کی عظمتیں

## .....﴿ دوسرا باب ﴾.....

- ۱۔ صحیح بخاری میں گھوڑوں کا تذکرہ
- ۲۔ صحیح مسلم میں گھوڑوں کا تذکرہ
- ۳۔ سنن ابی داؤد میں گھوڑوں کا تذکرہ
- ۴۔ ترمذی میں گھوڑوں کا تذکرہ
- ۵۔ سنن نسائی میں گھوڑوں کا تذکرہ
- ۶۔ ابن ماجہ میں گھوڑوں کا تذکرہ
- ۷۔ مؤطا امام مالک میں گھوڑوں کا تذکرہ
- ۸۔ علامہ جلال الدین سیوطی
- ۹۔ پیر محمد اکرم شاہ (لاہور)
- ۱۰۔ مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع
- ۱۱۔ ”تاریخ مسعودی“ میں گھوڑوں کا تذکرہ (مروج الذهب)
- ۱۲۔ ”حیات الحیوان“ میں گھوڑوں کا تذکرہ (علامہ کمال الدین الدمیریؒ)

# احادیثِ نبویؐ میں گھوڑوں کی عظمتیں

## صحیح بخاری میں گھوڑوں کا تذکرہ

مسلمانوں پر اس کے گھوڑے میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے:  
ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا مسلمان پر اُس کے گھوڑے میں  
اور اس کے غلام میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔  
(بخاری۔ ک الزکوٰۃ۔ حدیث ۱۳۷۱، مطبع حامد اینڈ کمپنی مدینہ منزل لاہور)

## نہروں سے لوگوں اور چوپائیسوں کا پانی پینا:

ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا گھوڑا کسی کے لئے ثواب، کسی کے  
لئے حفاظت اور کسی کے لئے گناہ کا باعث ہے۔ اُس کے لئے ثواب کا باعث ہے جس  
نے اللہ کی راہ میں گھوڑا رکھا اور اس کی رسی باغ یا چراگاہ میں دراز کر لے۔ جس قدر وہ  
باغ یا چراگاہ سے چرے گا اسی قدر اُس کو ثواب ملے گا اور اگر اس کی رسی ٹوٹ جائے  
اور وہ ایک بلندی یا دو بلندیوں تک دوڑے تو اس کے ہر قدم اور بُعد پر ثواب ملے گا اور  
اگر وہ نہر کے قریب سے گزرے اور اس سے پانی پی لے اگرچہ اُس کا ارادہ پانی پلانے  
کا نہ تھا تو بھی اس پر نیکی ملے گی بناء بریں یہ اس لیے اجر کا سبب ہے۔

مال داری اور سوال سے بچنے کے لیے باندھے اور اس کی گردن اور اس کی پیٹھ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جو حقوق مقرر کیے ہیں انہیں نہ بھولے تو اُس کے لیے بچاؤ کے باعث ہے اور جو (گھوڑے کو) فخر و غرور کی وجہ سے یا مسلمانوں سے عداوت کی غرض سے باندھے تو یہ اُس کے لیے باعث گناہ ہوگا۔ آپؐ سے گدھوں کی بابت پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا ”اس ضمن میں مجھ پر کوئی (خاص) آیت نازل نہیں ہوئی“۔

(بخاری۔ک المساقات، باب ۱۴۷۸ حدیث ۲۲۰۷ جلد دوم، مطبع حامد اینڈ کمپنی مدینہ منزل لاہور)

جب کوئی سواری کے لیے گھوڑا دے تو وہ عمرے اور صدقے کی طرح ہے:

زید بن اسلم نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت عمر نے راہ خدا میں کسی کو سواری کے لیے گھوڑا دیا۔ پس میں نے دیکھا کہ وہ فروخت ہو رہا ہے۔ پس میں نے رسول اللہ سے پوچھا تو فرمایا کہ اسے نہ خریدو اور اپنے صدقے کو واپس نہ لو تاؤ۔

(بخاری جلد دوم۔ک البیہ، باب ۱۶۳۳ حدیث ۲۴۳۸، مطبع حامد اینڈ کمپنی مدینہ منزل لاہور)

گھوڑے وقف کرنا:

”نافع، عبد اللہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے اپنی سواری کا گھوڑا راہ خدا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نذر کر دیا تھا تا کہ اس پر کوئی آدمی (بوقت جہاد) سوار ہو سکے۔ حضرت عمر کو اطلاع ملی کہ جس گھوڑے کو انہوں نے وقف کیا تھا وہ بازار میں فروخت ہو رہا ہے۔ انہوں نے رسول اللہ سے دریافت کیا کہ میں اسے خرید سکتا ہوں؟ ارشاد فرمایا، نہ خریدو اور اپنے صدقے کو واپس نہ لو تاؤ۔“

(بخاری۔ک ۵۶، ۲۵، ۴۸، ۶۱، ۲۸، ۹۶، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۱۲، ابن ماجہ۔ک

۳۲ ح ۳۱۔مسند احمد بن حنبل، رابع ص ۱۷۹؛ سادس ص ۴۰۰ و ۴۰۸)

گھوڑوں کی پیشانیوں پر قیامت تک کے لیے بھلائی لکھی گئی:

عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں کے

ساتھ قیامت تک خیر و برکت وابستہ رہے گی۔

عروہ بن الجعد، نبی کریمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ گھوڑوں کی پیشانیوں سے قیامت کے لیے برکت وابستہ ہو کر رہ گئی۔ اسے سلیمان بھی حضرت عروہ بن الجعد سے روایت کرتے ہیں دوسری سند کے ساتھ بھی حضرت عروہ بن الجعد سے اس کی روایت کی گئی ہے۔

انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: برکت گھوڑوں کی پیشانیوں میں ہے۔

(بخاری۔ ک ۵۶، ۴۳، ۴۳، ک ۵۷، ۸، ک ۶۱، ۶۸، مسلم۔ ک ۱۲، ح ۲۵، ک ۳۳، ج ۱۵، ۹، اب ۴۱، ترمذی۔ ک ۲۰، ۱۰، ک ۲۱، ۱۹، نسائی۔ ک ۲۸، اب ۶، ۸، ماجہ۔ ک ۱۳، اب ۶۹، ک ۲۴، اب ۱۴، ص۔ ک ۱۶، ۳۳، ابن ماجہ۔ ک ۲۱، ح ۳۳، مسند احمد بن حنبل۔ ثامن ص ۱۳، ۲۸، ۲۸، ۵۷، ۱۰، ۲۱، ۱۲، ۲۶، ۱، ۲، ۳، ۹، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰)۔

گھوڑے کی رکاب تھا مننا:

ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: کسی آدمی کو سوار ہونے میں مدد دینا یا اس کا سامان سواری پر رکھنا دینا بھی صدقہ ہے۔  
بعض گھوڑے منحوس ہوتے ہیں:

سالم بن عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: نحوست گھوڑے، عورت اور گھرتین چیزوں میں ہوتی ہے۔  
سہل بن سعد ساعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اگر نحوست کسی چیز میں ہے تو وہ عورت، گھوڑا اور رہنے کی جگہ (گھر) ہے۔  
گھوڑا رکھنے کے مقاصد تین ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور گھوڑے اور خچر اور گدھے کہ ان پر سوار ہو اور زینت

کے لیے۔ (سورہ النحل۔ ۸)

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ گھوڑے تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ جن میں آدمی کے لیے اجر ہے۔ دوسرے وہ، جن میں آدمی کی پردہ پوشی ہے۔ تیسرے وہ جو آدمی پر بوجھ ہیں۔ وہ گھوڑا آدمی کے لیے باعثِ اجر ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے پالا ہو، پھر کسی چراگاہ یا باغ میں چرنے کے لیے لمبی رسی سے باندھ دیا ہو۔ پس اس چراگاہ یا باغ میں جہاں تک وہ رسی پہنچے گی اس کے مطابق مالک کو نیکیاں ملیں گی۔ اگر وہ اپنی رسی توڑ کر ایک دو ٹیلے پرے چلا جائے، تو اس کی لید اور قدموں کے حساب سے گھوڑے والے کو نیکیاں ملیں گی۔ اگر وہ کسی نہریا دریا کے پاس سے گزرے اور اس کا پانی پی لے، اگرچہ مالک کا ارادہ پانی پلانے کا نہ ہو، تب بھی یہ اس کی نیکیوں میں شمار ہوگا۔ جو آدمی غرور یا ریاکاری کے باعث گھوڑا پالے یا مسلمانوں کی عداوت میں تو ایسا گھوڑا اپنے مالک پر بوجھ ہوگا۔

(بخاری۔ ک ۵۶ ب ۴۷، ک ۶۷ ب ۴۳ و ۵۴۔ مسلم ک ۳۹ ح ۱۱۰۔ ۱۱۹ ق ۱۲۰ سنن ابی داؤد۔ ک ۲۷ ب ۲۳ ق ۲۔ ترمذی۔ ک ۴۱ ب ۶۸۔ النسائی۔ ک ۲۸ ب ۵۔ ابن ماجہ۔ ک ۹ ب ۵۵۔ موطا مالک۔ ک ۵۴ ح ۲۲ و ۲۳۔ احمد بن حنبل۔ اول ص ۱۸۰، ثان ص ۸ و ۳۶ و ۸۰ و ۱۱۰ و ۱۲۶ و ۱۳۶ و ۱۵۲ و ۲۸۹، ثالث ص ۳۳۳؛ خامس ص ۳۳۵ و ۳۳۸، سادس ص ۱۵۰ و ۲۴۰ ق ۱۔ مسند طبری۔ حدیث ۲۱۰ و ۱۵۳ و ۱۸۲۔

نر گھوڑے پر سواری کرنا:

راشد بن سعد کہتے ہیں کہ ہمارے اسلاف نر جانور پر سواری کرنا زیادہ پسند کرتے تھے کیونکہ وہ زیادہ جری اور دلیر ہوتا ہے۔ (بخاری ک جہاد والسیر باب ۹۵)

مالِ غنیمت میں گھوڑے کا حصہ:

عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے مالِ غنیمت میں گھوڑے کے دو حصے اور اس کے سوار کے لیے ایک حصہ مقرر فرمایا۔

امام مالک نے فرمایا کہ غنیمت میں گھوڑوں کو حصہ ملے گا خواہ عربی گھوڑے ہوں یا ترکی اور ایک سے زیادہ گھوڑوں کا حصہ نہیں ملے گا۔

بخاری۔ ک۔ ۵۶ باب ۵۱، ک۔ ۶۴ ب۔ ۳۸۔ مسلم۔ ک۔ ۳۲ حدیث ۵۷۔ سنن ابی داؤد۔ ک۔ ۱۰ ب۔ ۴۳ اترندی۔ ک۔ ۱۹ ب۔ ۶۔ النسائی۔ ک۔ ۲۸ ب۔ ۱۷۔ ابن ماجہ۔ ک۔ ۲۳ ب۔ ۳۶۔ دارمی۔ ک۔ ۱۷ ب۔ ۳۲۔ موطا مالک۔ ک۔ ۲۱ حدیث ۲۱۔ طبقات ابن سعد۔ ج ۲ قسم ۱ ص ۸۳ و ۱۳۷۔ ج ۳ قسم ۱ ص ۲۳، ج ۴ قسم ۲ ص ۷۳، ج ۵ ص ۸۳۔ مسند زید بن علی حدیث ۸۵۷۔ احمد بن حنبل۔ اڈل ص ۱۶۶، طائی ص ۱۵۲ و ۱۴۳ و ۱۴۲ و ۱۴۱ و ۱۴۰، رابع ص ۱۳۸۔

میدان جنگ سے دوسرے کے جانور کو لے جانا:

براہین عازب سے پوچھا گیا کہ جنگ حنین میں کیا آپ حضرات رسول اللہ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ جواب دیا، لیکن رسول اللہ تو نہیں بھاگے تھے۔ قبیلہ حوازن کے لوگ اگرچہ بڑے تیر انداز تھے لیکن جب ہم ان سے معرکہ آرا ہوئے تو وہ بھاگ نکلے۔ اب مسلمان مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے تو انہوں نے پتھروں سے ہمارے سینوں کو چھانی کرنا شروع کر دیا لیکن رسول اللہ نہیں دوڑے اور بے شک میں نے انہیں دیکھا کہ اپنے سفید خچر پر سوار تھے اور بے شک ابوسفیان ابن حارث نے اُس کی لگام پکڑ رکھی تھی۔ (بخاری۔ ک۔ الجہاد والسير۔ باب ۹۷)

گھوڑے کی تنگی پیٹھ پر سواری کرنا:

انس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو اس حالت میں ملے کہ آپ گھوڑے کی تنگی پیٹھ پر سوار تھے، جس پر زین بھی نہ تھی اور تلواریں آپ کی گردن میں لٹک رہی تھی۔ (بخاری۔ ک۔ الجہاد والسير۔ باب ۹۹)

سست رفتار گھوڑا:

انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک دفعہ مدینہ منورہ والوں کو خطرہ محسوس ہوا۔ نبی کریم ابو طلحہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے جو سست رفتار تھا یا اس میں سست تھی۔



آپ واپس تشریف لائے تو فرمایا۔ ہم نے تمہارے گھوڑے کو دریا کی طرح تیز رفتار پایا ہے۔ پس اُس کے بعد اس گھوڑے سے کوئی سبقت نہ لے جا سکا۔  
(بخاری۔ ک الجہاد والسیر حدیث ۱۳۱۔ باب ۱۰۰)

### گھوڑوں کی دوڑ کرانا:

ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے سدھائے ہوئے گھوڑوں کی دوڑ تو خفیاء سے ثنیۃ الوداع تک کروائی اور غیر تربیت یافتہ گھوڑوں کی دوڑ ثنیۃ زریق تک۔  
ابن عمر فرماتے ہیں کہ گھوڑے دوڑانے والوں میں سے ایک میں ہوں۔  
(بخاری۔ ک ۸ باب ۴۱، ک ۵۶ ب ۵۶۔ ۵۸۔ مسلم۔ ک ۳۳ حدیث ۹۰ و ۹۶۔ ابی داؤد۔ ک ۱۰ اب ۶۲ و ۶۳۔ ترمذی۔ ک ۲۱ ب ۲۲۔ نسائی۔ ک ۲۸ ب ۱۲۔ ابن ماجہ ک ۲۲ ب ۲۲۔ دارمی۔ ک ۱۶ ب ۳۵ و ۳۶۔ موطا مالک۔ ک ۲۱ حدیث ۴۵۔ احمد بن حنبل۔ ثانی ص ۵ و ۱۱ و ۵۵ و ۶۷ و ۸۶ و ۹۱ و ۱۰۷۔ ثالث ص ۶۰ و ۲۵۶)

### دوڑ جیتنے کے لیے گھوڑا تیار کرنا:

عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے غیر تربیت یافتہ گھوڑوں کی دوڑ ثنیۃ سے بنی زریق کی مسجد تک کروائی اور حضرت عبداللہ بن عمر نے بھی اس گھڑ دوڑ میں حصہ لیا تھا۔ (بخاری۔ ک الجہاد والسیر۔ حدیث ۱۳۳۔ باب ۱۰۲)

### گھڑ دوڑ کی حد مقرر کرنا:

نافع، عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے تربیت یافتہ گھوڑوں کی دوڑ کروائی اور اس کی حد مقرر فرمائی۔ (بخاری۔ ک الجہاد والسیر۔ حدیث ۱۳۳۔ باب ۱۰۳)  
جو گھوڑے پر جم کر سواری نہ کر سکے:

جریر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ جب سے میں دائرۃ اسلام میں آیا ہوں اس وقت سے

گھوڑے پر سواری نہیں کر سکتا تھا تو آپؐ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا اور دعا فرمائی۔ اے اللہ! اسے جمادے اور اسے ایسا بنا دے کہ یہ ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ ہو۔ (بخاری۔ کالجہاد والسیر۔ حدیث ۲۸۲۲۔ باب ۲۰۵)

## صحیح مسلم میں گھوڑوں کا تذکرہ

گھڑ دوڑ کا بیان اور گھوڑوں کو تیار کرنا شرط کے لیے:

عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے رسول اللہؐ نے دوڑ کرائی ان گھوڑوں کی جو تیار کئے گئے تھے حنیا سے ثنیۃ الوداع تک (ان دونوں مقاموں میں پانچ یا چھ میل کا فاصلہ ہے) اور جو تیار نہیں کئے گئے تھے ان کی دوڑ ثنیۃ سے بنی زریق کی مسجد تک مقرر کی اور ابن عمر ان لوگوں میں تھے جنہوں نے دوڑ کی۔ عبداللہ نے کہا میں آگیا تو گھوڑا مجھے لے کر مسجد پر چڑھ گیا۔

## گھوڑوں کی فضیلت:

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے، رسول اللہؐ نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانی میں برکت ہے اور خوبی قیامت تک۔

جریر بن عبداللہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا، آپؐ ایک گھوڑے کی پیشانی کے بال انگلی سے مل رہے تھے اور فرماتے تھے، گھوڑوں کی پیشانیوں سے برکت بندھی ہوئی ہے۔ قیامت تک یعنی ثواب اور غنیمت (ہم دنیا و ہم آخرت)

عروہ بارتی سے روایت ہے رسول اللہؐ نے فرمایا برکت بندھی ہوئی ہے گھوڑوں کی پیشانیوں سے قیامت تک یعنی ثواب اور غنیمت۔

عروہ بارتی سے روایت ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا برکت بندھی ہوئی ہے گھوڑوں

ہے اور غنیمت قیامت تک ( کیونکہ جہاد قائم رہے گا قیامت تک )

انس سے روایت ہے، رسول اللہ نے فرمایا برکت گھوڑوں کی پیشانیوں میں ہے۔

(بخاری) ک ۵۶ باب ۴۳، ک ۵۷ باب ۸، ک ۶۱ باب ۶۸۔

مسلم۔ ک ۱۲ حدیث ۲۵؛ ک ۳۳ حدیث ۹۶۔ ۱۰۰۔ سنن ابی داؤد ۱۵۵ باب ۴۱۔ ترمذی۔ ک ۲۰ باب

۱۰، ک ۲۱ باب ۱۹۔ انسائی۔ ک ۲۸ باب ۶۷ اور ابن ماجہ۔ ک ۱۲ باب ۶۹، ک ۲۳ باب ۱۲۔ دارمی۔

ک ۱۶ باب ۳۴۔ موطا مالک۔ ک ۲۱ حدیث ۴۴ احمد بن حنبل۔ ثانی ص ۱۳ و ۲۸ و ۴۸ و ۵۷ و ۱۰۲ و ۱۰۳

و ۱۱۲ و ۲۶۱، ثالث صفحہ ۳۹ و ۱۱۲ و ۱۲۷ و ۳۵۲، رابع صفحہ ۱۰۴ و ۱۸۳ و ۱۶۱ و ۳۶۱ و ۳۷۶ و ۳۷۷؛ خاص

صفحہ ۱۸۱ اسناد صفحہ ۴۵۵ (مسند الطالسی۔ حدیث ۱۰۵۶، ۱۰۵۸، ۱۰۴۵، ۱۰۳۳، ۲۴۳۰، ۲۴۳۱)

گھوڑے کی کون سی قسمیں بُری ہیں:

ابو ہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ برا جانتے تھے اشکل گھوڑے کو۔ اشکل وہ گھوڑا

ہے جس کا داہنا پاؤں اور بائیں ہاتھ سفید ہو یا داہنا ہاتھ اور بائیں پاؤں سفید ہو۔

سُنن ابو داؤد میں گھوڑوں کا تذکرہ

گھوڑے کی پیشانی اور دُم کے بال نہ کترنا چاہئے:

ابوتوبہ، ابیہثم بن حمید، (دوسری سند) حشیش بن اصرم، ابو عاصم، ثور بن یزید، نظر

الکفانی، ایک شخص، (ابوتوبہ نے کہا) ثور بن یزید، شیخ من بنی سلیم، عقبہ بن عبد اللہ

سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہوں نے سنا آپ فرماتے تھے

گھوڑوں کی پیشانی کے بال نہ کتر و اور نہ ان کی ایالیں اور دُم میں کتر واس لئے کہ ان کی

دُم میں ان کی چوزیاں ہیں ان سے لکھیاں اڑاتے ہیں اور ایالیں ان کی سبب گرم ہونے

ان کے ہیں اور ان کی پیشانیوں کے بالوں میں بندھی ہے بھلائی۔

یعنی برکت ہے اس کے رہنے میں اور بہتری ہے اور زینت بھی ہے۔

گھوڑوں کے کون کون سے رنگ پسندیدہ ہیں:

ہارون بن عبداللہ، ہشام بن سعید الطالقانی محمد بن المہاجر الانصاری، عقیل بن السیب، ابی وہب الجعفی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لازم ہے تم کو گھوڑا کمیت سفید پیشانی کا اور سفید ہاتھ پاؤں کا یا اشقر سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں کا یا سیاہ سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں کا۔

اشقر کہتے ہیں سرخ رنگ کے گھوڑے کو اور کمیت اور اشقر میں فرق یہ ہے کہ کمیت کی دم اور ایال سیاہ ہوتے ہیں اور اشقر کی سرخ۔

محمد بن عوف الطائی، ابوالمغیرہ، محمد بن المہاجر، عقیل، ابن وہب سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لازم پکڑو تم اپنے اوپر ہر ایک اشقر سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں کو یا کمیت سفید پیشانی اور پاؤں کو محمد بن مہاجر نے کہا میں نے عقیل سے پوچھا اشقر کو کیوں فضیلت ہوئی انہوں نے کہا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا تو سب سے پہلے جو سوار فتح کی خبر لے کر آیا وہ اشقر پر سوار تھا۔

بہتر قسمیں گھوڑوں کے لئے ہیں کمیت ہخکلیمان مشکلی ہخکلیمان، اشقر ہخکلیمان انہیں کی فضیلت آپ نے بیان فرمائی۔

یحییٰ بن معین، حسین بن محمد، شیبان، عیسیٰ بن علی، علی، اس کے دادا، عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا برکت گھوڑوں کی سرخ رنگ کے گھوڑوں میں ہے۔ یعنی ان میں تو اللہ تاسل زیادہ ہوتا ہے۔

موسیٰ بن مروان الرقی، مروان بن معاویہ، ابی حیان التیمی، ابو زرعہ، ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مادیان کو بھی گھوڑا شہر کرتے تھے۔

کون سے گھوڑے اچھے نہیں:

محمد بن کثیر، سفیان، سلم، ابی زرعہ، ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑے میں شکال کو مکروہ رکھتے تھے اور شکال یہ ہے، جو ایسا گھوڑا ہو جس کے داہنے پاؤں اور بائیں ہاتھ میں سفیدی ہو یا اس کے داہنے ہاتھ اور بائیں پاؤں میں سفیدی ہو۔

راوی نے تو تفسیر شکال کی اس طرح کی اور شکال نزدیک صاحب قاموں اور تمام اہل لغت کے گھوڑوں میں یہ ہے کہ تین پاؤں گھوڑے کے سفید ہوں اور ایک ہم رنگ تمام بدن کے یا بالعکس یعنی ایک پاؤں سفید ہو اور باقی ہم رنگ بدن کے اور شکل اصل میں اسی رسی کو کہتے ہیں کہ جس سے چار پائے کو باندھتے ہیں، پس اس طرح گھوڑے کو تشبیہ دی ساتھ اس کے اور اس طرح گھوڑے کو مکروہ رکھا ازراہ تقاول کے کہ وہ بصورت مشکول کے ہیں اور ممکن ہے کہ تجربے سے معلوم ہوا ہو کہ اس جنس کا گھوڑا اصیل نہ ہوتا ہو اور بعضوں نے کہا کہ اگر باوجود اس کے سفیدی پیشانی پر ہو تو دور ہو جاتی ہے کراہت۔ گھوڑے والوں کے نزدیک بھی ارجل اور اشکل گھوڑا منحوس ہے، ایک شاعر کہتا ہے۔

ارجل و اشکل و ستارہ پیشانی گربہ معتت و ہندستانی

جانوروں کی خدمت اور خبر گیری اچھی طرح کرنا چاہیے:

عبداللہ بن محمد النضلی، مسکین بن کبیر، محمد بن المہاجر، ربیعہ بن یزید، ابی کبشہ السلولی، سہل بن حذلیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اونٹ دیکھا جس کا پیٹ پیٹھ سے لگ گیا تھا، آپ نے فرمایا خدا سے ڈرو ان بے زبان جانوروں کے باب میں ان پر سواری کرو اچھی طرح اور ان کو کھلاؤ اچھی طرح۔

بوجہ بھوک اور تکلیف کے یعنی خوب خدمت اور خبر گیری کرو۔

موسیٰ بن اسماعیل، مہدی، ابن ابی یعقوب الحسن بن سعد، حسن بن علی کے آزاد کردہ غلام، عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے ساتھ سوار کیا ایک دن اور آہستہ سے مجھے ایک بات کہی اور کہا کسی سے نہ کہنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاجتِ ضروری کے واسطے چھپنے کی جگہوں میں دو جگہیں بہت پسند تھیں یا تو کوئی اونچا مقام ہو یا درختوں کا جھنڈ ہو۔ ایک بار کسی انصاری کے باغ میں آپ تشریف لے گئے ادھر سے ایک اونٹ آیا اس نے آپ کو دیکھ کر رونا شروع کیا (یعنی آواز رونی سی نکالی) اور آنکھوں سے آنسو بہانا شروع کئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس گئے اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا وہ چپ ہو رہا بعد اس کے پوچھا یہ اونٹ کس کا ہے، ایک جوان انصار میں سے آیا اور کہنے لگا میرا ہے یا رسول اللہ، آپ نے فرمایا تو خدا سے نہیں ڈرتا اس جانور میں جس کا اللہ نے تجھے مالک کیا اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی تیری کہ تو اس کو بھوکا مارتا ہے اور تھکاتا ہے۔

سبحان اللہ آپ رحمۃ اللعالمین تھے اونٹ بھی آپ کو دیکھ کر اپنی فریاد سامنے لایا اور آپ کے ہاتھ پھیرنے سے چپ ہو گیا۔

عبداللہ بن مسلمہ القنعنی، مالک، سہمی مولیٰ ابی بکر، ابی صالح السمان، ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم نے فرمایا ایک شخص راہ میں جا رہا تھا اس کو بہت پیاس معلوم ہوئی ایک کنواں دیکھا اس میں اتر کر پانی پیا، جب کنوئیں سے نکلا تو دیکھا ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کے مارے یکچڑچاٹ رہا ہے اس نے دل میں کہا اس کتے کا بھی پیاس کے مارے وہی حال ہوگا جو میرا حال تھا پھر کنوئیں میں اتر کر اپنے موزے میں پانی بھرا اور منہ میں اس کو دبا کر اوپر چڑھا اور کتے کو پانی پلایا اللہ جل جلالہ اس سے خوش ہو گیا اور اس کو بخش دیا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو

جانوروں کے پانی پلانے میں بھی ثواب ہے آپ نے فرمایا کیوں نہیں ہر جاندار جگر میں ثواب ہے۔

کیوں کہ کنواں ایسا ہوگا جس میں چڑھنا دشوار ہوگا اس وجہ سے موزہ ہاتھ میں نہ لاسکا منہ میں داب لیا۔ مسلمان ہو یا کافر، آدمی ہو یا جانور راحت رسانی اور رحم اور مہربانی ایسی چیز ہے جو اللہ جل جلالہ کو نہایت پسند ہیں وہ کبھی بے کار نہ جائے گی مگر ان میں وہ جانور مستثنیٰ ہیں جو موذی ہیں یا واجب القتل ہوں جیسے سوز وغیرہ۔

منزل پر اترنا:

محمد بن الحنفی، محمد بن جعفر، شعبہ، حمزہ الغھی، انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب ہم منزل میں اترتے تو نماز نہ پڑھتے جب تک کجاؤں کو اونٹوں پر سے اتار نہ لیتے (تاکہ اونٹوں کو تکلیف نہ ہو)۔

جانوروں کے گلے میں تانت کے گنڈے ڈالنا:

عبداللہ بن مسلمہ القنسی، مالک، عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم، عباد بن تمیم، ابوبشیر انصاری سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے بعض سفروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو بھیجا اور لوگ سو رہے تھے اس نے کہا نہ باقی رہے اونٹ کی گردن میں تانت کا گنڈا یا کوئی گنڈا اگر کاٹ ڈالا جائے، کہا مالک نے یہ گنڈا نظر نہ لگنے کے واسطے باندھتے تھے آپ نے اس سے منع کیا کہ گنڈا کچھ موثر نہیں ہو سکتا سب آفتوں سے اللہ جل جلالہ بچانے والا ہے۔

گھوڑوں کی دیکھ بھال اچھی طرح کرنا:

ہارون بن عبداللہ، ہشام بن سعید الطالقانی، محمد بن المہاجر، عقیل بن شیب، ابی وہب الحنفی سے روایت ہے اور وہ صحابی تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا گھوڑوں کو باندھ رکھو اور ان کے پٹھوں اور پیشانیوں پر ہاتھ پھیرا کرو یا بدلے اعجاز ہاکے، کفالہا فرمایا معنی دونوں کے ایک ہیں اور ان کی گردنوں میں گنڈے باندھو اور ان کی گردنوں میں کمان کے چلے نہ باندھو۔

گھوڑے باندھ رکھنے سے کنایہ ہے کہ ان کو جہاد کے لئے فرہہ کرو اور ہاتھ پھیرنے سے مقصود گردوغبار سے ان کو صاف کرنا ہے اور ان کی فرہہ کی حالت معلوم کرنا ہے اور اس سے انس و راحت بھی حاصل ہوتی ہے اور جاہلیت کی عادت تھی کہ کمان کے چلے گھوڑے کی گردنوں میں باندھتے تھے تاکہ نظر نہ لگے آپ نے تنبیہ کے لئے اس سے منع فرمایا کہ گھوڑے کا گلانہ گھٹے اور نہ یہ تقدیر کو رد کر سکتا ہے۔

جانوروں کے گلے میں گھنٹی لٹکانے کا بیان:

مسدویحی، عبید اللہ، نافع سالم، ابی الجراح مولیٰ ام حبیبہ، ام حبیبہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ساتھ نہیں دیتے رحمت کے فرشتے ان لوگوں کا جن میں گھنٹہ ہوتا ہے۔

احمد بن یونس، زہیر، سہیل بن ابی صالح، ابی صالح ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رحمت کے فرشتے ساتھ نہیں دیتے ان لوگوں کا جن میں کتا اور گھنٹہ ہو۔

محمد بن رافع، ابوبکر بن ابی اویس، سلیمان بن بلال، العلاء بن عبد الرحمن، عبد الرحمن، ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گھنٹے میں شیطان کا باجا ہے۔

گھنٹہ اونٹ وغیرہ کی گردن میں اس واسطے منع ہوا کہ دشمن آواز سے خبردار ہو جاتا ہے، وہ اپنا بچاؤ کر لیتا ہے تو مسلمان اس پر غالب نہیں ہو سکتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ پسند تھا کہ دشمن کو بالکل اپنی خبر نہ ہو ایک ایسی ان پر پہنچ جائے



آدمی اپنے جانور کا نام رکھے:

ہناد بن السری، ابی الاخواس، ابی اسحاق، عمرو بن میمون، معاذ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سوار تھا ایک گدھے پر جس کو عقیقہ کہتے تھے۔

(امام ابو داؤد)

## ترمذی میں گھوڑوں کا تذکرہ

باب گھوڑوں کی فضیلت میں:

روایت ہے عروہ بارتی سے کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیر بندھی ہوئی ہے گھوڑوں کی پیشانی سے قیامت کے دن تک یعنی اجر اور غنیمت۔

اس باب میں عبداللہ ابن عمر اور ابی سعید اور جریر اور ابی ہریرہ اور سمانہ بن زید اور مغیرہ بن شعبہ اور جابر سے بھی روایت ہے یہ حدیث حسن ہے، صحیح ہے اور عروہ بیٹے ہیں ابی الجعد بارتی کے اور ان کو عروہ بن الجعد کہتے ہیں کہا احمد بن حنبل نے مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ جہاد ہر ایک کے ساتھ قیامت تک باقی ہے یعنی گھوڑوں سے بڑی تائید ہے مجاہدوں کو اللہ تعالیٰ والعدایات میں ان کی قسم کھاتا ہے اور ثواب، جہاد اور مال غنیمت گویا ان کے موئے پیشانی میں معلق ہے۔

باب بہتر گھوڑوں کے بیان میں:

روایت ہے عبداللہ ابن عباس سے کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برکت گھوڑوں کی سرخ رنگ گھوڑوں میں ہے۔

یہ حدیث حسن ہے، غریب ہے نہیں پہچانتے ہم اس کو مگر شیبان کی روایت سے یعنی اشقر وہ گھوڑا ہے کہ جس میں سرخی صاف ہو اور اس کے ایال اور دم بھی سرخ ہوں اور

اگر ایال اور دم سیاہ ہوئے تو وہ کیت ہے۔

روایت ہے ابی قتادہ سے، وہ روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے بہتر گھوڑوں میں سیاہ رنگ ہیں جن کی پیشانی اور اوپر کا ہونٹ سفید ہو پھر پنج کلیان یعنی جن کے چاروں پیر اور پیشانی سفید ہو پھر اگر سیاہ رنگ نہ ہوں تو کیت اسی صورت کا یعنی سیاہی سرخی ملی ہوں یا دم اور ایال اس کے سیاہ ہوں اور باقی سرخ ہوں۔

روایت کی ہم سے محمد بن بشار نے انہوں نے وہب سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے یحییٰ بن ایوب سے انہوں نے یزید بن حبیب سے مانند اسی روایت کے معنوں میں یہ حدیث حسن ہے، غریب ہے، صحیح ہے۔

### باب بُری قسم کے گھوڑوں میں!

روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکروہ کہتے تھے شکال کو گھوڑوں میں۔ یہ حدیث حسن ہے، صحیح ہے اور روایت کی یہ شعبہ نے عبد اللہ سے انہوں نے ابی زرعہ سے انہوں نے ابو ہریرہ سے مانند اس کے اور ابو زرعہ بیٹے ہیں عمرو بن جریر کے نام ان کا ہم ہے روایت کی ہم سے محمد بن حمید رازی نے انہوں نے جریر سے انہوں نے عمارہ بن قعقاع سے انہوں نے کہا، کہا مجھ سے ابراہیم نخعی نے جب بیان کرے تو مجھ سے حدیث تو بیان کر ابو زرعہ سے اس لیے کہ انہوں نے بیان کی مجھ سے ایک حدیث پھر پوچھی میں نے ان سے کئی برس بعد وہی حدیث تو نہ چھوڑا انہوں نے ایک حرف یعنی ایسے قوی الحافظ تھے۔

### باب گھوڑوں کی شرط کے بیان میں:

روایت ہے عبد اللہ ابن عمر سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مضمّر گھوڑے

دوڑائے حنیہ سے شنیۃ الوداع تک اور دونوں میں چھ میل کا فاصلہ ہے اور جو غیر مضمر گھوڑے تھے ان کو دوڑا یا شنیۃ الوداع سے بنی زریق کی مسجد تک اور دونوں میں ایک میل کا فاصلہ تھا اور ابن عمر کہتے ہیں میں بھی ان میں تھا جنہوں نے گھوڑے دوڑائے تھے سو کو دگیا میرا گھوڑا ایک دیوار مجھے لے کر۔

اس باب میں ابو ہریرہ اور جابر اور انس اور عائشہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن ہے، غریب ہے، ثوری کی روایت سے۔

روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سبق نہیں ہے مگر تیر میں یا اونٹ گھوڑے میں۔

یعنی مضمر وہ گھوڑے ہیں جن کو ضاریہ سے تیار کیا ہو اور ضاریہ ہے کہ پہلے گھوڑے کو خوب دانہ چارہ دے کر فریہ کرنا پھر بندرتج دانہ چارہ کم کرنا کہ لاغر ہو جائے اور قوتِ غذائی سابق باقی رہے اور وہ نہایت تیز رو ہوتا ہے اور سبق وہ مال ہے کہ سابق کو یعنی وہ سوار کو شرط میں آگے بڑھ جائے اس کو ملے اور شرط مال کی انہیں تین میں درست ہے۔

باب گھوڑوں میں گھنٹے لٹکانے کے بیان میں:

روایت ہے ابی ہریرہ سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ساتھ نہیں ہوتے فرشتے ان رفیقوں کے جن میں کتاب ہو اور گھنٹی ہو۔

اس باب میں عمر اور عائشہ اور امّ حبیبہ اور امّ سلمہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے بعض اوقات منظور ہوتا ہے کہ لشکر دشمن پر اچانک چاڑھے اور ان کو خبر نہ ہو اس وقت گھنٹی یا گھنگر و محل مقصود ہوتے ہیں یہ بھی ایک وجہ کراہت کی ہے اور سوا اس کے اور بھی کچھ حکمت ہوگی واللہ اعلم۔

باب جانوروں کے لڑانے اور منہ پر داغ دینے کے بیان میں:

جانوروں کے لڑانے سے۔ (ابویسٰی محمد امام ترمذی)

## سُننِ نَسائی میں گھوڑوں کا تذکرہ

گھوڑوں کے بیان میں کتاب:

سلمہ بن نفیل کندی سے مروی ہے کہ ایک دن میں حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس وقت ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! لوگوں نے گھوڑوں کو ذلیل کر دیا ہے اور ہتھیار رکھ دیے اور کہتے ہیں کہ اب جہاد نہیں رہا اور لڑائی ختم ہو گئی ہے۔ آپ نے یہ سن کر اس کی طرف رخ انور پھیرا اور ارشاد فرمایا یہ جھوٹ بولتے ہیں ابھی جہاد کا حکم آیا ہے اور میری امت کے لوگ دین کی خاطر ہمیشہ لڑتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو ان کے لیے پھیر دے گا اور اللہ تعالیٰ ان کو ان سے قیامت تک رزق دے گا اور اللہ نے خیر کو گھوڑوں کی پیشانیوں سے قیامت تک معلق فرما دیا ہے اور مجھے یہ بات وحی کے ذریعے بتائی گئی ہے اور میرا وصال شریف جلد ہوگا اور تم لوگ متفرق جماعتیں ہو جاؤ گے اور آپس میں کٹ مرو گے اور ایمان والوں کا گھر شام میں مقرر ہوگا۔

نوٹ: گھوڑوں کی پیشانی میں اجر و ثواب جو جہاد کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ دوسری وہ غنیمت جو جہاد کرنے سے ملتی ہے۔

ابو ہریرہ راوی ہیں کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک خیر اور بھلائی لکھی ہے اور گھوڑوں کی تین اقسام ہیں ایک تو وہ جن کے باعث آدمی کو اجر و ثواب ہوتا ہے اور ایک مفلسی اور تکلیف میں ڈھال اور بچاؤ ہوتے ہیں اور ایک وبال و مصیبت ہوتے ہیں۔ ثواب گھوڑے تو وہ ہیں جن کو اللہ کی راہ میں روکا جائے اور انہیں جہاد کے لیے تیار کیا جائے

اور وہ جو کچھ کھائیں وہ ان کے لیے ثواب ہے اور اگر وہ چراگاہ میں چھوڑے جائیں تاکہ وہ چریں۔ بعد ازاں حدیث پاک کو آخر تک بیان فرمایا۔

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بعض آدمیوں کے لیے گھوڑے باعثِ اجر و ثواب ہیں، بعض کے لیے انتہائی قبیح اور بعض افراد کے لیے وبال و گناہ۔ گھوڑوں سے ایسے شخص کو اجر و ثواب ہوتا ہے جو انہیں اللہ رب العزت کی راہ میں باندھے اور وہ ان کی رسی چراگاہ یا باغ میں بھی باندھے اور جس قدر وہ گھوڑا دور دور تک چرے گا اس کے لیے نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اگر وہ رسی توڑ کر ایک یا دو اونچان اوپر چڑھیں تو اُن کے ہر قدم اور لید پر نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اگر وہ کسی نہر پر جانکلے اور پانی پئے حالانکہ مالک کا ارادہ پانی پلانے کا نہ تھا تب بھی مالک کے لیے نیکیاں لکھی جائیں گی تو ایسے گھوڑے باندھنا باعثِ اجر و ثواب ہے اور اس شخص کے لیے تو افضل ترین ہے جو گھوڑوں کو تجارت کے لیے باندھے اور ان کی زکوٰۃ ادا کرے اور اس شخص کے لیے گناہ ہے جو گھوڑوں کو فخر، ریا اور مسلمانوں کی دشمنی کے لیے باندھے اور کسی شخص نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گدھوں کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا اس کے متعلق ابھی تک کچھ بھی نازل نہیں ہوا۔ مگر یہ آیت جو اکیلی تمام نیکیوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔

ترجمہ: جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اسے پائے گا اور جو شخص ذرہ برابر بُرائی کرے گا وہ اسے دیکھے گا۔

نوٹ: اس آیت شریفہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ تھوڑی سی نیکی بھی رائیگاں نہیں جاتی تو خدا کی راہ میں گدھوں کا باندھنا اور ان سے کام لینا بیکار نہیں ہو سکتا۔

گھوڑوں کے شوق اور محبت میں بیان:

انس بن مالک سے مروی ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عورت کے

بعد گھوڑے سے بڑھ کر کوئی چیز زیادہ پیاری نہ تھی۔

کون سے رنگ کا گھوڑا بہتر ہے:

ابوہب جنہیں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرفِ صحبت حاصل تھا روایت فرماتے ہیں کہ حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم انبیائے کرام کے مطابق نام رکھو اور اللہ جل جلالہ کے نزدیک محبوب ترین اور پسندیدہ نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے۔ گھوڑے باندھو اور ان کے ماتھے اور پٹھے پر ہاتھ ملو اور ان کے گلے میں کلاوہ ڈالو اور ان کے گلے میں تافت نہ پہناؤ اور اس بات کا اہتمام رکھو کہ کیت گھوڑا رکھو جس کی پیشانی اور اگلے پچھلے پاؤں سفید ہوں یا وہ سرخ رنگ کا گھوڑا ہو جس کی پیشانی سفید ہو اور اگلے پاؤں بھی سفید ہوں۔

شکال گھوڑے پالنا:

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شکال گھوڑے کو ناپسند فرماتے تھے۔

نوٹ: شکال ایسے گھوڑے کو کہتے ہیں جس کے تین پاؤں سفید ہوں اور چوتھا پاؤں کسی دوسرے رنگ کا ہو۔

ابوہریرہ راوی ہیں کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شکال گھوڑے کو ناپسند فرماتے اور حضرت ابو عبد الرحمن فرماتے ہیں کہ شکال اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کے تین پاؤں سفید ہوں اور چوتھا پاؤں کسی دوسرے رنگ کا ہو۔

نوٹ: ایسے گھوڑے کو اور جل بھی کہا جاتا ہے بشرطیکہ اس کی پیشانی پر سفیدی نہ ہو۔ اس قسم کا گھوڑا منحوس اور مکروہ ہوتا ہے یا اس میں کوئی عیب ہوتا ہے جس سے ضرر اور نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اور شکال ہمیشہ پاؤں میں ہوتا ہے ہاتھ میں نہیں ہوتا۔

گھوڑوں کے شوم اور منحوس ہونے کا بیان:

عاصم اپنے والدِ گرامی عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین اشیا کی وجہ سے شومی اور نحوست ہوتی ہے۔ عورت، گھوڑے اور گھر میں۔

نوٹ: گھوڑے کی شومی اور نحوست یہ ہے کہ وہ عیب دار ہو۔ اور نقصان دہ ہو یعنی کالے یا لات مارے اور عورت کی شومی اور نقص یہ ہے کہ وہ زبان دراز اور بدخلق ہو اور گھر کی بد قسمتی اور شومی یہ ہے کہ وہ اچھے پڑوس میں نہ ہو یا وہ سخت دھوپ اور سخت سردی و برسات وغیرہ میں ہو اور اس میں آرام و سکون نہ ہو۔

عاصم اپنے والدِ گرامی عبداللہ ابن عمر سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تین اشیا کی وجہ سے شومی اور نحوست ہوتی ہے۔ عورت، گھوڑے اور گھر میں۔

حضرت جابر بن عبداللہ راوی ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگر کسی چیز میں نحوست ہو تو وہ مکان، عورت اور گھوڑے میں ہوگی اور اگر نہ ہو تو کسی چیز میں نہ ہوگی۔

باب گھوڑے کی برکت کے بیان میں:

انس بن مالک سے مروی ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا گھوڑوں کی پیشانی میں برکت ہے۔

گھوڑوں کی پیشانیاں گوندھنے کا بیان:

جریر راوی ہیں کہ میں نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ گھوڑے

کی پیشانی کو اپنی انگلیوں سے بل دیتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ گھوڑوں کے ماتھوں پر قیامت تک خیر اور بھلائی باندھی گئی ہے اور وہ خیر اجر اور نعمت ہے۔

اس بات کا بیان کہ آدمی اپنے گھوڑے کو ادب سکھائے:

خالد بن یزید چینی راوی ہیں کہ عقبہ بن عامر میرے نزدیک سے گزرتے اور ارشاد فرماتے اے خالد ہمارے ساتھ چلیں ہم تیرا اندازی کریں گے۔ ایک دن میں نے دیر کی تو آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اے خالد آؤ میں آپ کو وہ بات سناؤں جو مجھ کو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی۔ اللہ رب العزت ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ تیر بنانے والا بشرطیکہ اس نے اس تیر کو بنانے کے لیے نیکی کی نیت کی ہو، اس تیر کو پھینکنے والا اور بھال لگانے والے کو اور ارشاد فرمایا کہ تیر اندازی اور سواری کرو اور سواری کرنے کی نسبت تیر اندازی مجھے زیادہ پسند ہے اور تین کھیلوں کے سوا کوئی کھیل نہیں کھیلنا چاہئے۔ پہلا یہ کہ انسان اپنے گھوڑے کو سکھائے۔ دوسرا اپنی بیوی سے کھیلے اور تیسرا کھیل تیر اور کمان کا ہے اور جس شخص نے ایک دفعہ سیکھنے کے بعد تیر اندازی چھوڑ دی اس نے ایک نعمت کی ناشکری کی یا آپ نے اس طرح ارشاد فرمایا کہ اس نے اس کی ناشکری کی۔

گھوڑا کیا دعا کرتا ہے:

زرعہ راوی ہیں کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو گھوڑا عربی ہے یا کسی اور نسل کا عمدہ نسل کا اور جہاد کی نیت سے رکھا جائے اس کو ہر صبح دو دعائیں کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ یا اللہ! تو آدمیوں میں سے جس شخص کو میرے سپرد کرے اور اس کی ملک میں دے تو تو مجھے اس کے گھر والوں اور مال کے نزدیک کر دے کہ وہ سب سے زیادہ محبت مجھ سے کرے۔



## گھوڑوں کے گھاس اور دانے کی خوبی اور اجر کا بیان:

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اس کے وعدوں کو سچا جانتے ہوئے اللہ کی راہ میں گھوڑا باندھا تو اس گھوڑے کا پانی پینا، پیشاب اور لید کرنا اس کی نیکیوں کے ترازو میں شامل کیا جائے گا۔

نوٹ: یعنی قیامت کے دن جب لوگوں کے اعمال کا حساب و کتاب ہوگا تو اس وقت ان چیزوں کے برابر اس شخص کی نیکیاں دی جائیں گی اور جس کی نیکیاں زیادہ ہوں وہی بڑا آدمی ہے۔

## جس گھوڑے کا اضمار نہیں کیا گیا اس کی رفتار کی انتہا کا بیان:

عمر سے مروی ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حثیا نامی ایک جگہ سے گھوڑوں کو چھوڑا اور دوڑ کی انتہا ثنیۃ الوداع نامی پہاڑ تھا جو مدینہ منورہ کے قریب ہے اور ثنیۃ سے بنی زریق کی مسجد تک گھڑ دوڑ کرائی۔ ایسے گھوڑے جو اضمار نہیں کیے گئے تھے۔

نوٹ: حثیا سے ثنیۃ تک پانچ یا چھ میل کا فاصلہ ہے اور ثنیۃ سے بنی زریق کی مسجد ایک میل کے فاصلے پر ہے۔

## گھوڑوں کو اضمار کرانے کی عادت ڈالنا:

ابن عمر سے مروی ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان گھوڑوں کے درمیان گھڑ دوڑ کرائی جنہیں اضمار نہیں کیا گیا تھا اور یہ حد حثیا سے ثنیۃ الوداع تک تھی جہاں سے گھوڑے دوڑتے تھے اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان گھوڑوں

کے لیے جنہیں اضمار نہیں کیا گیا تھا۔ ثنیۃ سے بنی زریق تک اضمار کرائی۔

عبداللہ اس گھڑ دوڑ میں شامل تھے۔ (اضمار کے معنی ہیں چھریا بدن کرنا)

یہ باب گھڑ دوڑ کے بیان میں ہے:

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقط تیر، اونٹ یا گھوڑے میں ہی شرط کی۔

نوٹ: بصل بہال کو کہتے ہیں۔ یہاں سے مراد تیر اندازی ہے خف اونٹ کا پاؤں لیکن یہاں مراد اونٹ ہے اور حافر کہتے ہیں گھوڑے کے ٹم کو یہاں سے مراد گھوڑا ہے۔ غرضیکہ اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ گھوڑا دوڑانا اور اس میں شرط لگانا بطور جواز کے جائز ہے۔ اور شرط بطور جواز حقیقت میں شرط نہیں بلکہ اس سے مراد انعام ہوتا ہے جیسے کہ خلیفہ حکم دے کہ تم سے جس شخص کا گھوڑا بڑھ جائے گا اسے اتنا انعام ملے گا یا کوئی اور شخص کہے۔

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ شرط کرنا فقط اونٹ اور گھوڑے میں ہی جائز ہے۔ شرط یہ ہے کہ سوار خود ہو۔

انس بن مالک راوی ہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس عضباء نامی ایک اونٹنی تھی اور وہ شرط میں کبھی بھی ہار نہ کھاتی تھی اتفاقاً عرب کا ایک دیہاتی آدمی آیا اور اس کی سواری کے نیچے ایک نوجوان غریب اونٹ تھا اور وہ اونٹ اس اونٹنی سے بڑھ گیا۔ یہ امر مسلمانوں پر شاق گزرا۔ جب حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے چہرے پر دیکھا کہ وہ رنجیدہ ہیں تو لوگوں نے عرض کیا کہ عضباء پیچھے رہ گئی ہے تو انہوں نے کہا۔ اللہ رب العزت جب کسی شے کو بڑھاتا ہے تو اسے کم بھی فرماتا ہے۔

جلب کا بیان:

عمران بن حصین سے مروی ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اسلام میں جلب، جب اور شغار جائز نہیں اور جس شخص نے لوٹ مار کی وہ ہم میں سے نہیں۔  
نوٹ: جلب کا مطلب ہے کہ اپنے گھوڑے کے پیچھے گھڑ دوڑ میں کسی ڈانٹنے  
والے آدمی کو کہنا کہ وہ جلدی دوڑے۔ جب کا مطلب ہے کہ اپنے پہلو میں جب  
سواری کا گھوڑا تھک جائے تو دوسرا رکھنا اور شغار کا تذکرہ نکاح میں کرنا۔

عمران بن حصین سے مروی ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا  
اسلام میں جلب، جب اور شغار جائز نہیں۔

حدیث ہذا کا ترجمہ بھی اوپر گزر چکا ہے تاہم اس میں اونٹنی کا تذکرہ نہیں۔ ہاں اتنا  
زیادہ ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک گنوار سے شرط کی وہ جیت گیا اور  
صحابہ کرام نے اس امر کو محسوس فرمایا۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی  
خدمت اقدس میں اس کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ جو کوئی بڑھ جائے  
خداوند قدوس اسے ضرور گھٹاتا بھی ہے۔

### گھوڑوں کے دوہرے حصے کا بیان:

عباد بن عبد اللہ بن زبیر اپنے دادا سے روایت فرماتے ہیں آپ کے دادا بیان  
کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے مال غنیمت کو تقسیم فرمایا تو آپ  
نے زبیر بن عوام کو چار حصے دیے ایک حصہ ان کا اپنا اور ایک ان کے رشتے داروں کا،  
ان کی والدہ حضرت صفیہ کے لیے اور باقی دو حصے ان کے گھوڑوں کے لیے۔

### ابن ماجہ میں گھوڑوں کا تذکرہ

اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے گھوڑے رکھنا ثواب ہے:

عروہ بارتی سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گھوڑوں کی  
پیشانیوں میں ہمیشہ برکت اور خوبی بندہ ہی رہے گی قیامت تک۔

عبداللہ بن عمر سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت اور خوبی ہے یا یوں فرمایا کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت بندھی ہوئی ہے قیامت تک، سہیل نے کہا (جو راوی ہے اس حدیث کا) یہ شک مجھ کو ہوا اور فرمایا آنحضرتؐ نے کہ گھوڑے تین طرح ہیں ایک کے واسطے ثواب ہیں اور دوسرے کے واسطے معاف ہیں اور تیسرے کے واسطے عذاب ہیں لیکن جس کے واسطے ثواب ہیں وہ وہ شخص ہے کہ جو ان کو رکھے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے اور تیار کرے ان کو اسی کے لئے، جو کھانا ان کے پیٹ میں جاوے گا اس شخص کے لئے ثواب لکھا جاوے گا اور اگر وہ شخص ان کو چراوے ایک گھاس والی زمین تو جتنا وہ کھائیں گے اس کے لئے ثواب لکھا جاوے گا اور اگر وہ شخص پانی پلاوے ان کو ایک جاری نہر سے تو ہر قطرے کے بدل جو ان کے پیٹ میں جاوے گا اس کے لئے ایک اجر لکھا جاوے گا یہاں تک کہ بیان کیا ان کے پیشاب اور لید کرنے میں بھی اور اگر وہ گھوڑے دوڑیں ایک میل یا دو میل تک تو ہر قدم کے بدل جو وہ اٹھائیں گے اس کے لئے اجر لکھا جاوے گا اور جس کے واسطے معاف ہیں (یعنی نہ ثواب ہے نہ عذاب بلکہ مباح) وہ وہ شخص ہے جو عزت اور زینت کے لئے گھوڑے رکھے لیکن ان کی سواری اور پیٹ کا حق فراموش نہ کرے سختی اور آسانی دونوں حالت میں اور جس کے واسطے عذاب ہیں وہ وہ شخص ہے جو گھوڑوں کو رکھے غرور اور تکبر اور فخر اور لوگوں کو دکھلانے اور نمائش کے لئے (فخر کے واسطے) ایسے شخص کے لئے گھوڑے عذاب ہیں۔

ابو قتادہ انصاری سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بہتر گھوڑا وہ ہے جو مشکلی ہو سفید پیشانی سفید ہاتھ پاؤں، جس کی ناک کے اوپر اور کالبا سفید ہو اور داہنا ہاتھ سارے بدن کی طرح ہو (یعنی اس میں سفیدی نہ ہو اس کو عرب

طلق الید الیمنی کہتے ہیں یہ بہت مبارک ہوتا ہے) اگر مشکلی نہ ہو تو کیت سہی انہی صفات اور انہی داغوں کا۔

ابو ہریرہ سے روایت ہے آپ گھوڑوں میں شکار کو بُرا جانتے تھے۔  
تمیم داری سے روایت ہے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جس نے ایک گھوڑا رکھا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے پھر اس کو دانہ چارہ آپ کھلایا تو ہر دانے کے بدل اس کو ایک نیکی ملے گی۔

## مَوَطَّأ امام مالک میں گھوڑوں کا تذکرہ

روایت مالک نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا گھوڑے کے دو حصے ہیں اور مرد کا ایک حصہ ہے۔

کہا مالک نے میں ہمیشہ ایسا ہی سنتا ہوا آیا۔

سوال: ہو مالک سے کہ ایک شخص اپنے ساتھ بہت سے گھوڑے لے کر آیا تو کیا سب گھوڑوں کو حصہ ملے گا؟

جواب دیا کہ نہیں صرف اس گھوڑے کو ملے گا جس پر سوار ہو کر لڑتا ہے۔

کہا مالک نے میرے نزدیک تُرکی اور جُنُوس بھی گھوڑوں میں داخل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، پیدا کیا ہم نے گھوڑوں اور خچروں کو اور گدھوں کو تمہارے سوار ہونے کے لیے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیار کرو واسطے کافروں کے جہاں تک کر سکو سامان لڑائی کا اور بندھے ہوئے گھوڑے ڈراتے رہو اُن سے اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو تو میرے نزدیک تُرکی اور جُنُوس گھوڑوں میں شمار کئے جائیں گے جب حاکم ان کو قبول کرے۔ سعید بن المسیبؓ سے کسی نے پوچھا کہ ترکیوں میں زکوٰۃ ہے؟ بولے کہیں گھوڑوں میں بھی زکوٰۃ ہوتی ہے۔ (مَوَطَّأ: ترجمہ علامہ وحید الزماں، کتاب الجہاد صفحہ ۳۳۹)

## علامہ جلال الدین سیوطی:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعُدِيَّتِ ضُبْحًا ۝ فَالْمُورِيَّتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُعِيْرِيَّتِ

ضُبْحًا ۝ فَاتْرَنْ بِهِ نَفْعًا ۝ فَوَسْطَنْ بِهِ جَمْعًا ۝ اِنَّ

الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ۝ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشٰهِيْدٌ ۝ وَاِنَّهٗ

لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ

وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ ۝ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ

ترجمہ: قسم ہے اُن گھوڑوں کی (جو جہاد میں دوڑتے اور پھینکارے مارتے ہیں) ہانپتے ہوئے (گھوڑا دوڑانے کے وقت جو آواز اس کے اندر سے نکلتی ہے) پھر ٹاپوں سے (وہ گھوڑے آگ کی) چنگاریاں جھاڑتے ہیں (اپنے کھروں سے رات کے وقت پتھر پلّی زمین پر چلتے ہوئے) پھر صبح کے وقت تاخت تاراج کرتے ہیں (گھوڑے اپنے سواروں کے ساتھ شبِ خون مارتے ہوئے) پھر اڑاتے ہیں وہاں (اس جگہ یا اس وقت) گردوغبار (گھوڑا دوڑے دھول) پھر اسی (گردوغبار کی) حالت میں کسی مجمعے کے اندر جا گھستے ہیں۔ دشمن کے یعنی اُن کے بیچ میں گھستے چلے جاتے ہیں اور فعل کا اسم پر عطف ہو رہا ہے کیونکہ وہ اسمِ فعل کی تاویل نہیں ہے عبارت اس طرح ہو جائے گی۔ واللہ واتی عدون فاوریں فاغرن) حقیقت یہ ہے کہ انسان (کافر) اپنے رب کا بڑا ناشکر ہے (اللہ کی نعمتوں کا کفران کرتا ہے) اور اس کو خود اس (ناشکری) کی خبر ہے (اپنے کرتوت سے اپنے اوپر گواہ ہے) اور وہ مال و دولت کی محبت میں بری طرح مبتلا ہے (مال سے انتہائی محبت رکھتا ہے اس لیے نُجُل کرتا ہے) کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا جب نکال لیا جائے گا۔ (اکھاڑ۔ برآمد کر لیا جائے گا) قبروں

میں جو کچھ ہے، (یعنی مُردے ان کو زندہ کر کے اٹھا دیا جائے گا) اور آشکارا (ظاہر اور واضح) ہو جائے گا جو کچھ دلوں میں ہے (کفر و ایمان) یقیناً ان کا رب اس روز ان سے باخبر ہوگا۔ (لہذا ان کے کفر کی سزا دے گا۔ جمع کی ضمیریں انسان کی طرف بلحاظ معنی کے ہیں۔ یہ جملہ بیعلم کے مفعول پر دلالت کر رہا ہے۔ اے انا نجازیہ وقت ماذکر اور خمیر کا تعلق یومئذ کے ساتھ ہے کیونکہ وہ بدلے کا دن ہے اگرچہ اللہ کا خمیر ہونا دائمی ہے۔

ملکیۃ ابن مسعود وغیرہ کے نزدیک یہ سورت تکی ہے اور ابن عباس وغیرہ کے نزدیک مدنی ہے۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ آنحضرتؐ نے کہیں گھوڑے روانہ کئے لیکن ایک مہینہ گزر گیا کہ ان کا کچھ پتہ نہ چل سکا۔ تب یہ سورت نازل ہوئی جس میں ان کے حال کی طرف اشارہ ہے۔ وَالْعَدِیۡتِ عَادِیۡہِ کِی جمع ہے۔ تیز گام یہاں اللہ نے تین قسمیں کھا کر مقسم بہ کی تعظیم اور مقسم علیہ کی تشنیع ظاہر کی ہے۔ ضَبْحًا مفسر نے فعل مخدوف ناصب کی طرف اشارہ کیا ہے اور عادیات کے ذریعے بھی یہ منصوب ہو سکتا ہے کیونکہ دلالت التزامی کے ساتھ اس کے معنی ضابطات ہی کے ہیں یا اس کو حال کی وجہ سے منصوب مانا جائے۔ ضَابِحَاتٌ وَالْمُورِیۡتِ اِیۡرَآءَ کِی معنی چنگاری جھاڑنے کے ہیں اور قدح کے معنی مارنے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے قدح الزفیدِ فاوری گھوڑوں کی ٹاپ سے شرارے اٹھنا مراد ہے اس کے اعراب میں بھی پہلی صورت جاری ہوگی۔ اے یقدح قدحاً اگرچہ بظاہر قدحاً موریات سے بھی منصوب ہو سکتا ہے کیونکہ ایراء قدح پر دلالت کرتا ہے اور تیز کی وجہ سے بھی نصب ہو سکتا ہے فالْمَغِیۡرَاتِ اغارہ کے معنی غارت گری لوٹ مار کرنا فاثرین بمعنی برا بیچنے کرنا۔ یہ کی ضمیر ضحا کی طرف راجع ہے باظرفیہ ہے لیکن اگر اغارۃ کی طرف ضمیر راجع کی جائے تو باسپیت یا ملا بست کے لیے ہوگی اور چونکہ عادیات، موریت، مغیرات باوجود اسما ہونے کے تاویل میں فعل کے ہیں جیسا کہ مفسر علام نے اشارہ فرمایا ہے اس

لیے وسطن اور اثرن افعال کا عطف باعث اشکال نہیں رہا۔ ان اسما پر الف، لام موصولہ ہے۔ ان قسموں کے متعلق یہ بھی ممکن ہے کہ نفس کی تین حالتوں کی قسمیں کھائی گئی ہوں۔ قاضی بیضاوی کی عبارت یہ ہے و یحتمل ان یکون القسم بالنفوس العادیة اثر کمالهن الموریات بافکارهن انوار المعارف والمغیرات علی الهوی والعدادات اذا ظهر لهن مبدأ انوار القدس فائثرن به ثرقاً فوسطن به جمعا من جموع العلمین لکنود بمعنی کفور کند النعمة کنوداً سے ماخوذ ہے اور لغت کندہ میں اس کے معنی نافرمان کے اور بنی مالک کے لغت میں بخیل کے معنی ہیں۔ یہ جملہ جواب قسم ہے۔ حدیث میں آتا ہے الکنود الذی یاکل وحده ویمنع رنده ویضرب عبده۔ ذوالنون مصری فرماتے ہیں۔ الهلوع والکنود هو الذی اذا مس الشر جزوع واذا مسه الخیر هنوع۔

وانہ، ضمیر کا مرجع انسان ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں وعید ہوگی۔ لـحـب الخیر مال اگرچہ ضعیف ہوتا ہے مگر طاعت و عبادت میں معین ہونے کی وجہ سے اس کو خیر کہا گیا اذا بعثوا ایک قرأت بحثوا اور بحث بھی ہے حصل بقول امام راغب تحصیل کے معنی پھلکے سے مغز کو اور بھوسے سے دانے کو اور سونے کو کان سے نکالنا لیتے ہیں۔

فی الصدور قلبیہ کی تخصیص اصل ہونے کی وجہ سے ہے۔ یومید لخبیر حق تعالیٰ ہمہ وقت ہر چیز سے اگرچہ واقف ہے لیکن قیامت کی تخصیص اعمال کے بدلے کی وجہ سے ہے۔

مجملہ سورۃ والنضحیٰ کی مہمات کے بڑے کاموں سے بچنا بھی ہے سورۃ العدیۃ میں برائیوں کی برائی اور ان کی سزا کا ذکر ہے اس کا کئی مدنی ہونا مختلف فیہ ہے۔ ابن مسعود،



جابر، حسن بصری، عکرمہ عطا تو کئی کہتے ہیں انس مالک اور قتادہ مدنی مانتے ہیں۔ حضرت ابن عباس سے دونوں قول ہیں مگر مضمون سورت سے کئی ہونا راجح معلوم ہوتا ہے اور یہ کہ ابتدائی دور سے متعلق ہوگی۔ وجہ تسمیہ بالکل واضح ہے۔

والعدیۃ دوڑنے والوں سے کیا مراد ہے؟ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کہتی ہے کہ دوڑنے والے گھوڑے مراد ہیں اور بعض حضرات دوڑنے والے اونٹ مراد لیتے ہیں۔ اگلے الفاظ سے یہی نکلتا ہے کہ دوڑنے والے گھوڑے مراد ہیں اور یوں بھی عرب جنگ پسند ہونے کی وجہ سے تیز رو گھوڑوں کو عزیز رکھتے تھے۔ فالمورینت رات کے وقت گھوڑوں کی ٹاپوں سے شب خوں مارنے کے وقت شرارے اور چنگاریاں جھڑتی تھیں۔ شب خوں صبح کے جھرمٹ اندھیرے میں ہوتا تھا۔ فوسطن بہ جمعاً وہ گھوڑے اتنے جبری اور دلیر ہیں کہ بے خوف و خطر دشمن کی فوج میں جا گھستے ہیں۔ ان آیات میں جہاں گھوڑوں کی قسموں کا احتمال ہے وہیں یہ ممکن ہے کہ مجاہدین اور فوجی رسالوں کی قسمیں کھائی گئی ہوں۔

شریف گھوڑے کو ایک چابک اور شریف انسان کو ایک بات کافی ہے

لکنود: یہ ہے وہ بات جس پر گھوڑوں یا مجاہدین کی قسمیں کھائی گئی ہیں یعنی جہاد میں مجاہدین کی سرفروشی اور جاں بازی بتلاتی ہے کہ شکر گزار و فادار ایسے ہوا کرتے ہیں لیکن جو آدمی اللہ کی دی ہوئی قوتوں اور مال و دولت کو خرچ نہیں کرتا وہ پرلے درجے کا ناشکر اور نالائق ہے بلکہ غور کرو تو خود گھوڑا زبان حال سے شہادت دے رہا ہے کہ جو لوگ مالک حقیقی کی دی ہوئی روزی کھاتے اور ان کی بے شمار نعمتوں سے دن رات فائدے اٹھاتے ہیں پھر اس کی فرمانبرداری نہیں کرتے وہ جانوروں سے بھی زیادہ ذلیل و حقیر ہیں۔ ایک شریف گھوڑے کو مالک گھاس اور کچھ دانہ دینا کھلا دیتا ہے تو وہ اتنی سی بات پر اپنے مالک کی وفاداری میں جان لڑا دیتا ہے۔ چھ سو اڑھارہ شمارہ کرتا ہے

ادھر ہی دوڑ جاتا ہے اور ہانپتا ہوا ٹاپیں بھرتا ہوا، غبار اڑاتا ہوا گھسان کے معرکوں میں بے تکلف گھس جاتا ہے۔ تیروں کی بارش میں اور سنگینوں اور تلواروں کے سامنے پڑ کر سیدہ نہیں پھیرتا بلکہ بسا اوقات وفادار گھوڑا سوار کو بچانے کے لئے اپنی جان خطرے میں ڈال دیتا ہے۔ کیا انسان نے ان گھوڑوں سے کچھ سبق سیکھا کہ اس کا پالنے والا بھی مالک ہے جس کی وفاداری میں اسے جان و مال سے تیار رہنا چاہئے۔ یہ انسان کی کتنی ناشکری ہے کہ ایک گھوڑے بلکہ کتے سے بھی وفاداری میں گیا گزرا ہے۔

وانہ علیٰ ذلک لشہید انسان کا ضمیر خود اس کی اپنی ناشکری پر زبان حال سے گواہ ہے۔ ذرا بھی کسی کے ضمیر میں احساس اور دل زندہ ہو تو اسے اندرونی آواز سے اپنا ناسپاس ہونا واضح ہو جائے گا اور انہ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ انسان کی احسان ناشناسی اور کفرانِ نعمت کو دیکھتا ہے اور بعض نے یہ مفہوم لیا ہے کہ گھوڑوں کی جاں نثاری اور وفاداری سب انسان کے سامنے ہے۔ لُحْب الخیر لشدید مال میں خیر و شر کے دو پہلوؤں میں سے یہاں خیر کے پہلو کو ترجیح دی ہے یعنی لالچ اور مال کی محبت نے انسان کو اتنا اندھا کر دیا ہے اور وہ مال و زر کی محبت میں اتنا گرفتار ہے کہ سچے اور حقیقی مالک کو بھی بھلا بیٹھا ہے اور نہیں سمجھتا کہ آگے اس کا انجام کیا ہوگا؟

افلا یعلم وہ بھی آنے والا ہے جب مُردہ جسم قبروں سے نکال کر زندہ کئے جائیں گے اور دلوں میں جو باتیں چھپی ہوئی ہیں سب کھول کر رکھ دی جائیں گی۔ اس وقت پتہ چلے گا کہ یہ مال کتنا کام آتا ہے؟ اور ناشکرے لوگ کہاں چھوٹ کر جائیں گے۔ اگر یہ بے حیا اس بات کو بھی سمجھ لیتے تو ہرگز مال کی محبت میں غرق ہو کر اس طرح کی حرکتیں نہ کرتے۔ ہر چند کہ اللہ تعالیٰ کا علم بندے کے ظاہر و باطن کو ہر وقت اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے لیکن قیامت کے دن ہر شخص پر کھل جائے گا اور کسی کو مجالِ انکار نہ رہے گی اور اس وقت یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ فیصلہ صرف ظاہر کو دیکھ کر نہیں کیا جا رہا ہے

بلکہ دل کے چھپے ہوئے رازوں کو بھی نکال کر یہ دیکھا جائے گا۔ دنیا کی کسی عدالت میں ایسے ذرائع نہیں ہیں کہ جن کی مدد سے نیت کی صحیح تحقیق ہو سکے یہ صرف خدا ہی کی عدالتِ عالیہ ہوگی جہاں انسان کے ہر ظاہری عمل کے پیچھے جو باقی محرکات رہے ہیں ان کی بھی پوری جانچ کی جائے گی اور چٹاٹلا فیصلہ کیا جائے گا۔

اس سورت کا ماحصل انسان کو یہ سمجھانا ہے کہ وہ آخرت کا انکار کر کے اور اس سے غافل ہو کر کیسی اخلاقی پستی میں گھر جاتا ہے اور مال کی محبت کا متوالا بن کر اپنے بچے مالک کی وفاداری اور شکرگزاری سے منہ موڑ لیتا ہے۔ گھوڑا مالک کی احسان شناسی میں اپنی جان کھپا دیتا ہے اور سواری کی جان بچانے کی کوشش کرتا ہے مگر انسان اس سے بھی گیا گزرا ہے اور اس پر بھی انسان کو خبردار کیا گیا ہے کہ آخرت میں صرف ظاہری پر فیصلہ نہیں ہوگا بلکہ اندر کے اترے پترے کھول کر رکھ دیئے جائیں گے۔ آخر انسان ہے کس ہوا میں؟ اللہ کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

(”شرح جلالین“ از: علامہ جلال الدین سیوطی)

پیر محمد اکرم شاہ (لاہور)

## سورۃ العَدِیْتِ

اس سورۃ مبارکہ کا نام ”العَدِیْتِ“ ہے جو اس کا پہلا لفظ ہے۔ یہ ایک رکوع گیا رہ آیتوں، چالیس کلمات اور ایک سو تیرہ حروف پر مشتمل ہے۔ اس کے بارے میں دو قول ہیں بعض علما کے نزدیک یہ مکی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے اور بعض علما سے مدنی کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یوں ہی مروی ہے۔

متعدد قسمیں کھا کر چند حقائق کی نقاب کشائی کی جا رہی ہے۔ پہلے تو یہ بتایا کہ

انسان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکر ہے۔ بستا رہتا اُس کی زمین پر ہے، سانس اُس کی ہوا میں لیتا ہے، اُس کے دسترخوانِ نعمت کا ریزہ چیس ہے اس کے باوجود نہ اس کا شکر ادا کرتا ہے اور نہ اُس کی عبادت و اطاعت کو اپنا وظیفہ حیات بناتا ہے۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے جس پر اُس کے اپنے اعمال و اطوار بطور گواہ پیش کیے جاسکتے ہیں۔ نہ کسی دوسرے گواہ کی ضرورت ہے اور نہ کوئی مزید ثبوت درکار ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ دولت کی محبت اس کے دل میں گھر کر چکی ہے۔ وہ اس کو حاصل کرنے اور اس کو زیادہ سے زیادہ جمع کرنے کی ہوس میں دیوانوں کی طرح شب و روز سرگرداں رہتا ہے۔ اُس کی عقل و فہم پر جتنا افسوس کیا جائے اتنا کم ہے۔ اُسے اتنی بھی خبر نہیں کہ اُس کا خالق اُس کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے۔ اُس کے سینے کے راز بھی اُس پر عیاں ہیں، قیامت کے دن اُسے اس رپے کائنات کے سامنے پیش ہونا ہے جو اُس کے جملہ حالات سے پوری طرح باخبر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ الْعَدِیْتِ ضَبْحًا ۝ فَالْمُؤْرِیْتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُغِیْرَاتِ  
ضَبْحًا ۝ فَالْمُؤْرِیْتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُغِیْرَاتِ ضَبْحًا ۝ فَالْمُؤْرِیْتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُغِیْرَاتِ  
الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِ۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے  
”قسم ہے تیز دوڑنے والے گھوڑوں کی جب وہ سینے سے آواز نکالتے ہیں۔ پھر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں سُم مار کر۔ پھر اچانک حملہ کرتے ہیں صبح کے وقت۔ پھر اس سے گرد و غبار اڑاتے ہیں۔ پھر اسی وقت (دشمن کے) لشکر میں گھس جاتے ہیں بے شک انسان اپنے رب کا بڑا“

آیات میں جو مشکل الفاظ ہیں پہلے ان کی وضاحت کی جائے گی اور اس کے بعد ان کا مفہوم سمجھنے میں وقت نہ ہوگی۔

العادیات: الجاریات بسرعة۔ بڑی تیزی سے دوڑنے والیاں۔

الضبیح: تصویۃ جہیر عند العدو الشدید لیس بصہیل ولا رغاء ولا نبساح۔ وہ آواز جو تیز دوڑتے وقت گھوڑے کے سینے سے نکلتی ہے۔ یہ آواز ہنہانے وغیرہ سے بالکل جدا ہوتی ہے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں الجہود علیٰ انہ قسم لخیل الغزاة فی سبیل اللہ تعالیٰ التي تعدوا۔ کہ چور علما کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے غازیوں کے گھوڑوں کی قسم کھائی جارہی ہے جو تیزی سے دوڑتے ہیں۔

مُوریات: الایراء اخراج النار والقدح: هو الضرب والصک یقال قدح فاوری اذا اخرج ناراً۔ پتھر سے آگ نکالنے کو ایراء کہتے ہیں۔ قدح: دو سخت چیزوں کا آپس میں ٹکرانا جس سے چنگاریاں جھڑتی ہیں۔ یہاں مجاہدین کے گھوڑوں کی دوسری صفت بیان کی جا رہی ہے کہ اپنے سُم جب زور سے پتھر پر مارتے ہیں تو اس سے چنگاریاں جھڑنے لگتی ہیں۔ ان چنگاریوں کو اہل عرب نار الحجاب کہتے ہیں۔ حجاب ایک بخیل آدمی کا نام تھا۔ وہ کھانا پکانے کے لیے اس وقت آگ جلاتا جب سب لوگ کھانا پکا کر اور کھا کر سو جاتے اور کسی مہمان کے آنے کا وقت بھی گزر جاتا۔ اس وقت بھی وہ آگ کو زیادہ روشن نہ کرتا بلکہ بڑی مدہم ٹوپر کھانا پکاتا اور کسی کے پاؤں کی آہٹ سنتا تو اس کو بچھا دیتا۔ ایسی آگ جس سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا جائے اسے نار الحجاب کہتے ہیں۔ گھوڑوں کے سُموں سے جو آگ نکلتی ہے اسی وجہ سے اس کو بھی اس لفظ سے یاد کیا جاتا ہے۔

المغیرات: اغار علی العدو: ہجم علیہ بغتۃ بخیا۔ کسی پر اچانک

حملہ کر دینا۔ حملہ آور اکثر صبح کے وقت دشمن پر ناگہانی حملہ بولتے تھے تاکہ دشمن کو بے خبری میں جالیں۔ وہ وقت آرام و سکون کا ہوتا ہے اور دشمن کی غفلت سے فائدہ اٹھانے کا بہترین موقع ہوتا ہے نیز صبح کے اُجالے میں خوب دیکھ کر نشانہ باندھا جاسکتا ہے۔  
 النقع: غبار کو کہتے ہیں۔ اشون: غبار اڑانا، گرد کو پھیلانا۔ جمع: جتھ، انبوه، لشکر۔  
 حملہ آور جب حملہ کرتے ہیں تو وہ دشمن کی فوجوں میں داخل ہو کر ان پر اپنے وار کرتے ہیں۔  
 مشکل الفاظ سمجھ لینے کے بعد اب آیات کے مفہوم پر مزید غور فرمائیے۔

لَکُونُوۡدٌ ۝ وَاِنَّۡ عَلٰی ذٰلِکَ لَشَہِیۡدٌ ۝ وَاِنَّۡ لِحُبِّ الْخَیۡرِ  
 لَشَہِیۡدٌ ۝

ناشکر گزار ہے اور وہ اس پر (خود) گواہ ہے اور بلاشبہ وہ مال کی محبت میں بڑا سخت ہے۔

اس سورت کا آغاز بھی قسم کھا کر کیا جا رہا ہے اور قسم مجاہدین کے ان گھوڑوں کی کھائی جا رہی ہے جو ان خوبیوں سے متصف ہوتے ہیں۔ تیز رفتاری سے جب دوڑتے ہیں تو ان کے سینوں سے ایک خاص قسم کی آواز نکلتی ہے جو دشمن کو مرعوب کرنے میں بڑی موثر ہوتی ہے۔ وہ اپنے بھاری بھر کم ٹم جب پتھروں پر زور سے مارتے ہیں تو آگ کی چنگاریاں نکلنے لگتی ہیں، وہ صبح سویرے دشمن پر یلغار کرتے ہیں اور ان کی وجہ سے ساری فضا گرد و غبار سے اٹ جاتی ہے۔ وہ بے خطر دشمن کی صفوں میں گھس جاتے ہیں اور ان کے تہہ و بالا کر کے رکھ دیتے ہیں۔

حافظ ابو بکر ابن العربی احکام القرآن میں لکھتے ہیں اقسام بمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وقال یس والقرآن الحکیم واقسم بحیاته وقال لعمرک انہم لفی سکرتمہم یعمہون واقسم بخیلہ وصہیلہا وغبارہا وقدح حوافرہا النار من الحجر۔ (احکام القرآن)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور کی ذات کی بھی قسم اٹھائی جیسے یسین والقرآن الحکیم میں ہے حضور کی حیاتِ طیبہ کی بھی قسم اٹھائی جس طرح لعمرک الایة۔ اور حضور کے گھوڑوں کی، ان کے ہنہانے کی، ان کے اڑائے ہوئے غبار کی اور ان کے سُموں سے جو آگ نکلتی ہے اس کی بھی قسم اٹھائی۔

ان آیات میں اگر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہاں فقط صفات بیان کی گئی ہیں۔ عادیات، موریات وغیرہ لیکن ان کا موصوف بیان نہیں کیا گیا۔ اس سے یہ بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ ہر زمانے کے غازیوں کے سامانِ حرب کی اللہ تعالیٰ قسم اٹھاتا ہے جن میں یہ صفات پائی جائیں۔ اس زمانے میں مجاہد گھوڑوں پر سوار ہو کر جہاد کیا کرتے تھے اور ان گھوڑوں میں یہ صفات پائی جاتی تھیں۔ آج گھوڑوں کی جگہ ٹینکوں نے لے لی ہے اور یہ تمام صفات بدرجہ اتم ان میں بھی پائی جاتی ہیں۔ وہ جب تیزی سے دشمن پر حملہ آور ہوتے ہیں تو ان سے ایک خاص قسم کی گڑ گڑاہٹ نکلتی ہے وہ آگ بھی اُگلتے ہیں، جہاں سے گزرتے ہیں گرد و غبار بھی اُڑاتے ہیں، دشمنوں کے مورچوں میں بھی گھس جاتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ان ٹینکوں کی قسم ہے تو بھی بعید نہ ہوگا اور مستقبل قریب میں کوئی اور اسلحہ تیار ہو جائے جو ٹینکوں کی جگہ لے لے اور اس میں یہ خوبیاں پائی جائیں تو ان کا اطلاق اس جدید اسلحہ پر بھی ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

یہ جواب قسم ہے کہ انسان اپنے رب کے احسانات اور نوازشات پر سخت ناشکری کا اظہار کرنے والا ہے، اس کے لبوں پر ہمیشہ شکوہ رہتا ہے، ہزاروں نعمتوں کے باوجود اگر اس کی کوئی ایک تمنا پوری نہ ہو تو شکایات کا دفتر کھول دیتا ہے جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں لکنود: لکنود: جحود لنعم اللہ تعالیٰ۔ کنود کا معنی کفور ہے۔ یعنی ناشکر۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرنے والا۔ حسن بصری کہتے ہیں یذکر المصائب وینسی النعم کہ مصیبتوں کا ذکر کرتا ہے اور نعمتوں کو

بھول جاتا ہے۔

الکنود: الذی ینفق نعم اللہ تعالیٰ فی معاصی اللہ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں خرچ کرے اس کو کنود کہتے ہیں۔ اس لیے اس زمین کو بھی کنود کہتے ہیں جو بجز اور کاشت کے قابل نہ ہو۔ ومنہ الارض الکنود التی لاتنبت شیئاً

أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ ۝ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ ۝

کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا جب نکال لیا جائے گا جو کچھ قبروں میں ہے اور ظاہر کر دیا جائے گا جو سینوں میں (پوشیدہ) ہے۔

اس چیز کو ثابت کرنے کے لیے کہ انسان ناشکر گزار ہے کسی غیر معمولی غور و خوض کی ضرورت نہیں۔ انسان کے اپنے اطوار و اعمال اس بات کی شہادت دینے کے لیے کافی ہیں۔ (ضیاء القرآن جلد ۵۔)

مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع:

## سورة العديت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔  
وَالْعَدِيَّتِ ضَبْحًا ۝ فَالْمُورِيَّتِ قَدْحًا ۝ فَالْمَغِيرَاتِ  
ضَبْحًا ۝ فَائْتَرْنَ بِهِ نَقْعًا ۝ فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا ۝ إِنَّ  
الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ۝ وَإِنَّ عَلَىٰ ذَٰلِكَ لَشَهِيدًا ۝ وَإِنَّ  
لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدًا ۝ أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ ۝



وَحَصَلَ مَا فِي الصُّدُورِ ۝ إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ ۝ -  
 ”قسم ہے دوڑنے والے گھوڑوں کی ہانپ کر پھر آگ سلگانے  
 والے جھاڑ کر پھر غارت ڈالنے والے صبح کو پھر اٹھانے والے اُس  
 میں گرد پھر گھس جانے والے اُس وقت فوج میں پیشک آدمی اپنے  
 رب کا ناشکر ہے اور وہ آدمی اس کام کو سامنے دیکھتا ہے اور آدمی محبت  
 پر مال کی بہت پکا ہے کیا نہیں جانتا وہ وقت کہ کُریدا جائے جو کچھ  
 قبروں میں ہے اور تحقیق ہووے جو کچھ کہ جیوں میں ہے پیشک اُن  
 کے رب کو اُن کی اُس دن سب خبر ہے۔“

قسم ہے اُن گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں پھر (پتھر پر) ٹاپ مار کر آگ  
 جھاڑتے ہیں پھر صبح کے وقت تاخت تاراج کرتے ہیں پھر اُس وقت غبار اڑاتے ہیں  
 پھر اُس وقت (دشمنوں کی) جماعت میں جا گھتے ہیں (مرا داس سے لڑائی کے گھوڑے  
 ہیں۔ جہاد ہو یا غیر جہاد، عرب چونکہ حرب و ضرب اور جنگ کے عادی تھے جس کے  
 لئے گھوڑے پالتے تھے اُن کی مناسبت سے ان جنگی گھوڑوں کی قسم کھائی گئی آگے  
 جواب قسم ہے کہ) پیشک (کافر) آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکر ہے اور اُس کو خود بھی  
 اس کی خبر ہے (کبھی ابتداء ہی اور کبھی کچھ غور کے بعد اپنی ناشکری کا احساس کر لیتا  
 ہے) اور وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے (یہی اس کی ناشکری کا سبب ہے، آگے  
 حُب مال اور ناشکری پر وعید ہے یعنی) کیا اُس کو وہ وقت معلوم نہیں جب زندہ کئے  
 جاویں گے جتنے مردے قبروں میں ہیں اور ظاہر ہو جائے گا جو کچھ دلوں میں ہے پیشک  
 اُن کا پروردگار اُن کے حال سے اُس روز پورا آگاہ ہے (اور مناسب جزا دے گا۔  
 حاصل یہ ہے کہ انسان کو اگر اُس وقت کی پوری خبر ہوتی اور آخرت کا حال متحضر ہوتا تو  
 اپنی ناشکری اور حُب مال سے باز آجاتا)۔

سورہ عادیات حضرت ابن مسعود اور جابر اور حسن بصری، عکرمہ، عطاء رحمہم اللہ کے نزدیک تھی اور ابن عباس، انس، امام مالک، قتادہ کے نزدیک مدنی سورت ہے۔ (قرطبی)

اس سورت میں حق تعالیٰ نے جنگی گھوڑوں کے کچھ خاص حالات و صفات کا ذکر فرمایا اور ان کی قسم کھا کر یہ ارشاد فرمایا کہ انسان اپنے رب کا بڑا ناشکر ہے۔ یہ بات تو قرآن میں بار بار معلوم ہو چکی ہے کہ حق تعالیٰ اپنی مخلوقات میں سے مختلف چیزوں کی قسم کھا کر خاص واقعات اور احکام بیان فرماتے ہیں یہ حق تعالیٰ کی خصوصیت ہے۔ انسان کے لئے کسی مخلوق کی قسم کھانا جائز نہیں ہے اور قسم کھانے کا مقصد عام قسموں کی طرح اپنی بات کو محقق اور یقینی بتلانا ہے اور یہ بات بھی پہلے آچکی ہے کہ قرآن کریم جس چیز کی قسم کھا کر کوئی مضمون بیان فرماتا ہے تو اس چیز کو اُس مضمون کے ثبوت میں دخیل ہوتا ہے اور یہ چیز گویا اُس مضمون کی شہادت دیتی ہے۔ یہاں جنگی گھوڑوں کی سخت خدمات کا ذکر گویا اس کی شہادت میں لایا گیا ہے کہ انسان بڑا ناشکر ہے۔ تشریح اس کی یہ ہے کہ گھوڑوں کے اور خصوصاً جنگی گھوڑوں کے حالات پر نظر ڈالیے کہ وہ میدانِ جنگ میں اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر کیسی کیسی سخت خدمات انسان کے حکم و اشارے کے تابع انجام دیتے ہیں حالانکہ انسان نے ان گھوڑوں کو پیدا نہیں کیا، ان کو جو گھاس دانہ انسان دیتا ہے وہ بھی اس کا پیدا کیا ہوا نہیں، اس کا کام صرف اتنا ہے کہ خدا تعالیٰ کے پیدا کئے رزق کو اُن تک پہنچانے کا ایک واسطہ بنتا ہے۔ اب گھوڑے کو دیکھئے کہ وہ انسان کے اتنے سے احسان کو کیسا پہچانتا اور مانتا ہے کہ اُس کے ادنیٰ اشارے پر اپنی جان کو خطرے میں ڈال دیتا ہے اور سخت سے سخت مشقت برداشت کرتا ہے۔ اس کے بالمقابل انسان کو دیکھو جس کو ایک حقیر قطرے سے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور اس کو مختلف کاموں کی قوت بخشی، عقل و شعور دیا، اُس کے کھانے پینے کی ہر

چیز پیدا فرمائی اور اُس کی تمام ضروریات کو کس قدر آسان کر کے اس تک پہنچا دیا کہ عقل حیران رہ جاتی ہے مگر وہ ان تمام اکمل و اعلیٰ احسانات کا بھی شکر گزار نہیں ہوتا۔ اب الفاظ آیت کی تشریح دیکھئے۔ عادیات، عدد سے مشتق ہے جس کے معنی دوڑنے کے ہیں۔ صبحاً، صبح وہ خاص آواز ہے جو گھوڑے کے دوڑنے کے وقت اس کے سینے سے نکلتی ہے جس کا ترجمہ ہانپنا کیا گیا ہے۔ موریات، ایراء سے مشتق ہے جس کے معنی آگ نکالنے کے ہیں جیسے جمہماق کو مار کر یا دیا سلانی کو رگڑ کر نکالی جاتی ہے۔ قدحاً، قدح کے معنی ٹاپ مارنے کے ہیں پتھر پلے زمین پر جب گھوڑا تیزی سے دوڑے خصوصاً جب کہ اُس کے پاؤں میں آہنی نعل بھی ہو تو ٹکراؤ سے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں۔ منغیرات، اغارہ سے مشتق ہے جس کے معنی حملہ کرنے اور چھاپہ مارنے کے ہیں۔ صبحاً صبح کے وقت کی تخصیص بیان عادت کے طور پر ہے کیونکہ عرب لوگ اظہار شجاعت کے لئے رات کے اندھیرے میں چھاپہ مارنا معیوب سمجھتے تھے۔ حملہ صبح ہونے کے بعد کیا کرتے تھے اَشْرَءُ، اِثَارَت سے مشتق ہے غبار اڑانے کے معنی میں اور نفع غبار کو کہا جاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ یہ گھوڑے میدان میں اس تیزی سے دوڑتے ہیں کہ اُن کے سُموں سے غبار اُڑ کر چھا جاتا ہے خصوصاً صبح کے وقت میں غبار اُڑنا زیادہ سرعت اور تیزی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ یہ وقت عادۃً غبار اُڑنے کا نہیں، کسی سخت دوڑ ہی سے اس وقت غبار اُٹھ سکتا ہے۔

فَوَسَّطُنْ بِہِ جَمْعًا، یعنی یہ دشمن کی صفوں میں بے خوف و خطر گھس جاتے ہیں۔ كَسْنُوْدَا کے معنی میں حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ وہ شخص جو مصائب کو یاد رکھے اور نعمتوں کو بھول جائے اُس کو کنود کہا جاتا ہے۔

ابو بکر واسطی نے فرمایا جو اللہ کی نعمتوں کو اُس کی معصیتوں میں صرف کرے وہ کنود ہے اور ترمذی نے فرمایا کہ جو شخص نعمت کو دیکھے اور منعم یعنی نعمت دینے والے کو نہ دیکھے

وہ کنود ہے۔ ان سب اقوال کا حاصل نعمت کی ناشکری کرنا ہے اس لئے کنود کا ترجمہ ناشکرا کیا گیا ہے۔

وَإِنَّهُ لَحَبِيبٌ لِّخَيْرٍ لَشَدِيدٌ، خَيْرٌ کے لفظی معنی ہر بھلائی کے ہیں۔ عرب میں مال کو بھی لفظ خیر سے تعبیر کرتے تھے، گویا مال بھلائی ہی بھلائی اور فائدہ ہی فائدہ ہے حالانکہ درحقیقت بعض مال انسان کو ہزاروں مصیبتوں میں بھی مبتلا کر دیتے ہیں۔ آخرت میں تو ہر مال حرام کا بھی انجام ہے کبھی کبھی دنیا میں بھی مال انسان کے لئے وبال بن جاتا ہے مگر عرب کے محاورے کے مطابق اس آیت میں مال کو لفظ خیر سے تعبیر کر دیا ہے جیسا ایک دوسری آیت میں فرمایا اِنَّ تَرَكَ خَيْرًا، یہاں بھی خیر سے مراد مال ہے۔

آیت مذکورہ میں گھوڑوں کی قسم کھا کر انسان کے متعلق دو باتیں کہی گئیں، ایک یہ کہ وہ ناشکرا ہے۔ مصیبتوں اور تکلیفوں کو یاد رکھتا ہے نعمتوں اور احسانات کو بھول جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ مال کی محبت میں شدید ہے۔ یہ دونوں باتیں شرعاً و عقلاً مذموم ہیں ان میں انسان کو ان مذموم خصلتوں پر متنبہ کرنا مقصود ہے۔ ناشکری کا مذموم ہونا تو بالکل ظاہر ہے۔ مال کی محبت کو جو مذموم قرار دیا حالانکہ وہ انسانی ضروریات کا مدار ہے اور اُس کے کسب و اکتساب کو شریعت نے صرف حلال ہی نہیں بلکہ بقدر ضرورت فرض قرار دیا ہے تو مال کی محبت کا مذموم ہونا یا تو وصف شدت کے اعتبار سے ہے کہ مال کی محبت میں ایسا مغلوب ہو جاوے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے بھی غافل ہو جائے اور حلال و حرام کی پروا نہ رہے اور یا اس لیے کہ مال کا کسب و اکتساب اور بقدر ضرورت جمع کرنا تو مذموم نہیں بلکہ فرض ہے مگر محبت اُس کی بھی مذموم ہے کیونکہ محبت کا تعلق دل سے ہے اس کا حاصل یہ ہوگا کہ مال کو بقدر ضرورت حاصل کرنا اور اُس سے کام لینا تو ایک فریضہ اور محمود ہے لیکن دل میں اُس کی محبت ہونا پھر بھی مذموم ہی ہے۔ جیسا انسان

پیشاب پاخانے کی ضرورت کو پورا بھی کرتا ہے، اُس کا اہتمام بھی کرتا ہے مگر اس کے دل میں محبت نہیں ہوتی۔ بیماری میں دوا بھی پیتا ہے، آپریشن بھی کراتا ہے مگر دل میں ان چیزوں کی محبت نہیں ہوتی بلکہ بدرجہٴ مجبوری کرتا ہے اسی طرح اللہ کے نزدیک مومن کو ایسا ہونا چاہیے کہ بقدرِ ضرورت مال کو حاصل بھی کرے، اُس کی حفاظت بھی کرے اور مواقعِ ضرورت میں اُس سے کام بھی لے مگر دل اس کے ساتھ مشغول نہ ہو جیسا کہ مولانا رومی نے بڑے بلیغ انداز میں فرمایا ہے :-

یعنی پانی جب تک کشتی کے نیچے رہے تو کشتی کا مددگار ہے مگر یہی پانی جب کشتی کے اندر آجائے تو کشتی کو لے ڈوبتا ہے۔ اسی طرح مال جب تک دل کی کشتی کے ارد گرد رہے تو مفید ہے جب دل کے اندر گھس گیا تو ہلاکت ہے۔ آخر سورت میں انسان کی ان دونوں مذمومِ خصلتوں پر آخرت کی وعید سنائی گئی۔

أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعِثَ رُوحٌ إِلَى الْقُبُورِ (کیا اس غافل انسان کو اس کی خبر نہیں کہ قیامت کے روز جبکہ مُردے قبروں سے زندہ کر کے اُٹھائے جاویں گے اور دلوں میں چھپی ہوئی باتیں بھی سب کھل کر سامنے آجاویں گی اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ ربُّ العالمین ان سب کے سب حالات سے باخبر ہیں تو اس کے مطابق جزا و سزا دیں گے اس لیے عقل مند کا کام یہ ہے کہ ناشکری سے باز آئے اور مال کی محبت میں ایسا مغلوب نہ ہو کہ اچھے بُرے کی تمیز نہ رہے۔

اس آیت میں یہ دو مذمومِ خصلتیں مطلق انسان کی بیان کی گئی ہیں حالانکہ انسان میں انبیاء و اولیا اور بہت سے صلحا اور عباد ایسے ہیں جو ان مذمومِ خصلتوں سے پاک اور شکر گزار بندے ہوتے ہیں۔ مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالنے کے لئے تیار رہتے ہیں، حرام مال سے بچتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ مطلق انسان کی طرف ان مذمومِ خصلتوں کی نسبت اس لئے کر دی گئی کہ اکثر انسان ایسے ہی ہیں اس سے سب کا ایسا ہونا لازم نہیں

آتا اسی لئے بعض حضرات نے اس آیت میں انسان سے مراد انسان کا فرمایا ہے جیسا کہ اوپر خلاصہ تفسیر میں ایسا ہی ہے اس کا حاصل یہ ہوگا کہ یہ دونوں مذموم خصلتیں دراصل کافر کی ہیں کسی مسلمان میں بھی خدا نخواستہ پائی جائیں تو اُسے فکر کرنا چاہئے۔

واللہ اعلم۔ (معارف القرآن، جلد ۸، از مولانا مفتی محمد شفیع)

### ”تاریخ مسعودی“ میں گھوڑوں کا تذکرہ (مروج الذهب)

ابن عباس سے روایت ہے کہ :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”جب اللہ تعالیٰ نے سواری کے جانوروں کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو جنوبی ہوا سے ارشاد ہوا۔ ”میں نے تجھ سے ساری مخلوق پیدا کی ہے۔ اب تو ہر طرف سے ایک جگہ جمع ہو جا۔“ چنانچہ ہوا ایک جگہ اکٹھی ہو گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریلؑ سے ارشاد فرمایا کہ ”اس پر قبضہ کریں تو جبریل نے اس پر قبضہ کر لیا۔“ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”تب اللہ تعالیٰ نے گھوڑا پیدا کیا اس سے ارشاد فرمایا۔ ”ہم نے تجھے عربی گھوڑا بنایا ہے جہاں جہاں سواری کے جانور پیدا کیے ہیں اور ان کے لیے رزق اُتارا ہے ان سب جانوروں پر تجھے فضیلت بخشی ہے۔ تجھے ہم نے برکت بخشی ہے۔ تیری پیٹھ پر مالِ غنیمت آیا کرے گا، تیری پیشانی پر چمک دار نشان ہوگا اور تیری آواز ایسی ہوگی کہ اسے سن کر مشرکین پر رعب بیٹھے گا۔ ان کے کان پھٹنے اور ان کے قدم ڈمگنے لگیں گے۔“ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے اس گھوڑے کی نسل کا نام ’عزہ‘ اور ’جھیل‘ رکھا۔ اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا: ”پھر جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا تو ان سے پوچھا: ”اے آدمؑ! تو گھوڑا پسند کرتا ہے یا براق؟ براق شجر کی شکل کا ہے لیکن زیادہ دونوں میں سے کوئی نہیں ہے،“ آدمؑ نے عاجزی کے ساتھ عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ تو نے مجھے ان دونوں

ہوں۔“ چنانچہ آدمؑ نے گھوڑا لے لیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آدمؑ سے ارشاد فرمایا: ”تیرا پسند کردہ یہ گھوڑا تیرے لیے اور تیری اولاد کے لیے قیامت تک عزت کا نشان بنا رہے گا۔“ عبد اللہ ابن عباس کہتے ہیں اب یہ اصلی نسل کے وہی عربی گھوڑے ”عزہ“ اور ”نجیل“ کے نام سے ہمیشہ دنیا میں مشہور رہیں گے۔

عیسیٰ بن لہیعہ مصری نے اپنی کتاب ”الحلاب والجلاب“ میں اسلام کے دور اور قبل اسلام کے دور یعنی زمانہ جاہلیت کے زمانے کے گھوڑوں کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ جب بنی ازد میں سے ایک شخص گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت سلیمان بن داؤدؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس گھوڑے کا نام ”زاد الراقب“ رکھا۔ اس واقعے کا ذکر ابن درید نے بھی اپنی کتاب ”النجیل“ میں کیا ہے۔ کاش یہ مصنف اپنی تصنیف میں گھوڑوں کی نسلوں کا تذکرہ کرتے ہوئے مذکورہ بالانسل کے عربی گھوڑوں کا ذکر بھی شامل کر لیتا تو لوگ اس کے بیان کو یقیناً علیٰ وجہ قبول کر لیتے۔

## ”حیات الحیوان“ میں گھوڑے کا تذکرہ

علامہ کمال الدین الدمیری

النجیل:

(گھوڑے) النجیل: (جماعۃ الافراس) یہ من غیر لفظ جمع ہے۔ یعنی لفظی طور پر اس کا کوئی واحد نہیں ہے۔ جیسے لفظ قوم اور رہط کا کوئی لفظی واحد نہیں ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا مفرد داخل ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ یہ مونث ہے اور اس کی جمع خیول آتی ہے۔ جھستانی نے کہا ہے کہ اس کی تصغیر خییل آتی ہے۔ اور خییل کے معنی اکڑ کر چلنے کے

ہیں اور چونکہ گھوڑے کی چال میں بھی اکڑنا پایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے گھوڑے کو خیل نام دیا گیا ہے اور سیبویہ کے نزدیک خیل اسم جمع ہے اور ابوالحسن کے نزدیک یہ جمع ہے۔

**گھوڑوں کا شرف:**

گھوڑوں کے شرف کے لیے صرف یہی دلیل کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اس کی قسم کھائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا (قسم ہے اُن گھوڑوں کی جو ہانپ کر دوڑتے ہیں) ان گھوڑوں سے مراد غازی یعنی جہاد کے گھوڑے ہیں جو دوڑتے دوڑتے دوڑتے ہانپنے لگتے ہیں۔

**حدیث میں گھوڑے کا تذکرہ:**

صحیح بخاری میں جریر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ:

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ اپنی انگلیاں اپنے گھوڑے کی پیشانی کے بالوں میں پھیر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک خیر کو گھوڑوں کی پیشانی میں گرہ دے کر باندھ دیا ہے یعنی لازم کر دیا ہے۔“

اس حدیث میں ناصیۃ (پیشانی) سے مراد وہ بال ہیں جو پیشانی پر لٹکے رہتے ہیں۔ خطاب نے کہا ہے کہ ناصیۃ (پیشانی) سے مراد گھوڑے کی پوری ذات ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ ”فَلَانٌ مُّبَارَكٌ النَّاصِيَةِ وَ مَيْمُونُ الْغَزَّةِ“ کہ فلاں آدمی مبارک پیشانی والا ہے۔ یعنی مبارک ذات والا ہے۔

”حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑوں کے اندر شکال کو ناپسند فرماتے تھے“

شکال کا مطلب یہ ہے کہ گھوڑے کے داہنے پچھلے پیر میں اور اگلے پیروں کے بائیں پیر میں سفیدی ہو یا داہنے اگلے پیر میں اور بائیں پچھلے پیر میں سفیدی ہو۔ شکال کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔ جمہور اہل لغت کا قول یہ ہے کہ شکال کا مطلب یہ ہے



کہ گھوڑے کے تین پیر سفید ہوں اور چوتھا پیر سفید نہ ہو اور ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ کبھی شکال ایسے ہوتا ہے کہ گھوڑے کے تین پاؤں مطلق ہوں اور ایک پاؤں سفید ہو اور ابن درید نے کہا ہے کہ شکال ایک ہی شق میں ہوتا ہے۔ یعنی ایک ہاتھ اور ایک پیر میں اور اگر اس کے خلاف ہو تو اس کو شکال مخالف کہا جاتا ہے۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ شکال دونوں ہاتھوں (اگلے پیروں) کی سفیدی کا نام ہے جبکہ بعض نے کہا ہے کہ شکال دونوں پیروں کی سفیدی کا نام ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ اگر ہاتھ پاؤں کی سفیدی کے ساتھ پیشانی پر بھی سفیدی ہو تو کراہت جاتی رہتی ہے۔

نسائی میں سلمہ بن نفیل اسکونی کی ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ”ازلۃ الخیل“ سے منع فرمایا۔ ازلۃ الخیل کا مطلب یہ ہے کہ گھوڑوں کو ذلیل کیا جائے یعنی ان کو بار برداری کے لیے استعمال کیا جائے چنانچہ ابو عمر بن عبدالبر نے عبداللہ ابن عباس کی تمہید میں یہ اشعار کہے ہیں۔

احبوا الخیل واصطبروا علیہا فان العز فیہا والجمال  
ترجمہ: تم گھوڑوں سے محبت رکھو اور اس محبت پر قائم بھی رہو۔ کیونکہ ان کے پالنے میں عزت اور زینت ہے۔“

اذا ما الخیل ضیعہا اناس ربطناہا فاشرکت العیالا  
ترجمہ: ”جب لوگوں نے ان کو (بار برداری میں استعمال کر کے) ضائع کر دیا تو ہم نے ان کو باندھ کر کھڑا کر دیا اور ان کی اس طرح خبر گیری کی جیسا کہ اپنے بال بچوں کی۔“

نقاسمہا المعیشۃ کل یوم ونکسوها البراق والجلالا  
ترجمہ: ہم ان کو روزانہ گھاس و دانہ دیتے ہیں اور ان کو برقع یعنی منہ کی جالی اور جھولیس پہناتے ہیں۔

## گھوڑے کی تخلیق:

علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ میں نے حاکم ابو عبد اللہ کی تاریخ نیشاپور میں ابو جعفر حسن بن محمد بن جعفر کے حالات میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے:-

”علی ابن ابی طالب سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے گھوڑے کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو بادِ جنوبی سے کہا کہ میں تجھ سے ایسی مخلوق پیدا کرنے والا ہوں جو میرے دوستوں کے لیے عزت اور دشمنوں کے لیے ذلت کا ذریعہ بنے اور جو میرے فرمانبردار بندے ہیں اُن کے لیے زیب و زینت ثابت ہو، تو ہوانے جواب دیا کہ اے میرے رب! آپ شوق سے ایسا جانور پیدا کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہوا میں سے ایک مٹھی لی اور اس سے گھوڑا پیدا کر دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑے سے فرمایا کہ میں نے تجھ کو عربی النسل پیدا کیا اور خیر کو تیری پیشانی کے بالوں میں گرہ دے کر باندھ دیا۔ تیری پشت پر اموالِ غنیمت لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائیں گے تیری فراخی رزق کا خود میں کفیل رہوں گا اور زمین پر چلنے والے دوسرے جانوروں کے مقابلہ میں تیری مدد کروں گا۔ تیرے مالک کو تجھ پر ہر بیان بنا دوں گا اور تجھ کو اس قدر تیز رفتاری دی کہ تُو بے پَر کے اڑا کرے گا۔ لوگوں کو تیری ضرورت اپنی حاجت روائی اور دشمنوں سے لڑائی کے لیے ہوا کرے گی اور میں عنقریب تیری پشت پر ایسے لوگوں کو سوار کراؤں گا جو میری تسبیح و تہلیل اور تکبیر و تحمید کیا کریں گے۔“

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کی تہلیل، تکبیر اور تحمید کرتا ہے تو فرشتہ اس کو سُن کر انہی الفاظ میں اس کا جواب دیتے ہیں۔ آپ نے یہ بھی

فرمایا کہ جب فرشتوں کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑا پیدا کیا ہے تو انہوں نے باری تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے ہمارے رب! ہم تیرے فرشتے تیری حمد و ثناء کرتے رہتے ہیں۔ ہمارے لیے بھی آپ کا کچھ انعام ہے۔ فرشتوں کو یہ عرضداشت سن کر اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے ایسے گھوڑے پیدا کر دیئے جن کی گردنیں نجحتی اونٹوں کی گردنوں کے مشابہ تھیں۔ اُن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں میں سے جس کی چاہے گا مدد کرے گا۔ آپ نے فرمایا کہ جب گھوڑے کے قدم زمین پر جم گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ میں تیری ہنہناہٹ سے مشرکوں کو ذلیل کروں گا اور اُن کے کانوں کو اس سے بھر دوں گا اور اس سے ان کے دلوں کو مرعوب کر کے ان کی گردنوں کو پست کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق بہیمہ کو حضرت آدم علیہ السلام کے روبرو پیش کرنے کا حکم فرمایا تو اُن سے کہا کہ میری اس مخلوق میں جس کو چاہو پسند کر لو۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے گھوڑے کو پسند کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدم! تو نے اپنے اور اپنی اولاد کے لیے ابد الابد تک عزت کو اختیار کیا۔ جب تک وہ رہیں گے عزت بھی رہے گی۔ ہمیشہ، ہمیشہ رہے گی۔“

یہ حدیث شفاء الصدور میں عبداللہ ابن عباس سے دوسرے الفاظ کے ساتھ مروی ہے اور وہ یہ ہے:-

”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے گھوڑا پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو جنوب کی ہوا کو وحی بھیجی کہ میں تجھ سے ایک مخلوق پیدا کرنے والا ہوں اس کے لیے تو جمع ہو جا، تو وہ اس کے لیے جمع ہو گئی۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام آئے اور اس میں سے ایک مٹھی بھری۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ یہ میری مٹھی ہے۔ اس کے بعد اس سے ایک کمیت گھوڑا پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تجھ کو فرس پیدا کیا اور عربی بنایا اور تجھے تمام چوپایوں پر کشادگی رزق میں فضیلت

دی۔ مالِ غنیمت تیری پشت پر لے جایا جائے گا اور خیر تیری پیشانی سے وابستہ ہوگی۔  
 پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو بھیجا تو وہ ہنہنایا۔ اس پر حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے  
 کیت تیری ہنہنہٹ سے مشرکین کو ڈراؤں گا اور ان کے کانوں کو بھر دوں گا اور ان  
 کے قدموں کو لٹکھڑا دوں گا۔ پھر اس کی پیشانی کو سفیدی سے داغا اور پاؤں کو سفید کیا۔  
 پس جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا تو فرمایا کہ اے آدم ان دو چوپاؤں میں سے  
 جو تم کو پسند ہے اُسے اختیار کر لے یعنی گھوڑے اور براق میں سے، براق نچر کی صورت  
 پر ہے اور نہ مذکر ہے نہ مونث تو آدم نے کہا کہ اے جبرائیل! میں نے ان دونوں میں  
 سے خوب صورت چہرے والے کو اپنے لیے پسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ اے  
 آدم! تو نے اپنی عزت اور اپنی اولاد کی عزت کو اختیار کیا اور وہ ان میں باقی رہے گی  
 جب تک کہ وہ باقی رہیں گے۔“

شفاء الصدور میں حضرت علی سے یہ روایت بھی مذکور ہے کہ:-

اور ان گھوڑوں کے نگام یا قوت و مردارید کے ہوں گے نہ وہ لید کریں گے نہ  
 پیشاب ان کے بازو ہوں گے اور ان کے قدم حدنگاہ پر پڑیں گے۔ جنتی ان پر سوار  
 ہو کر جہاں چاہیں گے اڑتے پھریں گے، ان کو اڑتا دیکھ کر ان کے نیچے۔ کے طبقہ کے  
 لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! تیرے ان بندوں کو یہ انعام و اکرام کس وجہ سے  
 حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ یہ لوگ شب بیداری کرتے تھے اور تم لوگ  
 سوتے رہتے تھے۔ یہ لوگ دن میں روزے سے ہوتے اور تم کھانا کھایا کرتے تھے۔  
 یہ خرچ کرتے تھے اور تم بخل کیا کرتے تھے۔ یہ لوگ (جہاد میں) قتال کرتے اور تم  
 بزدلی کا اظہار کیا کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان غبط کرنے والوں کے دلوں میں  
 رضامندی ڈال دیں گے۔ چنانچہ وہ اپنی قسمت پر راضی ہو جائیں گے اور ان کی  
 آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔“

نسائی نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ:-

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ازواج (طاہرات) کے بعد گھوڑوں سے زیادہ کسی سے محبت نہیں ہے (علامہ دمیری کہتے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد جمید ہیں) نقلابی نے اپنی اسناد سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ کوئی گھوڑا ایسا نہیں ہے کہ جس کو ہر صبح اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ دعا مانگنے کی اجازت نہ دی جاتی ہو کہ اے اللہ بنی آدم سے جس کو تو نے میرا مالک بنایا ہے اور مجھ کو اس کا مملوک بنایا ہے تو مجھ کو اس کے نزدیک اس کے اہل و مال سے زیادہ محبوب بنا دے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ (باعتبار انتفاع) گھوڑے تین قسم کے ہیں۔ (۱) وہ گھوڑا جو رحمن کے لیے ہو (۲) وہ جو انسان کے لیے ہو (۳) اور وہ جو شیطان کے لیے ہو، رحمن کے لیے وہ گھوڑا ہے جو نبی سبیل اللہ اس کے دشمنوں سے قتال کرنے کے غرض سے پالا جائے۔ انسان کے لیے وہ گھوڑا ہے جس پر مسافت طے کی جائے اور شیطان کے لیے وہ گھوڑا ہے جس پر کہ بازی (شرط) لگائی جائے۔“

طبقات ابن سعد میں قریب لملکی سے ایک روایت منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن پاک کی اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا کہ جو لوگ اس میں مذکور ہیں وہ کون ہیں؟۔ **الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ** ○

”وہ لوگ جو اللہ کے راستے میں دن رات میں پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں۔ پس اُن کے لیے اُن کے رب کے پاس ان کا اجر ہے نہ اُن پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“ اس کے جواب میں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ اصحاب خیل یعنی گھوڑے والے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ گھوڑے پر خرچ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے کہ جس کے ہاتھ صدقہ بانٹنے کے لیے ہر وقت کھلے رہیں اور کسی بھی وقت بند

نہ ہوں، قیامت کے دن ان گھوڑوں کی لیدر اور پیشاب سے مشک جیسی خوشبو آئے گی۔  
اور ترمذی نے اہل جنت کی صفت میں یہ روایت نقل کی ہے:-

”حضرت ابو ایوب انصاری سے منقول ہے کہ ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ مجھ کو گھوڑوں سے محبت ہے تو کیا جنت میں بھی گھوڑے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تُو جنت میں داخل ہوا تو تجھ کو وہاں پر دریا قوت کے گھوڑے ملیں گے تو ان پر سوار ہو کر جنت میں جہاں چاہے گا اڑتا پھرے گا۔“

حضرت رسول اکرم کے گھوڑے دنیا کے تمام گھوڑوں سے افضل ہیں:-

ابن السننی اور ابوالقاسم طبرانی نے ابان بن ابی عیاش سے اور مستغفری نے انس بن مالک خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے عامل عراق حجاج بن یوسف کو لکھا کہ انس بن مالک کی دیکھ بھال کرو اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور ان کی مجلس میں حاضر ہوا کرو اور ان کو انعام و اکرام سے نوازو۔ چنانچہ انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں خود ایک دن حجاج کے پاس گیا تو حجاج نے مجھ سے کہا کہ اے اباحزہ میں آپ کو اپنا گھوڑا دکھلانا چاہتا ہوں۔ آپ اس کو دیکھ کر مجھے بتلائیں کہ میرا گھوڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑے سے کتنا ملتا جلتا ہے۔ چنانچہ اُس نے وہ گھوڑا میرے سامنے لا کر کھڑا کر دیا۔ میں نے اس گھوڑے کو دیکھ کر کہا ”چہ نسبت خاک را بعالم پاک“ یعنی اس گھوڑے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ آپ کے گھوڑے کا چارہ، لیدر اور پیشاب تک حصولِ ثواب کا ذریعہ تھا اور یہ تہارا گھوڑا محض نمائشی اور نام آوری کے لیے پالا گیا ہے۔

گھوڑا حضرت آدمؑ سے پہلے خلق ہوا:-

مسئلہ :- شیخ الاسلام تقی الدین السبکی فرماتے ہیں کہ خیل (گھوڑوں) کے

بارے میں چند سوالات پیدا ہو سکتے ہیں اور وہ یہ ہیں:-

(۱) اللہ تعالیٰ نے پہلے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا یا گھوڑے کو؟

(۲) پہلے گھوڑے کو پیدا کیا یا اس کی مادہ (گھوڑی) کو؟

(۳) پہلے عربیات یعنی عربی گھوڑے پیدا کئے یا برازین یعنی غیر عربی گھوڑے۔

ان تینوں سوالات کے بارے میں کسی حدیث یا اثر کی نص موجود ہے یا محض سیر اور

اخبار سے استدلال کیا گیا ہے۔

جواب :- (۱) حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے تقریباً دو دن پہلے اللہ

تعالیٰ نے گھوڑے کو پیدا کیا۔

(۲) نر کو مادہ سے پہلے پیدا کیا۔

(۳) عربی گھوڑوں کو غیر عربی گھوڑوں سے پہلے پیدا کیا۔

اس بارے میں کہ گھوڑا حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا کیا گیا۔ ہم اس پر آیات

قرآنی اور احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔ نیز اس کے علاوہ عقلی دلیل بھی ہے۔

عام طور پر دستور یہ ہے کہ جب کوئی معزز شخص کسی کے یہاں آنے کا قصد کرتا ہے یا

اس کو مدعو کیا جاتا ہے تو اُس کے آنے سے پہلے اس کی ضرورت اور آسائش کی چیزیں

فراہم کی جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کی دُنیا میں تشریف آوری کے سلسلہ

میں یہی اہتمام کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور بنی آدم کی ضرورت کے جملہ

اشیاء پہلے ہی سے مہیا کر دی تھیں۔ جیسا کہ کلام پاک کی اس آیت شریفہ سے مترشح

ہوتا ہے۔ "وخلق لكم مافي الارض جميعاً" یعنی زمین میں جتنی چیزیں ہیں وہ

سب تمہارے لیے مہیا کر دی گئیں۔

اس آیت کریمہ کا مطلب یہی تو ہو سکتا ہے کہ خود زمین کو اور زمین میں جو کچھ چیزیں ہیں ان کو حضرت آدمؑ، اور بنی آدمؑ کے لیے اللہ تعالیٰ نے اکراماً پیدا کر رکھی تھی اور کمال اکرام اسی وقت مستحسن ہو سکتا ہے جبکہ مکرم کی جملہ ضروریات پہلے سے موجود ہوں۔

گھوڑے کو ”فرس“ کیوں کہتے ہیں :-

الْطَّرْفُ (شریف النسل گھوڑا)

الْفَرَسُ: (گھوڑا) یہ اسم جنس ہے گھوڑے اور گھوڑی دونوں کو فرس کہتے ہیں۔ اگرچہ ابن جنی اور فراء گھوڑی کے لیے فرستہ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن جوہری نے اس کی تردید کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ گھوڑی کے لیے ”فرستہ“ کا استعمال صحیح نہیں اس کو بھی فرس ہی کہا جائے گا۔ لفظ فرس ”افتراس“ سے بنایا گیا ہے کیونکہ افتراس کے معنی پھاڑنے کے آتے ہیں اور گھوڑا بھی اپنی تیز رفتاری کے ذریعہ زمین پھاڑتا ہے اس لیے اس کو فرس کہتے ہیں اور گھوڑا سوار کو ”فارس“ کہتے ہیں۔ جیسے دودھ والے کو ”لابن“ اور کھجور والے کو ”تامر“ کہتے ہیں اس کی جمع فوارس آتی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے کہ گھوڑی کو بھی فرس کہا جائے گا فرستہ نہیں، اس کی تائید ابو ہریرہ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو ابوداؤد اور حاکم نے نقل کیا ہے۔ ”أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ سَيْفِي الْأَنْثَى مِنْ الْخَيْلِ فَرَسًا“ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑی کو بھی فرس کہا کرتے تھے) ابن السکیت کہتے ہیں کہ ہر شہم والے جانور خواہ وہ گدھا ہو، گھوڑا یا خچر ہو اس کے سوار کو فارس کہتے ہیں۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے :-

وَإِنِّي أَمْرٌ وَ لِلْخَيْلِ عِنْدِي مُزِيَّةٌ عَلَى فَارِسِ الْبُزْدُونِ أَوْ فَارِسِ الْبَغْلِ

ترجمہ: اور میں ایسا شخص ہوں کہ میرے نزدیک دوست کی قدر ہے خواہ گھوڑے پر

سوار ہو یا خچر پر سوار ہو۔

اس کے برخلاف عمارہ بن عقیل کہتے ہیں کہ خچر والے کو فارس نہیں کہتے بلکہ بقال کہتے ہیں۔



گدھے والے کو حمار کہتا ہوں۔ گھوڑے کی کنیت ابوالشجاع، ابودرک، ابوالمنہجی آتی ہے۔

سب سے پہلے گھوڑے کو کس نے تابع کیا:

اہل عرب کہتے ہیں کہ گھوڑا ایک وحشی جانور تھا اس کو سب سے پہلے حضرت اسمعیل علیہ السلام نے سواری کے لیے استعمال فرمایا۔ اپنے خصائل کی بناء پر گھوڑا تمام جانوروں کے مقابلہ میں انسان سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے اس لیے کہ اس میں کرم، شرافت نفسی اور بلند ہمتی جیسے انسانی فضائل موجود ہیں۔ گھوڑے مختلف اوصاف کے ہوتے ہیں۔ مثلاً بعض وہ ہیں جو سواری کے دوران پیشاب اور لید نہیں کرتے اور بعض وہ ہوتے ہیں جن کو اپنے مالک کی پہچان ہوتی ہے وہ کسی دوسری کو سواری نہیں کرنے دیتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پروں والے گھوڑے تھے۔

گھوڑے کو ”عتیق“ بھی کہتے ہیں:

گھوڑے کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) عتیق (۲) عجمین جس کو برزون بھی کہتے ہیں۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ فرس کے مقابلہ میں برزون کی ہڈیاں بڑی ہوتی ہیں۔ فرس کی ہڈیاں اگرچہ چھوٹی ہوتی ہیں لیکن مضبوط ہوتی ہیں۔ برزون میں بوجھ اٹھانے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے لیکن فرس برزون سے زیادہ تیز رفتار ہوتا ہے۔ عتیق اور برزون میں بھی وہی فرق ہے جو ہرن اور بکری کے درمیان فرق ہے۔ عتیق اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کی ماں اور باپ دونوں عربی النسل ہوں۔ کیونکہ یہ تمام عیوب و نقائص سے خالی ہوتا ہے اس لیے اس کو عتیق کہتے ہیں۔

ابن عبدالبر نے تمہید میں لکھا ہے کہ عتیق اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو چڑست ہو اور صاحب عین نے لکھا ہے کہ عتیق وہ گھوڑا ہے جو رفتار میں سب سے آگے نکل جائے۔ خانہ کعبہ کو بھی اسی وجہ سے بیت العتیق کہتے ہیں کیونکہ یہ عیب سے بامون

ہے۔ اور ملوک جبارہ میں سے کوئی بھی اس پر قابض نہیں ہو سکا۔

عربی گھوڑے کے فضائل:

علامہ زنجیری نے سورہ انفال کی تفسیر میں یہ حدیث نقل کی ہے ”إِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَقْرُبُ صَاحِبَ فَرَسٍ عَتِيقٍ وَلَا دَارٍ فِيهَا فَرَسٌ عَتِيقٌ“ (شیطان عربی گھوڑے کے مالک یا جس گھر میں عربی گھوڑا ہو اس کے پاس نہیں آتا) حافظ شرف الدین دمیاطی نے بھی اس سلسلہ میں ایک حدیث نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس گھر میں عربی گھوڑا ہو شیطان اس گھر میں کسی کو مجبوظ نہیں کر سکتا۔

گھوڑے بھی دعا کرتے ہیں:

”حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی عربی گھوڑا ایسا نہیں جس کو روزانہ دو مرتبہ یہ دعا مانگنے کی اجازت نہ دی جاتی ہو کہ ”اے اللہ! تو نے جس شخص کو میرا مالک بنایا ہے اس کی نگاہوں میں مجھ کو اس کا سب سے زیادہ محبوب مال بنا دے“۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں حضرت خزیمہ کی شہادت:

ابوداؤد، نسائی اور حاکم میں مذکور ہے کہ سواد بن حرث اعرابی سے حضورؐ نے ایک گھوڑا خرید لیا۔ اس گھوڑے کا نام ”مرحز“ تھا۔ وہ اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قیمت وصول کرنے کے لیے چل دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیز رفتاری سے تشریف لے چارہ تھے اور یہ اعرابی آہستہ چل رہا تھا۔ راستہ میں کچھ لوگوں نے (جن کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ گھوڑا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خرید لیا ہے) اس گھوڑے کا سودا کرنا شروع کر دیا۔ اس اعرابی کو لالچ آ گیا اور اس نے آواز لگائی کہ حضورؐ اگر آپ خریدنا چاہیں تو سودا کر لیں ورنہ میں دوسرے کو فروخت کر دوں گا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ گھوڑا تم مجھ کو فروخت کر چکے ہو۔ اس اعرابی نے کہا کہ خدا کی

قسم میں نے تو ابھی آپ کو گھوڑا فروخت نہیں کیا۔ اگر آپ خریدنے کا دعویٰ کر رہے ہیں تو گواہ لائیے۔ حضرت خزیمہ فوراً بولے کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کس وجہ سے گواہی دے رہے ہو؟ حضرت خزیمہ نے کہا کہ آپ کی تصدیق کی وجہ سے۔ اس واقعہ کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی گواہی کو دو گواہوں کی گواہی کے قائم مقام کر دیا۔

ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ حضورؐ نے ان سے پوچھا کہ کیسے گواہی دے رہے ہو؟ کیا تم معاملہ کے وقت ہمارے پاس موجود تھے؟ انہوں نے کہا کہ حضورؐ میں حاضر تو نہیں تھا۔ آپؐ نے فرمایا پھر تم کیسے گواہی دے رہے ہو؟ حضرت خزیمہ نے کہا کہ حضورؐ آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، میں آسمانی خبروں کے بارے میں تصدیق کرتا ہوں، مستقبل کی خبروں کے بارے میں تصدیق کرتا ہوں کیا اس گھوڑے کی خریداری میں آپؐ کی تصدیق نہیں کروں گا۔ یہ سن کر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے خزیمہ آج تم دو گواہوں کے قائم مقام ہو۔ اور ایک روایت میں حضورؐ کے یہ الفاظ منقول ہیں کہ:

”جس کے حق میں یا جس کے خلاف خزیمہ گواہی دے دیں ان کی تہا گواہی ہی اس کے لیے کافی ہے۔“

راہِ خدا میں جہاد کرنے والا اللہ کا محبوب ہے:

کتب غریب میں یہ روایت منقول ہے:

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت والجلال اس طاقتور شخص کو پسند کرتے ہیں جو گھوڑے پر سوار ہو کر آتا جاتا ہے۔“ یعنی جو ایک بار غزوہ میں گیا اور پھر جہاد کر کے واپس آ گیا۔ پھر دوسرے جہاد میں گیا۔ اس طرح بار بار راہِ خدا میں جانے والا شخص مبدیٰ و معید کہلائے گا۔ اسی طرح گھوڑا جس پر سوار ہو کر آتا

کے مالک نے بار بار غزوات میں شرکت کی ہو مبدی اور معید کہلائے گا۔  
بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مبدی اور معید اس شخص کو کہتے ہیں جس کو سدھایا جائے  
اور وہ اپنے مالک کے تابع ہو جائے۔

گھوڑے کی پرورش بھی عبادت ہے:

مسند امام احمد میں روح بن زبناح کے حوالہ سے تمیم داری کی یہ روایت منقول ہے:-  
”حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جو صاف کر لے اور پھر لا کر اپنے  
گھوڑے کو کھلا دے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے ہر جو کے بدلہ میں ایک نیکی لکھتے ہیں۔“  
ابن ماجہ نے بھی اسی حدیث کے ہم معنی ایک روایت نقل کی ہے۔

گھوڑے کی عادات:

گھوڑے کی طبیعت میں غرور اور تکبر ہے۔ یہ اپنی ذات میں مگن رہتا ہے۔ لیکن اس  
کے باوجود اپنے مالک سے پیار و محبت کرتا ہے۔ اس کے خلاف اس کے شریف اور مکرم  
ہونے پر دلیل ہے۔ یہ کسی دوسرے جانور کا باقی ماندہ چارہ یا خوراک نہیں کھاتا۔  
المنکل:

(مضبوط قسم کا گھوڑا) نکلن: اس سدھائے ہوئے گھوڑے کو کہتے ہیں جس کا بدن  
بھی چھریا اور مضبوط ہو۔ نیز مضبوط و طاقت ور آدمی کو بھی ”نکل“ کہتے ہیں:  
حدیث میں ہے کہ:-

”دو مضبوط سدھائے ہوئے گھوڑے پر بہادر، ماہر شخص اللہ کو پسند ہے۔“

اسی قسم کی دوسری حدیث میں ہے:-

”مضبوط گھوڑا جو حملہ کرتا ہو پھر مڑتا ہو اور پھر حملہ کرتا ہو، اس گھوڑے پر اس قسم کا

حملہ کرنے والا، پھر مڑ کر حملہ کرنے والا بہادر شخص اللہ کو محبوب اور پسند ہے۔“

خواب میں گھوڑے کو دیکھے تو اُس کی تعبیر کیا ہوگی؟:

خواب میں گھوڑا، قوت، عزت اور زینت کی شکل میں آتا ہے۔ کیونکہ یہ سواریوں میں سب سے عمدہ سواری ہے اس لیے جس نے اسے جس قدر خواب میں دیکھا اسی کے بقدر اس کو عزت و قوت حاصل ہوگی اور اکثر گھوڑے کی تعبیر مال کی زیادتی، وسعتِ رزق اور دشمن پر فتح حاصل ہونا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

زَيْنَ لِّلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ  
الْمُقْتَطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ  
اور ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

”وَمِنْ زَبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهَبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ“

اور اگر کسی نے گھوڑے کو ہوا میں اڑتے ہوئے دیکھا تو اس کی تعبیر قتلہ ہے اور گھوڑے کی سواری غیر محل میں دیکھنا جیسا کہ چھت یا دیوار پر اپنے گھوڑے پر سوار دیکھا تو اس کی تعبیر میں کوئی خیر نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے خواب میں اپنے آپ کو ڈاک کے گھوڑے پر سوار دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ عنقریب اس کی موت واقع ہو جائے گی۔

مغربات:

گھوڑے اور دیگر جانوروں کے درِ شکم کے لیے ان کے چاروں ٹھروں پر یہ لکھیں۔

”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فَأَصَابَهَا أَعصَابٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ  
عجفون عجفون عجبون شاشيك شاشيك شاشيك“

انشاء اللہ درد جاتا رہے گا۔

(حیات الحیوان... ص ۸۶)



تیسرا باب

تاریخ انبیاء  
میں گھوڑوں کا تذکرہ

## تیسرا باب

- ۱۔ حضرت اسماعیلؑ کے گھوڑے
- ۲۔ ذوالجناح اور حضرت موسیٰ علیہ السلام
- ۳۔ حضرت داؤدؑ کا گھوڑا اور معجزہ
- ۴۔ انجیل میں انبیاء کے گھوڑوں کا تذکرہ
- ۵۔ حضرت عیسیٰؑ کے گدھے کا سُم
- ۶۔ حضرت علیؑ کی زبان پر ذکرِ ذوالجناح (کعب الاحبار کی روایت)

## تاریخ انبیاء میں گھوڑوں کا تذکرہ

حضرت اسماعیلؑ کے گھوڑے:

مؤرخ ابن واضح کا بیان ہے اسماعیلؑ دنیا میں وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے عربی میں لب کشائی کی یعنی عربی بولنا شروع کیا اور گھوڑوں پر سواری شروع کی۔ اُن سے پہلے گھوڑوں کا شمار وحشی جانوروں میں تھا۔ وہ کسی کے قابو میں نہ آتے تھے اور نہ لوگ یہ جانتے تھے کہ گھوڑوں پر سواری کی جاسکتی ہے۔ خداوند عالم نے ان کے لیے سمندر سے گھوڑے ظاہر کئے جن کی تعداد سوا تھی۔ یہ گھوڑے مکے میں آزاد چرا کرتے تھے۔ جب صبح ہوتی تھی تو وہ کل کے کل حضرت اسماعیلؑ کے دروازے پر ہوا کرتے تھے۔ اُن کے سامنے ہر قسم کا گھوڑا رام رہا کرتا تھا۔ مؤرخ ابن واضح لکھتا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے تیراندازی کی ابتدا کی اور تیر بنانے کی صنعت جاری کی نیز کعبہ معظمہ کی مرمت کرائی "ذنفی اهل المعاصی عن الحرام" اور گناہ گاروں اور بدکرداروں کو خانہ کعبہ سے دور رکھایا نکال دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسماعیلؑ شکار کے بڑے ماہر تھے۔ اُن کا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ دریا سے گھوڑے آپ کی دُعا سے برآمد ہوئے تھے اور سب سے پہلے جن گھوڑوں سے آپ نے سواری شروع کی وہ دریائی گھوڑے تھے۔ آپ کے خصوصیات میں سے مکہ معظمہ کا آباد کرنا، آپ کے پیروں کی رگڑ سے چاہ زمزم کا برآمد ہونا، تعمیر



کعبہ، عبادت حج کا قیام اور ارزی الحج کو قربانی کی رسم خاص اہمیت رکھتی ہے۔  
(حیات القلوب)

علامہ کمال الدین الدیمیری ”حیات الحیوان“ میں لکھتے ہیں:  
”جو شخص سب سے پہلے گھوڑے پر سوار ہوئے وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام  
ہیں۔ اسی وجہ سے گھوڑے کو عرب کہتے ہیں۔ اس سے پہلے وہ دوسرے جانوروں کی  
طرح وحشی تھا۔ چنانچہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت  
اسماعیل علیہ السلام کو خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھانے کا حکم فرمایا تو یہ بھی فرمایا کہ میں تم کو  
ایک ایسا خانہ دوں گا جو میں نے خاص تمہارے لیے ہی رکھ چھوڑا ہے۔ اس کے بعد اللہ  
تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم بھیجا کہ باہر جاؤ اور اس خزانہ کے  
حصول کے لیے دعا مانگو۔ چنانچہ آپ اجماد (ملکہ المکرمہ کا ایک پہاڑ) پر تشریف لے  
گئے حالانکہ آپ دعا کے الفاظ سے بھی ناواقف تھے اور اس خزانے سے بھی ناواقف  
تھے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا تھا۔ چنانچہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دُعا کا الہام  
ہوا۔ جب آپ دعا مانگ چکے تو سر زمین عرب کے جتنے وحشی گھوڑے تھے وہ سب کے  
سب حضرت اسماعیلؑ کے پاس آ کر جمع ہو گئے اور سب نے گردن اطاعت آپ کے  
سامنے جھکا دی۔ اسی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا تھا  
کہ تم لوگ گھوڑے پر سوار ہوا کرو کیونکہ یہ تمہارے باپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی  
میراث ہے۔“ (حیات الحیوان صفحہ ۷۶)

### ذوالجناح اور حضرت موسیٰ علیہ السلام

ذوالجناح جو ہماری عزاداری کا رکن اعظم اور خاموش اور پُر امن یادگار ہے صرف  
آج عظمت کا مستحق نہیں ہے کوہ طور کی بلندی پر اس کی وفا کا چرچا تھا۔ جناب موسیٰ  
مناجات کے لئے جا رہے تھے ایک اسرائیلی کنہگار نے کہا۔ اے خدا کے نبی میں بہت

بڑا عاصی ہوں خدا سے میری سفارش کیجئے کہ خطا میری عفو ہو جائے۔ کلیم اللہ نے اس کی وکالت کی اور جواب ملا کہ موسیٰ تم جو مانگو گے وہ میں دوں گا اور جس کی طلب مغفرت کرو گے بخش دوں گا مگر قاتل حسینؑ کی بخشش نہیں ہے۔ عرض کیا حسینؑ کون ہے۔ خطاب الہی ہوا وہی جس کا ذکر کوہ طور پر ہو چکا ہے کہا ان کو کون قتل کرے گا۔ فرمایا ان کے نانا کی سرکش اور بغاوت پسند امت زمین کر بلا پر (ان کی قتل گاہ) و تنفر فرسہ و تحمم و تصهل و تقول فی صہیلا الظلیمة من امت قتلت ابن بنت نبیہا۔ اسپ اور میر دو، ہہمنی نماید و صہیل برمی آورد و بزبان صہیل می گوید الظلیمة الظلیمة سر کر ائے شد ظلم آشکار شد ستم از امتی کہ پسر دختر پیغمبر خود را می کشند (ناخ التوارخ ج ۶ ص ۲۹۵ طبع بمبئی)

گھوڑا ان کا صحیح کرتا ہوا (درخیمہ پر) آئے گا اور بزبان بے زبانی اعلانِ ظلم کرے گا اور امت کے ہاتھ سے ان کے پیغمبر کی دختر کے لال پر جو ستم ہوئے (وہ پوشیدہ نہ رہیں گے)۔ آسمانی صحیفے کی بھی وہ حدیث ہے حسینؑ کی شہادتِ عظمیٰ سے سیکڑوں برس پہلے اولوالعزم پیغمبر موسیٰ کے سامنے فرمایا ہے کہ جو ان پر روئے یا رولائے یا رونے والے کی صورت بنائے اس کے جسم کو میں آگ پر حرام کر دوں گا۔

مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی ”قصص القرآن“ میں لکھتے ہیں:-

ہارون علیہ السلام کی یہ معقول دلیل سن کر حضرت موسیٰؑ کا غصہ اُن کی جانب سے فرو ہو گیا، اور اب سامری کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا:-

سامری! تو نے یہ کیا سوا نگ بنایا ہے؟ سامری نے جواب دیا کہ میں نے ایسی بات دیکھی جو ان اسرائیلیوں میں سے کسی نے نہیں دیکھی تھی یعنی غرقِ فرعون کے وقت جبرئیل علیہ السلام گھوڑے پر سوار اسرائیلیوں اور فرعونوں کے درمیان حائل تھے، میں نے دیکھا کہ اُن کے گھوڑے کے سُم کی خاک میں اثر حیات پیدا ہو جاتا ہے، اور خشک

زمین پر سبزہ اُگ آتا ہے تو میں نے جبریلؑ کے گھوڑے کے قدموں کی خاک سے ایک مٹھی بھر لی اور اس خاک کو اس پچھڑے میں ڈال دیا اور اس میں زندگی کے آثار پیدا ہو گئے اور یہ ”بھاں بھاں“ کرنے لگا۔

جبریلؑ میں جس گھوڑے پر سوار تھے اُس کے سُموں کی خاک میں اتنا اثر تھا کہ بے جان شے میں آواز پیدا کر دیتی تھی۔

غور کیجئے جبریلؑ میں نے حضرت امام حسینؑ کے بچپن میں انھیں جھولا جھلایا تھا۔ امام حسینؑ فخرِ ملک تھے۔ ظاہر ہے امام حسینؑ کے گھوڑے ذوالجناح کے سُموں کی خاک جبریلؑ کے گھوڑے کے سُموں کی خاک سے کہیں زیادہ اعلیٰ وارفع ہوگی۔

میرا نیس کہتے ہیں وقتِ شہادتِ حسینؑ مقتل میں حضرت زینبؑ کی یہ آواز آرہی تھی:-

اے ذوالجناحِ سبطِ نبیؑ میں ترے نثار بچپن سے میرے بھائی نے تجھ کو کیا ہے پیار  
قاتل ترے سوار کی چھاتی پہ ہے سوار تیرے سوا نہیں کوئی اس وقت غم گسار

میں بنتِ فاطمہؑ ہوں جو بھائی کو پاؤں گی

تیرے سُموں کو آنکھوں سے اپنے لگاؤں گی

میرا نیس کہتے ہیں ذوالجناح کے سُموں سے ستارے چمکتے تھے:-

ہر نعل سے خم تھا مہ نوشرم کے مارے اٹھتے تھے قدم جب تو چمکتے تھے ستارے  
ہو رشک نہ کیوں کر فلکِ ماہِ جمیں کو نقشِ سُم تو سن سے لگے چاند زمیں کو

دیکھی ہے سُموں میں کسی گھوڑے کے یہ صنوبھی

اک جا ہیں ستارے بھی قمر بھی مہ نو بھی

میرے نو تصنیف مرثیے کے چار مصرعے ذوالجناح کے سُموں کی تعریف میں

مندرجہ ذیل ہیں:-

سرشارِ مئے عشق، سُبک گام، سُبک رو ہر سُم پہ تصدق ہوا جاتا تھا مدہ نو  
منہ تاروں کے بھی تابشِ اقدام سے فق تھے یہ سُم کے نشاں تھے کہ چراغِ رہِ حق تھے  
حضرت داؤد کا گھوڑا اور معجزہ:

مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی ”قصص القرآن“ میں لکھتے ہیں:-

بخاری کتاب الانبیاء میں ایک روایت منقول ہے کہ حضرت داؤد پوری زبور کو اتنے  
مختصر وقت میں تلاوت کر لیا کرتے کہ جب وہ گھوڑے پر زین کسنا شروع کرتے تو  
تلاوت بھی شروع کرتے اور جب کس کر فارغ ہوتے تو پوری زبور ختم کر چکے ہوتے۔  
تلاوتِ زبور: گزشتہ سطور میں ذکر آچکا ہے کہ حضرت داؤد سُبک گھوڑے پر  
زین کسنا شروع کرتے تو اس سے فارغ ہونے تک مکمل زبور کی تلاوت کر لیا کرتے  
تھے تو حضرت داؤد کا یہ معجزہ ”حرکتِ زبان“ سے تعلق رکھتا ہے گویا خدائے تعالیٰ  
حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے زمانہ کو اس مدت میں ایسا سمیٹ دیتا تھا کہ عام حالت  
میں وہ گھنٹوں کی مقدار بن سکتا ہے یا حضرت داؤد کو سرعتِ ادا الفاظ کی اس درجہ قوت  
عطا کر دی گئی تھی کہ دوسرا شخص جس کلام کو گھنٹوں میں ادا کرے، داؤد علیہ السلام اس کو  
بخاری کی نقل کردہ روایت کے مطابق مختصر وقت میں ادا کرنے پر قدرت رکھتے تھے اور  
یہ تو آج بھی مسلم ہے کہ سرعتِ حرکت کے لیے کوئی حد معین نہیں کی جاسکتی۔

انجیل میں انبیاء کے گھوڑوں کا تذکرہ:

پرانے عہد نامہ میں گھوڑوں کے متعلق ایک سو پچاس حوالے ہیں، ان میں کئی  
مجازی ہیں، زیادہ حوالے انبیاء کے صحیفوں اور منظومات میں ہیں۔ پُرانے اور نئے  
عہد ناموں میں گھوڑے کا تعلق جنگ اور طاقت سے ہے۔ کم از کم چار ہزار سال پہلے  
مشرق وسطیٰ میں جنگلی گھوڑوں کو سدھایا گیا تھا۔ عراق کے دار الحکومت بابل کے لوگوں

نے ۱۷۰۰ قبل مسیح میں گھوڑے، جنگی گاڑیاں کھینچنے کے لیے استعمال کئے تھے۔ ایران میں ایک ہزار قبل مسیح گھوڑوں کو ڈاک کے نظام میں استعمال کیا جاتا تھا۔

بائبل میں گھوڑوں کا سب سے پہلا حوالہ ”پیدائش ۴۷:۱۷“ میں ہے، یہاں پر ذکر ہے کہ جب مصر اور کنعان میں قحط پڑا اور لوگ حضرت یوسف سے اناج لینے آئے اور جب ان کی نقدی ختم ہو گئی تو حضرت یوسف نے گھوڑوں کے بدلے میں اناج دیا۔ اس ”سورہ پیدائش ۹:۵۰“ پر آیت ہے کہ حضرت یعقوب کی وفات پر حضرت یوسف گھوڑوں پر سوار فوج اور تھکاکا ایک بڑا جلوس لے کر اپنے والد کی میت کو کنعان دفنانے کے لیے لے گئے۔

حضرت موسیٰ کے زمانے میں مصر میں دس دباؤں میں سے ایک دباؤ گھوڑوں میں بیماری کا پھیلنا بھی تھا (خروج ۳۰۹)

بعد میں جب مصری فوج نے بنی اسرائیل کا تعاقب کیا تو گھوڑے استعمال کئے۔ (خروج ۱۴:۹)

حضرت داؤد کے پاس ہزاروں گھوڑے تھے (سموئیل ۸:۴)

حضرت سلیمان نے گھوڑوں کی نسلوں کو بہت بڑھایا (سلاطین ۲۶:۴)

عموماً گھوڑے جنگ میں استعمال کئے جاتے تھے لیکن یسعیاہ نبی کے عہد میں گھوڑے کھیتی باڑی میں بھی کام آتے تھے۔ (یسعیاہ ۲۴:۲۸)

گھوڑوں کو رسومات میں بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ (سلاطین ۱۱:۲۳)

(۱۱:۲۳ ص ۳۵۰)

بائبل میں انبیاء کی سواری کے گدھوں کا بھی ذکر ہے، حضور ختمی مرتبت کے عہد میں گھوڑا بہت زیادہ مقبول ہوا اور سرکارِ دو عالم کی پسندیدہ سواری قرار پایا۔ اب یہودیوں کو اب تک گدھے پسند ہیں لیکن مسلمانوں میں گھوڑوں کو زیادہ مقبولیت حاصل ہے۔

ایک شیعہ خطیب ایک دن اپنی تقریر میں فرمانے لگے کہ شیعوں نے گھوڑے کا تذکرہ زیادہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ حالانکہ گدھا انبیاء کی پسندیدہ سواری ہے اور حضرت رسول خدا کے پاس بھی کئی گدھے تھے جن پر آپ سواری فرماتے تھے۔

موصوف کو شاید معلوم نہیں کہ یہودیوں میں گدھا بہت مقبول ہے، اس کے علاوہ امریکہ کا قومی جانور بھی گدھا ہے، امریکہ کی ایک سیاسی پارٹی کا نشان بھی گدھا ہے۔

”اعلیٰ طبقے کے عرب آج بھی گدھے پر سواری نہیں کرتے اور اس کا نام بھی زبان پر لاتے وقت کلمہ معذرت (حشاکم، أعذکم اللہ وغیرہ) بولتے ہیں۔“

بہر حال عیسائی حضرت عیسیٰ کے گدھے کو احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔

حضرت عیسیٰ کے گدھے کا سُم:

سید و ابن نما علیہما الرحمہ نے محمد بن عبدالرحمن سے روایت کی ہے کہ اس الجالوت سردار علمائے یہود نے مجھ سے ملاقات کی اور کہا واللہ میرا نسب ستر واسطوں سے حضرت داؤد علیہ السلام تک پہنچتا ہے اس کے باوجود جب یہود مجھے دیکھتے ہیں میری بڑی تعظیم و توقیر کرتے ہیں، اور تمہارا حال یہ ہے کہ جس شخص کو تمہارے پیغمبر سے صرف ایک پشت کا فاصلہ تھا اُسے قتل کر دیا۔

امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے، آپ نے فرمایا جس دن میرے پدر بزرگوار کا سر اقدس یزید کے پاس لے گئے اُس ملعون نے ہر روز مجلس مقرر کی اور سر مبارک کو رو برو رکھوا تا تھا اور شراب پیتا تھا۔ ایک دن بادشاہِ روم کا ایلچی جو اپنی قوم کا سردار و نجیب و شریف تھا دربارِ یزید میں حاضر تھا۔ اُس نے یزید سے پوچھا اے بادشاہ عرب یہ سرکس شخص کا ہے؟ یزید نے کہا تجھ کو اس سے کیا کام، اس نے کہا ہمارا بادشاہ میرے واپس جانے پر یہاں کے متعلق استفسار کرے گا لہذا چاہتا ہوں کہ اس شخص سے بھی مطلع رہوں تاکہ وہ بھی اس خوشی میں تمہارے ساتھ شریک ہو۔ یزید نے کہا یہ

سر حسین ابن علیؑ کا ہے، رومی نے کہا ماورِ حسین کون ہے؟ کہا فاطمہؑ بنت رسولؐ۔ یہ سن کر نصرانی نے کہا اے یزید! وائے تجھ پر اور تیرے دین پر، میرا دین تیرے دین سے بہتر ہے۔ میرا باپ داؤد پیغمبر علیہ السلام کی اولاد و احفاد سے ہے، میرے اور ان حضرات کے درمیان کئی پشتیں گزری ہیں لیکن نصاریٰ میری تعظیم و توقیر کرتے ہیں اور میرے پاؤں کی خاک کو تبرک سمجھ کر لے جاتے ہیں اور تمہارا یہ حال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو قتل کیا ہے حالانکہ وہ تمہارے پیغمبرؐ سے صرف ایک ماں کا فاصلہ رکھتا ہے۔ تمہارا یہ مذہب کیا ہے؟ پھر اس نے کہا اے یزید تو نے کلیسائے حافر کا حال سنا ہے؟ اس نے کہا بیان کر..... نصرانی نے بیان کیا کہ ماہین عمان و چین ایک سمندر ہے جس کی مسافت سال بھر کی ہے، وہاں سوائے ایک شہر کے کوئی آبادی و شہر نہیں ہے، یہ شہر وسط بحر میں واقع ہے، اس کا طول ہشتاد درہشتاد فرسخ ہے، ربع مسکون میں کوئی شہر اس سے بڑا نہیں ہے وہاں کافور اور یاقوت پیدا ہوتا ہے اور درخت عود و عنبر کے اُگتے ہیں۔ یہ شہر نصاریٰ کے قبضہ میں ہے، سو ان کے کسی کو وہاں دخل نہیں ہے، اس شہر میں بہت سے کلیسا ہیں لیکن سب سے بڑا کلیسائے حافر ہے۔ اس کی محراب میں ایک سونے کی قندیل آویزاں ہے۔ کہتے ہیں کہ اس میں حضرت عیسیٰؑ کے گدھے کا اُڑھا ہوا ہے، اس بنا پر وہاں تمام سال تمام نصاریٰ کا اثر دھام رہتا ہے، خاص و عام اس کی زیارت کے لیے آتے اور اُس کو چومتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں۔ یہ حال ہے اُن کے گدھے کے سُم کے متعلق جس کے متعلق ان کا گمان یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اس پر سوار ہوتے تھے، اور تم نے اپنے پیغمبرؐ کے نواسے کو قتل کر دیا، خداتم میں اور تمہارے دین میں برکت نہ دے۔ یزید نے کہا اس نصرانی کو قتل کرو تا کہ یہ مجھے اپنے ملک میں رسوا نہ کرے، نصرانی نے جب یزید کا یہ ارادہ معلوم کیا تو کہا مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ یزید نے کہا ہاں! کہا اے یزید سن لے کہ آج شب کو میں نے تیرے پیغمبرؐ کو

خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں، اے نصرانی! تم اہل جنت سے ہو، پس میں اس کلام سے متعجب ہوا اور اس کا بھید مجھ پر نہ کھلا، اب میں گواہی دیتا ہوں کہ حق تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے اور محمدؐ پیغمبرِ برحق ہیں، بعدہ دوڑ کے سر امام حسین علیہ السلام کو سینہ سے لگا لیا اور بوسے لیتا تھا اور روتا تھا یہاں تک کہ مارا گیا۔ (بحار الانوار جلد ۲... ص ۴۴)

حضرت علیؑ کی زبان پر ذکرِ ذوالجناح اور صحفِ انبیاء:

### کعب الاحبار کی روایت

روایتِ امامی جس کی سند سالم بن جعدہ پر ختم ہوتی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے کعب الاحبار سے کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہماری کتاب میں ہے محمدؐ کے گھرانے سے ایک مرد قتل ہوگا۔ لایح ف عرق دوا اصحابہ حسنی بدخلو الجنة۔ اس کے اصحاب کے جنگی گھوڑوں کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے وہ بہشت میں پہنچ جائیں گے اور حوروں سے ہم آغوش ہوں گے (ناخ ص ۷۱ جلاء العیون بحار الانوار) اس گفتگو پر حسن اتفاق سے امام حسنؑ گزرے اور حاضرین نے کہا کہ وہ یہ ہیں۔ کہا نہیں۔ پھر امام حسینؑ کا گزر ہوا اور لوگوں نے کہا۔ وہ یہ ہیں۔ کہا ہاں۔

صحفِ انبیاء کی اس بحث کا حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی تصور تھا۔ لوط بن یحییٰ نے عبداللہ ابن قیس سے روایت کی ہے کہ میں صفین میں لشکرِ حضرت علیؑ کے ساتھ تھا جب ابوایوب انور نے پانی روک دیا اور سپاہِ ایمان میں تشنگی کا شکوہ شروع ہوا۔ کچھ سوار پانی لانے کے لئے فرات پر بھیجے گئے جو دشمن کی طاقت کا مقابلہ نہ کر سکنے پر خالی ہاتھ واپس ہوئے حضرت دل تنگ ہوئے اس وقت حضرت امام حسینؑ نے عرض کیا اگر حکم ہو تو میں جاؤں اور پانی پر قبضہ کروں۔ حکم ملا اور آپ روانہ ہوئے فوجوں کو دریا سے ہٹایا، کنارہ دریا پر خیمہ نصب کیا اور کامیاب واپس



ہوئے۔ حضرت علیؑ اس فتح پر رو دیئے۔ حاضرین نے عرض کیا یہ پہلی فتح ہے جو شاہزادے کے ہاتھ پر ہوئی ہے کیا یہ گریہ کا وقت ہے فرمایا میرا یہ فرزند کربلا میں پیاسا قتل ہوگا۔ وینفس فرسہ ویحمم ویقول حممته الظلیمة الظلیمة من امة قتدت ابن بنت نبیہا وهم یقرؤن القرآن الذی جاء الیہم (تاریخ التواریخ صفحہ ۳۰۸ و ۳۰۹ طبع بمبئی) گھوڑا اس کا درخیمہ پر ہمہ کرتا ہوا الظلیمة الظلیمة کہتا ہوا آئے گا۔ امت نے اپنے نبی کے پسر کو قتل کیا حالانکہ وہ تلاوت قرآن کرتے ہوں گے۔

چوتھا باب

تاریخِ اسلام  
میں گھوڑوں کی اہمیت

## .....﴿ چوتھا باب ﴾.....

﴿۱﴾ حضرت پیغمبرِ اسلام کی سواری کے گھوڑے

☆ میمون	☆ عقاب	☆ ذوالجناح
☆ نزاز	☆ مرتجز	☆ سبک
☆ ضریس	☆ ورد	☆ لخیص
☆ سبہ	☆ ملاوح	☆ طرب و ظرب
☆ یعسوب	☆ فرس	☆ بحر
☆ عغفر	☆ یعفور	☆ دلدل

﴿۲﴾ حضرت علیؑ مرتضیٰ کی سواری کے گھوڑے

﴿۳﴾ حضرت امام حسنؑ کی سواری کا گھوڑا (طاویہ)

﴿۴﴾ حضرت امام حسینؑ کی سواری کے گھوڑے

﴿۵﴾ واقعہ کربلا میں رسولِ عربیؐ کی سواری کے گھوڑے

☆ ذوالجناح (امام حسینؑ کا اسپ و فادار)
☆ مرتجز (حضرت عباسؑ علمدار کا فادار گھوڑا)
☆ عقاب (حضرت علیؑ اکبرؑ کا فادار گھوڑا)
☆ میمون (حضرت قاسمؑ کا فادار گھوڑا)

﴿۶﴾ حضرت عونؑ و محمدؑ کے گھوڑے

# تاریخ اسلام میں گھوڑوں کی اہمیت

حضرت پیغمبرؐ اسلام کی سواری کے گھوڑے:

رسولؐ پاک کی سواری کے بہت جانور تھے جن میں اونٹ اور گھوڑے تھے جو جاندار سب سے مشہور ہوا اور تاریخی اہمیت حاصل کر گیا وہ گھوڑا ذوالجنح تھا۔ ذوالجنح کے معانی کا ذکر الگ عنوان میں درج ہے یہاں ذوالجنح کی آمد کا ذکر مناسب ہے، کہا جاتا ہے کہ ذوالجنح کو جناب رسولؐ اللہ کی خدمت میں تحفے کی صورت پیش کیا گیا تھا۔ واقعہ کے مطابق مصر کے علاقے سکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے رسولؐ پاک کی خدمت میں ایک خاتون جناب ماریہ قبطیہ اور ایک بے مثال گھوڑا روانہ کیا تھا۔ جناب رسولؐ اللہ نے جناب ماریہ قبطیہ کو عقد کے ذریعے داخل حرم کیا اور گھوڑے کو حضرتؐ نے پرورش کے لیے حضرت علیؑ کے حوالے کیا۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ایک بادشاہ اپنے وقت کی سب سے زیادہ بااثر شخصیت کو جو تحفے پیش کر رہا ہے تو لازمی ان میں کوئی خاص بات ہوگی کہ اس نے ان تحفوں کو منتخب کیا۔ کہا جاتا ہے کہ سکندریہ کے علاقے میں جو کہ مصر کے شمال اور بحیرہ روم کے جنوبی کناروں پر واقع ہے ایک گھوڑا آزادانہ پھرتا دیکھا جاتا تھا۔ یہ گھوڑا اپنے خدو خال اور ساخت میں نہ صرف منفرد تھا بلکہ افسانوی کردار کا مالک تھا بہت سے بہادروں اور مہم جوؤں نے اس گھوڑے کو گرفت میں کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے اس طرح اس گھوڑے کا قصہ زبان زد عام ہو گیا۔ ایک طرح سے اس گھوڑے کا ذکر مافوق الفطرت داستان کے طور پر ہونے

لگا۔ جب اس علاقے کے بادشاہ مقوقس نے ارادہ کیا کہ رسول اللہ کی خدمت میں کوئی بے مثال تحفہ روانہ کرے تو اس نے اپنے اہم کارندوں کو گھوڑے کو پکڑنے کے لیے روانہ کیا۔ یہ کارندے گھوڑے کو پکڑے میں کامیاب ہو گئے تو انہوں نے اس پر سواری کا ارادہ کیا مگر کوئی بھی اس ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اور اسی طرح اس گھوڑے کو مدینہ کی جانب روانہ کر دیا گیا۔ جناب رسول اکرم سے پہلے کوئی بھی اس رھوار کی پشت پر سواری نہ ہو سکا تھا۔ اسکندریہ سے مدینہ تک کی تمام راہ میں کئی درجن تنومند سپاہی اس گھوڑے کو قابو میں رکھتے رہے جب مدینہ منورہ میں بادشاہ اسکندریہ مقوقس کی طرف سے ارسال شدہ تحائف کو اس کی سفارت نے جناب رسول اللہ کی خدمت میں پیش کیا تو حضور پاک نے جناب ماریہ قبطیہ کو عقد کر کے حرم میں داخل کیا اور اس گھوڑے کو حضرت علیؑ کے سپرد کر دیا تاکہ اس کی پرورش و تربیت کریں۔ کہا جاتا ہے کہ جب اس منہ زور گھوڑے کو دربار رسالت میں پیش کیا گیا تو رسول پاک نے اس جانور کو انتہائی پسند فرمایا۔ جب جناب رسالت نے اس کے قریب جا کر اس کی گردن پر ہاتھ رکھا تو اس جاندار نے دلی خوشی کا اظہار کیا اس کے ساتھ ہی اس کی منہ زوری اطاعت میں تبدیل ہو گئی۔ رسول پاک نے اس کی رسی کو حضرت علیؑ کے دست مبارک میں پکڑ لیا تو یہ اس طرح ان کے ساتھ چل پڑا جیسے صدیوں سے منزل کی تلاش میں بھٹکنے والی روح کو منزل پالینے پر قرار آ گیا ہو۔ کہا جاتا ہے رسول پاک نے اس وقت اس جاندار کو ذوالجناح کا نام دیا۔ اس کے علاوہ بھی اس کو بعض روایات کے مطابق مرتجز کے نام سے بھی پکارا گیا ہے مگر غالب تحقیق کے مطابق مرتجز، ذوالجناح کے علاوہ کسی دوسرے گھوڑے کا نام تھا جو کہ رسول اللہ کی ذاتی سواریوں میں شامل تھا۔ مرتجز بھی رسول پاک کی حیات کے بعد جناب امیر کے تصرف میں رہا اس کے علاوہ بھی ایک گھوڑا تھا جس کا نام ذلدل بیان کیا جاتا ہے اکثر لوگ ذلدل اور ذوالجناح کو ایک خیال کرتے ہیں مگر

دلیل ایک خاص قسم کا گھوڑا تھا جس کا قد ذوالجناح سے کم تھا اور اس کا تعلق گھوڑوں کی ایک خاص نسل سے تھا جو کہ اب ناپید ہو چکی ہے اس نسل کے گھوڑے عام گھوڑوں کی نسبت پست قامت مگر بہت ہی مضبوط بدن کے ہوتے تھے۔ ان گھوڑوں میں خچر کی طرح جھانکشی کے اوصاف پائے جاتے تھے۔ اب اس نسل کے گھوڑے کرہ ارض پر ناپید ہو چکے ہیں ان گھوڑوں کے وجود کی آخری گواہیاں سترہویں صدی کے ان مسافروں کے بیان کردہ سفری تذکروں سے ہوتی ہیں جو کہ وسط ایشیائی گھاس کے میدانوں میں سفر کرتے رہے ہیں۔ جناب رسول پاک نے دلدل کو خاص طور پر حضرت علیؑ کو عطا کیا تھا کیونکہ حضرت علیؑ میدان جنگ میں گھوڑے کی بجائے خچر کی سواری کو ترجیح دیتے تھے ایک دفعہ ایک صحابی نے دریافت کیا کہ ”ابو الحسن آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟“ تو جناب امیرؑ نے ارشاد فرمایا کہ میں ایسا اس لیے کرتا ہوں کہ اگر فتح یاب ہوں تو جوش میں بھاگتے ہوئے دشمن کا تعاقب کر کے ظلم کا مرتکب نہ ہو جاؤں اور اگر پسپائی اختیار کرنی پڑے تو گھوڑے کی رفتار کے باعث میرا شمار میدان کے فراروں میں نہ ہو جائے۔ نیز خچر ایسا جانور ہے جو کہ نہ صرف رفتار میں میانہ رو ہے بلکہ دیگر جانوروں سے زیادہ جھانکشی بھی ہے۔ میانہ روی ایسا فعل ہے جو خالق کو پسند ہے۔ کہا گیا ہے کہ ذوالجناح کا رنگ بے داغ موتی کی طرح سفید تھا۔ مرتجز کا رنگ روایاتی اعلیٰ عربی نسل گھوڑوں کی طرح سرمئی سفیدی مائل تھا۔ دلدل کا رنگ سرخ تھا۔ رسول پاکؐ نے اپنی زندگی میں ان تینوں جانداروں پر سواری فرمائی۔ ان کے بعد حضرت علیؑ نے ان پر سواری فرمائی۔ آپ کی زندگی میں ہی امام حسنؑ نے مرتجز پر اور امام حسینؑ ذوالجناح پر سواری فرمایا کرتے تھے۔ جنگ جمل، نہروان اور صفین میں دونوں شہزادے ان گھوڑوں پر سواری فرماتے رہے۔ جناب امیرؑ کے بعد دلدل حضرت عباسؑ علمبردار کے زیر تصرف آیا۔ ۶۱ ہجری میں یوم عاشور کو امام حسینؑ نے

ذوالجناح کی، حضرت عباس علمدار نے دلدل کی اور شہزادہ علی اکبر نے مرتجز کی سواری فرمائی۔ ایک جگہ پر یہ بیان بھی درج ہے کہ جب دوران سفر کربلا حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت کی اطلاع باعجاز امامت حضرت امام حسینؑ کو موصول ہوئی تو آپ ذوالجناح سے اتر کر قافلے سے الگ ایک نشیب میں تشریف لے گئے تو اس وقت غازی عباس علمدار بھی دلدل سے اتر کر امام عالی مقام کے پاس تشریف لائے۔ اس طرح ہی ایک بہت مقبول قدیمی نوحہ ہے جس میں حضرت عباسؑ باوفا کو شاہ دلدل سوار کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے۔

یہاں عام قاری کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جناب رسول پاک کو اتنے زیادہ گھوڑے رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس سلسلے میں یہ کہنا کافی ہے کہ آج کل کے صاحب حیثیت افراد کئی کئی گاڑیاں اپنے زیر تصرف صرف اس لیے رکھتے ہیں کہ اس سے ان کے مرتبے کا اظہار ہوتا ہے حکمرانوں کی تو بات ہی الگ ہے۔ جو دو جہانوں کی سب سے عظیم ہستی ہیں ان کو دنیاوی شان و شوکت کی نمائش مطلوب نہ تھی مگر حکم رب کی اطاعت کی تکمیل تھی کہ اتنے جاندار سواری کے لیے رکھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے تمہارے لیے تمہاری سواریوں میں زینت کا سامان رکھا ہے تمہاری سواری سے تمہارے دشمن اور منافق ہیبت زدہ ہو جائیں گے اس میں قدرت کا راز بھی تھا کہ جناب رسول خدا سے ذوالجناح منسوب ہوتا کہ آئندہ دور میں جب ذکر ذوالجناح ہو تو یہ فقط راہوار حسینی ہونے کی وجہ سے نہ پہچانا جائے بلکہ اس کا ذکر ہو تو یاد رسول بھی تازہ ہو جائے۔ (رسالہ ذوالجناح اے ذوالجناح)

علامہ مجلسی لکھتے ہیں:-

شاذان بن جبرئیل قتی واہن بابو یہ و شیخ طبری وغیرہم نے روایت کی ہے جن میں بہت معمولی اختلاف ہے اور زیادہ موافقت۔ شاذان کی روایت سے ہے کہ حضرت

عبدالملطّب کے زمانے میں یمن میں ایک بادشاہ تھا جس کو سیف بن ذی یزن کہتے تھے۔ وہ مکہ معظمہ پر قابض ہو گیا تھا اور اپنے لڑکے کو وہاں کا حاکم مقرر کر رکھا تھا۔ جناب عبدالملطّب نے اور روسائے بنی ہاشم کو ساتھ لیا اور یمن کی جانب متوجہ ہوئے تاکہ اس سے ملاقات کریں اور اس کو اہل مکہ پر لطف و مہربانی کی ترغیب دیں۔ جب یمن میں پہنچے معلوم ہوا کہ بادشاہ قصرِ دردی میں قیام پذیر ہے۔ یہ اُس کی عادت ہے کہ جب بہار کا زمانہ ہوتا ہے وہ قصرِ عمدان میں رہتا ہے اور چالیس روز سے زیادہ عیش و عشرت میں مشغول رہتا ہے۔ اس اثنا میں کسی کو وہاں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوتی۔ وہ باغ جو قصرِ عمدان میں واقع تھا اس کا ایک دروازہ صحرا کی جانب بھی تھا اور ہر دروازے پر دربان تعینات تھے۔ ایک روز جناب عبدالملطّب اسی دروازے پر پہنچے جو صحرا کی جانب تھا آپ نے دربان سے اندر جانے کی اجازت چاہی۔ دربان نے کہا بادشاہ ان ایام میں اپنے مصاحبین اور عورتوں کے ساتھ خلوت میں رہتا ہے اور کسی اور کو وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر وہ آپ کو دیکھے گا تو آپ کے ساتھ مجھے بھی قتل کر دے گا۔

عبدالملطّب نے اشرافیوں کی ایک تھیلی اُس کو دے کر فرمایا تم مجھے جانے سے مت روکو اور میرے قتل کا معاملہ میرے اوپر چھوڑ دو اور تمہارے متعلق میں بادشاہ سے عذر کر لوں گا کہ تم کو کوئی گزند نہ پہنچنے پائے۔ دربان کی نگاہیں زرسرخ پر پڑیں تو اپنے سیاہ خون اور پریشان حالی کو بھول گیا اور حضرت کو جانے سے منع نہ کر سکا۔ جب عبدالملطّب اس بوستان میں داخل ہوئے دیکھا کہ قصرِ عمدان باغ کے وسط میں واقع ہے اور طرح طرح کے پھول اُس قصر کے چاروں طرف لگے ہوئے ہیں اور ایک صاف نہر اُس قصر کے گرد بہ رہی ہے اور سیف شمشیر برآن کے مانند اُس قصر کے ایوان میں تکیہ لگائے پھولوں کی کیاریوں کی جانب دیکھ رہا ہے۔ جب اُس نے عبدالملطّب کو دیکھا غضب



میں آکر اپنے غلاموں سے بولا کہ کون مرد ہے جو میری اجازت کے بغیر اس باغ میں آیا ہے۔ جلد میرے پاس اس کو حاضر کرو۔ غلام تیزی کے ساتھ گئے اور ان حضرت کو بادشاہ کے پاس لائے۔ حضرت عبدالمطلب قصر میں داخل ہوئے تو دیکھا وہ قصر سونے چاندی اور طرح طرح کے جواہرات سے آراستہ ہے اور ہر طرف نہایت حسین و جمیل کنیزیں صف باندھے کھڑی ہیں۔ بادشاہ کے نزدیک ایک ستون عقیق سُرُخ کا نصب ہے اس پر ایک جام یا قوت کا ہے جس میں شراب کی مشک بھری ہوئی ہے اس کے بائیں جانب طلّائے سُرُخ کا ایک پیالہ رکھا ہوا ہے۔ بادشاہ اپنی تلوار نیام سے کھینچے ہوئے اپنے زانو پر رکھے ہوئے تھا۔ اُس نے عبدالمطلب سے پوچھا تم کون ہو؟ فرمایا میں عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف ہوں اور جناب آدم تک اپنے نسب کو بیان فرمایا۔ بادشاہ نے کہا اے عبدالمطلب تم ہماری بہن کے فرزند ہو؟ فرمایا ہاں اس لیے کہ سیف آل قحطان سے تھا اور آل قحطان بھائی کی اولاد اور آل اسمعیل بہن کی اولاد تھی۔ پھر تو سیف نے عبدالمطلب کی بہت تعظیم و تکریم کی اور کہا خوش آمدید اور مجھ کو عزت بخشی اور حضرت سے مصافحہ کیا اور اپنے پہلو میں بٹھایا اور پوچھا کس کام سے آپ آئے ہیں؟ حضرت نے فرمایا ہم جواری خانہ خدا کے رہنے والے اور اس کی خدمت کرنے والے ہیں۔ آپ کے پاس آپ کو دشمنوں پر فتح و ظفر حاصل ہونے کی مبارک باد دینے آئے ہیں اور بادشاہ کو دعائیں دیں۔ بادشاہ حضرت کے کلام سے بہت خوش ہوا اور آپ کو تمام ہمرایوں کے ساتھ دارالضیافت میں ٹھہرایا اور اپنا مہمان کیا اور آپ کی عزت و تعظیم میں بہت مبالغہ کیا۔ ہر روز درہم ضیافت میں خرچ کے لیے مقرر کیا۔ ایک رات عبدالمطلب کو خلوت میں طلب کیا، اپنے خواص کو علیحدہ کر دیا تاکہ کوئی ان کی باتوں سے مطلع نہ ہو سکے اور کہا اے عبدالمطلب میں چاہتا ہوں اپنے رازوں میں سے ایک راز تم سے کہوں جس کو اب تک کسی سے نہیں بیان کیا ہے کیونکہ تم کو اس کا اہل سمجھتا

ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس کو پوشیدہ رکھنا جب تک کہ اس کے ظاہر ہونے کا وقت نہ آئے۔ پھر سیف نے کہا تمہارے شہر میں ایک طفل ہے خوبصورت، جس کے اعضا موزوں و مناسب ہیں، وہ حسن و جمال اور قد و قامت میں یگانہ روزگار ہے، اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک علامت ہے، وہ زمینِ تہامہ میں مبعوث ہوگا، خدا اس کے سر پر تاجِ پیغمبری رکھے گا، ابراس کے سر پر سایہ فگن ہوگا، وہی قیامت کے روز شفیع اُمم ہوگا، اس کے دونوں شانوں کے درمیان پیغمبری کی دو مہریں ہیں جن میں دو سطروں میں لکھا ہوا ہے۔ ایک پر ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ دوسری سطر پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خدا نے اس کے ماں باپ دونوں کو اپنے جوار رحمت میں بلا لیا ہے۔ اس کے دادا اور چچا اس کی تربیت کر رہے ہیں۔ بنی اسرائیل کی کتابوں میں اس کے اوصاف ماہِ شبِ چہارہ سے زیادہ روشن و ظاہر ہیں۔ خداوندِ عالم ہم اہلِ یمن سے ایک گروہ کو اُس کا ناصر و مددگار فرمائے گا، اس کے دوستوں کو غالب اور دشمنوں کو ذلیل و خوار کرے گا، وہ بتوں کو توڑے گا، آتشِ کدوں کو خاموش کرے گا، اس کی باتیں حکمت سے بھری ہوں گی، اس کے افعالِ عدل و انصاف سے مملو ہوں گے، وہ نیکی کا حکم کرے گا اور خود بھی نیکیوں پر عامل ہوگا، برائیوں سے روکے گا اور اُن کو مٹائے گا۔ اگر میں اس کے زمانہ بعثت تک زندہ رہا تو بیشک اپنے لشکر کو لے کر مدینے میں جاؤں گا جو اس کا پایہ تخت ہوگا تاکہ اُس کی مدد کروں۔ اگر مجھے خوف نہ ہوتا کہ دشمن اُس کو ضائع کر دیں گے تو بے شک اُس کا حال شائع کرتا اور اُسی وقت عرب کے گروہوں کو اس کی طرف دعوت دیتا اور مجھے گمان ہے کہ آپ اُس کے دادا ہیں۔ عبدالمطلب نے فرمایا آپ کا گمان صحیح ہے۔ اُس نے کہا آپ خوب آئے اور اپنے قدم سے ہم کو عزت بخشی اور سرفراز فرمایا۔ میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں اس پیغمبر پر ایمان لایا ہوں اور جو کچھ وہ اپنے پروردگار کی جانب سے لایا ہے حق ہے پھر تین مرتبہ نہایت

درد سے آہ کی اور کہا کاش میں اُن کے زمانے میں ہوتا اور اُس کی نصرت میں اپنی جان اُس پر فدا کرتا۔ اے عبدالمطلب اُس کی حفاظت میں کوشش کیجئے کیونکہ اُس کے دشمن بہت ہیں خاص کر یہودی جنگی عداوت سب سے بڑھ کر ہے اور اپنی قوم سے بھی خبردار رہیں کیونکہ وہ اُس سے حسد کریں گے اور بہت آزار پہنچائیں گے۔ عبدالمطلب نے سیف کی داڑھی میں بہت سے سفید بال دیکھے۔ پھر اُس نے حضرت کو رخصت کیا اور کہا کل مع اپنے ہمراہیوں کے دربار عام میں تشریف لائیں گے تاکہ اکرام خاص سے مخصوص کروں۔

دوسرے روز حضرت عبدالمطلب نے پاکیزہ کپڑے پہنے، خوشبو لگائی اور اس کے دربار میں تشریف لے گئے۔ بادشاہ نے نہایت تعظیم و تکریم کی اور اپنے پاس بٹھایا۔ عبدالمطلب نے کہا اے بادشاہ کل میں نے آپ کی داڑھی میں سفید بال دیکھے تھے لیکن آج نظر نہیں آتے۔ بادشاہ نے کہا میں خضاب کرتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ وہ پہلا شخص تھا جس نے خضاب کیا۔ پھر سیف نے اُن تمام لوگوں کو حمام میں بھیجا اور ان کے لیے خضاب بھیجا تو اُن لوگوں نے اپنی اپنی داڑھیوں میں خضاب لگائے پھر ہر ایک کے لیے ایک ایک تھیلی اشرفیوں کی، ایک ایک غلام، ایک ایک کنیر اور ایک ایک خلعت عطا کئے اور جس قدر ان سب کو دیئے تھے تھا عبدالمطلب کے لیے بھیجے اور دوسری روایت کے مطابق ہر ایک کو دس غلام، دس کنیریں اور دو بردیمینی، سواونٹ اور دس رطل چاندی مشک و عنبر بھری ہوئی عطا کیں اور عبدالمطلب کو اُن سب کے دس حصے کے برابر عطا کیے اس کے بعد عقاب، گھوڑا اور اشہب، خچر اور ناقہ مرطلب کیا اور عبدالمطلب کے سپرد کر کے کہا جب آپ کا پسر بڑا ہو تو اس کو دے دیجئے گا۔ یہ چیزیں آپ کے پاس امانت ہیں۔ میں اس گھوڑے پر سوار ہو کر جب کبھی کسی دشمن کے تعاقب میں یا شکار کے لیے گیا تو ضرور فتح پائی اور اگر کسی دشمن کے سامنے سے واپس ہوا تو کوئی مجھے پکڑ نہ

سکا اور اس خچر پر سوار ہو کر پہاڑوں اور بیابانوں کا سفر طے کیا ہے اور اس کی سواری سے کبھی دل نہیں چاہا کہ نیچے اتروں۔ ان ہدیوں کو اُس کے سپرد کر دیجئے گا اور میرا بہت بہت سلام کہیئے گا۔ عبدالمطلب نے کہا جان و دل سے میں نے قبول کیا۔ پھر عبدالمطلب سیف سے رخصت ہو کر مکے کی طرف واپس ہوئے۔ فرماتے تھے کہ میں ان ہدیوں اور سامانوں سے اتنا خوش نہیں ہوا کیونکہ یہ سب فانی ہیں لیکن اس امر سے خوش ہوں جس کا شرف میرے اور میرے فرزند کے لیے باقی و دائم ہے اور بہت جلد تم کو اس کا حال معلوم ہو جائے گا۔ جب جناب عبدالمطلب کے واپس آنے کی اطلاع اہل مکہ کو ہوئی وہاں کے بڑے بڑے لوگ استقبال کے لیے بجلت تمام آپ کے پاس پہنچے اور حضرت سرور کائنات بھی اپنے جدِ بزرگوار کے استقبال کے لیے نہایت سیکنے و وقار کے ساتھ تھوڑی دور آئے اور اثنائے راہ میں ایک پتھر پر بیٹھ گئے۔ جب عبدالمطلب کے اصحاب اور اعزاء ان کے پاس آئے تو عبدالمطلب نے پوچھا میرا سردار و آقا محمد کہاں ہے۔ انہوں نے کہا راستے میں ایک جگہ آپ کے انتظار میں ٹھہرے ہیں۔ جب عبدالمطلب ان کے نزدیک پہنچے سواری سے اتر پڑے اور آنحضرتؐ کو گود میں لیا اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا اے نور چشم یہ گھوڑا، ناقہ اور خچر سیف بن ذی یزن نے تمہارے واسطے ہدیہ بھیجا ہے اور تم کو سلام کہا ہے۔ آنحضرتؐ نے اس کے لیے دعائیں کیں اور گھوڑے پر سوار ہوئے۔ وہ خوشی و مسرت سے اُچھلنے کودنے لگا۔ بیان کرتے ہیں کہ اُس گھوڑے کا نسب یہ تھا: عقاب اس کا باپ نیزدب اس کا قابل، اس کا بطل، اُس کا زاد الر اکب، اس کا الکفاح اس کا الجناح اس کا موج اس کا باپ میمون تھا اور میمون ریح سے اور ریح بحکم خدا البغیر ماں باپ کے پیدا ہوا تھا۔ (حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۹۲ تا صفحہ ۹۵)

اس کے بعد اب علامہ ابن شہر آشوبؒ کی تحقیق مناقب ریح اڈل ص ۱۱۶ پر دیکھئے

حضرت رسالت مآب کے گھوڑے یہ تھے (۱) ”الورد“ یہ تمیم داری کا ہدیہ تھا۔ (۲) ”ظرب“ اس کا یہ نام اس کی آواز کے حسن کی وجہ سے تھا اس کو ”ظرب“ بھی کہا جاتا تھا (۳) ”لِراز“ مقوقس نے بطور ہدیہ دیا تھا (۴) ”لحیف“ ربیعہ بن ابی البراء کا ہدیہ۔ اس کی گردن کے بال یعنی ایال بہت گھنے اور زیادہ تھے۔ درست قول یہ ہے کہ یہ گھوڑا وہی تھا جس کا نام ”الورد“ تھا۔ رسول اللہ نے اسی کا نام ”لحیف“ رکھ دیا تھا (۵) ”مُرتجز“ یہ گھوڑا حضور نے ایک اعرابی سے خریدا تھا اور خزیمہ ذوالشہادتین نے اس بیع و شراء کی گواہی دی تھی جب اُس اعرابی نے بعد میں اُس سے انکار کر دیا تھا۔ (۶) ”سکب“ یہ پہلا گھوڑا تھا جس پر سوار ہو کر رسول اللہ نے جنگ میں قیادت فرمائی اور وہ جنگ میں پہلی مرتبہ اس پر سواری کی ”أحد“ تھی۔ بنو فزارہ کے ایک آدمی سے آپ نے اسے خریدا تھا۔ بیان کیا گیا ہے کہ اُس شخص کا نام ”بُریدۃ الملاح“ تھا۔ (۷) ”یعسوب“ (۸) ”نُجْہ“ (۹) ”ذوالعقاب“ (۱۰) ”ملاووح“ اور بعض کے نزدیک مُراوَح۔ ایک گھوڑا ”جناح“ نام کا بھی تھا جسے ”مجمع البحرین“ میں لکھا گیا ہے۔ مُرتجز کا ذکر مجمع البحرین کے صفحہ نمبر ۷۹ پر ہے۔

علامہ محمد بن سعد البصری طبقات ابن سعد میں لکھتے ہیں:-

ابی بن عباس بن سہل نے اپنے والد سے اور انھوں نے ان کے دادا سے روایت کی کہ میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین گھوڑے تھے، لراز، ظرب، اور لحیف، لراز تو مقوقس نے بطور ہدیہ دیا تھا، لحیف ربیعہ بن ابی البراء نے بطور ہدیہ دیا تھا، آپ نے اس کے عوض میں بنی کلاب کے مواشی کی زکوٰۃ وصول کرنے کی خدمت ان کو دے دی تھی، اور ظرب فروہ بن عمرو الجذامی (والی عمان) نے بطور ہدیہ دیا تھا، ایک گھوڑا تمیم الداری نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور ہدیہ دیا تھا جس کا نام ورد تھا۔

ابی عبد اللہ واقد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر اپنے ایک گھوڑے کے پاس گئے، آستین سے اس کا منہ پوچھا تو لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا آپ اپنے کرتے سے اس کا منہ پوچھتے ہیں فرمایا گھوڑوں کے معاملے میں جبریل نے مجھ پر عتاب کیا ہے۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت رسول خدا کو ”کُمیت“ گھوڑا بہت پسند تھا:

علامہ یعقوب گلینی نے بسند معتبر حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت بیان کی ہے کہ جب امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام یمن سے واپس ہوئے جناب رسول خدا کے لیے چار گھوڑے ہدیہ کے طور پر لائے۔ حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ گھوڑوں کی صفتیں یا علی! بیان کرو، حضرت علی نے عرض کی ان کے رنگ مختلف ہیں، پیغمبر نے فرمایا کہ ان میں کوئی گھوڑا ایسا بھی ہے جس کے رنگ میں سفیدی ہو؟ حضرت علی نے عرض کی ہاں ایک سُرخ رنگ کا گھوڑا ہے جس کے جسم پر سفیدی بھی ہے تو حضرت رسول خدا نے فرمایا اُس کو میرے واسطے رہنے دو، حضرت علی نے عرض کی دو گھوڑے کھرے سُرخ (کُمیت) ہیں اور سفیدی بھی رکھتے ہیں، حضرت رسول خدا نے فرمایا وہ دونوں حسن اور حسین کو دے دو، پھر حضرت علی نے کہا ایک گھوڑا ایک رنگ سیاہ (کالا) ہے۔ آنحضرت نے فرمایا اُس کو فروخت کر کے اُس کی قیمت اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو کیونکہ گھوڑوں کی سعادت اُن کی پیشانی اور اُن کے چاروں ہاتھ پیروں کی سفیدی میں ہے۔ مبارک گھوڑے سے آپ کی مراد (کُمیت) پچکلیان سے ہے۔

(حیات القلوب ص ۷۹۱)

اب ہم چند دوسرے مشہور گھوڑوں کا ذکر کرتے ہیں:-

☆ ذوالجناح

اہل سنت مورخین کہتے ہیں کہ ”سُکب“ جو حضور کا گھوڑا مشہور تھا۔

کہتے ہیں۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ ”ذوالجناح“ کا اصل نام مرتجز تھا۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ ”میمون“ اور ”ذوالجناح“ ایک ہی گھوڑا ہے، چند مورخین کہتے ہیں ”عقاب“ اور ”ذوالجناح“ ایک ہی گھوڑے کے دو نام ہیں، ایک خیال یہ ہے کہ حضورؐ کے پاس ”جناح“ نام کا ایک گھوڑا تھا، اسی کو بعد میں ”ذوالجناح“ کہنے لگے، میرا نظریہ اور تحقیق یہ ہے کہ ذوالجناح، عقاب، مرتجز، میمون، دلدل یہ سب الگ الگ مختلف گھوڑوں کے نام ہیں:-

### ☆ عقاب

سیف بن ذی یزن بادشاہِ یمین نے حضرت عبدالمطلبؐ کو اُن کے سفر یمین کی واپسی پر جو تحفے دیئے تھے اُن میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کا نام عقاب تھا اور ایک چتر تھا جس کا نام شہباء تھا ان کے ساتھ ایک اونٹنی بھی تھی جس کا نام غُضباء تھا اور سیف بن ذی یزن نے وصیت کی تھی کہ ان چیزوں کو عبدالمطلبؐ اپنے پوتے محمدؐ کے پاس پہنچا دیں اور جہاں اُس نے اور باتیں کہیں تھیں گھوڑے کے متعلق کہا تھا کہ یہ ایسا گھوڑا ہے جس پر بیٹھ کر جس چیز کے حاصل کرنے کے لیے میں نکلا وہ لازمی طور پر مجھے مل گئی۔

سیف بن ذی یزن کی ولادت ایک سو دس سال قبل ہجرت ہوئی تھی اور وفات پچاس برس قبل ہجرت۔ سیف بن ذی یزن نے حضرت عبدالمطلبؐ سے کہا کہ ابھی سے میں محمدؐ پر ایمان لاچکا ہوں حالانکہ اُن کے ظہور کو تھوڑا ہی زمانہ ہوا ہے اور اُن کی عمر چند سال کی ہے۔ کاش میں اُس وقت ہوتا جب اُن کی بعثت ہوگی۔ سیف تو رات و انجیل اور آسمانی صحیفوں کا علم رکھتا تھا۔

### ☆ میمون

ابو اسحاق اسفرائی نے اپنے مشہور مفضل میں لکھا ہے کہ ”میمون“ نامی گھوڑا مدینے

میں حضور اکرمؐ کی سواری میں تھا۔ اسی گھوڑے کا دوسرا نام ”ذوالجناح“ ہے۔

☆ سِکِب :

علامہ محمد بن سعد البصری طبقات ابن سعد میں لکھتے ہیں:-

محمد بن یحییٰ بن سہل بن ابی حنثہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ سب سے پہلا گھوڑا جس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مالک ہوئے وہ تھا جسے آپ نے مدینے میں بنی فزاعہ کے ایک شخص سے دس اوقیہ چاندی میں خریدا تھا، اُس کا نام اُس اعرابی کے یہاں ضرس تھا۔ نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب رکھا، یہ سب سے پہلا گھوڑا تھا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُحد کی جنگ کی، اُس روز سوائے اس گھوڑے کے اور ابو بردہ بن نیار کے ایک گھوڑے کے جس کا نام ملاح تھا مسلمانوں کے ہمراہ اور کوئی گھوڑا نہ تھا۔

ابن ابی حنیب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک گھوڑا تھا جس کا نام سبک تھا۔

عالمیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑے کا نام سبک تھا، اس کی پیشانی سفید تھی اس کے ہاتھ پاؤں میں سفیدی نہ تھی، (طبقات ابن سعد) سہیلی ”التعریف والاعلام“ میں لکھتے ہیں:-

سبک: یہ نام اس وجہ سے رکھا گیا تھا کہ وہ (گھوڑا) پانی کی رو کی طرح تیز چلتا تھا اور ”سبک“ کے معنی شقائق النعمان (گل لالہ) کے بھی آتے ہیں۔

رسول اللہ کے پاس بہت سے گھوڑے تھے (۱) ”سبک“ اس کو آپ نے بنو فزاعہ کے ایک شخص سے خریدا تھا۔ یہ مشکئی رنگ کا تھا۔ اس کا اصلی نام ”ضرس“ تھا۔ دوسرا نام ”سبک“ آنحضرت کا رکھا ہوا ہے۔ (مجمع البحرین صفحہ ۳۰۹)

محمد ابن عبدالباقی بن یوسف زرقانی مصری لکھتے ہیں:-

”سبک“ پہلا گھوڑا تھا جو آپ کی ملکیت میں آیا ثعلبی کا کہنا ہے کہ حضرت تیز رفتارا



گھوڑے کو سب کہا جاتا ہے۔ دس اوقیہ کے عوض خرید فرمایا ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اس کے ماتھے پر درہم سے زیادہ سفید ٹیکا تھا تقریباً نصف پنڈلیوں تک چاروں پاؤں سفید تھے کیت رنگ کا تھا ابن اثیر نے اس کا رنگ سیاہ بیان کیا ہے۔

(زرقانی، المواہب)

”مدارج النبوة“ میں علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:-

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دس گھوڑے بتائے گئے ہیں ان کے نام بھی لکھے ہوئے ہیں اول سب و سکیب دراصل اس کے معنی پانی بہانے کے ہیں ”سبک الماء سبکاً صابہ فانصب ماہ ساکب و مسکوب“ بولتے ہیں۔ اور ساکب نسب لفظی ہے مثل تامر اور لابن کے۔ اور ”ماء سبک“ بھی بولتے ہیں۔ یہ ہر طریق وصف مصدر، مبالغہ کے لیے ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے کا نام سبک بھی اسی بنا پر تھا کہ وہ اپنی رفتار میں پانی کے بہاؤ کی مانند رواں دواں تھا۔ سبک ایسے گھوڑے کو کہتے ہیں جو رفتار میں عمدہ تیز اور سریع السیر ہو۔ اور پانی کی مانند رواں ہو۔ قاموس میں ہے سبک اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو تیز رفتار اور ثابت قدم ہو۔ اور یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑے کا نام ہے۔ اور یہ پہلا گھوڑا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت میں آیا اور اسے دس اوقیہ میں خرید فرمایا تھا اس پر جہاد فرماتے تھے اور اس گھوڑے کا نام اس کے پہلے مالک کے پاس ضرین تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام بدل کر سبک رکھا۔ اسی گھوڑے پر دوڑ فرماتے اور آگے رہتے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بہت خوش و مسرور ہوتے تھے۔

یہ گھوڑا کیت اغر مجمل طلق الیمین تھا۔ کیت ایسے گھوڑے کو کہتے ہیں جس کا رنگ سیاہی و سرخی کے مابین ہو اور ان دونوں میں سے کوئی خالص رنگ نہ ہو اور اغر اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کی پیشانی پر ایک درم سے زیادہ سفیدی ہو۔ غرہ بضم غین اس

سفیدی کو کہتے ہیں۔ فرساغر اور رجل اغربھی بمعنی شریف بولتے ہیں۔ کذافی الصراح اور قاموس میں مطلقاً سفیدی کو کہا گیا ہے۔ تحل وہ گھوڑا ہے جس کے چاروں ہاتھ پاؤں سفید ہوں۔ تحل ہاتھ پاؤں کی سفیدی کو کہتے ہیں۔ اور طلق الیمین بضم طاو لام اور مطلق الیمنی بھی بولا جاتا ہے یہ وہ گھوڑا ہے جس کے دونوں پاؤں اور ایک ہاتھ سفید ہوں اور ایک ہاتھ میں سفیدی نہ ہو۔ صراح میں کہا گیا ہے کہ ایک ہاتھ پاؤں یا دونوں ہاتھوں میں سفیدی نہ ہو۔ ابن الاثیر نے کہا کہ وہ گھوڑا جس کا نام سبک تھا وہ ادہم تھا یعنی سیاہ رنگ کا گھوڑا تھا۔ جس طرح کہا جاتا ہے کہ فرس ادہم، بعیر ادہم اور ناقہ دہمانی۔ حدیث مبارک میں آیا ہے کہ ”خَيْرُ الْخَيْلِ اَدْهَمٌ“ برکت والا گھوڑا سیاہ ہے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ: ”عليكم بكل كميت اغرو محجل ادا شقر اعز محجل۔ اشقر و كميت“ کے درمیان فرق یہ بتاتے ہیں کیمیت میں ایال اور دُم سیاہ ہوتی ہے اور اشقر میں سرخ۔ صراح میں کہا گیا ہے کہ شقرہ سرخ و سفیدی کو کہتے ہیں۔ اور اشقر اسی کی لغت ہے۔ اور یہ وہ گھوڑا ہے جس کے ایال اور دُم سرخ ہوں۔ اور جس کے ایال اور دم سیاہ ہو اور باقی سارا جسم سرخ ہو اسے کیمیت کہتے ہیں۔

علامہ سید مجتبیٰ حسن کا مونیوری لکھتے ہیں:-

سبک - کہا جاتا ہے یہ پہلا گھوڑا ہے جس پر حضرت سوار ہوئے تھے۔ جنگ احد میں اس کو استعمال فرمایا تھا۔ حضرت نے اسے ”بریدہ ملاح“ سے خریدا تھا۔  
(مناقب ابن شہر آشوب، سرفراز محرم نمبر ۱۹۶۳ء، ص ۱۱)

☆ مرتجز

علامہ محمد بن سعد البصری طبقات ابن سعد میں لکھتے ہیں:-

”ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک گھوڑے کا نام المرتجز تھا۔ محمد بن عمر سے مروی ہے کہ میں نے محمد بن یحییٰ بن سہیل بن ابی حنہ سے

مرتجز کو دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ یہ وہ گھوڑا تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس اعرابی سے خریدا تھا جس کے بارے میں خزیمہ بن ثابت نے آپ کے موافق شہادت دی تھی اور یہ اعرابی بنی مرہ کا تھا۔“

”مرتجز“ کو جس اعرابی سے آنحضرتؐ نے خریدا تھا اُس کا نام سواد بن الحرث بن ظالم تھا (تاموس جلد ۲ ص ۱۸۲)

سفینۃ البحار ج ۱ ص ۵۱۱ میں ہے ”مرتجز“ اس گھوڑے کا نام ہے جس کو رسول اللہ نے ایک بدوی عرب سے خریدا تھا جو بنو مُزَمَّہ میں سے تھا۔ پھر اس نے اس بیچ سے انکار کر دیا تو خزیمہ بن ثابت نے گواہی دی کہ یہ جھوٹا ہے۔ فروخت کا معاملہ مکمل ہو چکا ہے۔ یہ سفید رنگ کا گھوڑا تھا۔ یہ رسول اللہ کی سواری کا گھوڑا تھا اور صقین کی لڑائی میں حضرت امیر المؤمنین کی سواری میں رہا۔ علامہ ابن طاووس نے ”الْکُوف“ میں تحریر کیا ہے کہ کربلا میں امام حسین علیہ السلام نے اپنے گھوڑے سے مرتجز کو طلب فرمایا اور اس پر سوار ہو کر تعبیہ لشکر کیا۔

محمد ابن عبد الباقی بن یوسف زرقانی مصری لکھتے ہیں:-

مرتجز: (م ر ت ر ج ز) رجز سے مشتق ہے جو شاعری کی ایک قسم ہے خوبصورت ہنہانے کے باعث یہ نام پڑ گیا مرتجز کا رنگ سفید تھا (زرقانی) ایک اعرابی سے خرید فرمایا اس سوڈے میں حضرت خزیمہ بن ثابت گواہ تھے نبی پاک نے آپ کی گواہی دو مردوں کے برابر قرار دے دی۔ کیونکہ آپ مختار ہیں جس کے لئے جو چاہیں تخصیص فرمادیں (شرح مواہب، زرقانی)

سہیلی ”التعریف والاعلام“ میں لکھتے ہیں:-

مرتجز: آپ کے ایک گھوڑے کا نام مرتجز تھا اور یہ نام اُس کے خوش آواز ہونے کی

بناء پر تھا۔

مرتبجز“ یہ نام اس کا اس وجہ سے تھا کہ اس کی آواز بہت حسین و جمیل تھی۔

(مجمع البحرین صفحہ ۳۰۹)

”مدارج النبوة“ میں علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:-

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوسرا گھوڑا مرتبجز (بضم میم و سکون راء و فتح تا و کسر جیم و زاء ر آخر) تھا۔ مرتبجز، رجز سے ماخوذ ہے۔ جو کہ ایک قسم کا وزن شعری ہے۔ اور اس کا وزن تین بار مستفعلن ہے۔ خلیل جوفن شعر کا استاد اور اس کا موجد ہے اس کو شعر نہیں جانتا بلکہ نصف بیت یا ثلث بیت قرار دیتا ہے۔ اور وہ جو بعض حدیثوں میں ایسے اشعار آئے ہیں اسی قبیل سے ہیں۔ اس گھوڑے کا یہ نام رکھنا اس وجہ سے تھا کہ اس کی ہنہناہٹ اچھی تھی یہ وہ گھوڑا ہے جسے ایک اعرابی سواد بن الحارث بن ظالم سے خریدا تھا اور یہ بنی مرہ یا بنی تمیم سے تھا۔ وہ اعرابی فروخت کرنے کے بعد منکر ہو گیا تھا۔ اور حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے گواہی دی تھی اور ان کی شہادت کو بمنزلہ دو شہادت قرار دیا گیا تھا اور ان کا ذوالشہادتین نام ہو گیا تھا۔

علامہ سید مجتہبی حسن کا مونپوری لکھتے ہیں:-

مرتبجز۔ اسے حضرت نے ایک عرب سے خریدا تھا اور خزیمہ نے اس کی گواہی دی

تھی۔ (مناقب ابن شہر آشوب، سرفراز محرم نمبر، ص ۱۰)

☆ لزاز:

سہیلی ”التعریف والاعلام“ میں لکھتے ہیں:-

لزاز: امام بخاری نے اپنی جامع میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک

گھوڑے کا نام لزاز ذکر کیا ہے۔

”لزاز“ سہیلی نے کہا ہے کہ اس گھوڑے کو ”لزاز“ اس لیے کہتے تھے کہ اس سے

دوڑ میں کوئی دوسرا گھوڑا آگے نہیں نکل سکتا تھا۔ قاموس ج ۲ ص ۱۹۷ پر ہے کہ ”لزاز“ کو

مُتَّقِس نے ماریہ قبیطیہ کے ساتھ رسول اللہ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا تھا۔  
(مجمع البحرین صفحہ ۳۰۹)

”مدارج النبوة“ میں علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:-  
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تیسرا گھوڑا لزاز ہے جسے مقوقس شاہ اسکندریہ نے ہدیہ میں بھیجا تھا۔ اہل سیر کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس گھوڑے کو بہت پسند فرماتے تھے اور اکثر اسی پر سفر کرتے تھے۔ قاموس میں ہے کہ لزاز بمعنی شدت و الصاق اور الزام کے ہے اور لزاز بروزن کتاب ہے۔ یہ اس گھوڑے کا نام ہے جسے مقوقس نے حضرت ماریہ قبیطیہ کے ساتھ ہدیہ میں بھیجا تھا۔ لزاز کے معنی پر گوشت کے ہیں۔

مواہب میں ہے کہ اس گھوڑے کا نام بوجہ اپنی شدت تلوز اور اجتماع خلقت کے موسوم ہوا ہے۔ ”ولزبایشی اے فرق بہ“ گویا یہ اپنے مطلوب کے ساتھ مل گیا۔ یہ نام اس کی رفتار کی تیزی کی بنا پر ہے۔

روضۃ الاحباب کے حاشیہ میں مرقوم ہے کہ لزاز کے معنی سیدھا باندھنے کے ہیں۔  
”رَجُلٌ أَلَزَّأَى شَدِيدُ الْخُصُومَةِ“ سخت دشمن شخص کو مردالز کہتے ہیں اور اس گھوڑے کو لزاز اس بناء پر کہتے ہیں کہ وہ گھوڑا محکم اور تیز رفتار تھا۔ (انتہی) جتنا کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا لزاز نام رکھنا از قبیل وصف مصدر ہے۔  
محمد ابن عبدالباقی بن یوسف زرقانی مصری لکھتے ہیں:-

لزاز ... (ل۔ زاز): الشی بمعنی لزازہ یعنی چٹ جانا کیونکہ یہ مطلب کو نہایت سرعت سے آلیتا گویا اس سے چٹا ہوا ہے اس لئے لزاز کہلایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر خوش ہوتے غزوہ بدر میں آپ اسی پر سوار تھے (زرقانی) مقوقس ابوالبراء نے ہدیہ پیش کیا تھا۔ (شرح مواہب زرقانی)

## ☆ لحيف:

”مدارج النبوۃ“ میں علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:-

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چوتھا گھوڑا الحیف (نجاہ مہملہ) تھا۔ اسے ربیعہ بن ابی البراء نے ہدیہ کیا تھا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند اونٹ اس کے عوض عطا فرمائے تھے۔ لحف کے معنی لحاف میں چھپ جانا اور التحاف کے معنی جسم پر کپڑا پلینا۔ اور لحاف (بکسر) وہ چیز ہے جو لپیٹی جائے اس گھوڑے کا لحيف نام رکھنا اس کے مٹاپے اور اس کے بڑے ہونے کی وجہ سے ہے۔ گویا وہ زمین کو لپیٹ لیتا تھا اور اس کی دم کی لمبائی کی وجہ سے زمین پر بچھ جاتی تھی۔ فعیل بمعنی فاعل کے ہے:

”يَقَالُ الْحَفَّ الرَّجُلُ بِاللِّحَافِ لَمْ طَرَحَهُ عَلَيْهِ“

بعض نسخوں میں لحيف (بضم لام وفتح حاء) ہے مگر صحیح اور انجمن فتح لام اور کسر حاء ہے۔ کذانی حاشیہ روضۃ الاحباب، اور یہ لفظ جیم اور خاء کے ساتھ بھی مروی ہے۔ صاحب نہایہ کہتے ہیں کہ اسے نجادی نے روایت کیا ہے۔ مگر ہم نے اس کی تحقیق کی ہے۔ مشہور و معروف حاء کے ساتھ ہی ہے۔ جیسا کہ مواہب میں ہے۔ قاموس میں اسے حاء مہملہ اور خاء معجمہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور دونوں جگہ کہا ہے کہ امیر وزیر کے وزن پر ہے۔ سہیلی ”التعريف والاعلام“ میں لکھتے ہیں:-

لحيف: آپ کے ایک دوسرے گھوڑے کا نام لحيف تھا۔ لحيف کے معنی لپیٹنے اور ڈھانکنے کے آتے ہیں۔ چنانچہ یہ گھوڑا اپنی تیزی کے سبب راستہ کو لپیٹتا جاتا تھا۔ بعض حضرات نے اس کو لحيف کے بجائے خائے معجمہ کے ساتھ لحيف بھی لکھا ہے۔

”لحيف یا لحيف“ گویا وہ دوڑنے کی حالت میں زمین پر لحاف کی طرح چھا جاتا

تھا۔ یہ گھوڑا ربیعہ بن ابی براء نے حضور کو ہدیہ دیا تھا۔ (مجمع البحرین صفحہ ۳۰۹)

منقول ہیں۔

لحیف بصفہ تصغیر یا بروزن زعیف۔ لحیف خاء کے ساتھ۔ بصفہ تصغیر یا بروزن  
رغیف۔ خلیف۔ نحیف۔ (زرقانی)

مواہب زرقانی میں درج بالا گھوڑوں کے علاوہ مزید گھوڑوں کے نام بھی درج  
ہیں۔ تفصیل وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ سید مجتبیٰ حسن کامونپوری لکھتے ہیں:-

لحیف۔ اسے ربیعہ بن ابی براء نے حضرت کو ہدیہ کیا تھا (یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ظرف و  
ورد ایک ہی گھوڑے کے نام تھے) (سرفراز محرم نمبر ۱۹۶۳، صفحہ ۱۰)

☆ و ر و :

”مدارج النبوة“ میں علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:-

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پانچواں گھوڑا ورد بمعنی گلاب ہے۔ اور یہ اسی  
گھوڑے کو کہتے ہیں جو کیت اور اشقر کے درمیان ہو۔ چونکہ اونٹ کا بھی یہ رنگ ہوتا  
ہے اس لیے اس پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ اس گھوڑے کو تمیم داری ہدیہ کے طور پر حضور  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تھے۔

سہیلی ”التعریف والاعلام“ میں لکھتے ہیں:-

ورد: آپ کے ایک گھوڑے کا نام ورد تھا۔ اور یہ وہ گھوڑا تھا جو بہت ستے داموں

پکٹا ہوا ملا تھا۔ (حیات الحیوان صفحہ ۷۸-۷۹)

”الورد“ اسے حضور کی خدمت میں تمیم الداری نے بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ ان سات  
گھوڑوں کو تمام محدثین نے لکھا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ آپ کے پاس اور بھی  
گھوڑے تھے جن کے نام یہ تھے۔ ابلق، ذوالعقال، ذواللمیۃ، مرتجل، سرمان،

یعسوب، بحر، اودھم وغیرہ۔ (مجمع البحرین صفحہ ۳۰۹)

ورد کا معنی زردی مائل سرخ گھوڑا۔ (منجد) حضرت تمیم داری نے ہدیۃ پیش کیا۔  
(زرقانی)

علاؤ۔ سید مجتبیٰ حسن کامونپوری لکھتے ہیں:-

ایک گھوڑے کا نام ورد تھا تمیم داری نے اسے حضرت کی خدمت میں پیش کیا تھا۔  
(سرفراز محرم نمبر ۱۹۶۳ء، ص ۱۰)

### ☆ ضرلیس

”مدارج النبوۃ“ میں علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:-

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چھٹا گھوڑا ضرلیس بضاد مجمہ ہے۔ ضرلیس اس کنویں کو کہتے ہیں جسے پتھر کے ساتھ چوڑا کیا گیا ہو۔ اس گھوڑے کو ضرلیس اس کی مضبوطی کی بنا پر کہتے ہیں۔ جیسا کہ روضۃ الاحباب میں ہے۔ قاموس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرلیس اس پتھر کو کہتے ہیں جس سے کنویں کی چوڑائی کی گئی ہو۔ یہ اس گھوڑے کا نام ہے جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فزاری سے خرید فرمایا تھا۔ اور اس کا نام بدل کر سبک رکھا تھا۔ مخفی نہ رہے کہ اگر یہ بات ایسی ہے تو اس کا ذکر سبک کے ساتھ مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

### ☆ طرب اور ظرب:

طرب اور ظرب: قاموس المحیط نے دونوں نام الگ لکھے ہیں اور بعض نے ”طرز“

لکھا ہے۔ (مجمع البحرین صفحہ ۳۰۹)

ربیعہ بن براء نے ہدیۃ پیش کیا۔ طبری میں ہے کہ یہ گھوڑا فروہ ابن عمر جذامی نے

ہدیۃ پیش کیا۔ (زرقانی)

”مدارج النبوۃ“ میں علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:-

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتواں گھوڑا ظرب بفتح ظاء مجمہ و کسر اء ہے۔



اسے فروہ بن عمرو جذامی نے ہدیہ کے طور پر بھیجا تھا۔ قاموس میں ہے ظرف کلتف ، الخیل المقیط او الصغیر و فرس النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روضۃ الاحباب کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ: "ظُرِبَتْ حَوَافِرُ الذَّائِبَةِ اُمِّ اِشْدَاكٍ وَصُلَيْبَتْ" اور اس گھوڑے کو صلامتی و شدت کی وجہ سے ظرب کہتے تھے۔

علامہ سید مخدومی حسن کانپوری لکھتے ہیں:-

ایک گھوڑے کا نام ظرب تھا۔ غالباً اس کی آواز بہت اچھی تھی۔ (بعض لوگوں نے اس کا نام ظرف و نراز بتایا ہے) مقوقس نے اسے حضور کو ہدیہ کیا تھا۔

(مناقب ابن شہر آشوب، سرفراز محرم نمبر ۱۹۶۳ء۔ ص ۱۰)

علامہ مجلسی لکھتے ہیں:-

ہجرت کے دسویں سال فروہ جزامی جو بادشاہ روم کا عامل تھا مسلمان ہوا، اُس نے حضرت رسول خدا کی خدمت میں عریضہ لکھا اور اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ اور اپنی قوم کے ایک شخص کو آنحضرت کی خدمت میں بھیجا جس کا نام مسعود بن سعد تھا، اُس کے ساتھ ایک سفید فخر اور ایک گھوڑا (ظرب یا ظرب) اور ایک ٹٹو اور ریشمی چند لباس جو سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تھے ہدیہ کے طور پر بھیجا۔ آنحضرت نے اُس کے خط کا جواب لکھا اور بلال کو حکم دیا کہ چاندی یا سونا ساڑھے بارہ اوقیہ اُس کے قاصد کو دے دو، جب فروہ جزامی کے اسلام لانے کی اطلاع بادشاہ روم کو ہوئی اُس کو بلایا اور ہر چند اس سے کہا اور سمجھایا کہ وہ دین اسلام سے پلٹ جائے لیکن اس نے منظور نہ کیا تو اُس کو قتل کر کے دار پر کھینچا۔ (حیات القلوب... ص ۸۳۲)

☆ ملاوح:

سہیلی "التعریف والاعلام" میں لکھتے ہیں:-

ملاوح: آپ کے ایک گھوڑے کا نام ملاوح تھا۔

”مدارج النبوة“ میں علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:-  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آٹھواں گھوڑا ملاوح بضم میم و کسر واؤ ہے۔ یہ  
 گھوڑا پہلے ابو بردہ کی ملکیت میں تھا۔ روضۃ الاحباب کے حاشیہ میں ہے کہ ملاوح اور  
 ملاوح اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کی کمر پتی ہو اور فریہ نہ ہو۔

☆ سبحہ:

”سبحہ“ نام کا گھوڑا آنحضرتؐ کے پاس بھی تھا اور حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے  
 پاس بھی تھا (القاموس المحیط ج اول ص ۳۳۳)

علامہ محمد بن سعد البصری طبقات ابن سعد میں لکھتے ہیں:-  
 انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک گھوڑے  
 کی جس کا نام سبحہ تھا دوڑ کرائی، وہ اوّل آیا، آپؐ خوش ہوئے اور اُسے پسند فرمایا۔  
 (طبقات ابن سعد)

”مدارج النبوة“ میں علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:-  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواں گھوڑا سبحہ ہے جو سباحت بمعنی پیرنے سے  
 ماخوذ ہے۔ ”السَّوَابِحُ الْخَيْلُ يُسَبِّحُهَا يُرِيدُهَا فَيُسَبِّحُهَا“ مواہب میں  
 ہے: ”فَدَسَّ سَابِحٌ إِذَا كَانَ حُسْنٌ أَحَدَ الْيَدَيْنِ فِي الْجَرِيِّ“ ابن التِّينِ  
 نے کہا کہ یہ گھوڑا اشقر ہے جسے ایک اعرابی سے دس اونٹ کے عوض میں خرید فرمایا تھا۔

☆ بحر:

”مدارج النبوة“ میں علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:-  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دسواں گھوڑا بحر ہے۔ ”يُقَالُ فَدَسَّ بَحْرًا لَيْ  
 وَاسِعُ الْبَحْرِيِّ“ قاموس میں ہے۔ ”البحر الجواد“ اس گھوڑے کو ان تاجروں سے

خریدا تھا جو یمن سے آئے ہوئے تھے۔ اس گھوڑے پر تین مرتبہ مسابقت فرمائی اور تینوں مرتبہ یہ سابق یعنی آگے رہا۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس کی پیشانی پر پھیر کر فرمایا۔ "مَا أَنْتَ إِلَّا بَحْرٌ فَسُمِّيَتْ بِحُرٍ أَوْ كَأَنَّ تَيْضًا"۔ رواہ البخاری۔ تو دریا ہے میں نے تیرا نام بحر رکھا وہ گھوڑا سفید تھا ابن اثیر نے کہا وہ کمیت تھا۔

☆ فرس:

سہیل "التعريف والاعلام" میں لکھتے ہیں:-  
فرس: اور اسی طرح ایک گھوڑے کا نام فرس تھا۔

☆ يعسوب:

بعض علماء نے گھوڑوں میں یہ نام بھی ذکر فرمایا ہے۔ (زرقانی)  
علامہ سید مجتبیٰ حسن کامونپوری لکھتے ہیں:-  
ایک گھوڑے کا نام يعسوب (سبح۔ ذوالعقاب، ملاوح یا مراوح تھا)

☆ دُلْدُل:

غیر منقوٹ لفظ ہے جو صرف دو مکرر مگر مضموم اور ساکن حروف سے بنائی گئی ہے، عرب میں خارپشت (ساہی) کو قُفُذ کے علاوہ دُلْدُل بھی کہتے ہیں جس کا قد و قامت معمولی خاردار جانور سے بڑا ہو۔ یہ ایک خوبصورت گھوڑا تھا جو سفید رنگ سیاہی مائل تھا اور حاکم اسکندریہ مقوقس نے خدمت نبویؐ میں تحفہً بھیجا تھا اور سرکارِ دو عالم نے حضرت علیؑ کو سواری کے لئے عطا فرمایا تھا۔ نظم و نثر میں اس کے بکثرت ثبوت ہیں۔ سعدی۔  
اگر دانی بگوئی جز علی نیست کہ دُلْدُل ز پر رانش بود خوشتر

رواں آگے دُلْدُل کے يعسوب دیں قدم با قدم پیچھے سب مومنین

مولانا آغا مہدی لکھنوی لکھتے ہیں:-

حنین میں آقائے دو جہاں نے جب دُلْدُل سے خطاب کیا کہ ”بزین نزدیک شوہ زمین سے مل تو جا تو وہ اتنا جھکا کہ حضرت نے دست مبارک سے زمین سے سنگ ریزے اٹھائے (مدارج النبوة ج ۲ ص ۲۰۲ طبع نول کشور) یعنی سنگ ریزے دشمن کی شکست کا پیام تھے یہ وہی دُلْدُل ہے جو عباس بن عبدالمطلب کے دعوائے وراثت پر ان کی سواری میں نہ آسکا اور اس کے ٹھاٹھ دیکھ کر عباس بن عبدالمطلب غش کر گئے (مناقب آل ابی طالب ج ۲ صفحہ ۲۶ طبع سمیعی) مگر حسن و حسین کم سنی کے باوجود سوار ہوئے اور دُلْدُل کو عذر نہ ہوا۔ جنگ جمل میں حضرت علی مرتضیٰ اس مرکب پر سوار تھے (الخصائص فاضل وطواط صفحہ ۲۰۶ طبع مصر ۱۳۱۸ھ و اعثم کونی) بلاذری نے زمانہ معاویہ تک دُلْدُل کی زندگی تسلیم کی ہے اور سیرت الحلبیہ میں ایک نا تمام بیان ہے جس سے اس راہوار کا انجام کار واضح ہوتا ہے۔ و ما ہا رجل بسهم فقلتها (سیرت الحلبیہ ج ۲ ص ۲۵۲ مکتبہ حاجی داؤد ناصر کراچی) ایک شخص نے تیر مارا اور راہوار شہید ہو گیا۔ نہ رزم گاہ کا نام ہے نہ قاتل کا پتہ ہے۔ واقعہ کربلا کے سوا کوئی ایسی دشمنان اسلام فوج نہ تھی جو اپنے رسول کی سواری کو نشانہ تیر بنائے۔ یہ ہے وہ روئے جو دشمن اہل قلم نے حسینیت کے خلاف ہمیشہ اختیار کیا۔ (مختصر رسالہ ذوالجناح)

محمد ابن عبدالباقی بن یوسف زرقانی مصری لکھتے ہیں:-

آنحضرتؐ کا ایک خچر تھا۔ جس کا نام ”دُلْدُل“ تھا اُس کی سرخ رنگت کے باعث اُسے ”شہبا“ بھی کہتے تھے۔ شہبا کے معنی ہیں وہ جس کی سفیدی سُرخ پر غالب ہو۔ حبش کے بادشاہ مقوس نے ہدیہ میں اس کو بھیجا تھا۔ حضورؐ پاک اُس پر سواری فرماتے تھے۔ حضرت علیؑ جنگ خیبر میں ”دُلْدُل“ پر سوار تھے، اس لیے آپ کو ”دُلْدُل سوار“ بھی کہتے ہیں۔ جنگ نہروان میں بھی حضرت علیؑ نے دُلْدُل پر سوار ہو کر خوارج سے جنگ

کی تھی۔ (شرح مواہب زرقانی)

غالب نے ”دلیل“ سے عقیدت مندی کا اظہار کیا ہے:-

طبع کو الفتِ دِلِّل میں یہ سرگرمی شوق

کہ جہاں تک چلے اُس سے قدم اور مجھ سے جبین

”مدارج النبوة“ میں علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:-

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خچر متعدد تھے ایک کا نام دِلِّل تھا یہ خچر شہبا رنگ کا تھا۔ شہبائی سفیدی و سیاہی مزوج کو کہتے ہیں جیسا کہ قاموس میں ہے اسے مقفوس نے حضرت ماریہ اُمّ ابراہیم کے ساتھ ہدیہ میں بھیجا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام اس پر سواری کرتے رہے ان کے بعد امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو ملا جیسا کہ پہلے سلاطین و امراء کے نام خطوط بھیجنے کے ضمن میں گزر چکا ہے۔ عبد اللہ ابن عباس بن عبدالمطلب فرماتے ہیں جب دِلِّل بارگاہ نبوت میں لایا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حضرت اُمّ سلمہ کے پاس بھیجا کہ کچھ مقدار میں اون اور چھٹل لاؤں۔ حضور اکرم نے اس اون سے اس کی رسی مٹی اور باگ ڈور تیار کی۔ پھر کاشانہ اقدس میں تشریف لے جا کر ایک کملی لائے اور اس کی چار تہہ کر کے اس خچر کی پشت پر ڈال دیا۔ پھر بسم اللہ کہہ کر سوار ہوئے اور مجھے اپنا ردیف بنایا۔ یہ پہلا خچر تھا جو عہد اسلام میں سواری کے کام میں لائے۔ صاحب حیوة الحیوان فرماتے ہیں کہ محدثین کا اجماع ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خچر نہ زرقانہ مادہ (واللہ اعلم)

طبرانی نے معجم اوسط میں بروایت حضرت انس نقل کیا ہے کہ جب مسلمان جنین کے دن منہز و متزلزل ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بغلہ شہباء پر جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دِلِّل فرماتے تھے سوار تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے اس سے فرمایا اے ذُلْدَلُ زمین کے قریب ہو تو ذُلْدَلُ نے سینہ زمین پر لگا دیا یہاں تک کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مٹھی خاک زمین سے لی اور دشمنوں کے چہروں پر چھڑکی۔ اور فرمایا "هُم لَا يَنْصَرُونَ" وہ مغلوب ہوں گے۔ اسی دم وہ ہزیمت کھا گئے جیسا کہ گزرا۔

علامہ محمد بن سعد البصری طبقات ابن سعد میں لکھتے ہیں:-

ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک سفید مادہ خچر بہ طور ہدیہ دی گئی یہ سب سے پہلی سفید مادہ خچر اسلام میں تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی زوجہ اُمّ سلمہ کے پاس بھیجا، میں (اُمّ سلمہ سے) اون اور کھجور کی چھال آپ کے پاس لایا، میں نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کے لیے رسی اور راس بٹی، آپ گھر میں تشریف لے گئے۔ ایک اچھی نئی عبائے اور اُسے تہ کیا، اس کی پشت پر اُس (عباء) کا چارجامہ بنایا، آپ سوار ہو گئے اپنے پیچھے مجھے بھی بٹھالیا۔

موسیٰ بن ابراہیم نے اپنے والد سے روایت کی کہ ذُلْدَلُ نبی علیہ السلام کی مادہ خچر تھی، یہ سب سے پہلی مادہ خچر تھی جو اسلام میں دیکھی گئی، اور یہ آپ کو مقوقس نے بطور ہدیہ دی تھی، اس کے ہمراہ اُس نے ایک گدھا بھی جس کا نام غفیر تھا آپ کو بطور ہدیہ دیا تھا، مادہ خچر معاویہ کے زمانہ تک زندہ رہی۔

زہری سے مروی ہے کہ ذُلْدَلُ کو فروہ بن عمرو الجذامی نے بطور ہدیہ بھیجا تھا (مگر یہ سہو ہے)۔ اسے مقوقس نے بھیجا تھا۔

علقمہ سے مروی ہے کہ مجھے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مادہ خچر کا نام ذُلْدَلُ تھا۔ وہ سفید تھی، اور شیخ میں رہی یہاں تک کہ وہیں مر گئی۔ واللہ اعلم۔

(طبقات ابن سعد)

علامہ سیّد محبتی حسن کامونپوری لکھتے ہیں:-

ایک خچر کا نام ذُلْدَلُ تھا۔ اسے مقوقس نے حضرت کو پیش کیا تھا۔

امیر المؤمنینؑ کو دے دیا تھا۔ یہ امام حسنؑ پھر امام حسینؑ کو ملا۔

ایک کا نام یعفور تھا۔ ایک کافضہ۔ (سرفراز محرم نمبر ۱۹۶۳ء، ص ۱۱)

## میر انیس کے کلام میں دُلدُل کی تعریف

حیدرؑ سے پھر رسولؐ خدا نے کیا خطاب  
روشن قدم سے اپنے کروڑین کی رکاب  
دُلدُل کو لے کے آیا جو قنبر بصد شتاب  
اک جست میں سوار ہوا ابن یوتراب

گھوڑے پہ جب سوار کیا اس جناب کو

محبوب ذوالجلال نے تھاما رکاب کو

دُلدُل کی جست و نیز کاب کیا کہوں میں رنگ  
وہ جانتا تھا عرصہ کون و مکالم کو تنگ

گر اس کا کھینچتا کوئی نقشہ بروئے سنگ  
اڑتا ہوا پہ سنگ بھی جوں کا غز پتنگ

گھوڑا نہ تھا وہ قدرت پروردگار تھا

اُس پر سوار مہر نبوت سوار تھا

(مراثی انیس جلد سوم صفحہ ۳۶۳)

☆ یعفور:

محمد ابن عبدالباقی بن یوسف زرقانی مصری لکھتے ہیں:-

سرکارِ دو عالم کے دراز گوش کا نام ”یعفور“ (ی، ع، ف، و، ر) تھا۔ یعفور ہرن کے بچے کو کہا جاتا ہے۔ اپنی تیز رفتاری کے باعث دراز گوش یعفور کہلایا۔ کسی شخص نے بارگاہِ نبویؐ میں ہدیہ کیا تھا۔ وصالِ سرکارِ رسالتؐ کے صدے سے مر گیا۔

(شرح مواہب زرقانی)

علامہ محمد بن سعد البصری طبقات ابن سعد میں لکھتے ہیں:-

بلقحہ سے مروی ہے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

گدھے کا نام یعفور تھا، واللہ اعلم۔ (طبقات ابن سعد)

جعفر نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مادہ خچر کا نام شہباء اور گدھے کا نام یعضور تھا۔ (طبقات ابن سعد)

ابن بابویہ، راوندی اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ جب سرو و کائنات نے خیر فتح کیا ایک خچر کو جو سرمئی یا نیلا تھا غنیمت میں لے لیا وہ آنحضرتؐ سے بولا کہ میرے دادا کی نسل سے ساٹھ خچر پیدا ہوئے اور ان پر بیٹمبروں کے علاوہ کوئی سوار نہیں ہوا، اور اب میرے سوا کوئی اُس نسل سے باقی نہیں اور آپؐ کے علاوہ کوئی اور بیٹمبر بھی نہیں، میں ہمیشہ سے آپؐ کا انتظار کر رہا ہوں، آپؐ سے پہلے میں بادشاہان یہودی کی ملکیت میں رہا ہوں لیکن کبھی میں نے ان کی اطاعت نہیں کی بلکہ جان بوجھ کر ان کو اپنی پشت سے زمین پر پٹک دیا کرتا تھا۔ وہ میرے پیٹ اور پیٹھ پر ضرب لگاتے تھے، میرے باپ دادا نے مجھے بتایا ہے کہ میرے جد اعلیٰ حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی میں تھے حضرت نوحؑ ان کی پشت پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے تھے کہ اس خچر کی نسل سے ایک خچر پیدا ہوگا جس پر سید الانبیاء خاتم المرسلین سوار ہوں گے، حضرت زکریاؑ نے بھی یہی خوش خبری دی تھی الحمد للہ کہ خدا نے مجھے یہ شرف عطا فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے تیرا نام ”یعفور“ رکھا (بعض کا قول ہے عفر نام رکھا) اور آنحضرتؐ نے اس خچر سے فرمایا کہ اگر تجھے مادہ کی خواہش ہو تو بیان کر، اُس نے کہا نہیں، جب یعضور سے کہا جاتا کہ تجھ کو حضرت رسولؐ خدا بلاتے ہیں تو وہ فوراً حاضر ہو جاتا، جب اُسے کسی کو بلانے بھیجا جاتا تو وہ اُس کے دروازے پر جاتا اور دروازہ کھٹکھٹاتا تو صاحب خانہ باہر آ جاتا اور یعضور اشارہ کرتا کہ چلو آنحضرتؐ تم کو بلاتے ہیں، آنحضرتؐ کی وفات کے بعد وہ بیقراری سے دوڑتا پھرتا تھا، یہاں تک کہ ایک کنویں میں اپنے تئیں گرا دیا۔ وہی کنواں اس کی قبر بن گیا۔ (حیات القلوب، ص ۳۶۰)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:-



حضرت رسالتاب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک فخر تھا جس کا نام یعفور تھا، آنحضرتؐ جب اُس پر سوار ہوتے تھے تو وہ اس خوشی سے کہ آنحضرتؐ مجھ پر سوار ہوئے ہیں چلنے میں اس قدر گھلپلیں کرتا تھا کہ آنحضرتؐ کے دو شہائے مبارک ہلنے لگتے تھے اور آپ آگے سے زین تھام لیا کرتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے

اللَّهُمَّ لَيْسَ مِنِّي وَلَا كِن ذَا مِئِن عَفِيرٍ

یا اللہ یہ میری طرف سے نہیں ہے بلکہ یہ اکڑ کر چلنا یعفور کی طرف سے ہے۔

(تہذیب الاسلام... ص ۵۰۸)

☆ عَفِير

علامہ محمد بن سعد البصری طبقات ابن سعد میں لکھتے ہیں:-

ابی عبیدہ بن عبداللہ بن مسعود نے اپنے والد سے روایت کی کہ انبیاء کبیل پہنا کرتے، بکریاں دوہتے اور گدھوں پر سوار ہوتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی ایک گدھا تھا جس کا نام عَفِير تھا۔ (طبقات ابن سعد)

”مدارج النبوة“ میں علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:-

یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دس گھوڑے ہیں جو کہ اکثر کتب سیر میں مسطور ہیں۔ بعض نے اور نام بھی بیان کئے ہیں جیسے ابلق، ذوالعتان، ذواللمہ، مرتحل، تراوح، سرحان، یعسوب، نجیب، ادہم، سجا، بکل، طرف اور مندوب وغیرہ۔

مخفی نہ رہنا چاہیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑوں کو اہل سیر نے بکثرت بیان کیا ہے لیکن یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ کس جنس کے تھے۔ اس لیے کہ گھوڑوں کی بیشمار جنسیں ہیں مثلاً عراقی گھوڑے، ترکی گھوڑے وغیرہ۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ عربی گھوڑے ہوں گے جیسا کہ ان شہروں میں متعارف ہے۔ (واللہ اعلم)

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے نزدیک ازواج مطہرات کے بعد گھوڑا سب سے زیادہ محبوب تھا۔ اور یہی وہ تیسری بات ہے جو حدیث مبارک ”حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلَاثٌ“ میں ہے اور وہ تیسری بات متروک ہوگئی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نزدیک گھوڑوں میں اشقر ارثم اقرح محل مطلق البمین بہت محبوب تھا۔ اشقر محجل اور مطلق البمین کے معنی تو معلوم ہو گئے ارثم ایسے گھوڑے کو کہتے ہیں جس کی ناک اور نچلے ہونٹ سفید ہوں اور اقرح وہ گھوڑا جس کی پیشانی غرہ سے کمتر سفید ہو۔ گھوڑے کی فضیلت میں اخبار و احادیث بکثرت وارد ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑے کی پیشانی کے بال کو بل دیتے اور فرماتے: ”الْحَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الْأَجْرُ وَالْغَنِيمَةُ.“ گھوڑا اپنی پیشانی میں قیامت تک خیر کے ساتھ بندھا ہوا ہے اور اجر و غنیمت کے ساتھ وابستہ ہے، ناصیہ سے پیشانی پر لٹکتے ہوئے بال مراد ہیں۔ خاص طور پر ناصیہ کا ذکر فرمانا اس زیب و زینت کی بناء پر ہے جو اس میں ہے یا گھوڑے کے پورے جسم کی جانب اشارہ ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فلاں پیشانی مبارک ہے اور وہ برکت والی ذات ہے۔ گھوڑے کی فضیلت و شرف میں حق تعالیٰ کا قسم کے ساتھ یاد فرمانا کافی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔ ”وَالْعَدِيدُ ضَبْحًا“۔ اسی آخر السورۃ“ اس سے مراد خیل غرۃ ہے۔ اور حدیث میں گھوڑے کو ذلیل و خوار کرنے اور اس پر بوجھ لادنے اور اسے اس کام میں استعمال کرنے کی ممانعت واقع ہوئی ہے۔ حیات الحیوان میں حاکم نیشاپوری نے جو کہ عظماء و محدثین سے ہیں حضرت امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہا کہ۔ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب حق تبارک و تعالیٰ نے گھوڑے کو پیدا فرمایا چاہا تو جنوبی ہوا سے فرمایا میں تجھ سے ایسی مخلوق پیدا کروں گا جس سے اپنے دوستوں کی عزت، اعدائے دین کی ذلت اور عیب داری کی

اطاعت کی عزت و عظمت بناؤں گا اس پر باد جنوبی نے عرض کیا یا رب! ہم میں سے ایسی مخلوق پیدا فرما۔ تو حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے اس سے ایک مٹھی لی اور اس سے گھوڑا پیدا فرمایا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ کیت گھوڑے کو پیدا فرمایا۔ اور اس سے خطاب فرمایا کہ میں نے تجھے پیدا کیا اور تیری پیشانی میں خیر رکھی۔ جو تیری پشت پر سوار ہو کر غنائم حاصل کریں گے۔ اور میں نے تجھے ایسا پیدا کیا ہے کہ بغیر پروں کے تو طرارے بھرے: "فَأَنْتَ الْمَطْلَبُ وَأَنْتَ الْمُهَيِّدُ" اور میں نے تیری پشت کو ان جو ان مردوں کے لیے بنایا ہے جو تسبیح و تحمید اور تہلیل و تکبیر کہیں گے۔

جب فرشتوں نے سنا کہ گھوڑے کو پیدا فرمایا ہے تو انہوں نے مناجات کی اے رب! ہم بھی تیرے بندے ہیں اور تیری تسبیح و تحمید اور تہلیل و تکبیر کرتے ہیں ہمارے لیے تو نے کیا پیدا کیا ہے؟ اس پر حق تبارک و تعالیٰ نے فرشتوں کے لیے ایسے گھوڑے پیدا فرمائے جن کی گردنیں سختی اونٹوں کی گردنوں کی مانند ہیں تاکہ حق تعالیٰ کے انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی جس کو خدا چاہے مدد کریں۔

جب گھوڑوں کے پاؤں اور اعضاء درست ہوئے تو خطاب ہوا کہ اپنی ہنہناہٹ سے مشرکوں کے دلوں کو ڈرا اور ان سب کے کانوں میں اپنی آواز پہنچا کر ان کی گردنوں کو ذلیل و خوار کر۔ جب حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کے سامنے تمام مخلوق لائی گئی حق تعالیٰ نے فرمایا میری مخلوق میں سے جس کو چاہے اور جو اچھا معلوم ہو اپنے لیے پسند کر لو۔ تو انہوں نے گھوڑے کو پسند کیا۔ اس پر فرمایا گیا تم نے اپنی عزت اور اپنے اولاد کی عزت کو ابدالاً بابتک اختیار کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا جنوبی ہو اسے ایک مٹھی لو۔ تو انہوں نے ایک مٹھی لی اس کے بعد اس سے کیت گھوڑا پیدا فرمایا۔ (آخر حدیث تک) جبریل علیہ السلام کو باد جنوبی سے ایک مٹھی لینے کے لیے خاص

کرنے اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق عزرائیل علیہ السلام کو مشیت خاک لانے کے لیے خاص کرنے میں گویا حکمت یہ ہے کہ تخلیق آدم کے لیے مشیت خاک لانے کے لیے عزرائیل علیہ السلام کو حکم اس لیے دیا کہ خاک کی خاصیت بجل ہے لہذا عزرائیل جن کی سرشت میں قہر و جبر ہے وہ اس سے لیں اور ہوا میں بہ نسبت اس کے سخاوت ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت میں مروی ہے کہ "كَانَ فِي رَمَضَانَ كَالرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ" رمضان المبارک میں آپ کی خوبو باد نسیم کی مانند ہو جاتی تھی۔ اس لیے اس جگہ جبریل علیہ السلام کو حکم ہوا تا کہ رفق نرمی سے لیں۔ جبریل علیہ السلام کو گھوڑے کے ساتھ ایک نسبت و تعلق ہے کیونکہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جہاد کئے ہیں اور جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام جیزوم ہے۔ (واللہ اعلم) نیز صاحب حیوة الحیوان فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جو گھوڑے پر سوار ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے اور اسی سبب سے اس کا نام اعراب رکھا گیا۔ اس سے پہلے وہ بھی تمام جانوروں کی مانند وحشی جانور تھا۔ جب حق تبارک و تعالیٰ کا حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو بنیاد کعبہ بلند کرنے کا حکم ہوا۔ تو حق تعالیٰ نے فرمایا میں تم کو ایک خزانہ دوں گا جو میں نے تمہارے لیے محفوظ کر رکھا ہے اس کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ باہر نکلا اور اس خزانہ کو تلاش کرو۔

پھر حق تعالیٰ نے ان کو دعا الہام فرمائی تو اراضی عرب کی سرزمین میں کوئی ایسا نہ تھا جو ان کی پکار پر حاضر نہ ہوتا۔ پھر حق تعالیٰ نے گھوڑوں کی پیشانیوں پر قادر بنایا اور ان کو ان کے لیے مسخر و گرویدہ کر دیا۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اِنَّ كِبُو الْخَيْلِ فَاِنَّهَا مِزَاثٌ اَرَبِيكُمْ اِسْمَعِيْلَ" (رواہ النسائی) یعنی گھوڑوں کی سواری کرو کیونکہ یہ تمہارے باپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی میراث ہے (مدارج النبوة)

## حضرت رسولؐ خدا اور سواری کا شوق:

”سیرت النبیؐ“ میں شبلی نعمانی لکھتے ہیں:-

گھوڑے کی سواری رسولؐ اللہ کو نہایت مرغوب تھی (آپؐ فرمایا کرتے الخیل معقود فی نواصیہا الخیر گھوڑوں کے علاوہ گدھے، خچر، اونٹ پر آپؐ نے سواری فرمائی ہے۔ آپؐ کے خاص سواری کے گھوڑے کا نام لحیف تھا، گدھے کا نام عفیر اور خچر کا نام ذلدل اور تہیہ اور اونٹنیوں کا نام قصواء اور غضباء تھا)

اسپ دوانی: مدینہ سے باہر ایک میدان تھا جس کی سرحد ہباء سے شیبۃ الوداع تک ۶ میل تھی یہاں گھوڑ دوڑ کی مشق کرائی جاتی تھی۔ گھوڑے جو مشق کے لیے تیار کرائے جاتے تھے ان کی تیاری کا یہ طریقہ تھا کہ پہلے اُن کو خوب دانا گھاس کھلاتے تھے، جب وہ موٹے تازے ہو جاتے تو اُن کی غذا کم کرنی شروع کرتے اور گھر میں باندھ کر چار جامہ کتے، پسینہ آتا اور خشک ہوتا۔ روزانہ یہ عمل جاری رہتا۔ رفتہ رفتہ جس قدر گوشت چڑھ گیا تھا خشک ہو کر ہلکا پھلکا، چھریا بدن نکل آتا، یہ مشق چالیس دن میں ختم ہوتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کا ایک گھوڑا تھا جس کا نام بسمہ تھا۔ ایک دفعہ اس کو آپؐ نے بازی میں دوڑایا، اس نے بازی جیتی تو آپؐ کو خاص مسرت ہوئی۔ گھوڑ دوڑ کا اہتمام حضرت علیؓ کے سپرد تھا۔ انہوں نے اپنی طرف سے سراقہ بن مالک کو یہ خدمت سپرد کی اور اس کے چند قاعدے مقرر کئے، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ گھوڑوں کی صفیں قائم کی جائیں اور تین دفعہ پکار دیا جائے کہ جس کو لگام درست کرنی یا بچہ کو ساتھ رکھنا یا زین الگ کر دینی ہو الگ کر لے۔

۲۔ جب کوئی آواز نہ دے تو تین دفعہ تکبیریں کہی جائیں۔ تیسری تکبیر پر گھوڑے

میدان میں ڈال دیئے جائیں۔

۳۔ گھوڑے کے کان آگے نکل جائیں تو سمجھ لیا جائے گا کہ وہ آگے نکل گیا۔  
حضرت علیؓ خود میدان کے انتہائی سرے پر بیٹھ جاتے اور ایک خط کھینچ کر دو آدمیوں کو دونوں کناروں پر کھڑا کر دیتے۔ گھوڑے ان ہی دونوں کے درمیان سے ہو کر نکلتے۔  
اونٹوں کی دوڑ بھی ہوتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص سواری کا ناقہ  
عضباء ہمیشہ بازی لے جاتا۔ ایک دفعہ ایک بدواونٹ پر سوار آیا اور مسابقت میں عضبا  
سے آگے نکل گیا۔ تمام مسلمانوں کو سخت صدمہ ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے  
فرمایا کہ خدا پر حق ہے کہ دنیا کی جو چیز گردن اٹھائے اس کو نیچا دکھائے۔  
رنگوں میں صندی، مشکئی اور کیمت بہت پسند تھا۔ گھوڑوں کی دم کاٹنے سے منع فرمایا  
کہ مکھی ہانکنے کا مورچھل ہے۔

### حضرت رسولؐ خدا کی سواریاں:

اولاد حیدر فوق بلگرامی ”أسوة الرسول“ میں لکھتے ہیں:-  
سرکار ختمی مرتبت کو یوں تو تمام سواریوں کی مشق و عادت تھی مگر گھوڑے کی سواری  
خاص طور پر پسند خاطر تھی۔ فرماتے تھے۔

#### الخيل معقود في نواصيها الخير

نیکیاں گھوڑوں کی پیشانیوں سے گندھی ہیں۔

گھوڑے کے علاوہ گدھے خچر اور اونٹ پر بھی آپ سوار ہوتے تھے۔ خاصہ کے  
گھوڑے کا نام لحیف تھا۔ (جس کو ذوالجناح) (بروایت عام) اور مرتجز (بروایت  
صاحب ناسخ التواتر) (بھی کہتے تھے) گدھے کا نام عقیر تھا۔ خچر کا نام دلدل اور  
تیبہ اونٹنیوں کا نام قصوا اور غضبا تھا۔

اسپ دوانی: اسپ دوانی اور شہسواری کا بہت شوق تھا۔ مدینہ سے باہر شنیۃ

الوداع تک تقریباً چھ میل کا میدان اسی کے لیے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔

امام دارقطنی کے اسناد سے اس کے بڑے بڑے اہتمام بتلائے ہیں اور حضرت علیؑ کو اس کا مہتمم خاص بھی بتلایا ہے۔ مگر پھر حاشیہ میں اس کو ضعیف بھی بتلایا ہے۔

اس میں کوئی کلام نہیں کہ جناب رسالت، مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑے کی سواری کے بڑے مشتاق تھے اور آپ کو گھوڑے کی سواری کا شوق بھی بہت تھا۔ اور علیؑ الاکثر اس کی مشق و ریاضت بھی کی جاتی تھی اور باہمی مقابلہ کی شرطیں بھی بدی جاتی تھیں۔

ترجمہ حلیۃ المتقین میں زمانہ رسالت کی گھوڑے دوڑانے کی مشق و ریاضت کے اصول و آئین نہایت شرح و بسط سے مرقوم ہیں۔ جن کی تفصیل تو موجب تطویل ہے مگر بالاختصار حقیقت امر یہ ہے کہ امتحان و مقابلہ کے موقعوں پر۔ دو گھوڑوں سے لے کر دس گھوڑوں تک ایک بار مقابلہ میں چھوڑے جاتے تھے۔ سب سے آگے نکل جانے والے گھوڑے کو کھلی کہتے تھے اُس سے پیچھے رہنے والے کو مضلی و تیسرے کو تانی۔ چوتھے کو تارح۔ پانچویں کو مرتاج۔ چھٹے کو خطی۔ ساتویں کو عاطف آٹھویں کو مومیل نویں کو یطم اور دسویں کو جو سب سے پیچھے رہ جائے نکل کہتے تھے۔ ہر ایک کے لیے کوئی رقم بطور شرط کے لگانا جائز ہے اور اگر دسوں گھوڑے ایک ساتھ منہائے مسافت پر پہنچیں تو پھر کسی کو کچھ بھی نہ ملے گا۔

## حضرت علیؑ مرتضیٰ کی سواری کے گھوڑے

### جنگِ ذاتِ السلاسل (وادئِ رمل)

رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کو جنگِ وادئِ رمل میں پر روانہ کیا تو مسجدِ احزاب تک رسولؐ خدا نے مشایعت فرمائی، اس وقت حضرت علیؑ ایک کیت رنگ کے گھوڑے پر سوار تھے۔ بردہ یعنی بدنِ اقدس میں اور نیزہِ خلی دستِ مبارک میں رکھتے تھے۔ حضرت

رسولؐ خدا نے دعائے خیر کے ساتھ رخصت کیا۔ (تہذیب المتین صفحہ ۱۳۵)

جنگِ ذات السلاسل کے لیے سورہ العادیات نازل ہوا، حضرت علیؑ کے گھوڑے کی تعریف اس سورے میں کی گئی ہے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ اس روز حضرت علیؑ مرتجز (ذوالجناح) پر سوار تھے۔ یہ سورہ مرتجز (ذوالجناح) کے لیے نازل ہوا ہے۔ علامہ مظہر حسن سہارنپوری نے اس گھوڑے کا رنگ ”کیت“ بتایا ہے۔ (تہذیب التین)

### عقبہ کی رات ذوالجناح کی جست:

(تبوک) عقبہ کی رات منافقین نے رسول اللہ کے قتل کا ارادہ کیا اور جو باقی مدینے میں رہ گئے تو انہوں نے حضرت علیؑ کو قتل کرنا چاہا۔ حضرت علیؑ رسول اللہ سے جا کر ملے۔ اور منافقین کے بغض کے بارے میں آگاہ کیا۔ رسول اللہ نے حضرت علیؑ سے فرمایا، کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ ”تم کو مجھ سے وہ منزلت حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسیٰ سے حاصل تھی۔“

حضرت علیؑ کے جانے کے بعد منافقین نے ایک گہرا گڑھا کھودا، اُسے خس و خاشاک، تنکوں سے ڈھانپ دیا حضرت علیؑ جب واپس تشریف لائے اور گڑھے کے قریب پہنچے اللہ عزوجل نے حضرت علیؑ کے گھوڑے کو گویا کیا (ذوالجناح نے کہا یا حضرت یہاں ایک گڑھا موجود ہے) حضرت علیؑ نے کہا اے اسپ و فادار اللہ عزوجل کے حکم سے آگے چل، گھوڑے نے ایک طویل جست کی اور گڑھے کو عبور کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ پھر حضرت علیؑ نے اس گڑھے پر سے خس و خاشاک، تنکوں کو ہٹانے کا حکم دیا۔ آپ نے اس گڑھے میں نیزے، چھریاں، تلواریں، عجیب و غریب انداز سے ملاحظہ کیں کہ انہیں دیواروں پر اس طرح لگایا گیا تھا کہ جو بھی گڑھے میں گر جاتا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ (مناقب ابن شہر آشوب)

یاں قدر نہ بجلی کی نہ کچھ پیکِ ہوا کی

بس خاتمہ اس پر ہے کہ قدرت ہے خدا کی



جنگِ خیبر سے واپسی میں دُلْدُل کے کارنامے اور دُلْدُل کی قیمت:

جنگِ خیبر سے واپسی میں قنبر ہرن کا شکار کھیلتے ہوئے جنگل میں دو رنکل گئے تھے کہ حضرت علیؑ اُن کی تلاش میں دُلْدُل پر سوار ہو کر آگے بڑھے، قریب غروبِ آفتاب ایک بڑا ٹیلہ نظر آیا۔ حضرت علیؑ اس پشتہ پر تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ ٹیلہ نہایت سرسبز ہو رہا ہے اور اشجارِ شمر دار کثرت سے ہیں اور ایک چشمہ پانی کا ہے۔ آپ چشمے پر دُلْدُل سے اتر کر بیٹھ گئے اور دُلْدُل کو چرنے کے واسطے چھوڑ دیا اتنے میں آپ نے دیکھا کہ چشمے کے ایک طرف ایک خیمہ ایسا تادہ ہے اور خیمے کے گرد ایک لشکر اتر اٹھا ہوا ہے۔ حضرت علیؑ ایک گوشے میں عبادت میں مصروف ہوئے جب صبح ہوئی۔ اس خیمے سے ایک عورت جو کہ یہودی تھی اور حسن و جمال میں اپنا نظیر و سہیم نہ رکھتی تھی برآمد ہوئی اور اس کی نظر سب سے پہلے دُلْدُل پر پڑی، نقشہائے رنگارنگ دُلْدُل سے وہ عورت حیران ہوئی اور اپنے آدمیوں سے کہا کہ اس گھوڑے کو میرے پاس پکڑ کے لاؤ، بہت آدمی دُلْدُل کو گرفتار کرنے کو آئے، دُلْدُل نے سب پر حملہ کر دیا اور بہت سے آدمیوں کو ہلاک کیا اور کچھ بچے تو انھوں نے اس عورت سے آکر کہا کہ تو نے اس گھوڑے کی طمع میں ناحق اکثر آدمیوں کا خون کر دیا۔ عورت نے یہ سُن کر کہا کہ میں اس گھوڑے کو ضرور گرفتار کروں گی یہ جانور لا جواب ہے مع چند غلاموں کے دُلْدُل کے قریب آئی، دُلْدُل نے ایسی نگاہِ ہیبت و صلابت سے اُس کی طرف دیکھا کہ وہ یہودی عورت خوف سے کانپنے لگی اور ایسی بدحواس ہو کر بھاگی کہ خیمے کے بجائے چشمے کے کنارے پہنچ گئی۔ اس نے دیکھا کہ ایک نوجوان عبادت پر ڈالے عبادتِ خدا میں مصروف ہے اور روئے انور سے ایک نورِ ساطح ہے۔ وہ عورت حضرت علیؑ کے قریب آئی اور کہا کہ اے جوان میں تجھ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں، آپ نے اس کی طرف کچھ التفات نہ کی۔ اس عورت نے کہا کہ اے شخص بادشاہانِ عالم میری حسرت میں ہیں اور میری آرزو کرتے

ہیں کہ ایک مرتبہ میری صورت کو دیکھیں اور کلام کریں مگر اُس کو میسر نہیں آتا اور اب میں خود تجھ سے باتیں کرتی ہوں اور تو جواب نہیں دیتا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اے عورت اگر تو چاہتی ہے کہ میں تجھ سے باتیں کروں تو، تو نقاب اپنے چہرے پر ڈال لے، اس عورت کو تعجب ہوا اور اس نے چہرے کو ڈھانپ لیا۔  
حضرت علیؑ نے فرمایا کہ پوچھ کیا پوچھتی ہے، عورت نے کہا کہ یہ گھوڑا جو سبزہ زار میں چرتا پھرتا ہے تیرا ہی ہے،

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ہاں میرا ہی ہے۔ عورت نے کہا اس گھوڑے نے میرے بہت غلاموں کا خون کیا ہے۔ میں آئی ہوں کہ اس سے انتقام لوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اگر تیرے آدمی اس کے گرفتار کرنے کو نہ آتے تو یہ کیوں اُن کو مارتا اور وہ کیوں مارے جاتے اور اگر تیرا تمام لشکر اس کے پکڑنے کو آئے گا تو بھی سب کو یہ مار بھگائے گا اور کسی کے ہاتھ نہ آئے گا۔

یہ سُن کر اس عورت نے کہا کہ تم اس گھوڑے کو میرے ہاتھ بیچ ڈالو، اگر مرضی میں آئے تو اس کی قیمت میں زر نقد لے لو یا اس کے عوض میں دوسرا گھوڑا مجھ سے لے لو۔  
حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ گھوڑا میرا بہت زیادہ قیمت رکھتا ہے تو اس کی قیمت کو ادا نہیں کر سکتی ہے۔

اُس عورت نے کہا کہ اے شخص تو مجھے نہیں جانتا، چار اونٹ پر میرا خزانہ چلتا ہے۔  
حضرت علیؑ نے فرمایا اگر تمام روئے زمین کے دریا موتی اور جواہر سے بھر جائیں اور تو اُن سب کو اس کی قیمت میں دے تو بھی اس کے ایک بال کی قیمت نہ ہو۔

اس عورت نے کہا کہ جو قیمت تم کہو گے میں دوں گی بشرطیکہ اس کو میرا تابعدار کر دو۔  
حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اگر تو بت پرستی اور شرک ترک کر دے تو یہ تیرا تابعدار ہو جائے گا۔ ابھی یہ باتیں تھیں کہ سامنے سے قبیر آ گئے۔ (فضائل رضوی)

## حضرت امام حسنؑ کی سواری کا گھوڑا (طاویہ)

حضرت عباسؑ نے کربلا میں امام حسنؑ کے گھوڑے طاویہ کو ماردا بن صدیف ملعون سے چھین لیا۔

مولانا سید نجم الحسن کراوی لکھتے ہیں:-

حضرت عباسؑ پانی لانے ہی کے قصد سے روانہ ہوئے تھے۔ آگے بڑھتے چلے گئے۔ دشمن اگرچہ آپ کو گھیرے ہوئے تھے۔ لیکن آپ کی پیش قدمی نہ رکی۔ آپ کشتوں کے پستے لگاتے ہوئے کافی دُور نکل گئے۔

ماردا بن صدیف فیل مست کی طرح جھومتا ہوا حضرت عباس علیہ السلام کی طرف تن تھا چلا اس کے بدن نحس پر آہنی زرہ اور سر پر فولادی خود تھا اور ایک اسپ اشقر پر سوار تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک نہایت ہی لمبا نیزہ تھا۔ حضرت عباس علیہ السلام نے جب یہ ملاحظہ فرمایا کہ ماردا تن تھا آ رہا ہے، آپ فوراً اس کی طرف بڑھے۔

حضرت عباس علیہ السلام نے اس کے آنے سے کوئی ہراس نہ کیا اور اس ملعون کو حملہ کی صورت میں اپنی طرف سے نہ روکا۔ وہ اپنی دلیری کے اثبات کے لیے اتنا بڑھا کہ حضرت عباسؑ کی لمبی سنان کے بالکل قریب آ گیا۔ فن سپہ گری کے ماہر حضرت عباس علیہ السلام نے فوراً اپنے زوردار ہاتھ کو بڑھا کر نیزہ کی آنی کو تھام کر اس زور سے جھٹکا دیا کہ قریب تھا کہ ماردا منہ کے بل گر پڑے۔ اس جھٹکے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ماردا نے گھبرا کر نیزہ کو ہاتھ سے چھوڑ دیا اور حضرت عباس علیہ السلام نے اس پر قبضہ کر لیا۔

میر وحید کہتے ہیں:-

چھن گیا ماردا مردود کا بھالا دیکھو

حضرت عباس علیہ السلام نے اسی ملعون کے نیزہ کو اس کی طرف بڑھا کر نہایت

شدت کے ساتھ حملہ کیا اور فرمایا کہ اے ملعون میں چاہتا ہوں کہ تجھ کو اس تیرے ہی نیزے دے دم بھر میں بے دم کر دوں۔

حضرت عباس علیہ السلام نے اُس کی اضطراب آگئیں کیفیت کا پتہ چلا کر گھوڑے کی ساق پر اسی کا ایک نیزہ مارا۔ گھوڑا فوراً الف ہو گیا۔ اور وہ ملعون جسم بے روح کی طرح زمین پر آگرا۔ چونکہ وہ ملعون نہایت ہی موٹا تھا۔ اس لیے وہ حضرت عباس علیہ السلام سے بیدل جنگ آزمانہ ہوسکا۔ سچ تو یہ ہے کہ زمین پر گرتے ہی اس کا سارا بدن خوف کے مارے پھول گیا۔ اور وہ اس لائق نہ رہا کہ آپ سے بیدل مقابلہ کرے۔

اس کے گرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ صفوف لشکر میں ہلچل مچ گئی۔ شمر ملعون نے بے تابانہ لشکر مار دو پکارا کہ ارے غضب ہو گیا۔ مار دو سر زمین پر گر پڑا ہے تم لوگ فوراً اس کی کمک میں پہنچو۔ اور ایک دوسرا گھوڑا فوراً اس کی خدمت میں حاضر کر دو یہ سنتے ہی فوراً ایک حبشی غلام صارفہ نامی ایک گھوڑا لے کر حاضر ہوا۔ جس کا نام طاویہ تھا جو تیز روی میں ہوا سے چار قدم آگے ہی رہتا تھا۔ مار دو کی نظر جب غلام حبشی پر پڑی اور اس نے دیکھا کہ صارفہ طاویہ کو لیے ہوئے آرہا ہے۔ فوراً چیخا کہ اے غلام موت آنے سے پہلے تو طاویہ کو مجھ تک پہنچا دے۔ غلام گھوڑا لے کر تیزی سے اس کی طرف بڑھا اور چاہا کہ کسی نہ کسی طرح جلد سے بلند طاویہ کو مار دو تک پہنچا دے تاکہ وہ اس پر سوار ہو کر مقابلہ کر سکے۔

طاویہ پر حضرت عباسؑ کی سواری:

حضرت عباس علیہ السلام نے جب صارفہ کو دیکھا کہ وہ طاویہ کو لیے ہوئے نہایت ہی تیزی سے آرہا ہے۔ تو فوراً اس کی طرف بڑھ کر غلام کی گردن پر ایک پُر زور نیزہ لگایا وہ منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔ اور اپنے خون میں لوٹنے لگا۔ آپ نے اپنے گھوڑے کو چھوڑ کر فوراً طاویہ پر سواری کی اور تمام صفوف لشکر کو چیرتے ہوئے اپنے بھائی حضرت

امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے جب مارد نے حضرت عباس علیہ السلام کی اس دلیری کا مطالعہ کیا تو فوراً گھبرا کر تھرائی ہوئی آواز سے لشکر والوں کو پکارتے ہوئے کہا کہ ہائے عباس میرے ہی گھوڑے پر سوار ہو گئے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ مجھ کو میرے ہی نیزہ سے فنا کریں گے۔ شرملعون نے جب یہ آواز سنی۔ فوراً آپ کی طرف بڑھا اور اس کے ساتھ ساتھ منان بن انس نخعی اور خولی بن یزید اصحی اور جمیل بن مالک حجازی چلے اور ان لوگوں کے عقب میں سارا لشکر چلا۔ سب نے اپنے گھوڑوں کی باگیں اٹھالیں اور تلواریں برہنہ کر لیں۔ حضرت عباس علیہ السلام نے جب یہ ماجرا دیکھا اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام سے فرمایا کہ اے بھئی! ان دشمنان خدا اور رسولؐ کو دیکھتے ہیں۔ یہ آپ پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں ابھی حضرت عباسؓ کا کلام ختم بھی نہ ہوا تھا کہ لشکر نہایت ہی تیزی سے امام حسین علیہ السلام کے قریب آ گیا۔

حضرت عباسؓ نے یہ ماجرا دیکھتے ہی فوراً مارد کی طرف جانے کی ٹھان لی۔ اور اس کے پاس جا کر آپ نے فرمایا کہ میں تجھے اس چیز کا مزہ کیوں نہ چکھا دوں جو تجھے جہنم کی یاد دلا دے گی۔ یہ کہہ کر آپ نے اس کے ہاتھوں پر ایک زبردست وار کیا۔ اس کے دونوں ہاتھ بالکل بیکار ہو گئے۔ آپ نے اس کے دوسرے نیزے پر بھی قبضہ کر لیا۔ جب مارد نے اپنے قتل ہونے کا یقین کر لیا تو فوراً حضرت عباس علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرنے لگا کہ اے عباس علیہ السلام خدا کے لیے مجھ کو چھوڑ دو۔ میں آج سے آپ کا غلام ہوں۔ حضرت عباس علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تجھ ایسے غلام کو لے کر کیا کروں گا۔ اس کے بعد آپ نے ایک نیزہ اس کے کان پر ایسا لگایا کہ وہ وار پار ہو گیا۔ پھر آپ نے اور لشکر والوں پر شیرانہ حملہ کر کے طاویہ کو کاوا دیتے ہوئے ڈھائی سو سواروں کو فنا کے گھاٹ اتار دیا۔

اتنے میں شمر پکار اٹھا کہ یا عباسؓ بن علی ابن ابی طالب۔ آج تم نے مارد سے

طاویہ کو واپس لے لیا۔ اے عباسؑ یہ وہی گھوڑا ہے جو مدائن میں تمہارے بھائی امام حسن علیہ السلام سے چھین لیا گیا تھا۔

یہ سن کر حضرت عباس علیہ السلام اسی گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور شمر کے قول کو نقل کر دیا۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ ہاں یہ وہی طاویہ ہے جو ملک (رے) کے حاکم کی سواری کا خاص گھوڑا تھا۔ جس کو تمہارے پدر بزرگوار نے تمہارے بڑے بھائی امام حسن علیہ السلام کو دیا تھا اور اس گھوڑے کو بزمانہ قیام مدائن دشمنوں نے لے لیا تھا۔

حضرت عباس علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ کر شمر کے کلام کو دہرایا تو حضرت نے فرمایا کہ ہاں یہ طاویہ ملک رے کے بادشاہ کا تھا جب تمہارے باپ نے اس کو قتل کیا تو تمہارے بڑے بھائی امام حسنؑ کے حوالے کیا جو قیام مدائن کے زمانہ میں لے لیا گیا تھا۔ جب طاویہ امام حسین علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں پہنچا تو اپنے سر کو حضرت کے دامن مبارک سے اس طرح ملتا ہے۔ جس طرح ہر وقت کا موجودہ جانور اپنے آقا کے دامن سے ملے یعنی طاویہ اپنے سر کو دامن امام حسین علیہ السلام سے مل کر اپنی دیرینہ محبت کا ثبوت دیتا تھا اور گویا زبان حال سے نہایت خوشی کے عالم میں کہہ رہا تھا۔ کہ ”حق بہ حق دار رسید“ (نور العین فی مشہد الحسین از صفحہ ۳۸ تا ۴۱) طبع مصر۔ اسرار الشہادت علامہ دریندی صفحہ ۳۱۹ و ۳۲۰ طبع ایران، شہید اعظم جلد ۲، صفحہ ۱۸۱ طبع بنارس ۱۹۱۳ء مائتین صفحہ ۲۶۹۔ جواہر الايقان صفحہ ۴۰۶، مجمع النورین صفحہ ۱۴۷ مجلسی صفحہ ۲۲ طبع ایران، کبریٰ احمر صفحہ ۲۷)

ساباط مدائن کا واقعہ:

مقام ساباط! یہ مدینہ میں واقعہ ہے۔ یہیں حضرت امام حسنؑ سے طاویہ چھینا گیا تھا یا لوٹا گیا تھا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ ۴۰ھ میں حضرت علیؑ کے انتقال کے بعد آپ خلیفہ

وقت ہوئے۔ عراق۔ ایران۔ خراسان یمن، وغیرہ نے آپ کی خلافت تسلیم کر لی۔ چالیس ہزار آدمیوں نے آپ کی ہرہم میں ساتھ دینے کی بیعت کی۔ معاویہ جو حضرت علیؑ سے جنگ کرتا رہا اور جس نے بقول خواجہ حسن نظامی دہلوی حضرت علیؑ کو ابنِ ملجم کے ہاتھوں شہید کروایا اس سے یہ نہ دیکھا گیا کہ حضرت امام حسنؑ خلیفہ رہیں۔ چنانچہ وہ چھ ہزار پر مشتمل فوج لے کر مقام مسکین میں اُترا جو بغداد سے ۱۰ فرسخ تکریت کی جانب ادا نا کے قریب واقع ہے۔ امام حسنؑ دفاع کے لیے تیار ہوئے اور اپنی فوج لے کر کوفہ سے ساباط مدائن میں آگئے۔ اور معاویہ کی پیش قدمی روکنے کے لیے قیس ابن سعد کی ماتحتی میں بار ہزار فوج روانہ کی۔ انتظامات مکمل تھے۔ معاویہ نے اس موقع پر ایک فریب کیا کہا امام حسنؑ کے لشکر میں یہ مشہور کر دیا۔ کہ سپہ سالار، قیس ابن سعد نے معاویہ سے صلح کر لی اور قیس کے لشکر میں اس بات کی شہرت دے دی کہ امام حسنؑ سے صلح کر لی معاویہ کا جادو چل گیا۔ امام حسنؑ کی فوج میں بغاوت ہو گئی۔ فوجی آپ کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے۔ آپ کا کل مال و اسباب لوٹ لیا۔ آپ کے بیٹے سے مصلحتی گھسیٹ لیا۔ دوش پر سے ردابھی اُتار لی۔ بعض گمراہوں نے معاویہ سے سازش کر لی اور رشتوں لے کر قصد کیا کہ امام حسنؑ کو معاویہ کے سپرد کر دیں۔ آپ وہاں سے مدائن کے گورنر سعد کی طرف چلے۔ راستے میں ایک خارجی نے زانوائے اقدس پر ایک خنجر مار دیا جو بقول شیخ مفید زخم دو برس میں اچھا ہوا۔ امام علیہ السلام نے چھ یا سات ماہ خلافت ظاہریہ کرنے کے بعد مجبوراً معاویہ سے صلح کر لی۔

(چمدۃ المطالب صفحہ ۲۶، طبع لکھنؤ و تاریخ آئمہ ۳۳۳)

غرضیکہ لوٹ مار میں حضرت کا گھوڑا طاویہ بھی نکل گیا تھا۔ جس کو پھر حضرت عباسؑ

نے مار دے سے یوم عاشورہ چھین لیا ہے۔ (ذکر العباسؑ ص ۲۶۲ تا ۲۷۲)

## حضرت امام حسینؑ کی سواری کے گھوڑے

اکثر لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ ذوالجناح امام حسینؑ کے پاس کس طرح یا کہاں سے آیا؟ اس کا جواب گذشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے کہ ذوالجناح کو امام حسینؑ کی پیدائش سے پہلے ہی رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو عطا کر دیا تھا تاکہ اس کی تربیت اور پرورش ہو سکے۔ اس طرح ذوالجناح حضرت امام حسینؑ کی زندگی شروع ہونے سے پہلے ہی ان کے پاس موجود تھا جناب رسالت مآب کے بعد ذوالجناح حضرت علیؑ کے زیرِ تصرف رہا اور ان کے بعد یہ باقاعدہ طور پر حضرت امام حسینؑ کے زیرِ تصرف رہا اس دور کی مدت تقریباً گیارہ سال بنتی ہے بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ میدان کربلا میں یومِ عاشور کو ذوالجناح کی عمر کتنی تھی ان سے عرض یہ ہے کہ اس وقت ذوالجناح کی عمر پچپن اور ساٹھ سال کے درمیان تھی اس پر بعض نکتہ دان یہ بات کرتے ہیں کہ کیا گھوڑے کی عمر اتنی ہو سکتی ہے اگر اتنی عمر ہو سکتی ہے تو کیا وہ اس قدر چستی اور پھرتی کا مظاہرہ کر سکتا ہے جو ذوالجناح نے میدان کربلا میں دکھائی تھی ان صاحبان کی خدمت میں صرف یہ عرض کرنا کافی ہے کہ اول تو یہ جاندار خاص طور پر خلق ہوا تھا دوئم یہ معجزہ رسول خدا بھی تھا کیونکہ بے شمار مقامات پر معجزات رسالت مآب کے سلسلے میں درج ہے کہ بہت سے بانجھ جانور اور بنجر درخت برکت رسول اللہؐ سے بار آور ہو گئے ہر چیز نے جناب رسول کی رحمت کے اپنے پر اثر کا اظہار کیا۔ حتیٰ کہ بہت سی اشیاء سے مافوق الفطرت واقعات خود بخود ہوئے بہت سی بے جان اشیاء نے گویائی کا مظاہرہ کیا بہت سی اشیاء نے جو کہ حرکت کی قدرت نہیں رکھتیں حرکت کی اور بہت معمولات فطرت میں تو انین فطرت کے برعکس ہوا جن جانوروں پر رسول اللہؐ نے سواری فرمائی ان کی نہ صرف عمر بڑھ گئی بلکہ ان کی قوت میں دوسرے جانداروں سے زیادہ اضافہ ہو گیا۔ اس



طرح سے یہ کوئی بعید بات نہیں ہے کہ ایسا جاندار جو کہ خاص طور پر خلق ہوا ہو اور اس کو قربت رسول اللہ نصیب ہوئی ہو اس کی عمر اور قوت میں اضافہ نہ ہوا ہو۔ یوں تو ذوالجناح شروع سے ہی خاندان رسالت میں موجود تھا مگر یہ امام حسینؑ کے کلی طور پر زیر تصرف تقریباً گیارہ سال رہا اس سے پہلے دوران حیات جناب امیر امام حسینؑ ذوالجناح پر ہی سواری فرمایا کرتے تھے۔ (رسالہ ذوالجناح اے ذوالجناح)

## واقعہ کربلا میں رسول عربی کی سواری کے گھوڑے

مقاتل کی سیر کے چند ذمے دار ہستیوں کی رائیں پیش کرتے ہیں جن سے سرکارِ دو عالم کے سواری میں جو راہوار دو رنبویؑ میں رہ چکے تھے ان کی تصویر زیر نظر آئے گی۔

### ﴿۱﴾ ذوالجناح:

جنّاح نامی ایک گھوڑا حضرت رسالت مآبؐ کا بھی تھا جیسا کہ مجمع البحرین (نعت) میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ ”وَالجِنّاحِ لِاسْمِ فَدَسٍ لِرَسُولِ اللّٰهِ“  
ذوالجناح کو اس لیے ذوالجناح کہا جانے لگا کہ یہ بہت تیز رفتار تھا اور اس کی رفتار کی تیزی اور سکی طائروں کی پرواز سے بہت مشابہ تھی۔

محقق طریحی نے مجمع البحرین میں اور دیگر ابوابِ مقاتل نے ذوالجناح کو رسولؐ کا گھوڑا بتایا ہے اور شہرت بھی ہے کہ روزِ عاشورہ امام اسی پر سوار تھے لیکن بعض اہل قلم کو اس سے اتفاق نہیں ہے اور فاضل سماوی شہزادہ علی اکبرؑ کے حال میں لکھتے ہیں وَهَوَا عَلِيٌّ فَدَسٍ يُدْعَى ذُو الْجِنّاحِ وَهَسَ الْغَوْدَى پَرَسُوْرَتَهٗ اَسَ ذُو الْجِنّاحِ كَ نَامٍ سَے پکارا جاتا تھا اگر یہ اسپ شبیہ رسولؐ کی سواری میں تھا تو بھی واقعہ کربلا سے مناسبت ختم نہیں ہوتی۔

سَرِ نثارِ سُم ذوالجناحِ پاکِ مَرَا  
بکفَشِ پائے تو جانمِ فدا سلامِ علیک

☆ دلگیر کہتے ہیں:-

کیوں نہ ہوتا جانِ زہرا عصر کا اپنے کلیم  
ذوالجناحِ شاہِ دین میں تھی شباہتِ طور کی

جیتۃ الاسلام محمد بن محمد الشہیر المقدس زنجانی ”مفتاح الجنۃ میں لکھتے ہیں:-

امام مظلوم کا اسپ باوفا (ذوالجناح) تھا۔ جب دیکھا کہ محمدؐ کی گود کے پلے نور دیدہ  
محمد مصطفیٰ وفا طمہ زہرا سے میری زین خالی ہو چکی ہے تو زار و قطار روتے ہوئے قتل گاہ  
کی طرف دوڑ پڑا اور کافی دیر تک اُن لاشوں کے درمیان میں دوڑتا ہنہناتا اپنے شریف  
مالک کی نعشِ پاک تلاش کرتا رہا۔

آہ۔ او ویلا جب مالک کو دیکھا جو قتل ہوئے خاک و خون میں پڑے ہیں۔ فجعل

یشمٌ راتحةً ویقبلہ بفتحہ ویمرغ ناصیةً علیہ۔

ترجمہ: مالک کو پہچانا شروع کیا امام مظلوم کے جسمِ اطہر کو سونگھنا شروع کرتا اور کبھی  
ہر عضو پہ بوسہ دیتا اسی طرح مسلسل یہ عمل جاری رکھا آخر کار اپنی پیشانی کو حضرت کے  
خون سے رنگین کیا اور غم و الم میں ڈوبا ہوا اس طرح نالہ و فغاں کرنے لگا جس طرح  
بوڑھی ماں جو ان بیٹے کی میت پر روتی ہو۔ روایت کے مطابق امام مظلوم کے ذوالجناح  
کی حیوانی سطح تک حق و وفا کو دیکھ کر دوست دشمن حیران رہ گئے۔

مومنین! اس جانور کی ظاہری شکل و صورت دیکھنے سے دل پہ غم کا آرا چلتا ہے جس  
کی زین ڈھیلی پڑی ہوئی تھی باگیں کٹی ہوئی تھیں اور پیشانی و چہرے کو مظلوم کے خون  
سے رنگین بنائے آہ و بکا کرتا کنبہ موئی بیبیوں کے خیمہ میں آکر امام حسینؑ کی شہادت کی  
خبر لایا۔ اس کے ساتھ ہی زبانِ حال سے کہہ رہا تھا۔ بیبیو! اب تم بے سہارا ہو چکی ہو۔

تمہارا کوئی پُرساں حال نہیں رہا۔ اٹھواپتے سروں کو چادروں سے ڈھانپ لو اور قید و بند کے لیے تیار ہو جاؤ کیونکہ لشکرِ اعدا خیموں کو لوٹنے آنا چاہتا ہے۔ اے اہلِ عزت! حضرت قائم آلِ محمدؐ فرماتے ہیں:

وَأَسَدَعُ فَرْسُكَ شَارِدًا إِلَىٰ خِيَامِكَ قَاصِدًا مَحْمَمًا بِأَكِيَّةٍ:

ترجمہ: جِدِّ نامدار آپ کا اسپ وفادار ان ظالموں کے ظلم سے ہراساں اور بہت پریشان تھا۔

پس خیامِ حسینیٰ کی طرف تیزی سے دوڑتے ہوئے اور روتے ہوئے ستم رسیدہ بہنوں کو بھائی کی شہادت کی خبر سنائی اور بوجہ اس قدر شدتِ غم و الم صیحہ لگاتا کہ نالہ و شیون سے صحرا کی فضا بھر گئی تھی۔

روایت میں وارد ہوا ہے کہ خداوند عالم نے حضرت موسیٰؑ کو بذریعہ وحی امام مظلومؑ کی شہادت کے بارے میں بتایا۔ اے موسیٰؑ درندہ صفت قوم سرکشِ گروہِ حسینؑ مظلوم کو کر بلا نامی زمین میں شہید کرے گا۔ اس غمناک و اندوہناک منظر کو دیکھ کر حسینؑ مظلوم کا وفادار گھوڑا آہ و نالہ کرتا زبانِ حال سے یوں گویا تھا: مجھے ان ظالموں سے کون بچانے والا ہے کہ جن بے حیا لوگوں نے پارہ جگرِ فاطمہؑ ہرا کو بے دردی سے شہید کیا۔

خطیبہ اہل بیتؑ سیدہ محسنہؑ بیگم نقوی اعلیٰ اللہ مقامہا  
”مجالسِ محسنہ“، جلد اول میں لکھتی ہیں:-

ذوالجناح کی نقل یہ ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے امام حسینؑ علیہ السلام کو عنایت فرمایا پس منقول ہے کہ جب سید الشہداءؑ نے سوار ہونے کا قصد کیا ذوالجناح نے بدرکابی کی آپ نے دستِ شفقت پھیر کر فرمایا تو کیوں رکاب نہیں دیتا اس نے عرض کی اے راکب دوشِ رسولؐ میں تو خود مشتاق ہوں کہ آپ سوار ہوں مگر یہ امید ہے کہ روز عاشورا صحرائے کر بلا میں اور روز قیامت میدانِ حشر میں مجھے یاد رکھئے گا۔ وہ جناب

چشم پُر آب ہوئے گویا آنکھوں کے سامنے معرکہ کربلا بھر گیا کہنے لگے مطمئن رہ  
انشاء اللہ تعالیٰ حسین تیری آرزو پوری کرے گا سنتے ہی ذوالجناح نے سر جھکا دیا اور  
آپ سوار ہوئے الحاصل جب وہ زمانہ آیا کہ جناب امام حسینؑ خدا سے وعدہ طفلی اور  
ذوالجناح سے اپنا پہلا عہد وفا کریں نانا کی قبر سے ماں کی لحد سے جدا ہو کر مکہ میں خدا  
کے گھر گئے وہاں بھی پناہ نہ ملی۔ شدت گرنا میں بہنوں کو بچوں کو ساتھ لئے جنگلوں کی  
پھاڑوں کی راہیں طے کرتے کربلا کے صحرا میں پہنچے۔ آٹھ دن کے بعد محرم کی دسویں  
تاریخ کو صبح سے موت کا بازار گرم ہوا۔ دوپہر میں بھرا گھر خالی ہو گیا۔ عباسؑ کے شانے  
کاٹے گئے قاسم کی لاش پامال سُم اسپان ہوئی۔ اٹھارہ برس کا جوان بیٹا آنکھوں کے  
سامنے دم توڑ کر مر گیا چھ مہینہ کی جان علی اصغر شیر خوار بھی چھوٹی سی گردن پر تیر کھا کر  
شہید ہوئے اس وقت مظلوم کربلا یکہ و تہا ہو کر خود مرنے پر آمادہ ہوئے۔ اس وقت در  
خیمہ پر تشریف لا کر پکارے اے بہن زہنبہ و اُم کلثوم اور اے سکینہ و رباب اور اے  
فضہ کنیز میری مادر کی تم سب پر حسینؑ کا آخری سلام پہنچے اور ان بیبیوں پر بھی میرا سلام  
پہنچے جن کے اطفال و مرد میری حمایت و نصرت میں دولت شہادت سے کامیاب ہوئے  
اب حسینؑ تم لوگوں سے رخصت ہوتا ہے یہ فرما کر ارادہ میدان کارزار کا کیا صاحب  
بحر الیکا وغیرہ لکھتے ہیں کہ اس وقت پھر ذوالجناح نے چلنے میں تامل کیا پس حضرت نے  
فرمایا اے گھوڑے میرے نانا کے میں جانتا ہوں کہ تو بھی میرے ساتھ تین روز سے  
بے آب و دانہ ہے اور مضحل ہو گیا ہے مگر اے گھوڑے یہ سواری میری تھی پر آخری ہے  
عصر کا وقت اور میری شہادت کی ساعت قریب ہے تو قتل گاہ تک مجھے پہنچا دے کہ  
حسینؑ متمنی اور آرزو مند شہادت کا ہے اور خنجر شمر میرے گلے کا مشتاق ہے۔ ذوالجناح  
نے کہا اے آقا جب تک میرے جسم میں جان ہے کبھی آپ کی سواری سے منہ نہ  
موڑوں گا اور میں جانتا ہوں کہ سواری آپ کی آخری ہے لیکن اتنا چاہتا ہوں اس وقت

عاجز کی سواری کا وعدہ فرمایا تھا اور وفا کیا اسی طرح قیامت کے دن دوسرے وعدے کا بھی خیال رکھیے گا حضرت نے فرمایا اے ذوالجناح اگر تو وفادار ہے تو حسینؑ بھی بے وفا نہیں انشاء اللہ تعالیٰ اس دن تیری امید برآئے گی۔ آہ آہ مومنین اب رویئے اور سر پیٹئے کوئی جان نثاروں سے اب باقی نہیں ہے کہ ان حضرت کے رکابداری کرے۔ پس حضرت چپ در راست بہ نگاہِ حسرت کہتے تھے اور رو کر فرماتے تھے اے بھائی عباسؑ واہ خوب تم نے میرا ساتھ دیا تم نہرِ عقلمہ پر شانے کٹائے آرام سے سوتے ہو اور تمہاری شہادت نے حسینؑ کے پشت خم کر دی بھائی اب کوئی ایسا نہیں کہ حسینؑ کی رکابداری کرے پس یہ حال دیکھ کر جناب زینبؑ خیمہ سے نکل آئیں اور اپنے بھائی مظلوم کی رکابداری کی چنانچہ راوی کہتا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام ذوالجناح پر سوار ہوئے اور گھوڑے کو ہمہیز کیا تو اس وفادار نے قدم آگے نہ بڑھایا۔ مومنین آپ لوگوں نے تو خیال فرمایا ہوگا کیا وجہ تھی وجہ یہ تھی کہ جناب سیکندہ ذوالجناح کے پیروں سے لپٹ گئیں تھیں۔ مومنین جو نبی حضرت کی نظر اپنے پارہ جگر پر پڑی بے تاب ہو کر گھوڑے سے اتر پڑے اور اپنی نوردیدہ کو گلے سے لپٹا لیا اس وقت سیکندہ نے عرض کی اے بابا بعد آپ کے پھر مجھے کون سینہ پر سلائے گا اب میں امیدوار ہوں کہ اپنی آخری حسرت نکال لوں یعنی اے بابا تھوڑا توقف فرمائیے اور مجھے اپنے سینہ پر لٹا لیجئے اس وقت جناب سید الشہداء شدت سے روئے اور زمین پر بہ سبب عجلت کے لیٹ گئے اور اپنی پارہ جگر سیکندہ کو لٹا کر خوب سایا ر کیا اور بہ ہزار دشواری اس کو سمجھا کر گھوڑے پر سوار ہوئے مومنین جس گھوڑے کو حضرت نے وفادار فرمایا واقعی اس نے وہ وفاداریاں کیں کہ کسی انسان سے ممکن نہیں ہے۔ منقول ہے کہ جب جناب امام حسین علیہ السلام داخلِ حطّ فرات ہوئے تو حضرت نے ذوالجناح سے خطاب کیا کہ اے گھوڑے تو نے میرے ساتھ بڑی بڑی مصیبتیں اٹھائیں ہیں بھوکا پیاسا اور

صدے اٹھائے اس وقت پانی موجود ہے سیر ہو کے پی لے۔ قسم خدا کی جب تک تو سیراب نہ ہوگا حسینؑ بھی نہ پئے گا نہ فرما کر باگ چھوڑ دی ذوالجناح اپنے سر کو بلند کر کے رونے لگا اور منہ پانی کی طرف سے پھیر لیا اور عرض کی اے آقا میں کیونکر پانی پیوں حالانکہ آواز العطش العطش اطفال اور اہل حرم کی سنتا ہوں حضرات مقام تامل اور جگہ خاک اوڑانے کی ہے کہ حیوان تو یہ پاس حرمت آل رسولؐ کی کریں وہ کلمہ گو کیسے تھے کہ خود پانی پیتے تھے اور آل رسولؐ کو ایک قطرہ پانی کا نہ دیتے تھے اور عوض پانی کے تیروں کا مینہ برساتے تھے یہاں تک کہ حضرت کو ذبح کرتے دم تک ایک بوند پانی کی نہ دی منقول ہے جب حضرت شہید ہو گئے ذوالجناح نے پیشانی اپنی خون سے رنگین کی اور مثل زن پسر مردہ کے روٹا نعرے مارتا خیمہ پر حاضر ہوا مومنین ذوالجناح کا معمول تھا کہ جب جناب امام حسین علیہ السلام کی سواری دروازے پر لاتا تھا اور آواز دیتا تھا اور اس کے اس دستور سے تمام بی بیوں واقف تھیں غرض اس وقت جب گھوڑے کی آواز سنی سب کو یقین ہوا کہ حضرت تشریف لائے ہیں سب بچے اور بیبیاں بے تابانہ دوڑ کر درخیمہ پر آئیں آہ آہ یہاں آ کر کیا دیکھا کہ ذوالجناح کی باگیں کٹی ہیں سوار سے پشت خالی ہے پیشانی خون سے رنگین ہے اس وقت آل رسولؐ نے گرد اس کے حلقہ باندھ کر ماتم شروع کیا کوئی بی بی گھوڑے کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہنے لگیں تو نے اپنے سوار کو کہاں چھوڑ دیا ہے کوئی رکاب تھام کر پوچھنے لگی تیرا زین کیوں خالی ہے، میرے والی کو کیا کیا تیری پیشانی پر کس کا خون لگا ہے۔ (جلاس محسنہ۔ جلد اول، صفحہ ۱۵۱ تا ۱۵۳)

## اوصاف ذوالجناح

میرا نہیں کہتے ہیں:-

کس سے بیاں ہو سرعتِ رخسِ فلکِ خرام

بجلی ہے پھر ہوا سے ہلی گر ذرا لجام

ہے کس کے آگے وسعتِ کونین ایک گام

زیر قدم ہے ہندو حلیہ مصور و شام

اس کو سبک روی میں پرندوں پہ اوج ہے۔ اس کو سبک روی  
 بجلی ہے گر ہوا پہ تو دریا پہ موج ہے۔ (مراثی انیس جلد سوم صفحہ ۲۸۶)  
 میر عشق کہتے ہیں:-

جب زریب صدر زریں ہولے شاہنشاہ امم - فرمایا ذوالجناح سے چل میرے خوش قدم  
 اُس غیرتِ غزال نے اُس جا سے کی نہ نرم - کیا دیکھتے ہیں پھر کے شہ آساں حشم  
 راحت ہے دھوپ میں تن مرکب کی چھاؤں سے - معصومہ ایک لپٹی ہے گھوڑے کے پاؤں سے  
 پہنچا مقابل صفِ پیکار ذوالجناح - تھا اسپ خاص احمد مختار ذوالجناح  
 آئی خدا علیٰ کی وفادار ذوالجناح - ہے کشمکش سوار سے ہوشیار ذوالجناح  
 ہر چند بھوک پیاس بھی دشت بلا بھی ہے - اپر تیرے ساتھ ساتھ ہماری دعا بھی ہے

## ﴿۲﴾ مرتجز:

مولانا آغا مہدی لکھنوی لکھتے ہیں:-

یہ وہ گھوڑا ہے جس کو حضرت رسول اللہ نے ایک اعرابی سے خرید لیا تھا اور خزیمہ بن  
 ثابت اس معاملت پر گواہ ہوئے تھے (ملاحظہ ہو حیاة الحیوان و میری جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ و مجمع  
 البحرین طریحی) دیمیری نے اعتراف کیا ہے کہ خزیمہ کی گواہی دو آدمیوں کے برابر تھی  
 ان کا ذوالشہادتین ہونا مسلم ہے اور یہ اجتهادات حد درجہ عبرت زا ہیں۔ صحابی رسول کی  
 تن شہا گواہی دوسری شہادت کا درجہ رکھتی ہے اور فرزند ان رسولِ حسین کی گواہی  
 ناقابل قبول ہو۔ یہ الٹی منطق ہماری سمجھ میں نہیں آتی بہر حال یہ گواہی قبول

لئے اس کو مرتجز کہتے تھے۔ رجز ان اشعار کو کہتے ہیں جو مجاہد میدانِ نبرد میں فخریہ لب و لہجے میں پڑھتا ہے اس گھوڑے کا کر بلا میں ہونا یقینی ہے اور پیغمبرؐ کے حکیمانہ فعل سے یہ بھی واضح ہے کہ جبکہ گھوڑے کے اوصاف میں کسی جگہ خوش آواز ہونا شرط نہیں اور کر بلا کے رستخیز میں بلند آواز راہوار کی ضرورت تھی جس کی صدا فتح کے بارے اور نعرہ ہائے تکبیر اور صدائے شیون میں بے وارث عورتوں کے سامعہ تک پہنچے اور شہزادیاں سرا سیمہ ہوئیں۔ (مختصر رسالہ ذوالجناح)

عماد زادہ اصفہانی ”مرتجز“ کے بارے میں لکھتے ہیں:-  
 ”مرتجز“ حضرت رسولؐ خدا کا خصوصی گھوڑا تھا جو آنحضرتؐ کی وفات کے بعد تک زندہ رہا، ”مرتجز“ نے غزوں میں سختیاں اور نبوت و ولایت کا بار گراں اٹھایا۔ ”مرتجز“ کر بلا میں موجود تھا۔

روزِ عاشورہ امام حسینؑ نے مرتجز کو حضرت عباسؑ کو عطا فرما دیا تھا، مرتجز کا رنگ ”نقرئی“ تھا۔ حضرت عباسؑ جو بلند قامت تھے مرتجز پر سوار ہو کر باشان و شوکت میدان میں آتے تھے۔ آپ اور آپ کا گھوڑا سب سے بلند رہتے تھے۔ (سیرت امام حسینؑ جلد دوم)  
 حضرت رسولؐ اللہ کے گھوڑوں میں ذوالجناح اور مرتجز دونوں بلند قامت گھوڑے تھے۔ مرتجز کے اوصاف و خصوصیات میں یہ بات شامل ہے کہ کیسا ہی طویل القامت انسان کیوں نہ ہوں یہ گھوڑا جس کا نام مرتجز تھا اتنا بلند تھا کہ جب اپنی گردن اٹھاتا تو سوار اس کی گردن کے پیچھے چھپ جاتا تھا اور سامنے سے آنے والے شخص کو سوار نظر نہیں آتا تھا۔

مرتجز کی خصوصیت میر انیس کی نظر میں:-

ترکیب کچھ جدا تھی ہر اک جوڑ بند کی

پنہاں ہوا سوار جو گردن بلند کی



”مرتجز“ جب اپنی دم کو چنور کر کے اونچی کرتا تو پیچھے سے بھی سوار نہیں دکھائی دیتا تھا لیکن جب حضرت عباسؓ مرتجز پر سوار ہوتے تھے تو آپ کا سینہ دوسرے گردن سامنے سے دکھائی دیتے تھے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ قبر بنی ہاشم کتنے قوی القامت تھے۔

حضرت عباسؓ روز عاشورہ مرتجز پر سوار تھے، اس گھوڑے کا نام ”مرتجز“ حضرت رسولؐ خدا نے رکھا تھا۔ لفظ مرتجز ”رتجز“ سے ہے اور رجز کے معنی ہیں بادل کی گرج اور بادل میں چمکتی ہوئی بجلی، جب مرتجز میدان جنگ میں آتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ بادل گرجتا ہوا آ رہا ہے، ایک بجلی سی چمک رہی ہے، حضرت عباسؓ جب مرتجز پر علم لے کر چلے تو علم دور سے نظر آتا تھا۔ یہ مرتجز کی بلندی تھی۔

حضرت عباسؓ نے جب ایک ہی حملے میں فرات پر قبضہ کر لیا مرتجز کو فرات میں ڈال دیا اور گھوڑے سے کہا تو تین دن کا پیاسا ہے پانی پی لے، مرتجز نے اپنی گردن کو پانی سے اٹھائے رکھا۔ میرا نہیں کہتے ہیں:-

اسوار جو بے پیاس بجھائے ہوئے نکلا

منہ پانی سے گھوڑا بھی اٹھائے ہوئے نکلا

مرتجز ایک با وفا حیوان تھا۔ میرا نہیں نے مرتجز کی وفاداری کی عکاسی میں، اس کے کمالات و اوصاف کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک ایک منظر نگاہوں میں پھرنا نظر آتا ہے۔

حضرت عباسؓ کی سواری کا گھوڑا ”مرتجز“ میرا نہیں کی نظر میں

حضرت عباسؓ کا گھوڑا (مرتجز)

ناگاہ غل ہوا فرس تیز گام لاؤ آیا علیؑ کا سرو رواں خوشترام لاؤ

ہاں رخش تیز رو کو بصد اہتمام لاؤ اسپ گراں رکاب و مرصع لجام لاؤ

ہے انتظار آبرش آہو شکار کا

بیٹا سوار ہوئے گا دلدل سوار کا

بڑھنے میں صرف ہاں جو وہن سے نکل گیا وحشی غزال دشتِ ختن سے نکل گیا  
 لشکر گلوں کی بو کا چمن سے نکل گیا جھونکا نسیم کا تھا کہ سن سے نکل گیا  
 طاؤس کیا کہ برق بھی شرما کے رہ گئی  
 پچھلے سموں کی گرد نظر آ کے رہ گئی

(مراتی انیس جلد چہارم صفحہ ۱۶۴)

مرتجز کی میدانِ جنگ میں آمد:

کہہ کر یہ بات باگ اٹھائی سمند کی صورت بدل گئی فرسِ سر بلند کی  
 چھل بل ہرن کی تیز پری تھی پرند کی سرعتِ بلائیں لیتی تھی ہر جوڑ بند کی

بجلی چمک کے چھپ گئی پارا تڑپ گیا

جنگل میں یوں اڑا کہ چکارا تڑپ گیا

مرکب قدم زمیں پہ نہ رکھتا تھا ناز سے بجلی کو خوف کیا ہے نشیب و فراز سے  
 چالاکیاں دکھاتا تھا کس امتیاز سے اڑتا تھا پر صدانہ نکلتی تھی ساز سے

راکب وہ ہیں جو فرقِ دو عالم کے تاج ہیں

گھوڑا بھی جانتا ہے کہ نازک مزاج ہیں

وہ تھوتی وہ اُبلتی ہوئی انکھریاں وہ پال گویا کھلے تھے حور کے گیسو پری کے بال  
 وہ جلد وہ دماغ وہ سینہ وہ تنم وہ چال دم میں کبھی ہما کبھی ضیغ کبھی غزال

وہ قصرِ آسمان پہ بھی جائے میں طاق تھا

دو پر اگر خدا اُسے دیتا براق تھا

گھوڑے کی یہ شکوہ وہ شوکتِ سوار کی تصویر تھی ہوا پہ شہِ ذوالفقار کی

وہ نور وہ چمک علمِ زرنگار کی خوشبو مہک رہی تھی نسیمِ بہار کی

پنچہ نہ تھا نشانِ ثریا مآب کا

تھا فرقِ جبرئیل پہ تاجِ آفتاب کا  
(مراثی انیس جلد چہارم صفحہ ۵۷)

### مرکز میدانِ جنگ میں:

غصے میں بڑھے آتے تھے عباسِ علمدار  
تھی مشکِ سیکند پہ سپر ہاتھ میں تلوار  
حملے تھے وہی تیغ وہی اور وہی وار  
اس غول کے آگے کبھی اس صف کے ہونے پار

بجلی کی تڑپ فوج میں دکھلاتا تھا گھوڑا

آتا تھا کبھی اور کبھی اڑ جاتا تھا گھوڑا

شعلے کی لپک تیغ کے پرتو نے دکھائی  
بجلی کی تڑپ اسپ سبک رونے دکھائی  
رفارغزال اس کی تگ و دو نے دکھائی  
ہر سُم کے تلے شکل مہ نونے دکھائی

آہو میں بھی ایسے نہ طرارے نظر آئے

ہیکل جو ہلی دھوپ میں تارے نظر آئے

گھوڑا جوڑکاروک لیا فوج نے اک بار  
زخمی تھی کلائی پہ چلی جاتی تھی تلوار  
گھبرا گئے جب پڑنے لگی تیروں کی بوچھاڑ  
مشکیزے کو جھک جھک کے بچاتا تھا علمدار

پیہم صفِ اعدا سے یہ ناوک فگنی تھی

گھوڑے کی بھی گردن دُم طاؤس بنی تھی

(مراثی انیس جلد سوم صفحہ ۱۵۲)

شبدیز کو رانوں میں دلاور نے جو دابا  
پھڑا گیا برچھوں ہی وہ گھوڑا دو رکابا  
تنگی سے قفس تھا اُسے دنیا کا خرابا  
اُترا تو دہانے کو عجب غیظ سے چابا

نے جست نظر آئی نہ کاوا نظر آیا

پھرتا ہوا لشکر میں چھلاوا نظر آیا

پامال عدو وقت تک و دو نظر آئے جس غول میں دو سوتھے وہاں سو نظر آئے  
تارے دم شوخی و رزا تو نظر آئے جب جم کے اڑا چارمہ نو نظر آئے  
بجلی تو بلندی پہ شرارے تھے زمیں پر  
خورشید تو زمیں پر تھا ستارے تھے زمیں پر

(مراثی انیس جلد سوم صفحہ ۳۰۲)

### مرتبہ فرات میں:

دو دن سے بے زباں پہ جو تھا آب و دانہ بند دریا کو ہنہنا کے لگا دیکھنے سمند  
ہر بار کانپتا تھا سمٹتا تھا بند بند چکارتے تھے حضرت عباسؑ ارجمند  
ترپاتا تھا جگر کو جو شور آبشار کا  
گردن پھرا کے دیکھتا تھا منہ سوار کا  
چکارتے تھے حضرت عباسؑ نیک نام بس اتنا مضطرب نہ ہوا ہے اسپ تیز گام  
گر تو ہے تشنہ کام تو ہم بھی تشنہ کام پیاسا ہے ذوالجناح شہنشاہ خاص و عام  
اٹھتا ہے شور گریہ محمدؐ کی آل سے  
آگاہ کیا نہیں ہے سیکنہ کے حال سے

عباسؑ نے کہا جو یہ بچوں کا حال زار گردن ہلا کے رہ گیا اسپ وفا شعار  
جب نہر علقمہ میں در آیا وہ نام دار پانی سے تھو تھنی کو اٹھاتا تھا بار بار  
جاں بازی سمند پہ غازی نے رو دیا  
غازی کے منہ کو دیکھ کے تازی نے رو دیا

(مراثی انیس جلد دوم صفحہ ۱۸۸)

چکار کے رہوار کو اُس نہر میں ڈالا لہرایا جو پانی تو ہوا دل تہہ او بالا  
پیاسے تھے جو دو روز سے گھر میں شہ والا مشکیزے کو بھر کر بسر دوش سنبھالا

اسوار جو بے پیاس بجھائے ہوئے نکلا

منہ پانی سے گھوڑا بھی اٹھائے ہوئے نکلا

رستے میں پراباندھے ہوئے فوج کھڑی ہے      رہوار سے فرمایا کہ یہ سخت گھڑی ہے

پانی نہ تلف ہو یہ مجھے فکر بڑی ہے      مشکیزے سے ایک ایک کی آنکھ اب تو لڑی ہے

دل سینے میں بے تاب ہے پیاسوں کے الم سے

مشکیزہ سنبھالوں کہ لڑوں فوج ستم سے

گھوڑے نے کہا ہے ابھی درپیش لڑائی      خیمے تک اس فوج سے مشکل ہے رسائی

حضرت نے تو یاں پیاس بھی آکر نہ بجھائی      اور اس پہ بھری مشک ہے کاندھے پہ اٹھائی

بے پانی پے ضعف سوا ہوئے گا آقا

طاقت ہی نہ ہوئے گی تو کیا ہوئے گا آقا

عباسؑ نے فرمایا کہ اے اسپ و فادار      سیراب علمدار ہو پیاسا رہے سردار

مرجانا تو ہے سہل پہ یہ امر ہے دشوار      فرزند میں اس کا ہوں جو کوثر کا ہے مختار

تو پی لے اگر شدت تشنہ دہنی ہے

اب ہم ہیں یہ انبوہ ہے اور تیغ زنی ہے

گھوڑے نے کہا اے اسد اللہ کے جانی      ہر چند ہے دودن سے مجھے تشنہ دہانی

پر جب نہ پییں آپ تو کیوں کریوں پانی      ہر گز مجھے منظور نہیں پیاس بجھانی

تا خیمہ گیا بیچ کے اگر فوج ستم سے

چار آنکھیں نہ ہوں گی فرس شاہ اُم سے

(مراثی انیس جلد سوم صفحہ ۱۳۱-۱۳۲)

مرتجز کی خوبیاں:

وہ تیغ کی تڑپ وہ تنگ و دو سمنند کی      وحشت ہرن کی تیز پری تھی پرند کی

ترکیب کچھ جدا تھی ہر اک جوڑ بند کی پنہاں ہوا سوار جو گردن بلند کی  
 پریوں کی جان جاتی تھی یال اس کی دیکھ کر  
 طاؤس سر جھکاتے تھے چال اس کی دیکھ کر

دونوں کنوتیاں ہیں کہ پیکان تیر ہیں چاروں سُم اس کے غیرتِ بدر منیر ہیں  
 آنکھوں پہ کیجئے جو نظر بے نظیر ہیں یال ایسے جس کے پچ میں پریاں اسیر ہیں  
 سرعت میں اس سے طیر کونست نہ تیر کو  
 نرمی یہ جلد میں کہ خجالت حریر کو

چھتے کی جست شیر کی چتون ہرن کی آنکھ شرمائے جس سے آہوئے چین و سخن کی آنکھ  
 پڑتی تھی یوں حریف پہ اس صف شکن کی آنکھ لڑتی ہے جیسے جنگ میں شمشیر زن کی آنکھ  
 راکب شجاع تھا تو فرس بھی دلیر تھا  
 گھوڑا پروں میں تھا کہ غزالوں میں شیر تھا

بجلی صفوں میں کوند رہی تھی دم جدل ہل چل میں ہر پرے یہ پرا تھا تو ڈل پہ ڈل  
 وہ تھوٹی وہ آنکھ وہ سُم وہ کمر کفل دیکھنا آج تک کہ مڑے اس طرح سے کل  
 عالم تھا تن کی بو میں گلوں کی شمیم کا  
 موڑا جدھر نکل گیا جھونکا نسیم کا

چکار کر یہ کہتے تھے عباس نیک خو حق وفا جو ہے وہ ادا کر چکا ہے تو  
 پامال فوج ہو چکی اب چل کنار جو بس اب نقطہ ہے مشک کے بھرنے کی آرزو  
 ماتم پنا ہے گھر میں شہ مشرقین کے  
 پانی بغیر مرتے ہیں بچے حسین کے

### مرتبجہ اور ذوالجناح:

پانی سے منہ اٹھائے جو تھا اسپ سر بلند ڈھیلا کیا دلیر نے خود جھک کے زیر بند  
 بولا ہلا کے سر کو سمند وفا پسند پیاسا ہے ذوالجناح شہنشاہ ارجمند  
 حیواں تو ہوں حضور! یہ خوش اعتقاد ہوں

میں بھی تو ابنِ فاطمہ کا خانہ زاد ہوں  
 فرمایا آپ نے مرے غم خوار مرجا ڈگتا نہیں کبھی قدم صاحبِ وفا  
 تو اپنی خانہ زادی کا حق کر چکا ادا پیشِ خدا بزرگ ہے صابر کا مرتبا  
 پانی سے اے فرس تجھے جب اجتناب ہو  
 سیراب کس طرح پسر بوتراں ہو

(مرثیہ انیس جلد چہارم صفحہ ۱۷۲)

### مرتبجہ حضرت عباسؓ کی شہادت کے بعد:

ناچار لاش چھوڑ کے اٹھے امام دین مشک و علم کو لے کے چلے اکبرِ حزیں  
 کوتل تھا ساتھ اسپ علمدارِ مہ جبین باگیں کئی تھیں تیغوں سے ڈھلاکا ہوا تھا زین  
 لنگی ہوئی تھی تیغ و سپر بھی دلیر کی  
 پرخوں زرہ سمند پہ رکھی تھی شیر کی

ماتھا لہو سے ڈوبا ہوا تھو تھنی فگار سینہ بھی سب چھنا ہوا گردن بھی زخم دار  
 گردن پھرا کے تکتا تھا دریا کو بار بار یعنی پڑا ہے دشت میں تنہا مرا سوار

خادمِ برہنہ سر لیے آتا ہے اس طرح

دلدل کو لوگ لاتے ہیں مجلس میں جس طرح

(مرثیہ انیس جلد چہارم صفحہ ۱۷۶)

کتاب ”سرور المؤمنین“ میں حکایت اسب ”عقاب“ بدایں نوح مرقوم ہے۔ عقاب  
جناب رسالت مآب کی سواری کا گھوڑا تھا۔ بعد وفات سرور کائنات کسی کو سواری نہ دیتا

تھا۔ جب یہ اسب وراثتاً حضرت امام حسینؑ کو ملا، حضرت نے کسی باغ کی سیر کا ارادہ  
کیا اور احباب و اعزاء کو ساتھ لیا تمام گھوڑے اضطبل سے تیار ہو کر سامنے آئے، عقاب  
پر بھی زین کسا گیا، حضرت نے سکوت فرمایا اس لیے کہ آپ کو معلوم تھا کہ وفات سرور  
کائنات کے بعد عقاب نے کسی کو سواری نہ دی تھی۔ دفعتاً ندائے غیب آئی حسینؑ تم  
اپنے بھائیوں اور اولاد عقیل اور اسبے فرزندوں سے کہو کہ عقاب پر سوار ہوں، منقول  
ہے کہ جو بزرگ عقاب پر سوار ہونا چاہتا تھا عقاب بدرکابی کرتا تھا اور اپنی پشت پر کسی کو  
سوار نہ ہونے دیتا تھا۔ حضرت علی اکبرؑ نے بھی قصد سواری فرمایا۔ عقاب نے شکل ہم  
شکل رسولؐ دیکھ کر اپنی گردن جھکا دی اور خود قریب آ کر بولنے لگا۔ گویا وہ مشتاق سواری  
تھا۔ حضرت علی اکبرؑ اس پر سوار ہوئے، عقاب علی اکبرؑ کی سواری میں رہا یہاں تک کہ  
عقاب ہی پر حضرت علی اکبرؑ خیمے سے رخصت بھی ہوئے۔

مذکورہ بالا روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی اکبرؑ فن اسب رانی میں  
مہارت تامہ رکھتے تھے اس لیے کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جانور سواری نہیں دیتا اور بعض  
اشخاص جن کی دور رس نگاہیں سبب بدرکابی معلوم کر لیتی ہیں باسانی اس پر سوار ہو جاتا  
ہے نیز اس واقعہ سے حضرت علی اکبرؑ کی عظمت کا ایک پہلو یہ بھی نمایاں ہوتا ہے کہ جانور  
بھی آپ کی عزت و توقیر کرتے تھے ان کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ حضرت علی اکبرؑ کے سامنے  
بدرکابی کر سکیں، اس کا سبب اگر محض شباہت رسولؐ کو سمجھا جائے اور یہ مان لیا جائے کہ  
گھوڑے نے ہم شبیہ رسولؐ کو دھوکے میں رسولؐ بھی سمجھ لیا اور سواری دینے پر آمادہ ہو گیا



تو بھی حضرت علی اکبرؑ کی فضیلت کے لیے کافی ہے۔ کوئی رسولؐ مقبول کا ایسا شبیہ بھی تو ہو جسے جانور بھی رسولؐ سمجھنے پر مجبور ہوں، نیز اس واقعہ میں صدائے غیب کا آنا بتا رہا ہے کہ یہ امور من جانب اللہ تھے قدرت بھی حضرت علی اکبرؑ کی فضیلت کو اجاگر کرنا چاہتی تھی۔

عقاب مشہور شکاری پرند کو کہتے ہیں ابن شہر آشوب نے اس نام کا راہوار حضورؐ کے اصطبل میں تسلیم کیا ہے اور علامہ کاشفی کی تحقیق ہے کہ یہ گھوڑا روزِ عاشور حضرت علی اکبرؑ کی سواری میں تھا۔ ایک طرف تو شہزادہ علی اکبرؑ کی سواری کے سلسلے میں ذوالجناح کا نام آیا ہے ممکن ہے کہ ذوالجناح اور عقاب ایک ہو اور تیز روی نے یہ لقب دیا ہو۔ شہر تیز رفتار گھوڑے کو عقاب سے مثال دیتے ہیں۔ میر انیس فرماتے ہیں (گھوڑے کی تعریف میں)۔

سیماب تھا زمیں پہ فلک پر سحاب تھا دریا میں موج تھا تو ہوا پر عقاب تھا  
رخصت شہزادہ علی اکبرؑ کے حال میں ہے۔ جب ان کو اذن جہاد مل چکا امام نے اپنے ہاتھ سے فرزند کے جسم پر آلاتِ حرب آراستہ کئے۔

”حضرت علیؑ کا پکا اُن کی کمر میں باندھا، غولادی خود اُن کے سر مبارک پر رکھا اور اپنے گھوڑے عقاب پر سوار فرمایا، حضرت علی اکبرؑ کا گھوڑا حرم سرا سے اس قدر قریب آ گیا تھا کہ خواتین کے رخصت کرنے میں بے پردگی کا ڈرنہ تھا۔ ماں اور بہنیں علی اکبرؑ کی رکابوں اور باگ سے لپٹ گئیں۔ آنسوؤں کی جگہ آنکھوں سے خون بہہ رہا تھا یہ تلاطم دیکھ کر امام نے فرمایا کہ علی اکبرؑ سے ہاتھ اٹھاؤ وہ سفرِ آخرت پر تیار ہیں۔

(روضۃ الشہداء، ملاح کاشفی)

عقاب کا شجرہ:

موج بن میمون بن ریح، امر اللہ تعالیٰ قال کن فکان بامرہ (بحار الانوار)

عقاب نامی گھوڑے کا نسب اور رسول خدا کا اس پر سوار ہونا

اور کر بلا میں حضرت علی اکبر کی عقاب پر سواری

علامہ صدر الدین قزوینی، ریاض القدس جلد دوم میں لکھتے ہیں:-

شاذان جبرئیل مئی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا یہ گھوڑا عقاب نامی منفرد تھا۔ اس گھوڑے کو سیف بن ذی یزن نے حضرت رسول خدا کے لیے بھیجا تھا۔ (اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ گھوڑا بہت عالی نسب تھا کہ بادشاہ دین دنیا کی نذر کیا گیا) کتاب انیس العہد میں اس کے بارے میں یہ تشریح و وضاحت تحریر کیا جا چکا ہے سردست اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ سیف نے یہ گھوڑا آنحضرت کو بھیجا اس وقت آنحضرت کا سن مبارک پانچ سال کا تھا اور عقاب کی عمر زیادہ تھی۔ اس کا نسب یہ ہے کہ عقاب بن نیزوب بن قابل بن بطل بن زادا الراکب بن الکفاح بن الجناح بن موج بن میمون بن ریح۔ جب آنحضرت اپنی پانچ سالہ عمر میں اس پر سوار ہوئے اور آپ نے حلقہ رکاب میں قدم رکھا تو اس گھوڑے نے ارزاہ فخر و مباہات اظہار مسرت کیا اور گھوڑے نے اس طرح دونوں ہاتھ بلند کئے۔ علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ فان تشط من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ گھوڑے کا دونوں ہاتھ بلند کرنا اس کے انبساط و خوشی کی نشانی تھا کیونکہ جانور آنحضرت کو پہچانتا تھا۔ لیکن جب گھوڑے نے اس طرح ہاتھ بلند کئے تو آنحضرت کے چچا وغیرہ پریشان ہوئے اور یہ خیال ہوا کہ مبادا آنحضرت کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ سب کے سب گھوڑے کے نزدیک پہنچے کہ اسے سرکشی سے روکیں تو آنحضرت نے فرمایا کہ تم لوگ پریشان و مضطرب نہ ہو

یہ گھوڑا وجد دوسرے عالم میں ہے اس لیے کہ میں اس پر سوار ہوں۔ کسی قسم کا خوف نہ کرو۔ یہ واقعہ روز عاشورا حضرت علی اکبرؑ کے عقاب پر سوار ہونے سے ملتا جلتا ہے۔ جب شہزادہ علی اکبر علیہ السلام روز عاشورا عقاب پر سوار ہوئے دوسری رکاب گھوڑے کے سموں سے ملی ہوئی تھی۔ اس وقت مخدرات اور تمام لوگوں نے خوف کیا کہ مبادا حضرت علی اکبرؑ کو گھوڑا نہ گرا دے۔ وہی گھوڑا تھا کہ جو سیف بن ذی یزن نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہرہ کیا تھا۔ اور واقعہ کربلا تک اس گھوڑے کی عمر کم از کم ایک سو دس سال ہوتی ہے۔ سوال ہو سکتا ہے کیا گھوڑے کی عمر اتنی ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خصوصیات نبوت و ولایت کا اثر ہے کیونکہ جب صاحب نبوت و ولایت عمر رسیدہ گھوڑے پر سوار ہو تو وہ جوان ہو جاتا ہے۔ آنحضرتؐ کے بعد عقاب نامی گھوڑا حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی سواری میں رہا جو شاہ ولایت ہیں بعد حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی سواری میں رہا جو سردار جوانان جنان ہیں اور آپ کے بعد یہی گھوڑا حضرت امام حسین علیہ السلام کی سواری میں رہا جب کہ حسینؑ بھی جوانان جنان کے سردار ہیں۔ اور روز عاشورا مجرم امام حسین علیہ السلام نے اس گھوڑے کو حضرت علی اکبرؑ کی سواری کے لیے مخصوص فرمایا یہ گھوڑا ہر ایک بات بوجہ فراست سمجھتا تھا مثلاً یہ کہ جب حضرت علی اکبرؑ کے فرق مبارک پر تلوار لگی اور سر ہکا فٹہ ہو گیا تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ گھوڑے کی گردن میں ڈال دیئے تھے گھوڑا بفرست سمجھ گیا کہ اس وقت حضرت علی اکبرؑ کی یہ خواہش ہے کہ کسی عنوان خیمہ تک پہنچ جائیں چنانچہ گھوڑے نے خیمہ کا رخ کیا لیکن کثرت لشکر کی وجہ سے اُسے راستہ نڈل رکا۔ وہ لشکر کی طرف لے گیا اور لشکر عمر بن سعد نے حضرت علی اکبرؑ کو تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور گھوڑے کو بھی دشمنوں نے تیروں سے زخمی کر دیا تھا لیکن

اس کے باوجود گھوڑے نے اس وقت جنبش نہیں کی جب تک کہ شہزادہ علی اکبر زمین پر نہ گرے اور گھوڑا دشمنوں کو برابر ہٹاتا رہا اور جب امام حسینؑ قتل میں پہنچے ہیں تو لاش علی اکبرؑ نہ ملی آپ فریاد کر رہے تھے کہ اے علی اکبرؑ، لاش پر پہنچنے کو تمام ارباب مقاتل نے لکھا ہے مگر کس نے یہ نہیں لکھا کہ امام حسینؑ اس وقت گھوڑے پر سوار تھے یا پیادہ پیادہ تھے۔ لیکن صدر الدین قزوینی کہتے ہیں کہ والد مرحوم نے تحریر کیا ہے کہ امام حسینؑ پیادہ پیادہ تھے اور علی اکبرؑ علی اکبرؑ کہہ رہے تھے ہر طرف دیکھتے تھے مگر علی اکبرؑ نظر نہیں آتے تھے۔ روضہ الشهداء میں ہے کہ ناگاہ آپ کی نظر عقاب پر پڑی یعنی آپ نے حضرت علی اکبرؑ کے گھوڑے کو دیکھا کہ زین خالی ہے۔ حضرت امام حسینؑ نے عقاب سے سوال کیا کہ میرا علی اکبرؑ کہاں ہے۔ میرے علی اکبرؑ کو کہاں چھوڑا ہے۔ گھوڑے نے نشاندہی کی اور آپ لاش علی اکبرؑ پر پہنچے۔ چند لمحہ علی اکبرؑ کے جسم پر لگے ہوئے زخموں کو دیکھا پھر علی اکبرؑ کا سر اٹھایا اور اپنے زانو پر رکھا۔ (ریاض القدس، جلد دوم، ص ۶۹-۷۲)

حضرت علی اکبرؑ کا مرکب عقاب سے زمین پر گرنا

اور امام حسینؑ کا پہنچنا

علامہ صدر الدین قزوینی، ریاض القدس جلد دوم میں لکھتے ہیں:-

جب حضرت علی اکبر علیہ السلام اپنے مرکب عقاب نامی سے زمین پر گرے۔ وَ افرش المضمار وارتفع الغبار رفق بطرفه الى الخيام وصاح الى الامام يا ابنة عليك ومني السلام جب کہ شہزادہ علی اکبرؑ زین فرس سے زمین پر گرے اور میدان کارزار سے گرد و غبار کم ہوا تو آپ نے خیم کی طرف نگاہ کی کافی فاصلہ پر خیم تھے نہ روے پد نظر آیا اور نہ کوئی دوسرا آدمی نظر آیا۔ حسرت کے ساتھ

ایک آہ سوزاں کھینچی اور صیحہ کیا۔ یعنی زور سے پکارا بلند آواز کے ساتھ پکارا کہ۔ اے بابا میرا اسلام ہو آپ پر۔ خدا حافظ اب علی اکبر کا دم آخر ہے۔ امام حسینؑ نے خیام کے صدر دروازہ پر آواز سلام علی اکبر سنی فرمایا۔ و عليك السلام ولدی قتل اللہ قتلوك اے نورِ نظر تم پر بھی میرا سلام ہو جنہوں نے تجھے قتل کیا ہے خدا ان کو قتل کرے۔ پس آپ بہ عجلت تمام مقتل میں پہنچے۔ بروایت روضہ الشهداء حضرت امام حسینؑ نے ہر طرف علی اکبرؑ کو دیکھا۔ ناگاہ عقاب علی اکبرؑ پر نظر پڑی۔ فرماتے ہیں اے عقاب میرا فرزند کہاں ہے تو مجھے میرے بیٹے تک پہنچا دے۔ ایک مرتبہ حضرات حسینؑ خوش کردار زمانہ رسولؐ میں گم ہو گئے تھے تو ہرن نے آکر خبر دی تھی اور آنحضرتؐ جا کر خبر آہو پر امام حسنؑ و حسینؑ کو لائے ہیں اسی طرح عقاب نے بھی حضرت علی اکبرؑ کی نشاندہی کی امام حسینؑ بھی جو ان فرزند تک پہنچے دیکھا کہ ہر طرف سے لشکر کوفہ کے لوگ گھیرے ہوئے ہیں۔ آپ نے صیحہ کیا اور وہ ملعون لاش علی اکبرؑ سے ہٹ گئے اور دُور دُور چلے گئے۔ (ریاض القدس، جلد دوم، ص ۶۰-۶۱)

حجۃ الاسلام محمد بن محمد الشہیر المقدس زنجانی ”مفتاح الجنۃ“ میں لکھتے ہیں:-

عقاب نامی گھوڑا جو امام حسین علیہ السلام کے کڑیل جوان بیٹے علی اکبرؑ کی سواری کے لیے مخصوص تھا۔ جب لشکر کفار نے شبیہ بیہر کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور آجنباب کے بدن نازنین پر حملہ پر حملہ کرنے لگے جب کہ خیمہ گاہ جانے کا راستہ بھی روک دیا تھا تو مجبوراً یہ عقاب نامی گھوڑا نور چشم مصطفیٰؐ پارہ جگر علی مرتضیٰؑ اور نورِ نظر حضرت فاطمہؑ زہرا کو لشکر عمر بن سعد میں لے گیا۔ پس موقع غنیمت پاتے ہی اہل کوفہ و شام یکبارگی اس جوان پہ ٹوٹ پڑے ہر طرف سے حملہ پر حملہ کرنے لگے اہل عزا اسی جوان کے متعلق اہل بیتؑ رسولؐ فرماتے ہیں: کنا اذا شتقنا الی زیارة رسول

اللہ فنظرنا الی وجہک۔ (ترجمہ) ہم سب اہل بیتؑ جب جدِ نامدار رسول اللہ کی زیارت کے مشتاق ہوتے تو ہم علی اکبرؑ کے چہرے کو دیکھ لیتے۔ آہ واویلا حسینؑ کے ستم رسیدہ بیٹے پر تیغ و تیر اور تیغ و تیغ کے وار کئے گئے جس سے آس جناب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ یوں بھی منقول ہے کہ جب باوفا عقاب نامی گھوڑے نے دیکھا کہ کفار ہر طرف سے ٹوٹ پڑے ہیں اور اس کا مالک شمشیروں اور نیزوں میں گھر چکا ہے۔ میں ایسا کیوں نہ کہوں کہ عالم معنی میں اسپ و فادار کے دل پہ الہام الہی ہوا کہ اے عقاب میرے اس نوجوان کو جلد از جلد یوسف خوار درندوں کے چنگل سے آزاد کرائیں۔ پس یہ سنتے ہی وہ علی اکبرؑ کو دُور جنگل کی طرف لے گیا یہاں تک یوسف زہرا امام مظلومؑ کی نظروں سے اوجھل ہو گیا آخر کار ہنگام شہادت کی گھڑیاں آپہنچیں ستم رسیدہ باپ کے کانوں میں یا ابا درکنی کی صدا گوش زد ہوئی تو شہیدان گھوڑے کو ایڑھ لگاتے ہوئے مقتل میں پہنچے دیکھا کہ علی اکبرؑ کا گھوڑا میدان سے دور جا پہنچا تھا جس کی زین اور باگیں خون آلود تھیں اور خود آہ و نالہ و فریاد کر رہا تھا۔ کبھی نصرتِ طلبی کا استغشا کرتا اور کبھی خیامِ حسینی کی طرف اپنی آواز میں یہ کہتا کہ یہ گروہ اشقیاءِ فرزند زہرا کے قتل کے درپے ہیں۔ (مفتاح الجہد، ص ۱۵۳-۱۵۴)

خطیبہ اہل بیتؑ سیدہ محسنہ بیگم نقوی اعلیٰ اللہ مقامہا ”مجالس محسنہ“، جلد اول میں لکھتی ہیں:-

کتاب سرور المؤمنین میں منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت وفات جو تیرکات آپ کے پاس موجود تھے اپنے جانشین امیر المؤمنین کو بلا کر عنایت کیے اس میں سے بعض کی تفصیل یہ ہے خود وزرہ ذات الفصول دنامہ و دو ملبوس خاص ایک شب معراج اور ایک جنگ احد میں جسے زیب بدن کیا تھا اور ردا نقہ ایک

صہبا اور دوسرا غصبا اور دو گھوڑے ایک عقاب ایک ذوالجناح اور ایک انگشتری ایک ذوالفقار اور یعضو دراز گوش۔ الحاصل منقول ہے کہ بعد وفات سید کائنات دو جانوروں نے حضرت کے صدمہ مفارقت سے اپنی جان دی ایک تو یعضو کہ اس نے اپنے تئیں کنویں میں گرادیا کہ وہی اس کا دفن ہوا۔ دوسرے غصبا کہ اس نے ترک آب و دانہ کر کے اپنے تئیں ہلاک کیا۔ جناب سیدہ نے اسے گڑھا کھدوا کر دفن کر دیا اور حکایت عقاب کی صاحب سرور المؤمنین یوں لکھتے ہیں کہ جب وہ گھوڑا امام حسینؑ کو ارث میں پہنچا ایک دن دوستوں اور عزیزوں کے ساتھ آپ نے باغ کا ارادہ کیا سب گھوڑوں کے ساتھ تیار ہو کر وہ بھی حاضر ہوا حضرت نے اسے دیکھ کر سکوت فرمایا اس واسطے کہ آپ جانتے تھے کہ بعد وفات جناب رسول خدا عقاب نہیں چاہتا کہ کوئی اس پر سوار ہو ہاتھ نے آواز دی کہ یا ابا عبد اللہ تم جناب امیر اور عقیل کی اولاد اور اپنے فرزندوں کو کہو اس پر سوار ہوں دیکھو کس کی سواری کو پسند و قبول کرتا ہے۔ راوی کہتا ہے جو بزرگوار سوار ہونے کا قصد کرتے تھے عقاب بدر کابی کرتا تھا تا آنکہ جناب علی اکبرؑ نے قصد کیا۔ اس مرکب نے ہمیشگی نبی کو دیکھ کر گردن جھکادی اور خود قریب آ کے خوش ہو کے بولنے لگا گویا ان کی سواری کا مشتاق تھا۔ بہر حال جب شاہزادہ سوار ہوا سب عزیز و احباب تو مسرور ہوئے مگر جناب امام حسین علیہ السلام کچھ سوچ کے بے اختیار رونے لگے۔ اصحاب نے عرض کی خوشی کے وقت رونے کا کیا سبب ہے آپ نے فرمایا مجھے خیال آ گیا کہ آج تو یہ عقاب پر چڑھے ہیں اور چچا بھائی ان کے خوش ہوتے ہیں ایک دن وہ ہوگا کہ یہی فرزند سینہ پر برچھی کھا کر اسی گھوڑے کی پشت سے زمین پر گرے گا اور ہزاروں دشمن گرد کھڑے خوش ہونگے اس وقت چچا و بھائیوں میں کوئی خوش نہ ہوگا سب کے سب پہلے ہی شہید ہو چکے ہونگے۔ میں خود ان کی میت کو تابوت کے بدلے

اسی گھوڑے پر رکھ کر قتل سے خیر گاہ میں لاؤں گا (جلاس مجسٹریٹ جلد اول صفحہ ۱۵۱)

حضرت علی اکبر کا گھوڑا ”عقاب“ میرا نیس کی نظر میں

عقاب کی خوبیاں:

لکھتا ہے ادھم قلم اب سرعت عقاب نعل اس کے ماہ نو ہیں تو سم رشک آفتاب  
پستی میں سیل ہے تو بلندی میں ہے سحاب سرعت میں برق گرم روانی میں جوئے آب

اڑنے میں اس فرس کو پرندوں پہ اوج ہے

اک شور تھا قدم نہیں دریا کی موج ہے

افزوں ہے زلف حور سے خوشبو آیاں کی دیکھیں تو لیں بلائیں صدا بال بال کی  
پریاں خرام میں شاگرد چال کی غصے میں جست شیر کی شوخی غزال کی

وہ حُسن تن پہ ساز کا جو بن براق کا

دُلڈل کے ہاتھ پاؤں تو چہرہ براق کا

(مراثی انیس جلد چہارم صفحہ ۱۹۰)

سنا جما اڑا ادھر آیا ادھر گیا چکا پھرا جمال دکھایا ٹھہر گیا

تیروں سے اڑ کے برچھپوں میں بے خطر گیا برہم کیا صفوں کو پروں سے گزر گیا

گھوڑوں کا تن بھی ٹاپ سے اُسکے ڈگار تھا

ضربت تھی نعل کی کہ سرو ہی کا وار تھا

وہ جست و خیز و سرعت و چالاکی سمند سانچے میں تھے ڈھلے ہوئے سب اس کے جوڑ بند

سم قرص ماہتاب سے روشن ہزار چند نازک مزاج و شوخ و سیہ چشم و سر بلند

پتلی جدھر سوار نے پھیری وہ مڑ گیا

اترا وہ برق بن کے پری ہو کے اڑ گیا



جرات میں رشک شیر تو ہیکل میں پیل تن      پوئی کے وقت بک دری جست میں ہرن  
 بجلی کسی جگہ تو کہیں ابر قطرہ زن      بن بن کے آنے جانے میں طاؤس کا چلن  
 سیما تھا زمین پہ فلک پر سحاب تھا  
 دریا پہ موج تھا تو ہوا پر عقاب تھا  
 غصے میں آنکھریوں کے ایلنے کو دیکھئے      بن بن کے جھوم جھوم کے چلنے کو دیکھئے  
 سانچے میں جوڑ بند کے ڈھلنے کو دیکھئے      تھم کر کنوتیوں کے بدلنے کو دیکھئے  
 وہ تھوٹھنی کہ غنچہ سون سے تنگ تر  
 وہ آنکھریاں نجل ہوں ہرن جن کو دیکھ کر

(حیات انیس صفحہ نمبر ۲۰۱)

عقاب میدان جنگ میں:

بجلی سا ہر اک صف سے نکل جاتا تھا گھوڑا      تھا سایہ زلفِ علی اکبر اُسے کوڑا  
 سرکٹ کے گرا جس کا اُسے ٹاپ سے توڑا      ماتھے پہ لگے تیر، پہ منھ اُس نے نہ موڑا  
 اڑتا ہوا یوں فوج کے انبوہ سے نکلا  
 معلوم ہوا کبک دری کوہ سے نکلا  
 یہ صف ہوئی پامال تو اس صف میں در آیا      طاؤس خیال اُس سے نہ سرعت میں بر آیا  
 یاں سے جو گیا واں تو ادھر سے ادھر آیا      نظروں سے چھپا گاہ تو گاہے نظر آیا  
 اڑنے میں مہک گل کی تن صاف سے آئی  
 ہر غول میں غل تھا کہ پری قاف سے آئی

(مراثی انیس جلد دوم صفحہ ۲۷۰)

عقاب کی رفتار:

نازک مزاج و سترن اندام و تیز رو      گردوں سیر، بادِ سہ پہا، برق دو

اس کا نہ اک قدم نہ زقندیں ہرن کی سو      دو روز سے نہ کاہ ملی تھی اُسے نہ جو  
 رفتار میں ہوا تھا اشارے میں برق تھا  
 سرعت میں کچھ کی تھی نہ چھل بل میں فرق تھا  
 صرصر سے تند بوسے سبک رو ہوا سے تیز      چالاک فہم و فکر سے ذہن رسا سے تیز  
 طاؤس و بک و نسترد عقاب و ہما سے تیز      جانے میں اڑ کے ہڈ ہڈ شہر سبا سے تیز  
 ذی جاہ تھا سعید تھا فیروز بخت تھا  
 زہوار کیا ہوا پہ سلیمان کا تخت تھا

### عقاب کی خوبیاں:

سوسو کا سراک ضرب میں کٹتے نہیں دیکھا      یوں غیض میں شیروں کو چھنتے نہیں دیکھا  
 بڑھ کر کبھی جرار کو ہٹتے نہیں دیکھا      گھوڑے کو کسی باگ پہ پھٹتے نہیں دیکھا  
 جب ہاتھ اٹھا برچھیوں پھر آتا ہے گھوڑا  
 پتلی کے اشارے کو سمجھ جاتا ہے گھوڑا  
 آفت میں زمانہ تھا تلاطم میں خدائی      چلاتی تھیں پریاں کہ سلیمان کی دہائی  
 دکھلا گئی تیغ اپنی برش سر پہ جب آئی      ہر صف کو دکھا دیتا ہے ہاتھ اپنی صفائی  
 وہ چور تھا ٹاپوں سے جو تو سن پہ چڑھا تھا  
 اسوار تو اسوار فرس رن پہ چڑھا تھا  
 ہر نعل تھا غیرت وہ تیغ صفہائی      جب ٹاپ پڑی خاک سے پیدا ہوا پائی  
 کف منہ سے گرایا یہ غضب کی تھی نشانی      تیزی یہ ہوا میں تھی نہ دریا میں روانی  
 یوں رکھتا تھا آہستہ قدم دوش صبا پر  
 بوئے گل جاتی ہے جس طرح ہوا پر

سرعت میں تنگ و دو میں چھلاوے سے زیادہ باگ اس کی تھی کیا جو دل راکب کا ارادہ  
 دریا پہ سمجھتا تھا ہر اک موج کو جاوہ تیار کفل ، تنگ کمر ، سینہ کشادہ  
 شعلہ ہوا لپکا جو ذرا غیظ میں آ کے  
 بجلی کی رگیں آگ کا دم پاؤں ہوا کے

جب خاک پہ جنگل میں قدم رکھتا تھا تن کے سر اپنا چلک دیتے تھے طاؤس چمن کے  
 رشک مہ نو گردن پر نور کے منے جب جم کے اڑاؤ تو اڑے ہوش ہرن کے  
 پامال ہوا جاتا تھا دل کبک وری کا  
 گھوڑے کی اچانک کہ جھمکرا تھا پری کا

گر لاکھ مدد گردش ایام کو پہنچے کب سرعت شبیز سبک گام کو پہنچے  
 واں پہنچے یہ اور صبح نہ اتمام کو پہنچے جس بن میں نسیم سحری شام کو پہنچے  
 وقفہ کہیں یہ اسپ سبک پے نہیں کرتا  
 خورشید بھی منزل کوئی یوں طے نہیں کرتا

گر آگ کہوں، آگ یہ سرعت نہیں رکھتی گر کہیئے ہوا وہ یہ حرارت نہیں رکھتی  
 گر برق کہوں برق یہ جودت نہیں رکھتی گر حور کہوں، حور یہ صورت نہیں رکھتی  
 یاں قدر نہ بجلی کی نہ کچھ پیک ہوا کی  
 بس خاتمہ اس پر ہے کہ قدرت ہے خدا کی

پریوں کی بھی اس طرح سواری نہیں چلتی ان پھرتیوں سے باد بہاری نہیں چلتی  
 اس زور سے تلوار دو دھاری نہیں چلتی چلتے ہیں قدم یوں کہ کٹاری نہیں چلتی  
 دو گام بھی ساتھ اس کے فرس چل نہیں سکتا  
 اس طرح یہ چلتا ہے کہ بس چل نہیں سکتا

(مراثی انیس جلد اول صفحہ ۱۹۶-۱۹۷۔ شیخ غلام علی لاہور)

## ﴿۴﴾ میمون:

عرب میں سواری کے لئے گھوڑے خریدنے پر یہ بھی دیکھا جاتا تھا کہ مالک کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچا اور وہ گھوڑا بہت عزیز سمجھا جاتا تھا جس کے ملکیت میں آنے کے بعد سوار کو کسی فرحت و انبساط کا سامنا ہو۔ یہ گھوڑا پہلے مالک کے لئے مبارک قدم ثابت ہوا تھا اس لئے اس کو میمون کہتے تھے۔ ابو اسحاق اسفرائینی نے اپنے مشہور مشکل میں اقوال مورخین پر خصوصی توجہ دی ہے اور اس کی رائے ہے کہ روزِ عاشورہ یہی گھوڑا آخری سواری میں تھا الاصح میمون زیادہ سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ وقت شہادتِ مظلوم کر بلا میمون پر سوار تھے اور درخیمے پر یہی گھوڑا آیا اور خیر شہادتِ حرم میں پہنچی۔ اس سلسلے میں اسفرائینی نے گیارہ شعر میمون سے خطاب کر کے اہل حرم کے نقل کئے ہیں یہ نوحہ بہ خوفِ طول نقل نہیں کئے جاتے (ملاحظہ ہو نور العین فی مقتل الحسین صفحہ ۴۰ طبع مصر) عماد زادہ اصفہانی نے لکھا ہے کہ ”میمون“ ختمی مرتبت کا ایک گھوڑا تھا جس کا رنگ حنائی یا سبزہ تھا۔ عاشورہ کے دن امام حسینؑ نے میمون کو حضرت قاسمؑ کی سواری کے لیے عطا کر دیا تھا۔

حضرت قاسمؑ کا گھوڑا ”میمون“ میر انیس کی نظر میں:

چمکا کے تیغ تیز جو قاسم سنبھل گئے

سمجھا جو کچھ فرس کے بھی تیور بدل گئے

مانند شیر غیظ میں آیا وہ پیل تن آکھیں اہل پردین طغیان آہوئے منتن

ماری زمیں پہ ٹاپ کہ کرزا تمام بن چلائے سب کہ گھوڑے پہ بھی اوچڑا ہے دن

میخیں زمیں کی اس کی تگاپو سے ہل گئیں

دونوں کنتیاں بھی کھڑی ہوئے لہل گئیں

فرز نفس کی آتی تھی نتھوں سے جب صدا کہتے تھے لوگ سب کہ ہے زرف یہ بادیا  
 دشمن کو گھورتا ہے دہانا چبا چبا غل تھا کہ بس فرس ہو تو ایسا ہو باوفا  
 دشمن کو کیا نبرد میں بچنے کی آس ہو  
 لڑ لے کٹاریاں یہ فرس جس کے پاس ہو

چھل بل دکھائی فوج کو دوڑا تھا اڑا صورت بنائی جست کی سمٹا جما اڑا  
 دیکھی زمیں کبھی کبھی سوئے سا اڑا مثل سمند بادشہ انما اڑا  
 جن تھا پری تھا سحر تھا آہو شکار تھا  
 گویا ہوا کے گھوڑے پہ گھوڑا سوار تھا

دونوں طرف سے چلنے لگے وار یک یک دو بجلیاں دکھانے لگیں ایک جا چمک  
 تگنے لگے فلک کے درپوں سے سب ملک اک زلزلہ تھا اوج ثریا سے تامک  
 چہرے پہ آفتاب کے مقل کی گرد تھی  
 یہ خوف تھا کہ دھوپ کی رنگت بھی زرد تھی

ہر بار جائین سے ہوتے تھے وار رد تھا حرب و ضرب میں وہ شتی بھی بلائے بد  
 جب بڑھ کے وار کرتا تھا وہ بانی حسد کہتا تھا بازوئے شہ دیں یا علیٰ مدد  
 یوں روکتے تھے ڈھال پہ تیج جھول کو  
 جس طرح روک لے کوئی شہ زور پھول کو

لایا جو حرف سخت زباں پر وہ بد خصال جھپٹا مثال شیر درندہ حسن کا لال  
 گھوڑے سے بس ملا دیا گھوڑا بصد جلال اتنے بڑھے کہ لڑ گئی اس کی سپر سے ڈھال  
 اوجھڑ گئی کہ ہوش اڑے خود پسند کے  
 گھوڑے نے پاؤں رکھ دئے سر پر سمند کے

عباس نامدار نے پہلو سے دی صدا ہاں اب نہ جانے دیجیو احسنت مرحبا

دشمن کے مار ڈالنے کی بس یہی ہے جا سنتے ہی یہ فرس سے فرس کو کیا جدا  
گھوڑا بھی اس طرف کو ادھر ہو کے پھر پڑا  
مارا کمر پہ ہاتھ کہ دو ہو کے گر پڑا

حضرت عونؓ و محمدؐ کے گھوڑے:

حضرت جعفرؓ طیار کے گھوڑے کا نام ”سبحہ“ تھا۔ جعفر طیار کے اس گھوڑے کا رنگ  
سرخ تھا۔ (القاموس المحیط جلد اول، ص ۲۳۳)

حضور اکرمؐ کے بھی ایک گھوڑے کا نام سبحہ تھا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں گھوڑے ایک  
ہی ہوں اور یہ بھی امکان ہے کہ یہ دو الگ الگ گھوڑے ہوں۔

حضرت جعفرؓ طیار کے گھوڑے حضرت عونؓ و محمدؐ کو وراثت میں ملے ہوں گے اور  
کر بلا میں انہی گھوڑوں پر دونوں شہزادے سوار ہوں گے، میرا نیس نے ان دونوں  
گھوڑوں کی مدح اپنے مرثیوں میں کی ہے۔ (سوانح حیات حضرت جعفر طیار، از ضمیر اختر نقوی)  
جھکنے لگے گھوڑوں سے جو وہ آئینہ خسار مغموم پھرے حضرت عباسؓ علمدار  
تیغوں میں چلے جس شہادت کے طلبگار باگیں جو اٹھائیں تو ہوا ہو گئے رہوار

ساتھ ان کے ہرن جست میں نے گشت میں پہنچے

اڑتے ہوئے طاؤس چمن دشت میں پہنچے

یوں آئے کہ جس طرح نسیم چمن آئے گھوڑے تھے کہ دوا ہوئے چین و سخن آئے

سوز لائے ہوئے دھوپ میں گل پیر بن آئے فوجوں میں ہوا شور کہ وہ صف شکن آئے

شیر آتے ہیں لشکر سے ولی ابن ولی کے

نصرت نے صدا دی کہ نوا سے ہیں علیؑ کے

دو صاعقے لشکر پہ چمکتے ہوئے آئے شعلے تھے کہ آندھی میں لپکتے ہوئے آئے

دو شیر صفِ جنگ کو تلکتے ہوئے آئے دو گل تھے ہوا پر کہ مہکتے ہوئے آئے

تھا شور کہ ہوش اڑتے میں یاں بکب دری کے  
 گھوڑے نہیں جھونکے ہیں نسیم سحری کے  
 وہ گردنیں گھوڑوں کی وہ سُم اور وہ سینے غل تھا کہ یہ سینے کبھی دیکھے ہیں کسی نے  
 چاروں وہ قدم اور وہ رکابوں کے قرینے کرسی کے یہ پائے ہیں تو وہ عرش کے زینے  
 سرعت میں ہے راہ جبل و بحر و صراط ایک  
 بلقیس کا تخت ایک سلیمان کی بساط ایک  
 آہو ہیں کہ سر گرم تگ و دو ہیں زمیں پر دو شیر مہیائے روا رو ہیں زمیں پر  
 نعل ان کے نہیں آٹھ مہ نو ہیں زمیں پر کیلیں نہ کہو اختر پُرضو ہیں زمین پر  
 طاؤس میں جلوہ ہے پہ یہ چال نہیں ہے  
 پریوں کے کھلے بال ہیں یہ یال نہیں ہے  
 کیا دونوں کو اسپان سبک تاز ملے ہیں جانباڑوں کو رہوار بھی جانباڑ ملے ہیں  
 فتراک نہیں پر پرواز ملے ہیں زینت کے لیے ساز خدا ساز ملے ہیں  
 شیروں کا بھی یہ رعب دم جنگ نہیں ہے  
 رستم کا کمر بند ہے یہ تنگ نہیں ہے  
 غصے میں جو ہر بار ٹھہر جاتے ہیں چل کے آنکھوں نے نیا حسن دکھایا ہے اہل کے  
 اس طرح قدم خاک پہ رکھتے ہیں سنبھل کے گر ہاتھ میں ہو جام لبالب تو نہ چھلکے  
 ہر گام پہ اڑ جانے کو تیار ہیں دونوں  
 بچوں کی سواری سے خبردار ہیں دونوں  
 زینوں پہ جو ہیں عرش الہی کے ستارے جب پڑیاں جمتی ہیں تو بھرتے ہیں طرارے  
 خوش فہم ہیں ایسے کہ سمجھتے ہیں اشارے ہیں شاہ سوار آپ ید اللہ کے پیارے  
 کم سن ہیں پہ مرنے پہ کمر باندھے ہوئے ہیں

کس حسن سے رواروں کے سر باندھے ہوئے ہیں

ہر چند ہیں دونوں کے رکابوں سے جدا پاؤں منہ ملتی انھیں قدموں پہ رکھتی جو ہوا پاؤں

ہیں راہِ روِ جادۂ تسلیم و رضا پاؤں کیا ران ہے کیا باگ ہے کیا ہاتھ ہے کیا پاؤں

شوکت جو دکھاتے ہیں سمندوں کو بڑھا کر

حضرت نے سکھایا ہے یہ کاندھوں پہ چڑھا کر

وہ برق یہ صرصر وہ چھلاوا یہ پری ہے وہ آہوئے صحرا ہے تو یہ بک دری ہے

سرعت جسے کہتے ہیں وہ رگ رگ میں بھری ہے ہر گام نئی چال نئی جلوہ گری ہے

نعل ان کے کہیں برق ہیں شمشیر کہیں ہیں

آہو کہیں چھیتے ہیں کہیں شیر کہیں ہیں

گھوڑے ہیں کہ طاؤس شہادت کے چمن کے باریک وہ جلدیں کہ نخل پھول سمن کے

گردن کے منہ نو سے وہ ٹوٹے ہوئے منکے گھونگھٹ میں بھی پیدا ہیں سب انداز لہن کے

دونوں کے پسینے میں بھی سب عطر کی بو ہے

رفار میں گرمی یہ پری زادوں کی خو ہے

(مراثی انیس جلد اول صفحہ ۳۲۶-۳۲۷)

دو بجلیاں سپاہ میں کوندیں فرس بڑھے جس طرح قافلے سے صدائے برس بڑھے

اب کون روکے شیر بڑھے جب تو بس بڑھے مقتل میں بیس ہو کے گرے وہ جو دس بڑھے

بچوں نے زور حق کے ولی کا دکھا دیا

سب رنگ ڈھنگ ضرب علیٰ کا دکھا دیا

وہ ان کے اشہوں کی روارو ادھر ادھر کاوے میں پس کے مر گئے سو سو ادھر ادھر

تابندہ تھے جو آٹھ منہ نو ادھر ادھر پھیلی ہوئی زمین پہ تھی ضو ادھر ادھر



کیلوں سے آشکار تھے جلوے نجوم کے

پریاں تھیں دو کہ پھر رہی تھیں جھوم جھوم کے

کیا دونوں تازیوں کی سبک تازیاں لکھوں      کیونکر رواروی میں خوش اندازیاں لکھوں

کس طرح نیچوں کی سرفرازیاں لکھوں      کیا دونوں شاہزادوں کی جاہازیاں لکھوں

پوتے ہیں کس جری کے خلف کس ولی کے ہیں

اعلیٰ یہ مدح ہے کہ نواسے علیٰ کے ہیں

اسوار آفتاب تو گھوڑے بھی ماہ رُو      سرعت یہ تھی کہ دوڑتا تھا جسم میں لہو

جاندار و خوش رکاب و سعید و خجستہ خو      صاف آتی تھی پسینے سے جن کے وفا کی بُو

ڈھالا تھا جوڑ بند کو سانچے میں نور کے

نازک کلاسیاں تھیں کہ پینچے تھے حور کے

دونوں کنوتیاں ہیں کہ پیکان تیر ہیں      چاروں سُم ان کے غیرت بدر منیر ہیں

آنکھوں پہ کیجئے جو نظر بے نظیر ہیں      یال ایسی جس کے بیچ میں پریاں اسیر ہیں

سرعت میں ان سے طیر کو نسبت نہ تیر کو

زری یہ جلد میں کہ خجالت حریر کو

آئے ادھر سے گر تو ادھر سے نکل گئے      پینچے کنار بحر تو بر سے نکل گئے

مانند برق لشکر شر سے نکل گئے      دو تیر آگے تیر نظر سے نکل گئے

یوں پھر رہے تھے بیچ میں فوج غنیم کے

جیسے سحر کو چلتے ہیں جھوٹے نسیم کے



پانچواں باب

ذوالجنح کے حالات

## .....﴿پانچواں باب﴾.....

- ۱۔ کیا ذوالجناح کا اصل نام مُرْتَجُو تھا؟
  - ☆ ذوالجناح بھی منسوباتِ حسینہ سے ہے
  - ☆ شبیہ ذوالجناح کی ہم نے کچھ قدر نہ جانی۔ افسوس
  - ☆ وفاداری مُرْتَجُو
- ۲۔ ذوالجناح کا تعارف اور وجہ تخلیق
- ۳۔ شجرہ نسب
- ۴۔ ذوالجناح کا رنگ
- ۵۔ ذوالجناح کی لجام
- ۶۔ ذوالجناح کی زین
- ۷۔ ذوالجناح کی رکاب
- ☆ وقتِ رخصتِ حسینؑ حضرت زینبؑ نے رکاب تھامی
- ۸۔ ذوالجناح کے سُم
- ۹۔ ذوالجناح کی طولانی عمر کا راز
- ۱۰۔ ذوالجناح (معجزہ نبیؐ) کر بلا تک کیسے زندہ رہا

# ذوالجناح کے حالات

کیا ذوالجناح کا اصل نام مُرتجز تھا؟

تحقیق: مولانا سید غلام حسین کنتوری اعلیٰ اللہ مقامہ

ذوالجناح بھی منسوباتِ حسینہ سے ہے:

آج ہم اپنے نبی عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک بڑے معجزے کو لکھتے ہیں جو آج تک برابر جاری ہے اور دین اسلام کی سچائی پر پوری دلیل ہے۔ جو کسی طرح مشکوک نہیں ہو سکتی۔

ذوالجناح: جس کو عوام دُلدل بھی کہتے ہیں یہ وہ گھوڑا ہے جس پر ہمارے آقا مظلوم کر بلا روز عاشورہ سوار تھے اور اسی گھوڑے سے آپ زخمی ہو کر زمین پر آئے تھے، چونکہ اس گھوڑے سے پوری نسبت ہمارے جناب امام حسین علیہ السلام کی روزِ اوّل سے تھی جس کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعلیم الہی سے جانتے تھے۔ لہذا جو پیش آمد حضور نے اس سے فرمائی ہے اور تاریخ سے اس کا پتہ ہم کو برسوں کی تلاش سے ملا ہے اس کو ہم نے ایک رسالہ میں جمع کر دیا ہے۔ اس رسالہ کا نام بھی ذوالجناح حسینہ ہے۔ اس رسالہ میں امور مندرجہ ذیل کو ہم نے لکھا ہے۔ جو آج تک یکجا درج تحریر نہ ہوئے تھے۔

(۱) ذوالجناح کا اصلی نام مرتجز ہے۔

(۲) مرتجز ایک مشہور گھوڑا عرب میں اصیل اور نامور تھا اور اس کا نام مرتجز کیوں رکھا گیا۔

(۳) مرتجز کی خریداری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح فرمائی تھی اور کیوں فرمائی۔

(۴) بروز خریداری کون سی کرامت مرتجز کی ظاہر ہوئی جو اور کسی گھوڑے کی دنیا میں نہ ہوئی اور نہ ہوگی:-

سالے کہ نکوست از بہارش پیدا است

(۵) مرتجز سے امام حسین علیہ السلام کا کس روز سے ظاہری تعلق ہوا اور کیوں کر ہوا یہ بھی عجیب واقعہ بلکہ معجزہ ہے۔

(۶) مرتجز نے بروز داخلہ امام حسین علیہ السلام کر بلا میں کیا کار نمایاں کیا جس کی نظیر کسی گھوڑے میں نہیں ملتی۔

(۷) مرتجز نے بروز عاشورہ جو آخری روز سواری امام کا تھا کیسی بہادری اور جاں بازی اور رفاقت کی کہ دریا سے پیاسا نکل آیا۔

(۸) مرتجز کے طول عمر ہونے پر اور پھر ایسی ایسی طاقتوری پر جو جدید اصول علم حیوانی سے ناممکن ہے بعض کا اعتراض ہے اس کا پورا جواب بھی ایسا لکھا ہے کہ آپ بھی وجد کریں گے اور معترض صاحب بھی خوش ہوں گے۔

(۹) مرتجز نے بعد شہادت امام کیا کار نمایاں کیا اور اس کا انجام کیا ہوا اور اب کہاں ہے۔

(۱۰) مرتجز کی شبیہ یعنی ذوالجنح جو ہم بناتے ہیں اور شبیہ سے وہ گھوڑا کیسا ہی بد ہو کیسا ہو جاتا ہے اور کیسے خوارق عادات اس سے ظاہر ہوتے ہیں جن کو ہزاروں آدمی دیکھتے ہیں یہ معجزہ دوامی ہے ہمارے نبی کا۔ درود پڑھو محمد و آل محمد پر۔ اللہم صل علی محمد و آل محمد۔

شبیبہ ذوالجناح کی ہم نے کچھ قدر نہ جانی۔ افسوس:

لیلیٰ را چشتم مجنون باید دید۔ جب کہ عام مومنین کو اس کی خبر نہیں کہ شبیبہ ذوالجناح کا مشبہ بہ کون ہے یعنی کس کی یہ شبیبہ ہے۔ اور جس کی یہ شبیبہ ہے وہ گھوڑا مسکلی بہ مرتجز کیسا تھا اور اس میں خدا نے کیسی کیسی بزرگیاں بہ طفیل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دی تھیں اور یہ شبیبہ جو ہم بناتے ہیں اس گھوڑے سے کیسی بزرگی خاص میں مشابہ ہوتی ہے یا فقط خون افشانی چادر اور تیر اور پیکان لگا کر ذوالجناح سے اس کو مشابہ کر دیتے ہیں تاکہ اس کو دیکھ کر اس گھوڑے کی یاد آجائے جس پر ہمارے امام مظلوم علیہ السلام سوار ہو کر زخمی ہوئے تھے بس عام شبیبہ تو یہی سمجھتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اس کا مطلب گریہ خیزی ضرور حاصل ہوتا ہے اور سچ ہے المعروف بقدر المعرفة جس قدر آدمی کو علم اور شناخت ہوتی ہے اسی قدر کوئی عمل خیر کرتا ہے۔ یہ کام تو علماء کا ہے کہ عوام کو اس گھوڑے کی بزرگیوں سے خبر دیں تب جا کر عوام شبیبہ دلچسپی شبیبہ سے زیادہ کریں۔ آج وہ مبارک دن ہے کہ ہم رسالہ ذوالجناحیہ کی تصنیف سے فارغ ہوئے جس کا ایک کالم عربی اور دوسرا اردو ہے اس میں ہم نے دس بزرگیاں اس گھوڑے کی جو مسکلی بہ مرتجز ہے تاریخ اہل سنت اور شیعہ سے لکھیں اور دو تین شبیبہ مرثیہ کے حالات میں جن سے وہ مشابہ مرتجز کے تھے اور ایک واقعہ عذاب دہی اس ناصیہ عورت کا جو شبیبہ بنا کر گستاخی اور بے ادبی کرتی تھی، سب کو بشہادت انبوہ کثیر تحریر کر دیا اور جو شبہ ان واقعات مشبہ اور مشبہ بہ میں جو دشمنان دین بے دین کے تھے ان کو بھی رد کر دیا اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ ضرور شبیبہ میں کوئی بات مشابہت کی ہوئی براہ عقل واجب ہے۔ اب اس رسالے کو پڑھ کر ہمارے برادران کی آنکھیں نورانی ہوں گی اور دشمنوں کے چہرے سیاہ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اِذْ عَرَضَ عَلَیْهِ بِالْعَشِيِّ الصِّفْنَۃَ الْجَبَابِۃِ ﴿۳۰۷﴾ (سورہ ص ۳۰۷)

فرمایا اللہ تعالیٰ نے ”(اس وقت کو یاد کرو) جب کہ شام کے قریب ان کے سامنے خاصے کے اصیل گھوڑے پیش کئے گئے تھے۔“

سورۃ العادیات کی آیات بھی ذوالجناح کے خصوصیات واضح کرتی ہیں۔ ارشاد حق تعالیٰ ہے:-

وَالْعِدِيَّتِ ضَبْحًا ۝ فَالْمُورِيَّتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُعِيَّرَاتِ  
ضُبْحًا ۝ فَانْزِرْنَ بِهِ نَقْعًا ۝ فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا ۝

(سورۃ عادیات، آیت ۱-۵)

ترجمہ: ”(نمازیوں کے) سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم، جو نتھنوں سے فرالے لیتے ہیں، پھر پتھر پر ٹا پیں مار کر چنگاریاں نکالتے ہیں، پھر صبح کو چھاپا مارتے ہیں تو (دوڑ دھوپ سے) غبار بلند کر دیتے ہیں، پھر اس وقت (دشمن کے) دل میں گھس جاتے ہیں۔“

بعد حمد اور صلوة کے فقیر غلام حسین کنتوری کہتا ہے کہ یہ مختصر رسالہ میں نے لکھا ہے اس میں کرامات اپنے نبی کی وہ ظاہر کروں جو حیوان سے صادر ہوئیں اور آج تک موجود ہیں اور یہ حیوان وہ گھوڑا ہے جو خاص آپ کے گھوڑوں میں تھا اور یہ کرامات جب تک خدا کو منظور ہے ہوتی رہے گی اور یہی وہ گھوڑا ہے جس کو ہمارے نبی نے اپنے چھوٹے فرزند امام حسینؑ کے واسطے خرید فرمایا ہے تاکہ اس سے چند کرامات ایسی ظاہر ہوں جو بقائے دین محمدیؐ پر معین ہوں۔

اب ہم کہتے ہیں کہ ماجرائے شہادت امامؑ ایک بڑا واقعہ ہے اس دنیا کے واقعات میں اور اس کی قدر و منزلت پیش خدا بڑی ہے اور اس کا نفع دین اسلام اور اس کی بقا کو تا روز قیام زیادہ نافع ہے۔ لہذا واجب تھا خدا پر کہ اس واقعہ کے وقوع سے پہلے چند امور ایسے ظاہر فرمائے جو اس کی عظمت پر دلالت کریں۔ ایضاً بعد وقوع شہادت امام حسینؑ

کے چند کرامتیں ایسی ظاہر کرے جو دلالت کریں ایسے بزرگ واقعہ پر اور غرض اس سے چپ کرادینا ان دشمنوں کا ہو جو کہ بغض اور عداوت اپنے حضرت رسول اللہ اور ان کے اہل بیت سے ظاہر کریں اور چند اقوال ایسے گڑھ گڑھ کے کہتے پھر جن کے سننے سے قلوب مومنین و دوستان اہل بیت میں شبہ پیدا ہو۔ اور یہ ظہور کرامات ایسا ہے جس کو ہم انسان اور حیوانات بلکہ درختوں اور جمادات اور ملائکہ اور جن سب میں ثابت کر سکتے ہیں۔ مگر ملائکہ اور جنات میں ہم بروقت بطور مشاہدہ نہیں دکھلا سکتے مگر آدمیوں میں ظہور ان کرامات کا اس کے تو شواہد بہت سے روزانہ ظاہر ہو رہے ہیں۔ الحمد للہ۔ رہے درخت اور جمادات میں ظہور کرامات اس کا بیان ہم نے اٹھا رکھا ہے اس رسالہ پر جس کا نام ہم منسوبات الحسیہ رکھیں گے۔

اور آج تو ہم کرامت امام حسینؑ اور ان کے نانا جان جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حیوان میں ثابت کریں گے اور تخصیص اس بیان سے اس گھوڑے کے کرامات سے کریں گے جس کا نام مرتجز ہے۔ یہی گھوڑا سواری میں امام حسینؑ کی بروز عاشورہ آخری جہاد میں آپ کے ساتھ تھا۔ ہم چند اور گھوڑوں کے حالات لکھیں گے جو شبیہ اسپ مذکور بنائے جاتے ہیں جن کو لوگ ذوالجناح اور ذلدل کہتے ہیں۔ اس لیے کہ جو گھوڑا سواری میں نبی یا امام کے ہو اس کے مرکب سے امور عجیبہ کا صادر ہونا ہرگز بعید نہیں اور ضرور ہونا چاہیے۔ جیسا تعجب اس گھوڑے سے صدور خوارق میں ہوتا ہے جو شبیہ مرکب نبی یا امام کے خصوصاً یہ ظہور عجائب مدتوں تک جاری رہے۔

اب ہم کہتے ہیں کہ مرتجز بکسر جیم اور آخر میں زائے منقوطہ صیغہ ہے اسم فاعل کا ارتحاج ہے۔ یہ گھوڑا عرب میں مشہور گھوڑا تھا اور سب اس کی شہرت کا اس کی خوش آئند آواز نہنہانے میں اور نیز اس کا نسل میں عمدہ ہونا اس لیے کہ اپنی ماں ملاوہ کی طرف منسوب تھا اور حیوان ہو خواہ آدمی اس کا نسب ماں کی طرف یقینی ہوتا ہے اس لیے کہ اس



کے شکم سے پیدا ہوتا ہے۔

مرتجز کا نام اور اس کا بیان شافعی امام اہل سنت کے مرثیہ منظمہ سے آتا ہے۔

اب ہم شروع اپنے خاص مطلب کو جو اس رسالہ میں ہم کو لکھنا ہے اور وہ یہ ہے کہ مرتجز کو نسبت امام حسین علیہ السلام سے کب شروع ہوئی۔ مورخین کہتے ہیں کہ جب امام حسینؑ گھنٹیوں چلنے لگے تو جب ان کا گذر مرتجز کے تھان کی طرف ہوتا بنظر اشتیاق اس کی طرف دیکھتے تھے تا آنکہ ایک روز حضورؐ نے اس کو دیکھا کہ آپ کا چھوٹا نواسہ اس گھوڑے کو بغور دیکھتا ہے۔ (دیکھو راز اور نیاز کی باتیں) فرمایا اے حسینؑ کیا تمہارا جی چاہتا ہے اس پر سوار ہونے کو کہا کہ ہاں اے نانا۔ پس حضورؐ نے مرتجز کے آراستہ کرنے کا حکم فرمایا اور لگام اور زین سے سجایا گیا اور امام حسینؑ نے اس پر سوار ہونے کا ارادہ کیا کہ یکا یک وہ گھوڑا چاروں پتلیوں سے زمین پر بیٹھ گیا۔ میں کہتا ہوں کہ اب راز الہی کھل گیا اس لیے کہ اس واقعہ میں دو باتیں اعجاز کی ہیں۔ پہلی تو یہ کہ حیوان لا یعقل یعنی گھوڑا اس سے یہ بات کیسے صادر ہوئی کہ جو عاجز عقل ہے کہ جو بڑا صاحب عقل اور فہم آدمی ہو اس سے بھی اس کا صادر ہونا غیر ممکن ہے۔ اب ضرور یہی ہے کہ مرتجز کو حکم الہی یہی تھا کسی طرح سے بھی حکم ہوا ہو۔

دوسری بات یہ کہ لڑکا گھنٹیوں چلنے والا گھوڑے کی شہ سواری پر کیسے خواہاں ہوا جو ابھی تک قابل سوار ہونے کے نہیں، اور سیدھا کسی گھوڑے پر یا کسی اور سواری پر بیٹھ نہیں سکتا۔ اب ضرور اقرار کرنا ہوگا کہ یہ بھی الہام الہی سے ہوا ہے ورنہ کیسے ہو سکتا ہے اور یہی ہمارا دعویٰ ہے۔ یہ بھی دیکھو کہ جدا امام حسینؑ باوجود فرط محبت کے اور لطف کے جو اس نواسے سے آپ کو تھی ان کو سوار ہونے کا حکم دیا حالانکہ ان کی کسنی ایسی تھی اور یہ تیسری بات خوارق عادات اس واقعہ میں ہے۔ اب ان تینوں امور کے صادر ہونے سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ ان کے واقع ہونے کے چند اسباب اور دواعی ایسے ہیں جن

سے قانون عادی کو کچھ دخل نہیں ہے۔

اب ہم تترہ روایت کو لکھتے ہیں۔ مورخ کہتا ہے حصار تو بہت خوش ہوئے اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونے لگے اور ضبط گریہ نہ کر سکے۔ اب حصار کو تعجب ہوا، عرض کیا یا رسول اللہ! آج کا دن خوشی کا ہے کہ آپ کا پیارا نواسہ جس کو آپ سب سے زیادہ دوست رکھتے ہیں پہلے پہل سوار ہوا ہے۔ پس آپ کو کس چیز نے زلایا ہے۔ اے امین خدا جی الہی پر۔ فرمایا حضورؐ نے میں نے دیکھا عالم مثال میں وہ واقعہ جس کو تم نہیں دیکھتے، دیکھا میں نے کہ یہی میرا فرزند جب اس کے زخم بہت سے لگے اور نیزوں کے گھاؤ نے اس کو کمزور کر دیا (زمین کر بلا پر) قریب ہے کہ اب زمین پر منہ کے بل گر پڑے اور اسی گھوڑے پر سوار ہے۔ یہ گھوڑا اسی طرح چاروں پتلیوں سے بیٹھ گیا۔ یہ وہی امر ہے جس نے مجھے زلایا ہے اس کو سن کر سب حاضرین بھی رونے لگے وہ دن رنج اور رونے کا ہو گیا۔

میں کہتا ہوں آگے پھر راوی نے کچھ نہ بیان کیا کہ امام حسینؑ کو لے کر وہ گھوڑا اس روز چند قدم چلایا نہیں اور کیا انجام ہوا اور روایت سے یہ تو ضرور ثابت ہوا کہ بروز عاشورہ یہی گھوڑا آپ کی سواری میں تھا اور ایک روایت معصوم سے اسی پر دلالت کرتی ہے۔ صراحتاً۔

پھر چونکہ ہمارے نبیؐ نے مرتجز کے حالات آئندہ سے خبر دی اور بروز عاشورہ سب واقع بھی ہوئے اور ہم دوستان و عزا داران امام حسینؑ علیہ السلام نے ان کو بیان کرنا مجالس عزا میں اس کا التزام بھی کر لیا ہے۔

اور بعض اخبار سے یہ بھی ہم کو معلوم ہے کہ وصی نبیؐ جناب امیر علیہ السلام نے بھی بہ نسبت مرتجز کے وہی پیش آمد فرمائی اور وہی پیشین گوئی جو مثل فعل جناب رسول اللہ تھی۔ عبداللہ بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے سنا جناب امیرؑ سے وہ بروز محاربہ صفین

فرماتے تھے اس روز کہ جس دن پانی بند کر دیا اعمور سلمیٰ نے۔ پس اصحابِ مومنین اس پر اور پانی کے ایک جرمے لانے پر قادر نہ تھے جناب امیرؓ نے پانچ سو سواروں کے ہمراہ بھیجا۔ آپ نے فرات کا گھاٹ جو رکا ہوا تھا کھول دیا اور اعمور سلمیٰ ہٹ گیا۔ جب یہ بہادری امام حسین علیہ السلام کی آپ نے دیکھی، فرمایا کہ یہ میرا فرزند کربلا میں پیاسا شہید کیا جائے گا اور گھوڑا اس کا دوڑتا پھرے گا اور زور زور سے بولے گا اور کہے گا فریاد ہے اُمتِ محمدیٰ سے جس نے اپنے نبیؐ کے نواسے کو قتل کیا اور وہ قاتل قرآن بھی پڑھتے ہیں جو ان کی طرف آیا ہے۔ پھر جناب امیرؓ نے یہ اشعار پڑھے:-

وکل ذی نفس اور غیر ذی نفس یجری الیٰ اجل یاتی باقدار

اری الحسین جہارا قبل مصرعہ علماً یقیناً بان یبلی باسرار

ترجمہ: ”ہر ایک ذی روح انسان اور غیر ذی روح ایک اجل یعنی ہدف تک آتا ہے جو مقدر ہو چکا ہے میں دیکھ رہا ہوں حسینؑ کو قبل ان کے روز شہادت کے یہ میرا دیکھنا یا میری تجویز علم یقین سے ہے کہ حسینؑ کا امتحان اسرارِ الہی سے لیا جائے گا“

میں کہتا ہوں کہ جب روز عاشورہ امام حسینؑ اور ان کے اصحابؓ کا محاصرہ کیا گیا اور پانی آپ پر بند کر دیا گیا، یہی اعمور سلمیٰ مثل روز صفین کے پانی بند کرنے والوں میں تھا۔ جلودی روایت کرتا ہے کہ آپؐ نے اعمور سلمیٰ پر حملہ کیا اور عمرو بن الحجاج زبیدی بھی اس کے ساتھ تھا اور چار ہزار سواروں سے گھاٹ کو روکے ہوئے تھا سب کو آپ نے بھگا دیا اور مح اسپ داخل فرات ہوئے جب گھوڑے نے اپنا سر پانی میں ڈالا کہ پانی چپے۔ حضرتؐ نے فرمایا تو پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں۔ قسم بخدا میں ایک قطرہ پانی کا نہ پیوں گا جب تک اے گھوڑے تو نہ چپے گا۔ جب گھوڑے نے یہ کلام آپ کا سنا اپنے سر کو پانی سے اٹھا لیا اور پیاسا رہا۔ گویا کہ کلامِ امامؑ کا وہ سمجھ گیا (یہ دیکھو کیسی بات ہے) پھر حضرتؐ نے فرمایا، اچھا اب تو پانی پی لے اور میں بھی پیتا ہوں۔ اب حضورؐ

نے ہاتھ اپنا بڑھا کر چلو میں پانی لیا۔ ایک سوار شقی نے کہا اے حسین تم تولذت سیرابی کے لیے پانی پیتے ہو اور تمہارے خیمہ ہائے حرم میں بے پردگی ہوگئی۔ یہ سنتے ہی غیرت کا جوش آیا اور پانی آپ نے پھینک دیا اور اشرار پر حملہ کر کے سب کو ہٹا دیا۔ جب سامنا خیمہ کا ہوا دیکھا کہ صبح اور سالم ہے۔

اب ہم کہتے ہیں ان دونوں روایتوں سے چند امور ثابت ہوئے۔ اول تو بھیجنا جناب امیر کا بروز صفین امام حسینؑ کو گھاٹ پر اور عور سلمیٰ کا محافظ گھاٹ ہونا۔ یہ صراحتہ دلیل ہے کہ وہ حضرت علم و یقین سے امام حسینؑ کے واقعات کو بلا کو جانتے تھے جس کا دعویٰ آپ نے فرمایا ہے اور امام حسینؑ کے بھیجنے کی غرض یہی تھی کہ جس طرح آج اس کو آپ بھگا دیں گے بروز عاشورہ بھی سب کو بھگا کر فرات میں داخل ہوں گے۔ اور وہی ہوا ہے جو آپ کو معلوم تھا۔

(۲) دوسری بات: اگرچہ راوی نے اس کی تصریح نہیں کی کہ بروز صفین کون سا گھوڑا امام حسینؑ کی سواری میں تھا مگر بنظر اتحاد واقعات عقل یہی کہتی ہے کہ مرتجز ہوگا اس لیے کہ امام حسینؑ کا بھیجنا تطبیق دونوں واقعہ کی نظر سے تھا اور جو قول حضرت امیرؑ نے گھوڑے کا ارشاد فرمایا اس سے تو پوری تصدیق اس کی ہوئی۔

(۳) تیسرے: بروز عاشورہ امام حسینؑ کا گھوڑے سے کہنا کہ تو پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں اور سمجھنا مرتجز کا آپ کے ارشاد کو کیا اس سے زیادہ کوئی اور عجیب بات ہو سکتی ہے اور سوائے مرتجز گھوڑے کے اور کسی حیوان سے اس کا صادر ہونا ہو سکتا ہے۔ اور یہ دوسرا شرف مرتجز کا ہے روز خریداری کے بعد سے اور ثابت کرتا ہے کہ یہ گھوڑا مثل اور گھوڑوں کے نہیں ہے بلکہ یہ کوئی اور چیز ہے۔

(۴) چوتھے: مرتجز کا پانی سے اپنا سر اٹھالینا بعد سمجھنے کلام امامؑ کے۔ اس سے بڑھ کر اور بھی کوئی وفاداری ہو سکتی ہے کہ ایک قطرہ بھی نہ پیا اور یہ فعل اس کا مشابہ فعل

بریر ہمدانی وغیرہ اصحاب باوفا کے ہوا کہ شب ہفتم کوفرات میں لڑ بھڑ کر پہنچے اور مشکیزہ پانی سے اطفال امام حسینؑ کے لیے بھرا مگر خود ان وفاداروں نے ایک قطرہ بھی نہ پیا۔  
رحمہم اللہ۔

(۵) پانچویں: ایک شبہ کا دفع کرنا جو شاید کسی برادر مومن کے دل میں پیدا ہو۔ اور وہ شبہ یہ ہے کہ امام حسینؑ جب کہ اپنے کل واقعات کو ابتداء سے انتہا تک جانتے تھے جیسا کہ ہمارا عقیدہ ہے، پھر ایک دروغ گو دشمن نے جو ہتک پردہ ہائے عصمت کی براہ فریب خبر دی کیوں آپ کو اضطراب ہوا۔ اور پیاسے مع اپنے گھوڑے کے فرات سے نکل کر آئے اور پانی بھی پھینک دیا۔ ایسے شبہات اکثر دوست اور دشمن دونوں کو عارض ہوتے ہیں اور ان کو دفع کرنے کے دو طریق ہیں ایک موافق قانون ظاہری کے جس پر بنا معاشرت دنیوی کی ہے۔ دوسرا طریقہ موافق ہے قانون خاص کا جو انبیاء اور اوصیائے انبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین کا تھا۔

اب قانون ظاہرہ کو سمجھو وہ یہی ہے کہ جیسا ہمارے نبی فرماتے ہیں کہ میں بھی ایک بشر ہوں مثل تمھارے اور دوسرا قانون یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ پس قانون عادی حکم قطعی کرتا ہے کہ جب کوئی غیور آدمی اپنی ہتک حرمت کی خبر سنے گا، ضرور اس کا دل مضطرب ہو جائے گا۔ اور اس کی خواہش یہی ہوگی کہ اپنی جان تک آبرو پر نثار کر دے (آبرو کا صدقہ جان ہے) پھر فرات سے پیاسا نکل آنا یہ کون سی دشواریات ہے اور یہی تو امام حسینؑ نے بھی کیا۔ جب خبر ایسی سنی اور ایک قطرہ بھی نہ پیا۔ پھر اگر آپ مضطرب نہ ہوتے تو جو لوگ آپ کے علم مخصوص کے معتقد نہیں ہیں ضرور کئی حیا اور غیرت کا الزام آپ کو دیتے ہیں میں پناہ مانگتا ہوں خدا کی اس سے۔  
رہا دوسرا طریق دفع شبہ کا اور اس بنا پر کہ آپ کو اپنے واقعات آئندہ کا علم تھا وہ یہ ہے کہ آپ محکوم تھے اور پابند تھے اپنے مجتہد خاص سے جو کچھ اس میں درج تھا اس میں

اس کی تصریح تھی کہ فلاں بن فلاں تم کو ایک جھوٹی خبر دے گا اور تم اس کوٹن کر مضطرب ہو جاؤ گے اور ایسا ویسا کرو گے۔ پھر آپ کو اس کے خلاف کرنا کیسے ممکن تھا کہ خدا کا بھی یہی حکم تھا اور اس سے آپ کا مجبور ہونا بھی نہیں نکلتا ہے اور اس وجہ سے کہ سب کچھ اپنے اختیار سے اسے گوارا کیا ہے۔

امام حسینؑ کے مختار ہونے پر اور اس پر کہ آپ کو قدرت تھی جب چاہتے فرات چھین لیتے اگرچہ محافظ فرات جو مانع پانی دینے کے تھے ہزاروں تھے چنانچہ یہی روایت اس پر دلیل ہے نیز جو حملہ ان پر بروز عاشورہ کیا لشکر کو بھگا بھی دیا۔ آپ کے مقابلہ کی تاب ہرگز ان بودوں کو نہ تھی۔ مگر چونکہ حکمت الہی آپ کے شہید ہونے اور امتحان عظیم میں مبتلا ہونے کی تھی۔ چنانچہ ہم نے اس پر رسالہ حسینہ قرآنیہ میں دلیل عقلی اور قرآن سے ثابت کر دیا ہے۔ لہذا اپنا مظلوم ہونا اختیار فرمایا اور ہمارے نبی کا امر ہدایت دنیا میں اور شفاعت کبریٰ روزِ محشر پورے ہو گئے۔

اب ہم بیان کریں مرتجہ کی وہ بات جو تیسری ہے اور اس سے ایسی صادر ہوئی کہ جس سے عقل حیران ہوتی ہے اور بڑے بڑے صاحبانِ دانش کو حیرت میں ڈالتی ہے وہ یہ ہے کہ جس روز امام حسینؑ وارد کربلا ہوئے اور ایک مقام خاص پر اسی زمین مقدس پر پہنچے یکایک ان کا گھوڑا چلتے چلتے رک گیا اور ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا۔ آپ نے دوسرا گھوڑا بدلا وہ بھی نہ چلا۔ تا ایں کہ چھ گھوڑے آپ نے بدلے مگر کسی نے قدم نہ اٹھایا۔ اس کو سب ارباب تاریخ بالاتفاق لکھ رہے ہیں، پھر باوجودیکہ یہ بات خاص کر دلیل ہے کہ امت پر امام حسینؑ بے شبہ و شک۔ اس لیے کہ اس معجزہ کا صادر ہونا مجمع عام میں آپ کے اصحاب کے اور ہزار سوار ہمارا ہیمنہ کے تھے اور باوجود اس عظمت کے آج تک کسی مؤرخ کو ایسا نہ پایا کہ جس نے پورا پورا اس کو بیان کرنے کا حق ادا کیا ہو۔ پس میرا ارادہ ہے کہ میں اس کو ذکر کروں اور بقدر اپنی طاقت کے تفصیل سے بیان

کروں اور جو اس آزمائش میں تھے جن کی طرف حضرت امیرؓ نے اپنے اشعار میں اشارہ فرمایا ہے ان کو ظاہر کروں اور خدا سے میں توفیق بیان کا سوال کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اس واقعہ عظیمہ کے بیان میں ہم کو دو امر کی تحقیق ضروری ہے۔

اڈل تو یہ کہ جس جگہ گھوڑے ٹھہر گئے وہ حائرِ حسینیٰ میں داخل تھے یا نہیں۔ یہ تو جائز نہیں کہ حائرِ حسینیٰ سے باہر ہو چنانچہ خود امام حسینؓ کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے جو برائے مقام خاص کے آپ نے شمار فرمائے تھے پس گھوڑے کے ٹھہرنے کا وہی مقام ہے جس جگہ آپ زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے ہیں۔ اگرچہ راویوں نے اس کی تصریح نہیں کی ہے جس کی خبر ہمارے نبیؐ نے دی ہے اور دلیل اس کی اقوال امام حسینؓ ہیں جو آپ نے فرمایا۔ قسم بخدا اس جگہ ہماری سوار یوں کے اونٹ بٹھائے جائیں گے تا اس کی یہ بھی فرمایا اسی جگہ ہمارے اطفال ذبح کئے جائیں گے۔ اس ہماری تجویز کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب بعض اصحاب نے مشیتِ خاک آپ کو اٹھا کر دی اور آپ نے اپنی جیب سے بھی خاک نکالی اور دونوں کو سونگھا اور فرمایا کہ دونوں کی بو یکساں ہے۔ یہ بھی دلیل اسی کی ہے کہ گھوڑوں کا ٹھہر جانا اسی جگہ پر تھا جو مقام آپ کی قبر مطہر کا ہے۔ اس لیے کہ اس بوئے خاص کی وہی مٹی ہے قبر مطہر جہاں بنے گی اگرچہ تمام حائر اور اوصاف میں شریک اس کے ہیں۔ جیسے شفاۓ امراض اور تنگی اور فشارِ قبر نہ ہونا جو اس میں مدفون ہو، بروزِ حشر بے حساب قبر سے اٹھنا جیسا کہ حضرت امیرؓ نے یہ اوصاف تمام ارض مقدس کے بیان فرمائے ہیں۔

دوسرا امر اہم جس کی تحقیق اس واقعہ میں ضروری ہے وہ یہ کہ پہلے جو گھوڑا اٹھ گیا اس کے بعد پھر پانچ گھوڑے ٹھہر گئے وہ کون تھا۔ یہی وہ بات ہے کہ مورخین سے اس کے بیان میں تقویت ہوئی اگرچہ اس کا ذکر نہایت اہم تھا اب ہم کو مضطر ہو کر قیاس سے کام لینا پڑا جو تاریخی امور گذشتہ میں جائز نہیں۔ ہاں اگر کوئی قرینہ ایسا ہو جو کسی امر

خاص کے تعین پر دلالت کرے پھر تو ہم بے خوف قیاس ہی کر سکتے ہیں اور اس معجزہ کے صدور میں قرینہ یہ ہے کہ اکثر امور عظیمہ امام حسینؑ کے اسی اسپ کو سپرد ہوئے جس کا نام مرتجز ہے خصوصاً واقعہ کربلا کے اور یہ معجزہ جو توسط گھوڑے کے صادر ہوا جو اس سے پہلے دنیا میں کسی گھوڑے سے نہ ہوا تھا لائق نشان مرتجز ہے۔ لہذا ہم یقین تو کرتے ہیں کہ پہلا گھوڑا جو رک گیا ہے مرتجز تھا۔

پھر یہ بھی جانو کہ پہنچنا دینا آپ کے مشہدِ خاص کا کہ خدا نے جس روز زمین کو بچھایا ہے اسی روز سے اس کو نام زد امام حسینؑ کے کر دیا اور جو جو بزرگیاں اس زمین کو دیں کسی زمین کو نہیں دیں بہر حال اس زمین کا پہنچنا دینا کل حاضرین ہمارا ہی ان حضرتؑ کو بلکہ جملہ خلائق کو ضرور تھا اور اسی غرض سے خدا نے یہ معجزہ دکھلایا جس کے دیکھنے بلکہ سننے سے بھی کسی کو شک باقی نہ رہا کہ آپ کا مدفن بھی یہی ہے۔ اب لائق ہے کہ اس شناخت کے کرانے کا ذریعہ آپ کی سواری یعنی بروز داخلہ زمین کربلائے معلیٰ پر وہی گھوڑا ہو جو آپ کی سواری میں اس دن ہوگا جس دن آپ دنیا سے کوچ کریں گے اور بہشت میں داخل ہوں گے تاکہ داخلہ آپ کا اور کوچ کرنا دونوں ایک بہشت سے دوسرے بہشت میں ہو۔ اس لیے کہ زمین کربلا بھی جو آپ کا مشہد مقدس تھی بہشت ہے یہ وہ بات ہے جس کا الہام خدا نے مجھ پر کیا ہے۔ الحمد للہ

اب اور گھوڑوں کا رک جانا یہ تو مرتجز کی پیروی سے واقع ہوا۔ میں قریب ہے کہ بیان کروں کہ خدا نے مرتجز کو یہ بھی شرف دیا ہے کہ اور گھوڑے اس کی پیروی کریں تا اس کہ مرتجز کی شبیہ ذوالجناح یوم عاشورہ محرم مناتے ہیں وہ بھی آج تک اکثر امور میں مرتجز کی پیروی کرتا ہے جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

اور تم پر پوشیدہ نہ رہے کہ میں مرتجز کو صاحبِ اعجاز نہیں کہتا ہوں بلکہ صاحبِ

کرامت اور معجز نما ہمارے نبیؑ اور امام حسینؑ ہیں مگر یہ کرامتیں جو ان کے پاس ہیں



ہوئیں تو وسط مرتجز کے ہیں۔

(۶) اب یہاں تک پانچ امور کرامت مرتجز کے گذر چکے اب ہم چھٹی بات لکھیں جو غرض اصل تصنیف رسالہ ہذا سے ہے اور یہ وہی بات ہے جس کی پیشین گوئی جناب رسولؐ نے فرمائی تھی وہ یہ ہے کہ بروز عاشورا چوں کہ امام حسینؑ نے اپنی شہادت کو تسلیم کر لیا تھا حملہ آخری میں لشکر یزید کو بھگا دیا تھا اور بعد ازاں اپنی تلوار اپنے نیام میں کر لی۔ اگرچہ اس وقت آپ کی آواز ضعیف تھی۔ نوسو پچاس زخم کاری سے کس قدر خون بہہ چکا تھا تاہم آپ نے پکارا اے قوم اب لڑائی ختم ہو چکی، یہ سنتے ہی وہ شقی پلٹے اور تیر و نیزہ و تلوار سے آپ کو زخمی کرنے لگے۔ یعنی اس کے بیان پر میں قادر نہیں ہوں سب آپ کو معلوم ہے اب قریب تھا کہ حضور گھوڑے سے زمین پر گر گریں۔ گھوڑا وفادار آہستہ سے چاروں پتلیوں سے بیٹھ گیا جس طرح روزِ اول سامنے جناب رسولؐ کے بیٹھا تھا جس کی خبر اوپر گذر چکی۔ یہ آخری خدمت مرتجز نے اپنے آقا کی کی تھی اور آخری وفاداری تھی۔

(۷) ساتویں بات۔ مرتجز کی وفاداری کی ایسی ہے کہ عقل حیران ہے وہ یہ کہ جب امام حسینؑ زین سے زمین پر آئے اور وہ وقت آیا کہ قاتل نے اپنا کام کیا اور سر اقدس جدا ہو کر بلند نیزہ پر چڑھایا گیا اور لشکریان یزید نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ دنیا تاریک ہوئی۔ سیارے تھرانے لگے اور کیا کچھ ہوا اس وقت کی ہم کو کسی روایت سے کوئی کیفیت معلوم نہ ہوئی کہ مرتجز اس جگہ پر تھا جہاں سے ان مظالم کو دیکھا۔ شاید اس کا یہ ارادہ ہو کہ اپنی آنکھ سے نہ دیکھے جو اس کے آقا پر ظلم ہوگا لہذا کسی اور جگہ چلا گیا اور اس جگہ سے الگ ہو گیا۔ یہ امر بھی کس قدر حیرت کا ہے۔ دلیل اس کی ہے کہ یہ معمولی گھوڑوں میں نہ تھا اور اگر کسی روایت میں پایا جائے کہ مرتجز اسی جگہ موجود تھا میں اس سے انکار نہ کروں گا بلکہ اپنی کم اطلاعی پر اقرار کروں گا۔

اگرچہ روایت آئندہ میرے ہی خیال کے مطابق ہے جیسا کہ واقعات مذکورہ کی روشنی میں واضح ہے۔

### وفاداری مرتجز:

(۸) اب ہم آٹھویں وفاداری مرتجز کی لکھیں کہ وہ بھی اسی گھوڑے سے مخصوص ہے۔ منتخب میں روایت کی ہے کہ جب امام حسینؑ شہید ہو چکے، آپ کا گھوڑا اپنی صہیل خاص سے بولنے لگا اور آوازیں لگاتا لاش ہائے شہدا کو یکے بعد دیگرے تلاش کر رہا تھا اس لیے کہ اس کا سوار اس وقت بے سر ہو چکا تھا اور عمر سعد ملعون نے یہ کیفیت اس کی دیکھی اور اہل لشکر کو پکارا کہ گھوڑے کو پکڑو اور میرے پاس لاؤ۔ سواروں نے گھوڑے دوڑائے کہ اس کو پکڑیں وہ دونوں پاؤں سے ٹھکرانے لگا اور آپ کو بچاتا تھا اور منہ مارتا حتیٰ کہ ایک جماعت کو گھوڑے نے قتل کر دیا اور بہت سے سواروں کو گھوڑے سے گرا دیا۔ اب کوئی اسے پکڑ نہ سکا تب عمر سعد چلا آیا وائے ہو تم پر ہٹ جاؤ اس کے پاس سے اور چھوڑ دو کہ ہم دیکھیں آخر کیا ہوتا ہے۔ جب گرفتاری سے اس کو امان ملی اب لاشوں کو تلاش کرتا ہوا اپنے آقا کی لاش پر پہنچا اور آپ کی بوسونگھنے لگا اور منہ سے بوسہ دینے لگا اور اپنی پیشانی جسد اطہر سے ملنے لگا اور اپنی خاص آواز سے بولتا تھا اور بائیں ہمہ مثل پسر مردہ عورت کے روتنا بھی تھا۔ حضار کو اس نے تعجب میں ڈال دیا۔

راوی عبداللہ بن قیس کہتا ہے۔ میں نے گھوڑے کو دیکھا دوڑتا ہوا اور کوئی اس کو پکڑنے پر قادر نہ ہوا سب ہٹ گئے۔ جب اس نے ان پر حملہ کیا پھر گھوڑے نے فرات کا رخ کیا وہاں پہنچ کر ایک جست مار کر کودا اور بیچ دھارے میں جا کر ڈوب گیا پھر آج تک اس کی خبر نہ ملی۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ یہی گھوڑا سواری میں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ روایت کہ جناب شہر بانو کو لے کر فرات میں ڈوبا غلط ہے اس

لیے کہ وہ جناب تو بعد ولادت جناب سجاد کے چند روز میں وفات پا گئی تھیں۔

(۹) نویں بات۔ بہر حال یہ نویں بات مرتجز کی ہے مگر فرات میں ڈوبنا یہ بعد اس واقعہ کے ہوگا جس کو ہم آئندہ لکھیں گے۔

(۱۰) ہاں دسواں امر مرتجز کا البتہ باقی ہے کہ بعد لوٹنے کے امام حسینؑ یعنی اس کی وفاداری یہ ہے کہ اب خیمہ ہائے حرم کی طرف چلا سٹانی لے کر اور اسی خاص آواز سے زور زور سے چلا رہا تھا اور دونوں اگلے پاؤں زمین پر مارتا تھا، اسی حالت کو شافعی امام اہل سنت نے نظم کیا ہے۔ کہتے ہیں:-

فلیف اعوان والدمع رنة

وللخیل من بعد الصہیل نجیب

ترجمہ: کہ بعد شہادت امام حسینؑ کے تلوار چند مرتبہ روئی، نیزہ سے بھی رونے کی آواز آئی اور گھوڑا یعنی مرتجز بھی اپنے ہنہانے کے بعد چلا کر رویا۔  
ابو مخنف کہتے ہیں کہ مرتجز اپنے پیچھے میں یہ کہتا تھا۔

ویقول فی صحیمة الظلمة

من امة قتل ابن بنت نبینا

ترجمہ: ”فریاد ہے اس امت سے جس نے اپنے نبیؐ کے نواسے کو قتل کیا“

یہ سن کر سب کو تعجب ہوا اور گھوڑا خیمہ گاہ کو چلا اور زور زور سے ہنہناتا ہوا جا رہا تھا تا ایں کہ قریب خیموں کے پہنچا اور جناب زینبؑ نے اس کی آواز خاص سنی اور پہچانا کہ مرتجز ہے۔ پس سیکنہ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں دیکھو تمہارے باپ پانی لائے ہیں تب سیکنہ باہر کوچلیں۔ ابو مخنف کہتے ہیں، سیکنہ خیمہ سے نکلیں اور گھوڑے کی طرف دیکھا کہ سوار سے خالی ہے اور زین بھی ندارد اور وہ چیخ رہا ہے اور اپنے سوار کی سٹانی لایا ہے۔ یہ دیکھ کر سیکنہ نے اپنی اوڑھنی گرا دی اور چلا چلا کر بٹن کر کے نکلیں۔ واقعہ اہل

(ہائے میرے قتل) و احسیناہ (ہائے میرے حسین) و امحمداہ (ہائے محمد)  
 و اعلیاءہ (ہائے علی) یہ تمہارے حسینؑ اپنے خون میں زمین پر لوٹ رہے ہیں کربلا میں  
 لاش برہنہ پڑی ہے۔ یہ حسینؑ خون اُن کا زمین پر اور سرد و سردی جگہ میں۔ فدا ہوں کہ  
 آپ کا سر شام کو روانہ ہوا۔

میں کہتا ہوں یہ جو کچھ گذرایہ دسویں امور مرتجز سے تھا اور جو ہمارے نبیؐ نے اور  
 حضرت امیرؑ نے فرمایا تھا سب کچھ واقع ہوا اور ان امور وہ گانہ سے بخوبی ثابت ہو گیا  
 کہ مرتجز کو خدا نے کیسی کیسی بزرگیاں دی تھیں جو کسی گھوڑے کو سنی بھی نہ گئیں اور یہاں  
 تک اس کی بزرگی پہنچی کہ آج کے روز تک بھی جو گھوڑا اس کی شبیہ ہم بناتے ہیں اور  
 نامزد مرتجز سے ہوتا ہے اُس سے بھی تو ایسی ایسی باتیں ظاہر ہوتی ہیں کہ عقل حیران  
 ہو جاتی ہے اور اکثر گمراہوں کی ہدایت حق کی طرف ہوتی ہے کہ دین اسلام قبول کر کے  
 ہمارے نبیؐ کی نبوت کا اقرار کرتے ہیں۔

ذوالجناح کی شبیہ جس کو عوام دُلدُل کہتے ہیں ہمارے ہندوستان کے شہر اور  
 دیہات میں جس قدر بنائے جاتے ہیں ان شبیہوں سے بکثرت امور کرامات کے ظاہر  
 ہوئے کہ اب کسی کو مجال انکار ان کے ظہور میں نہ رہی۔ لہذا روز بروز اس کا رواج بڑھ  
 گیا تا ایں کہ ہندو بھی اگر چہ وہ دین اسلام کے قائل نہیں، مگر شبیہ کی نسبت ضرور اعتقاد  
 کرامت اور شرف رکھتے ہیں۔

ہم نے چچشم خود دیکھا بلکہ ہر سال شہر بنارس میں دیکھتے ہیں کہ جب ساتویں شب  
 محرم کو ذوالجناح ان کے محلہ تیلیہ نالے میں گزرتا ہے تو گروہ کا گروہ اہل ہنود کا ایسے  
 جوش میں آتا ہے کہ وہ جوش مومنین کے جوش سے بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ پھر اگر تم دیکھو  
 اے بھائی! ان کی بے تابی اور بے خودی کو کہ وہ سینکڑوں آدمی ہندو سینہ زنی کر رہے  
 ہیں اور اپنے سروں پر اور رخساروں پر طمانچے مار رہے ہیں اور ہائے حسینؑ ہائے

میرے مظلوم کہہ کر رو رہے ہیں تو مجھے گمان ہے کہ تم سے ضبط نہ ہو سکے بلکہ تم کو غش آجائے۔ اکثر یہ بھی ہوا کہ مومنین ان کو مانع ہوئے اس قدر بے خودی سے بھلا وہ کب باز آتے ہیں۔ یہ جو کچھ میں نے کہا ہے ہر سال ایسا ہی واقعہ ہوتا ہے کبھی اس میں کمی نہیں ہوتی بلکہ زیادتی ہوتی ہے۔ جب تک خدا کو منظور ہے۔

پھر بھی جانو کہ میں سالہائے دراز سے اسی فکر میں تھا کہ ایسے کرامات کا شبیہ ذوالجناح سے بکثرت صادر ہونا اور ان آثار کا ظہور کیوں ہوتا ہے اور پوری فکر اس میں کرتا رہا، پھر جب خدا نے مجھ پر احسان کیا کہ امور واقعہ شہادت مجھ پر کھلنے لگے اور میں نے رسالہ اور کتب کی اس بارے میں تصنیف شروع کی اور اس کے بارے میں وجوب دلائل عقلیہ اور قرآن سے ثابت کر دیا اب مجھ پر پورے طور پر واضح ہو گیا وہ امر جس کی فکر میں ہمیشہ رہتا تھا خلاصہ ان دلائل کا یہ ہے۔ چونکہ دین اسلام پورا اور کامل تر سب دینوں سے ہے اور خدا کو معلوم تھا کہ اس کے دشمن بھی حد سے زیادہ ہوں گے تا ایں کہ وہ لوگ بظاہر مدعی اسلام کے ہیں اور ان کی دشمنی اسلام سے دشمنی کفار سے بھی زیادہ ہوگی۔ (مار آستین) ان کی عداوت سے جو اظہار اسلام کرتے ہیں۔ حصارِ اسلام میں بڑا بھاری رخنہ یا سوراخ پڑے گا پس وہی ہوا جو علم الہی میں تھا۔

آج تم نہیں دیکھتے کہ عداوت شہید سچے اسلام سے جس قدر برائے نام مسلمانوں کو ہے۔ ایسی کسی فرقہ کفار کو بھی نہیں ہے پھر جب یہ حال تھا۔ اب دین اسلام کو بچانے کی غرض سے عقلاً بھی واجب تھا کہ ایسے امور اور ایسی باتیں پیدا ہوں کہ دشمنانِ اسلام کے سب قول باطل کر دیں اور ان کو اس طرح سے چپ کر دیں جس قدر ان کی بغاوت ہے اور یہ بڑا بھاری کام محتاج اسی کا تھا کہ ایسے ایسے دلائل قائم ہوں کہ صحرا اور دریا آسمان اور زمین اور ہوا بلکہ کل مخلوقاتِ الہی میں وہ دلائل موجود ہوں اور یہی خدا نے کر بھی دیا بواسطہ شہادتِ امام مظلوم کے صلوة اور سلام خدا کا ان پر ہوا اور چونکہ اس

کو یعنی ان امورِ عظیمہ کے ظہور کو توسط ہے شہادت سے امام حسینؑ کے لہذا واجب ہے کہ جو چیز واقعہ شہادت سے تعلق رکھتی ہو یا منسوب ہو امام حسینؑ کی طرف اس میں خدا کوئی نہ کوئی بات ایسی رکھ دے جو دلالت کرے کہ ہاں یہ حضرت سے تعلق رکھتی ہے یا آپ کی طرف منسوب ہے۔ مرتجز کو جیسا تعلق اور انتساب حضرت سے ہے اوپر گذر چکا لہذا وہ بزرگیاں مرتجز کو ملیں اور مرتجز ہمیشہ زندہ رہنے کی چیز نہیں ہے۔ لہذا حکمت الہی مقتضی ہوئی کہ جو گھوڑا مرتجز کی شبیہ بنایا جائے اس میں بھی ایسے امور ہوں جو اسی مطلب پر دلالت کریں اور دین کی تائید پوری ہوتی رہے۔ اور جو امور شبیہ ذوالجناح سے ظاہر ہوتے ہیں جن کی خبر مجھے برادر ایمانی نے دی ہے اگرچہ ان کا شمار اس قدر ہے کہ اگر سب لکھی جاویں تو یہ رسالہ طولانی ہو کر بڑی کتاب بن جائے۔ مگر ہم چند واقعات بغرض مشابہت شبیہ کے مرتجز سے لکھیں تاکہ سب پر ختم اور جزماً ثابت ہو جائے کہ ہمارا دعویٰ صحیح ہے اور کسی طرح کا شک باقی نہ رہے۔ شک کرنے والوں کو اور منکرین کو۔

اب ہم ان سے کہتے ہیں کہ چلو ہمارے ساتھ اور سفر کرو قصبہ بہرائچ جو ملک اودھ میں ہے اور ہم صد ہا گواہ چشم دید واقعہ ہذا اسی اور ہندو بھی جمع کر دیں گے جنہوں نے پچشم خود اُس کو دیکھا ہے اور حاضر تھے موقع وقوع پر، جس شبیہ کا ہم اس وقت ذکر کرتے ہیں وہ تین باتوں میں مرتجز سے مشابہ ہوا ہے پہلے تو اس کی شناخت کہ اب میں اس شرف سے محروم کیا گیا۔ دوم اس خاص مقام پر اس کا ٹرک جانا اور قدم آگے نہ بڑھانا جس طرح مرتجز بروز و روڈ کر بلا ٹھہر گیا تھا۔ سیوم اپنے آپ کو دانہ پانی چھوڑ کر ہلاک کر دینا اس رنج سے جس طرح مرتجز نے آپ کو فرات سے ڈبو دیا صدمہ قتل سے اپنے موٹا کے۔ اب ہم ان سب کو واضح طور پر ذکر کریں۔

راوی کہتا ہے بہرائچ میں ایک گھوڑا تھا جو ہر سال بروز عاشورہ محرم شبیہ ذوالجناح

بنایا جاتا تھا۔ اتفاقاً ایک سال وہ کسی مرض میں مبتلا ہوا اور ایک پاؤں میں اس کے لنگ پیدا ہو گیا اس کو مردنی المذہب نے لیا اس لیے کہ حسن عقیدت اس کو اس گھوڑے سے تھا اور پوری خدمت اور علاج اس کا کیا کہ وہ گھوڑا اچھا اور تندرست ہو گیا روز عاشورہ سے پہلے مگر جو لوگ اس کو شبیہ بناتے تھے ان کو اس کی صحت کی خبر نہ تھی لہذا انھوں نے دوسرا گھوڑا تجویز کیا اور لا باندھا کہ وہ معالج اس کو بھی لایا اور دکھلایا کہ اب اچھا ہے مگر وہ بایں خیال کہ شاید ابھی کمزور ہے اس کی شبیہ بنانے پر بہ نظر ترم راضی نہ ہوئے اور واپس کر دیا، اب واپسی میں تو قدم قدم پر یہ گھوڑا رکنے لگا اس کے تیور سے معلوم ہوتا تھا کہ واپسی پر راضی نہیں ہے (یا حسینؑ) یہ پہلی بات اس گھوڑے کی ہے اور ہم کو تحقیق کراتی ہے اس لیے کہ نادان دوست کی ضرر سانی دشمن دانا کے ضرر سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ (ان سفاهة المعب اشدا هذا دامن ذکاوة العدوم)۔ کاش وہ لوگ سمجھ جاتے تو یہ گھوڑا کیوں تباہ ہوتا، پھر دیکھو کہ جدھر سے اس کی واپسی کی راہ تھی اسی طرف کر بلا یعنی وہ مقام جہاں تعزیرہ دفن ہوتے ہیں بھی پڑتا تھا اور اسی جگہ ذوالجناح کا سامان اُتارا جاتا ہے۔ ہائے ہائے جب یہ گھوڑا وہاں پہنچا اور اپنا وہ مقام اُسے نظر آیا اب تو اس بیتابی کو کچھ نہ پوچھو آہ آہ کرنے لگا اور اس نے زور زور سے ہنہاننا شروع کیا۔ جس طرح مرتجز کا حال ہم اوپر لکھ چکے گویا یہ فریاد کرتا تھا ہمارے امام حسینؑ سے اور لوٹنے لگا پچھاڑیں کھانے لگا کہ مجھے یہاں سے نہ لے جاؤ یہیں مرنے دو جس طرح کہ مرتجز لوٹا تھا جب لاشہ امام حسینؑ کو پہچان گیا تھا، پھر اس گھوڑے نے ایک قدم بھی اس جگہ سے نہ اٹھایا مگر افسوس کہ اب بھی وہ لوگ نہ سمجھے اس کے رنج اور قلق کو حالانکہ یہ گھوڑا اپنے کو براہ تاسف ہلاک کر رہا تھا کہ مجھے کیوں شبیہ بنانے سے روکتے ہو۔ کاش اگر ان لوگوں میں کسی کو جانوروں کی زبان کا علم ہوتا تو ضرور سمجھ جاتا کہ یہ گھوڑا روتا ہے اور کہتا ہے اے میرے مولا میرے حسینؑ آپ کیسے مظلوم ہو گئے

باوجودیکہ میرا استحقاق پرانا ہے آج مجھے محروم کرتے ہیں۔ یہ وہ گمان صحیح ہے جس کے آئندہ حالات اسی گھوڑے کی تائید کرتے ہیں۔ مگر یہ نادان دوست اب بھی نہ سمجھے اس کو کشاں کشاں وہیں لائے جہاں وہ شفا یاب ہوا تھا اب اس کا یہ حال ہے کہ صبح شام، دن رات ہائے کر رہا ہے، کراہ رہا ہے اور ایک لحظہ بھی اسے افاقہ نہیں ہوتا۔ کھانا پینا سب چھوڑ دیا اور بھوکا پیاسا رہا۔ جیسے کہ مرتجز قبل اپنے مرنے کے اسی حالت میں رہا تھا۔ اب عاشور کا دن آیا اور عزا دار مراسم تعزیت میں مصروف ہوئے۔ اور جدید شبیہ کو کربلا میں لائے اب اس گھوڑے کا اور برا حال ہوا، آخر تڑپ تڑپ کر مر ہی گیا۔ اب سمجھے لوگ کہ اس رنج سے یہ مرا ہے۔ خاک پڑے ان کی سمجھ پر، اب کربلا میں اس کی خبر دی کہ گھوڑا مر گیا آہ آہ۔ جب یہ خبر سنی دوڑے بے تابا نہ روتے ہوئے سرو سینہ پیٹتے ہوئے گریبان چاک اور اس کی لاش بطور جنازہ کے لائے اسی کربلا میں پھر اس کو نہلا یا اور کفنا یا ان کپڑوں سے جن سے جدید شبیہ کو آراستہ کیا تھا اور ایک غار کھود کر اس میں اس کو دفن کیا اور اس کی قبر پر دھاڑیں مار مار کر روئے نام تھے جو اس کی وفاداری اور کرب و الم سے غافل رہے اور پھر بڑی کمی کی اس کے حق میں۔ یا حسینؑ۔ دیکھئے حیوان کا تو آپ کی محبت میں یہ حال ہے اور ہم کو موت نہ آئی روتے روتے کہ آپ کی نصرت ہم سے فوت ہوئی اور ہو رہی ہے۔

دوسرا گھوڑا: جو شبیہ ذوالجناح بنا تھا یہ وہی گھوڑا ہے جس کی خبر بعض سادات برہرہ نامی دیہہ سے آئی ہے وہ سیڑا ایسی بات لکھتے ہیں جس سے مشابہت اس گھوڑے کو ذوالجناح یعنی مرتجز سے اس فعل میں ہوتی ہے جب سنانی امام حسینؑ کی لے کر مرتجز خیمہ اہل حرم کی طرف آیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ہم نے ایک سال بروز عاشورہ اس کو شبیہ بنایا اور گشت بھی کرایا جیسا کہ معمول تھا تا اس کو لوگ باہر گاؤں کی سڑک پر ایک جگہ پہنچے اور اس قریہ میں ایک مولوی صاحب کا گھر تھا وہاں گاؤں بھر کی مستورات



گھوڑے کی زیارت کی غرض سے جمع ہوئی تھیں مگر اب ہم اس کو ادھر نہیں لے گئے اور سبب اس کا راوی نہیں لکھتا، اپنے خط میں، عورات چونکہ محروم زیارت ذوالجناح سے ہو چکی تھیں، شور رونے پیٹنے کا برپا کر رکھا تھا سارا گاؤں ان کی آواز سے گونج رہا تھا کہ یکایک یہ گھوڑا ایک جگہ پر از خود ٹھہر گیا اور ہر چند ہم لوگوں نے زور کیا مگر ایک قدم کسی طرف نہ اٹھایا، ہم تو اسے اپنی کربلا میں لے جانا چاہتے تھے مگر وہ اسی جگہ اڑ گیا اور منہ زوریاں شروع کر دیں جب ہم کو یاس ہو گئی کہ اب یہ رام نہ ہوگا۔ اب ہم نے لگام اس کی چھوڑ دی کہ یکایک وہ دوڑا اور بستی کی راہ لی اور اس راہ پر چلا جو اسی گھر جاتی تھی حالاں کہ وہ پیچیدہ گلیوں میں تھا وہاں تک رسائی سوائے واقف کار کے دوسرے کے ممکن نہ تھی اس گھوڑے نے تو کبھی اُن پیچیدہ گلیوں کو کبھی دیکھا بھی نہ تھا چہ جائیکہ اس گھر کو دیکھتا وہ گھوڑا بے تکلف چلتے چلتے اس گھر کے دروازے پر پہنچا اور وہاں بھی نہ ٹھہرا بلکہ بے ساختہ گھر کے اندر جا کر صحن میں سر جھکائے ہوئے کھڑا ہوا اور آنسو آنکھوں سے جاری تھے۔ ہائے ہائے ذرا سوچو تو برادران یہ کیسی عجیب بات ہے جب عورات نے دیکھا کہ گھوڑا تو سر جھکائے صحن میں کھڑا ہے اور کوئی آدمی اس کو لانے والا یہاں تک نہیں ہے۔ ان کے دل میں الہام ہوا کہ فرشتے اس کو کشاں کشاں لائے ہیں خدا کے حکم سے اور ہمارے مولا امام حسینؑ کو پسند نہ ہوا کہ یہ ماتم دار عورات سال بھر کا انتظار زیارت ذوالجناح کریں اور پھر ان کو مرتجز کا خیمہ گاہ حرم میں ستانی اپنے آقا کی لانے کا پورا خیال ہو جب کہ مرتجز خون میں حضرت کے لوٹ کر اہل حرم کو ستانی دینے آیا تھا۔ اب تو سب عورتوں کی نظر میں وہی تصویر ابھر گئی۔ جیسے مرتجز آیا ہے اور وہ عورات اہل حرم باہر نکل آئی ہیں خصوصاً جناب سکیئہ کے بین جگر خراش جو ہم اوپر دیکھ چکے اب تو ان کے دلوں سے صبر جاتا رہا اور گھوڑے کے پاس اگر کوئی رہا تو گردن سے گھوڑے کے لپٹی اور کوئی دونوں پاؤں اس کے چومنے لگی اور کوئی آن کر نوہ پڑھتی

گھوڑے سے مخاطب ہو کر۔ اے گھوڑے! کیا تو حسین کی شہادت کی سنانی لایا ہے  
اے گھوڑے سچ بتا تجھے ہم تک کس نے پہنچا دیا۔ ایسی گریہ وزاری ہوئی کہ آسمان تک  
صدائے گریہ بلند تھی۔ ہم نے اپنے قریہ میں ایسا عا شورہ کبھی دیکھا نہ تھا اور ہم سب شور  
گریہ سن کر اس گھر تک پلٹ آئے اور یہ ماجرا چشم خود دیکھا۔

اب میں کہتا ہوں اور خدا سے توفیق کا طالب ہوں کہ یہ جو اوپر گذرنا منقولات صحیحہ  
سے تھا اور مجھے اس واقعہ میں چند توجیح ایسی کرنی ہیں جن کے سننے سے موالین مومنین  
کے قلوب ظلمات شبہات سے نور ایمان کی طرف آئیں گے اور مختصر بیان میرا یہ ہے کہ  
اس گھوڑے کا ایسی جگہ آنا جس کو کبھی اس نے دیکھا بھی نہ تھا اور خود بخود بدون کسی  
لانے والے کے آنا کیا اس کا کوئی سبب اسباب ظاہری سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ پھر اگر  
کوئی کہنے والا کہہ دے کہ محض اتفاقی بات تھی تو اتفاق کو تسلیم وہی شخص کرتا ہے جو کہ  
صاحب فہم نہیں ہے۔ یہ وہی شخص ہے جو وجود اشیاء کو بلا سبب مانتا ہے اور عاقل اس کو  
تسلیم نہیں کرتا ہے بلکہ امور اتفاقیہ کے ہونے کو بھی کوئی سبب ضرور ہے مگر وہ سبب مخفی ہو  
اور ہماری عقل اسے دریافت نہ کر سکے۔ اب ہم کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس گھوڑے کا  
ایسی جگہ آنا اس کا بھی کوئی سبب ضرور ہے انہیں پوشیدہ اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ  
ایک قوت ایسی تھی جس نے اس گھوڑے کو یہاں تک پہنچایا اب جو شخص وجود ملائکہ کا  
منکر ہے وہ اس کا نام محض قوت مخفی رکھتا ہے اور ہم اس کا نام ملائکہ رکھتے ہیں اور نام  
رکھنے میں کوئی تکرار کا موقع نہیں ہے۔ پھر اب ہم کہتے ہیں کہ آخر اس قوت کو کس نے  
آمادہ کیا جو اس گھوڑے کو یہاں تک لائی اور ایسا فعل صادر ہوا جس سے عقل حیران  
ہے۔ اب چارہ نہیں ہے بدون قائل ہوئے اس امر کے کہ ایک روحانی طاقت نے اس  
قوت کو آمادہ کیا وہی ہمارا خدا ہے۔ اب مطلب ثابت ہو گیا اس لیے کہ خدا ہی علت  
ہے سب علتوں کی۔

یہ بھی سمجھو کہ ایسے افعال حکیمانہ کے صادر ہونے میں علت کا عاقل ہونا بھی شرط ہے کہ سوچ سمجھ کر ایسا کام کرے جو حاجت کو پورا کر دے اور جو علت اختیاری نہیں ہے۔ جیسے کہ آگ اس سے ایسا فعل صادر نہیں ہو سکتا یہ بھی دلیل ہمارے دعویٰ کی تائید کرتی ہے۔ اب ہم کو یہ کہنا حق بجانب ہے کہ خدا نے چند فرشتوں کو یا ایک ہی فرشتہ کو حکم دیا کہ اس گھوڑے کو وہاں لے جا جہاں بے چاری عورت روتی پٹیلتی اور مایوس اس کی زیارت سے ہو رہی ہیں، چنانچہ پہنچا دیا اسی جگہ۔

اس دلیل سے ہم نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ شبیہ ذوالجناح بنانی یہ فعل ہمارا خدا کو پسند ہے جب تو فرشتہ کو ایسا حکم دیا اس لیے کہ شبیہ کا بنانا فی نفسہ مباح ضرور ہے اور کوئی حکم شرعی اس کو منع نہیں کرتا اور علاوہ مباح ہونے کے ایک وصف زائد اس میں یہ ہے کہ گریہ و زاری اس کے ذریعہ سے خوب ہوتی ہے۔ اب اگر رونا مصیبت اہل بیت پر واجب ہے تو شبیہ کا بھی وہی حکم ہوگا اور جو کوئی اس کے خلاف کامرکب ہوگا اس سے خدا ناراض ہوگا۔ اس دعوے پر بھی ہم کو دلائل اور شواہد بہت سے ہیں ہم آج ان میں سے ایک شاہد کو ذکر کرتے ہیں جو کافی ہے۔

وہ یہ ہے کہ ایک عورت ناصبیہ بڑی دشمن تھی امام حسینؑ کی اور بروز عاشورہ بڑی عید مناتی تھی۔ اچھے اچھے کپڑے پہنتی مٹی و سرمہ لگاتی اور جس قدر اُسے ممکن تھا اپنی زینت کرنے یعنی اور خوشی منانے میں اٹھا نہیں رکھتی تھی اور شبیہ ذوالجناح ایسے ایسے جانوروں کو بناتی جن کا نام لینا بے ادبی ہے اور خدا اس سے انتقام لینے میں درنگ کر رہا تھا کہ شاید اب توبہ کرے اس لیے کہ خدا مہلت دینے میں شرماتا نہیں ہے اور نہ خدا کو خوف ہے آج اگر انتقام نہ لیا تو کل مجھے قدرت اس کی نہ رہے گی تا اس کے وہ ثبوت مل جائے گا۔

(حکیم سید محمد ریاض الدین حسین کہتے ہیں کہ اس ہمارے قصبہ رجلوہ علی عرف جلاوی

میں میری عمر میں جو جو شبیہیں مرتجز کی بنائی جاتی تھیں برابر ان سے ایسی ہی کرامتیں ظاہر ہوتی رہی ہیں جن کے دیکھنے والے سینکڑوں اشخاص ہیں۔

اب یہ بھی جانو کہ اس ملعونہ پر شہاب ثاقب کا گرنا اس سے ہم کو ایک بڑا فائدہ قرآن مجید کی آیت کی سچائی کا اور منکرین کی ذلت کا بھی ہوا۔ جو اس کے قائل ہیں کہ شہاب ثاقب کی پیدائش خواص طبعہ سے ہوتی ہے۔ جیسے رعد اور برق وغیرہ اور قرآن میں وارد ہوا ہے کہ فاذا خطف الخطفة فاتبعه شهاب ثاقب۔ (جب شیطان اچک کر آسمان پر چڑھنے کا قصد کرتا ہے شہاب ثاقب سے فرشتے اُسے مارتے ہیں) اور دوسری جگہ اسی کو شیطان مارنے والا فرمایا، یہ سب غلط ہے۔ (حاکم بدین ان کے)

میں کہتا ہوں کہ غلطی پر ہیں، دیکھو کہ تارہ کا ٹوٹنا اور زمین کی طرف سیدھی حرکت سے ہوتا ہے اور وہ حرکت طبعی ہے بلا ارادہ۔ اور یہ شہاب ثاقب جو اس عورت پر گرا جب اس کے گھر میں پہنچا اور وہ کوٹھری میں بھاگی یہ بھی وہیں جا پہنچا۔ اب یہ حرکت بدون ارادہ کے نہیں ہو سکتی۔ پس ضرور ہے کوئی محرک ارادہ اس کا ہو۔ یہ حرکت ارادی دینے والا وہی ہے جس نے اس عورت کے عذاب دہی کا ارادہ فرمایا ہے۔ پس ایک قوت کو خواہ ایک فرشتہ ملائکہ عذاب کو حکم دیا اس نے اسی ملعونہ کو جدر بھاگی تھی وہیں جا کرنی النار کر دیا۔ اب اگر ہر ایک شہاب ثاقب کو اسی قسم کا کہیں جو یہ لوگ کہتے ہیں تو اس شہاب کو کیسے کہہ سکتے ہیں لہذا ہمارا قرآن سچا ہے اور یہی لوگ جھوٹے ہیں۔

اب تو جس قدر ہم کو مرتجز اور شبیہ ذوالجنات کا بیان کرنا اس مختصر سألے میں منظور تھا کر چکے۔ اب خدا سے امید ہے کہ اپنی ہدایت کرے منکرین کو اور قلوب مومنین کو شگفتہ کر دے۔ اور آخری دعا ہماری حمد الہی اور درود اپنا خصوصاً ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی پاک اولاد پر۔ (منشورات علامہ کشوری، ص ۷۷ تا ۷۹)

## ذوالجناح کا تعارف اور وجہ تخلیق:

جس طرح بعض افراد کا نظریہ ہے کہ ذوالجناح کوئی عام گھوڑا نہ تھا بلکہ ایک جن تھا جو حکم ربی کی اطاعت میں گھوڑے کی شکل میں جناب رسول مقبول اور ان کے خاندان کی خدمت پر مامور تھا ۶۱ھ میں اپنے فرض کی تکمیل کے بعد اپنی دنیا میں لوٹ گیا۔ اسی طرح بہت سے لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ ذوالجناح دراصل ایک فرشتہ تھا جو اللہ کی طرف سے خاندان رسالت کی خدمت پر مامور تھا اس کا خدمت کے علاوہ ایک اور مقصد بھی تھا کہ اس کو یوم عاشور کے واقعات کا گواہ بننا تھا کیونکہ قانون قدرت ہے کہ عدل کے لیے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے مثال کے طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ حجر اسود دراصل ایک فرشتہ ہے جو عہد الست کا گواہ ہے اور اس کو پتھر کی صورت میں اس دنیا میں اس لیے بھیجا گیا ہے تاکہ وہ اس دنیا میں بھی اس بات کی گواہی درج کر سکے کہ کون سے لوگ عہد الست پر قائم رہے۔ عہد الست کا دوسرا گواہ خود باری تعالیٰ ہے اسی طرح جب کربلا میں انصار حسینؑ یکے بعد دیگرے شہید ہوتے رہے اور امام مظلومؑ اپنے انصار کی جرات، بہادری، جانثاری، وفاداری اور مظلومیت کے علاوہ قاتلان کی شقی القلمی، بے رحمی، سنگ دلی اور ظلم کے گواہ بنتے رہے وہاں ذوالجناح قانون قدرت کے مطابق دوسرے گواہ کی صورت میں موجود تھا۔ یوم محشر کو جب ذات عدل کے سامنے کربلا کا مقدمہ پیش ہوگا تو امام حسینؑ کے ساتھ دوسرا گواہ ذوالجناح موجود ہوگا اگر کوئی یہ کہے کہ ذوالجناح تو بے زبان جاندار ہے مانا کہ محشر کو وہ زندہ موجود ہوگا مگر وہ گواہی کس طرح دے گا تو جواب میں صرف یہ عرض ہے کہ اگر انسان کے جسمانی اعضاء اس کے بارے میں گواہی دیں گے، حجر اسود پتھر کی صورت ہو کر گواہی دے گا تو اللہ کے حکم سے ذوالجناح کے گواہی دینے میں کیا امر مانع ہو سکتا ہے۔ رب نے اپنی قدرت کا مظاہرہ

اس دنیا میں بھی دکھا دیا کہ مستند تاریخ کے مطابق ذوالجناح نے یوم عاشور انسانی آواز

میں کلام کیا تھا۔ اس کا ذکر آگے اپنے مقام پر آئے گا مگر اس سے اس نظریے کو وزن حاصل ہوتا ہے کہ ذوالجناح کی تخلیق خاص طور پر خاص مقصد کے لیے ہوئی تھی۔ یہ کوئی عام گھوڑا ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ دشت کربلا کے پُر ہول مقام پر تین پہر تک جاری ستم کو برداشت کرنا کسی عام جانور کے بس کی بات ہرگز نہیں تھی۔ ہر شہید کی پکار پر یہ بے زبان حضرت امام حسینؑ کے ہمراہ جاتا اس کے وقت نزع اور دم آخری کا گواہ بنتا اور پھر اس شہید کا ظلم و ستم سے تارتار اور خون سے شرابور لاشہ اپنے پر اٹھا کر خیمہ میں واپس آتا۔ اس جاندار کو تین دن کی بھوک پیاس کا احساس بالکل نہ تھا سب سے بڑھ کر یہ کہ جب جگر گوشہ رسولؐ نے حیدری جلال دکھایا تو اس جاندار نے مورخ کو یہ لکھنے پر مجبور کر دیا کہ راہوار حسینی گھوڑا نہیں کسی اور دنیا کی مخلوق نظر آتا تھا۔ اس کی چال میں باد صرصر کی تیزی تھی، اس کے انداز کڑکتی ہوئی برق کی مانند تھے، اس کے سانسوں میں رعد کی گرج تھی، اس کی ٹاپوں سے زلزلے کا گمان ہوتا تھا، اس کے آگے آنے والے کی خیر نہ تھی اور اس کے پیچھے جانے والے کی دنیا اندھیر تھی۔ اس پر بھی یہ تین دن کا بھوکا پیاسا اور اس کی عمر بھی کوئی کم نہ تھی اس وقت اس کی عمر نصف صدی کے قریب تھی مگر اس کا بائبلین قابل دید تھا۔ (رسالہ ذوالجناح اے ذوالجناح)

### شجرہ نسب:

ایک روایت کے مطابق ذوالجناح کا شجرہ حضرت اسماعیلؑ کے گھوڑے سے جا کر ملتا ہے۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جس گھوڑے پر فلسطین سے مکے آیا کرتے تھے اس گھوڑے کی نسل میں ذوالجناح تھا۔

شب معراج حضرت رسولؐ خدا کے لیے آسمان سے ایک سواری آئی تھی جس کا نام ”براق“ ہے۔

علامہ فخر الدین بن طریحی نجفی نے لکھا ہے کہ:-

”براق“ ایک چوپایہ ہے جس پر رسول خدا شبِ معراج سوار ہوئے تھے، اس کی چمک کی زیادتی کی وجہ سے براق نام رکھا گیا، اور ایک قول ہے کہ تیز رو ہونے سے بجلی سے تشبیہ دے کر براق نام رکھا گیا، وہ قدم و قامت میں نچر سے چھوٹا اور قاتر سے بڑا، دونوں کان متحرک، آنکھیں سُموں میں حدِ نگاہ تک اس کا قدم پہنچتا تھا، پہاڑ پر جائے تو دونوں پاؤں آگے کے چھوٹے معلوم ہوں اور پیچھے کے لائبے، اور جب بلندی سے پستی کی طرف اترے تو آگے کے قدم دراز اور دونوں پاؤں کوتاہ اور پشت پر دو پر (بازو) نمایاں تھے۔ (مجمع البحرین)

اہلسنت مفسرین لکھتے ہیں:-

”براق“ کا چہرہ آدمی کا ایسا، پیراؤنٹ کے پیروں کی طرح، ایال گھوڑے کی ایال جیسی، دُم گائے کی دُم جیسی، جبریل لجام لئے ہوئے اور میکائیل رکاب تھامنے کے لیے۔

شیعہ اور سُنی مورخین متفق ہیں کہ براق جنت کی سواریوں میں سے ایک معزز سواری ہے اور جس طرح معراجِ رسولؐ میں کلام نہیں اسی طرح ہر ایک براق کا بھی قائل ہے۔

حضرت علیؑ سے مسجدِ کوفہ میں پوچھا گیا براق کی کنیت کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ ”ابولہال“ اسی طرح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنی ایک دعا میں فرمایا ”پروردگار تیرے اُس نام کا واسطہ جس کی وجہ سے محمدؐ عربی کے لیے تو نے براق کو مسخر کیا۔“

تاریخِ ثعلبی میں ہے کہ حضرت آدمؑ کے لیے اللہ نے جنت میں ایک پر دار گھوڑا خلق کیا تھا اس کے زرو جواہر کے دو پر تھے، گھوڑے کا نام ”میمون“ تھا، حضرت آدمؑ نے اس پر بیٹھ کر جنت کی سیر کی جبریل اس کی لجام تھامے ہوئے تھے میکائیل داہنی

طرف اور اسرائیل بائیں طرف تھے۔

حضرت رسول خدا قیامت کے دن براق ہی پر سوار ہوں گے۔ (کشف الغمہ)

مُتَكِيْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ (سورہ رحمان آیت ۷۶) براق کا دوسرا نام ”رُفْرَف“ ہے۔

ذوالجناح بھی جنت کی سوار یوں میں سے ایک مخصوص سواری تھا جو حضرت رسول خدا کے لیے بھیجا گیا تھا۔ جس طرح براق معجزہ ہے، ذوالفقار معجزہ ہے اسی طرح ذوالجناح بھی ختمی مرتبت کا ایک معجزہ ہے۔ بعض مورخین کا قول ہے کہ ذوالجناح ایک فرشتہ تھا۔

میراثیں بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ ذوالجناح ملک تھا:-

اسوار ہے اُس کا پسر صاحب دُلْدُل

کہیے جو ملک اُس کو نہیں جائے نامل

## ذوالجناح کا رنگ

عمادزادہ اصفہانی کی تحقیق کے مطابق ”ذوالجناح کا رنگ حنائی تھا اور پیشانی پر سفید ٹیکا تھا“۔ مرتجز کا رنگ نقرئی تھا، عقاب کا رنگ سرخ تھا، اگر مرتجز اور ذوالجناح کو ایک ہی تصور کیا جائے تو مختلف بیانات میں تضاد موجود ہے۔ ”سفیدۃ البحار“ میں لکھا ہے کہ ”مرتجز سفید رنگ کا گھوڑا تھا“۔ سہیل عباس مرزا کا کہنا ہے کہ ذوالجناح کا رنگ بے داغ موتی کی طرح سفید تھا، مرتجز کا رنگ روایتی اعلیٰ عربی النسل گھوڑوں کی طرح سرمئی سفیدی مائل تھا۔ اسی طرح دُلْدُل کے رنگ میں بھی اختلافی بیانات موجود ہیں۔ مولانا آغا مہدی لکھنوی لکھتے ہیں ”دُلْدُل سفید رنگ سیاہی مائل تھا۔ سہیل عباس مرزا لکھتے ہیں۔ ”دُلْدُل کا رنگ سرخ تھا“۔ علامہ مظہر حسن سہارنپوری نے مرتجز اور ذوالجناح کو ایک ہی گھوڑا تسلیم کیا ہے اور اس کا رنگ ”نمیت“ لکھا ہے۔ نمیت سیاہی



محمد ابن عبدالباقی زرقانی مصری ”شرح مواہب“ میں لکھتے ہیں حضور اکرمؐ کے ایک گھوڑے کا نام ”سکب“ تھا جو کیت رنگ کا تھا اس کے ماتھے پر درہم سے زیادہ سفید داغ تھا تقریباً نصف پنڈلیوں تک چاروں پاؤں سفید تھے۔ (بعض مورخین نے ”سکب“ کو ذوالجناح کہا ہے)۔

زرقانی نے مرتجز کارنگ سفید لکھا ہے۔ ”الورد“ جس گھوڑے کا نام تھا اس کا رنگ زردی مائل سرخ لکھا ہے۔

ذوالجناح کی لجام:

سہیل عباس مرزا ”ذوالجناح اے ذوالجناح“ میں لکھتے ہیں:-

”لفظ ذوالجناح کے بہت سے معانی دستیاب ہیں۔ مندرجہ ذیل کو ملاحظہ کریں۔

عام عربی لغت کے مطابق ذوالجناح کے معانی (۱) بڑی لگام، (۲) موٹی لگام

(۳) مضبوط لگام کے ہیں۔

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ذوالجناح کوئی عام گھوڑا نہ تھا کہ اس کو اس قدر

خاص لقب عطا ہوا اور وہ بھی کسی عام شخصیت سے نہیں بلکہ جناب سرور کائناتؐ سے۔

معانی کے اعتبار سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ذوالجناح کوئی خاص جاندار تھا کیونکہ

عام ساخت کے گھوڑے کے لیے کوئی بھی مروجہ لگام استعمال ہو سکتی تھی۔ لگام چمڑے

سے بنی ہوئی ایسی چیز ہے جو گھوڑے کو قابو میں رکھنے اور مرضی سے استعمال کرنے کے

لیے استعمال ہوتی ہے۔ لگام عام طور پر تین حصوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ اوّل حصہ

فولادی زنجیر یا جڑے ہوئے فولادی کڑوں کی صورت میں ہوتا ہے اس کو گھوڑے کے

منہ کے اندر ڈالا جاتا ہے اس کے سرے گھوڑے کے جبڑوں کے اطراف یعنی بانچھوں

سے باہر نکلے ہوتے ہیں۔ یہ باہر نکلے ہوئے سرے سر بند اور راسوں سے منسلک

ہوتے ہیں۔ سر بند نہ صرف گھوڑے کے مکمل سر کو گھونٹنے کے لیے استعمال ہوتا ہے بلکہ

اشیاء کو بنیاد بھی فراہم کرتا ہے۔ راسیں گھوڑ سوار کے ہاتھ میں ہوتی ہیں جس سے وہ گھوڑے کو اپنی مرضی کی سمت موڑنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ سر بند اور راسیں چمڑے سے بنائی جاتی ہیں اونٹ کے لیے جو شے استعمال ہوتی ہے اس کو مہار کہتے ہیں اور یہ زیادہ تر کپاس یا اون کے ریشوں کو بٹ کر بنائی جاتی ہے۔ اور پٹی نما چمڑے کی لگام کے برعکس مہار بیٹی ہوتی ہے۔ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ جس گھوڑے کے لیے یہ لفظ استعمال ہوا وہ عام جانوروں سے الگ قسم کا کوئی جاندار تھا۔ الگ ہونے کے علاوہ ذوالجناح جسمانی ساخت میں بھی دوسرے جانداروں سے منفرد ہوگا یہ بات لفظ ذوالجناح کے معانی سے ظاہر ہو رہی ہے کیونکہ یہ لقب کسی خاص یا بہت بڑے جتنے والے گھوڑے کو ہی دیا جاسکتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس یا ان کے دور میں ایسے گھوڑے بھی پائے جاتے تھے کہ جن کے پر ہوتے تھے اور ان میں طاقت پرواز ہوتی تھی۔ بعض روایات کے مطابق یہ گھوڑے دراصل جنات کی ایک قسم تھے اور ان کے ماتھے پر ایک چمکدار سینگ یا اُبھار ہوا کرتا تھا۔ حضرت سلیمانؑ کے زمانے کے بعد اس طرح کے گھوڑے ناپید ہو گئے۔

مغربی دیومالائی قصوں میں ایسے گھوڑوں کو ”یونی کون“ کے نام سے پکارا گیا ہے اس کے علاوہ پہلے جناب رسالتؐ اور ایک زوجہ محترمہ کا واقعہ بیان ہو چکا ہے جس میں اس طرح کے گھوڑے کا ذکر ہے۔ اس واقعہ سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ ذوالجناح کی منسوبیت ایسے گھوڑوں سے ہے کہ جن میں طاقت پرواز ہوتی تھی۔

بعض روایات کے مطابق ذوالجناح نہ صرف غیر معمولی جسامت اور خدو خال کا مالک تھا بلکہ اس کی پیشانی پر ایک خوشنما اور چمکدار اُبھار تھا۔ غرض کہ اس میں جو کچھ بھی تھا سب کا سب غیر معمولی تھا۔ سب سے بڑھ کر اس جاندار کو کائنات کی سب سے عظیم

ہستی کی سواری ہونے کا شرف حاصل تھا یہ ایسا شرف ہے کہ اس پر جتنا بھی ناز کیا جائے کم ہے۔ اس کے علاوہ ذوالجناح کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ اس نے رسول اللہ کے دور کے علاوہ تین اماموں کا دور بھی دیکھا اور ان کی سواری میں رہا۔

لجامِ ذوالجناح پر جناب رباب کا ہاتھ:

مولانا سید تقی لکھنوی ابن مولانا غفرانآب دلداری لکھنوی لکھتے ہیں:-

جب امام حسینؑ سب سے رخصت ہو چکے اور درخیمہ پر آکر ذوالجناح پر سوار ہوئے اور ارادہ جانے کا کیا تو جناب ربابؑ قریب آئیں۔

وَ أَخَذَتْ لَجَامَ فَرَسِهِ وَ بَكَتْ وَ قَالَتْ لَهُ يَا سَيِّدِي إِنَّكَ تُقْبَلُ فَمَنْ

يَحْمِينِي

اور آکر لجامِ فرس پر ہاتھ ڈال دیا اور رو کر عرض کی کہ اے میرے سید اے میرے مولانا آپ تو مرنے جاتے ہیں اس کنیز کا تو کوئی سہارا بتاتے جاییے کہ بعد آپ کے کون میری حمایت کرے گا۔ پس امام حسینؑ جناب ربابؑ کی بیکشی پر بہت روئے اور فرمایا کہ اے ربابؑ! صبر و شکر کرو خدا کا ہر نوح و بلا میں کہ وہ بچائے گا تمہیں شر سے لوگوں کے فَوَدَّعَهَا پس سمجھا کر رخصت کیا حضرت نے جناب ربابؑ کو واہ کیا کام کیا ہے جناب ربابؑ نے بعد شہادتِ امام حسینؑ مدۃ العرسائے میں نہیں بیٹھیں دن کی دھوپ رات کی اُوس میں بسر کی۔ (مجلس العیجہ ۱۹۱ء، ص ۲۵۵)

ذوالجناح کا زین:

ذوالجناح کا زین بھی قابلِ احترام ہے جس پر رسول اللہ سوار ہوئے، پھر حضرت علیؑ

اور حضرت امام حسنؑ سوار ہوئے۔ اس زین پر حضرت امام حسینؑ سوار ہوئے۔

میر انیس نے اس زین کی تعریف میں بہت سے اشعار کہے ہیں:-

اختر نخل ہیں زینِ جواہر نگار سے  
ذڑوں نے چُن لیے ہیں ستارے غبار سے

وہ ساز اور وہ زینِ مرصع کی زیب و زین  
اس میں ہوا میں ارض و سما کا تھا فرق و بین  
زینِ خالی ہو گیا:-

دیکھا یہ ذوالجناح کا سیدانیوں نے حال  
خالی ہے زین اور ہے ماتھا لہو سے لال

زین سے مرے رسول کا پیارا کہاں گرا      دو دن کی بھوک پیاس کا مارا کہاں گرا  
وہ عرشِ کبریا کا ستارا کہاں گرا      آقا ترا امام ہمارا کہاں گرا  
سایہ ہے کچھ کہ لاش ہے جلتی زمین پر  
لختے یہ کس کے خون کے ہیں تیری زین پر  
امام حسینؑ جب زخمی ہوئے یہ زینِ خون سے رنگین ہو گیا، سیدانیوں نے جب  
ذوالجناح کے خالی زین کو دیکھا اپنے سروں کو اس زین پر رکھ دیا اب اس زین کی شبیہ  
بھی قابلِ احترام ہے۔

ذوالجناح کی رکاب:

ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ:-

حضرت رسول اللہ نے ارشاد فرمایا:-

”کسی آدمی کو سوار ہونے میں مدد دینا یا اس کا سامان سواری پر رکھنا دینا بھی ثواب

ہے۔“ (بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ)

علامہ سید مجتبیٰ حسن کا مونپوری لکھتے ہیں:-

علاء الدین قادوسی مصری، م ۷۰۸ھ کا دعویٰ تھا کہ ان کے پاس حضور کی سواری کی رکاب ہے۔ (ابن حجر عسقلانی)

۶۵۳ھ میں صلاح الدین ایوبی نے عباسی خلیفہ معتصم کو لوہے کی ایک رکاب یہ کہہ کر دی۔ یہ نبی اکرم کی رکاب مبارک ہے۔ جس طرح بنی عباس چادر کی حفاظت کرتے رہے۔ بنی ایوب نے رکاب کی حفاظت کا اہتمام کیا۔ (سرفراز محرم نمبر ۱۹۶۳ء، ص ۱۱)

ذوالجناح کی دونوں رکابیں بھی قابل احترام ہیں، یہ وہ رکاب ہے جسے تھام کر رسول اللہ علیؑ کو سوار کرتے تھے، اسی رکاب کو تھام کر حضرت عباسؓ اور حضرت علی اکبرؓ امام حسینؓ کو سوار کرتے تھے، میرانیس نے اس رکاب کی تعریف میں بہت سے اشعار کہے ہیں، رخصتِ آخر کے وقت حضرت زینبؓ نے یہ رکاب تھامی تھی، اس وجہ سے رکاب کا مرتبہ اور بھی زیادہ بلند ہو گیا۔

معصومین کے پاؤں اس رکاب میں رہتے تھے، اس رکاب کی شبیہ بھی قابل احترام ہے۔ میرانیس نے خوبصورت تشبیہات کے ساتھ رکاب کی تعریف کی ہے:-

کہتے ہیں رکابوں کو جو ہیں دیکھنے والے

ہیں دو مدہ نو زین کے دامن کو سنبھالے

آیا عجب شکوہ سے اسپ قمر رکاب      تھا مے تھی فتح زین کا دامن ظفر رکاب  
چشمک زنی ہلال پہ کرتی تھی ہر رکاب      حلقہ تھا نور مہر کا یا جلوہ گر رکاب  
نازاں ہے خود رکاب کے پاؤں کو دیکھ کر  
بل کر رہا ہے خاک پہ سائے کو دیکھ کر

لو اب سوار ہوتا ہے زہرا کا یادگار      تھا مے رکاب کون، نہ یاور نہ غم گسار  
رو کر فرس سے کہتے ہیں شبیر نام دار      اے ذوالجناح دیکھ یہ نیرنگ روزگار

سب دوپہر میں امین علی سے جدا ہوئے  
جو تیرے گرد رہتے تھے وہ دوست کیا ہوئے

وقتِ رخصتِ حسینؑ حضرت زینبؑ نے رکاب تھامی:

لکھا ہے یاں لجامِ فرس پر تھا دستِ شاہ فریادِ وا حسینؑ سے ہلتی تھی قتلِ گاہ  
خیمے سے نکلی اک زنِ بالا بلند آہ رُخ پر نقابِ پاؤں میں موزے عباسیہ

حُسنِ رسولؐ شانِ علیؑ کا ظہور تھا  
گویا لباسِ کعبہ میں خالق کا نور تھا

پردہ ہٹا جھکی ہوئی آئی وہ دل کباب تھامی لرزتے ہاتھوں سے رہواری رکاب  
گھوڑے پہ جلوہ گر ہوئے شاہِ فلک جناب بیتِ الشرف میں پھر گئی وہ مثلِ آفتاب

جس کا یہ ذکر تھا وہ نواسی نبیؐ کی تھی  
زینبؑ بہنِ حسینؑ کی ، بیٹی علیؑ کی تھی

پھر نا تجھے نصیب ہو راہِ ثواب میں  
تاقم یہ دونوں پاؤں رہیں اس رکاب میں

تبیغیں اپنی ہوئی جو برابر سے چل گئیں  
غش آگیا قدم سے رکابیں نکل گئیں

جبریلؑ نے رکابِ ذوالجناح تھام لی:

کتاب ”اسرار الشہادت“ میں لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ کربلا کی سرزمین پر پہنچے تو  
جبریل نازل ہوئے اور ذوالجناح کی رکاب تھام کر عرض کیا اے فرزندِ رسولؐ اس زمین  
کو کربلا کہتے ہیں یہ مقام نزولِ ملائکہ مقررین ہے عالمِ ذر میں یہاں آپ کی شہادت

لکھی جا چکی، امام حسینؑ نے فرمایا اے جبریل ہم آٹھ روز پہلے وعدہ گاہ پر آگئے روزِ دہم عاشورہ محرم کو ہم اپنا وعدہ پورا کریں گے۔ (ریاض القدس.. جلد اول.. ص ۳۹۱)

### رکابِ ذوالجناح تھا منے والا کوئی نہ تھا:

مقتلِ ابی مخنف میں ہے کہ ۲ محرم کو حضرت کا گھوڑا کہ جس پر آپ سوار تھے زمین کر بلا پر پہنچ کر قدم بمشکل تمام بڑھاسکا، امام حسینؑ نے دیکھا کہ گھوڑا اب قدم نہیں اٹھاتا تو آپ نے دوسرا گھوڑا بدلا، امام حسینؑ نے یکے بعد دیگرے چھ گھوڑے بدلے لیکن کسی گھوڑے نے قدم نہیں اٹھایا۔

امام حسینؑ نے فرمایا اے جوانو گھوڑوں سے اُترو کہ ہماری آخری منزل آگئی، امام حسینؑ نے جیسے ہی رکاب سے قدم نکالا سب نے دوڑ کر گھوڑے کی رکاب تھام لی، گھوڑے سے اُترے، رکاب تھامنے والے سب کے سب موجود تھے لیکن روزِ عاشورہ ہنگامِ عصر جب امام مظلوم رخصتِ آخر کے لیے خیمے میں آئے اور اہل حرم سے رخصت ہوئے تو ذوالجناح درخیمہ پر موجود تھا مگر کوئی رکاب تو سن تھا منے والا نہ تھا۔

(ریاض القدس... جلد اول... ص ۳۹۲)

### ذوالجناح کے سُم:

سورۃ عادیات میں ارشادِ الہی ہے۔

فالموریاتِ قدحاً (ترجمہ) نعلدارناپوں کو پتھر ملی زمین پر مارتا تھا سُموں کی رگڑ سے آگ کی چنگاریاں نکلتی تھیں۔

حضرت علیؑ جنگِ ذاتِ سلاسل میں ذوالجناح یا مرتجز پر سوار تھے قرآن میں اللہ اُس گھوڑے کے سُموں کی قسم کھاتا ہے۔ قدحاً کے معنی ہیں نعلدارناپوں کو پتھر ملی زمین پر مارتا اور موریات کے معنی ہیں سُموں کی رگڑ سے آگ کی چنگاریاں نکلنا۔

کر بلا میں اس اسپ وفادار کو امام حسین کی نصرت میں جانا تھا، اور رہتی دنیا تک زندہ جاوید رہنا تھا اس لیے ذوالجناح کی بہت سی صفات کی قسمیں کھائی گئی ہیں۔  
خصوصی طور پر یہاں ذوالجناح کے سُموں کا تذکرہ ہے۔

میرا نیتس نے ذوالجناح کے سُموں کی تعریف میں بے شمار اشعار کہے ہیں۔  
ذوالجناح کا ہر نعل (سُم) غیرت دہ تیغ صفہائی تھا۔ وہ جب زمین پر ٹاپ مارتا تھا خاک سے پانی پیدا ہو جاتا تھا۔

ذوالجناح جب آہستہ سے دوشِ صبا پر قدم رکھتا تھا تو اس طرح چلتا تھا جیسے ہوا پر پھول کی خوشبو جاتی ہے۔

ذوالجناح کے نعل کا حسن ایسا تھا میدانِ جنگ میں جیسے دلہن کے ہاتھ میں آمینہ ہو۔  
ذوالجناح کے ہر نعل میں تیغ تیز کا اثر تھا، دشمن ذوالجناح کی جست سے خوف زدہ تھا۔  
ذوالجناح کے گول گول سُم میدانِ جنگ میں اتنی تیز پرواز کرتے تھے کہ اس پرواز کو اگر یونانی دیکھتے تو اُن کی عقل بھی حیران رہ جاتی۔

دیکھی ہے سُموں میں کسی گھوڑے کے یہ صنوبر بھی  
اک جا ہیں ستارے بھی قمر بھی مہ نو بھی

ہاتھ اس کے جدھر آئے اجل پاگئی اس کو  
اک ٹاپ پڑی جس پہ زمین کھا گئی اُس کو

پامال نہ ہوں پھول جو گلزار پہ دوڑے  
سُم تر نہ ہوں گر قلم زخار پہ دوڑے

ہر نعل تھا غیرت دہ تیغ صفہائی  
جب ٹاپ پڑی خاک سے پیدا ہوا پانی



یوں رکھتا تھا آہستہ قدم دوشِ صبا پر  
بوئے گل جاتی ہے جس طرح ہوا پر

ہر نعلِ پا کا حُسن یہ تھا اس جلوں میں  
آئینہ جس طرح سے دستِ عروس میں

میدان میں تھا کسی کو نہ یارا ستیز کا  
عالم ہر ایک نعل میں تھا تیغِ تیز کا

وہ چھوٹی چھوٹی گاچیاں گول گول سُم  
سرعت وہ تھی کہ عقل تھی یونانیوں کی گم

گھوڑوں کا تن بھی ٹاپ سے اُس کے فگار تھا  
ضربت تھی نعل کی کہ سرو ہی کا وار تھا

ہر نعل سے خم تھا مہ نو شرم کے مارے  
اٹھتے تھے قدم جب تو چمکتے تھے ستارے

ہو رشک نہ کیوں کر فلکِ ماہِ جبیں کو  
نقشِ سُمِ تو سن سے لگے چاند زمیں کو

ملعونوں کو ناپوں سے کچاتا ہوا آیا  
ہر سُو دلی کفار کو ملتا ہوا آیا

فالمورياتِ قدحاً (سورۃ عادیات، آیت ۲) وہ گھوڑے جو پتھر پر ٹاپ مار کر آگ

(چنگاریاں) نکالتے ہیں۔

یہاں اللہ نے گھوڑے کے سُموں کی قسم کھائی ہے، یہ گھوڑا ذوالجناح کے علاوہ کوئی دوسرا گھوڑا نہیں ہو سکتا۔

پروردگار عالم جس کے سُموں کی قسم کھا رہا ہے، اُس گھوڑے کے سُموں کی عظمت کا بیان کس طرح ہو سکتا ہے۔

حضرت زینبؓ کی فریاد:-

اے ذوالجناح سبٹ نبیؐ میں ترے ثار بچپن سے میرے بھائی نے تجھ کو کیا ہے پیار  
قاتل ترے سوار کی چھاتی پہ ہے سوار تیرے سوا نہیں کوئی اس وقت غم گسار  
میں بنتِ فاطمہؑ ہوں جو بھائی کو پاؤں گی  
تیرے سُموں کو آنکھوں سے اپنے لگاؤں گی

## ذوالجناح کی طولانی عمر کا راز:

ذوالجناح پر سوار ہو کر حضرت سرورِ کائنات نے جس پہلی جنگ میں شرکت فرمائی تھی وہ جنگِ احد تھی۔ (از شراث اللامواد، ج اول، ص ۵۹)

ذوالجناح کی خریداری و ولادت امام حسین سے قبل ہوئی تھی۔ پھر جب آپ کا ظہور نور ہو گیا اور کچھ پیروں چلنے لگے تو اس گھوڑے پر سواری کی خواہش کی۔ نانانے اپنے محبوب نواسے کو گھوڑے پر سوار کیے جانے کا حکم دیا۔ اصحابِ کرام شاہزادے کو جیسے ہی گھوڑے کے سامنے لائے تو وہ فوراً ادب سے بیٹھ گیا۔ اصحاب نے نواسے رسول اللہ کو اُس پر سوار کیا اور حضور کی خدمت میں مبارک باد دینے لگے مگر آنحضرتؐ نے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ صحابہ کرام گھبرا گئے۔ عرض کی ہم سے کیا گستاخی ہوئی۔ فرمایا میں اس پر رورہا ہوں کہ جس طرح آج یہ گھوڑا حسین کے لیے بیٹھا ہے جب کربلا میں یہ

حسین زخموں سے چُور ہو جائے گا اور زمین پر گرنے لگے گا تو اُس وقت بھی یہ بیٹھ جائے گا تاکہ گرنے کا فاصلہ کم ہو جائے۔

(منقول از کلید مناظرہ ص ۲۳۰ حوالہ مجمع البحرین (در علم حدیث و سیرت)

لوگوں کا اعتراض ہے کہ ذوالجناح کربلا میں موجود نہیں ہو سکتا کیونکہ اس قدر طولانی زمانے تک گھوڑے زندہ نہیں رہا کرتے۔ گھوڑے کی عمر طبعی اتنی نہیں ہے اور اگر وہ کسی طرح زندہ بھی رہ گیا ہو تو جنگ میں استعمال کے قابل نہ تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس خدا نے ہر شے کی عمر طبعی مقرر کی ہے وہی اسے بدل بھی سکتا ہے۔ زمانہ حضرت محمد بن حنفیہ تک ”ذلدل“ کا باقی رہنا (جو مقوقس کا بیجا ہوا رسول اللہ کی خدمت میں بطور ہدیہ ایک خچر تھا) اور امام حسین کے بعد محمد بن حنفیہ کا اس پر سوار ہونا، تاریخوں میں مذکور ہے۔ اگر ایک خچر اتنے عرصے تک باقی رہا تو گھوڑا بھی رہ سکتا ہے اور خدمت بھی انجام دے سکتا ہے۔ پھر یہ تو رسول اللہ کی سواری کا گھوڑا تھا۔ ایک مرتبہ عمرو بن لُحَمّ صحابی نے آنحضرت کی خدمت میں پینے کے لیے دودھ حاضر کیا تھا تو آپ نے خوش ہو کر دعا دی تھی کہ ”اللّٰهُمَّ اَمْتَعِهْ بِشَبَابِهٖ“ پروردگار! اس کو جوانی عرصہ دراز تک لطف و لذت عطا کر، دعائے رسول کا اثر یہ ہوا کہ ان کا سن اسی (۸۰) سال کا ہو گیا تھا مگر ان کے جسم کا کوئی بال سفید نہیں ہوا تھا

(مناقب ابن شہر آشوب ج اول ص ۵۸۔ اصابع ج ۲ ص ۵۲۶)

اسی طرح عمرو بن اخطب سے حضور نے ایک موقع پر پینے کے لیے پانی طلب فرمایا اور جب عمرو کسی ظرف میں پانی لائے تو انھوں نے دیکھا کہ اُس میں بال پڑا ہوا ہے۔ یہ دیکھتے ہی عمرو نے اُس بال کو نکال کر پھینک دیا۔ رسول اللہ نے خوش ہو کر دعا دی۔ ”اللّٰهُمَّ جَمِّلْہٗ“ پروردگار! اس کو حسن و جمال عطا فرما۔ حضور کی اس دعا کے اثر سے اُن کے سر اور داڑھی کا کوئی بال سفید نہ ہوا جبکہ اُن کی عمر ۹۳ سال کی تھی۔

(سفینۃ البحار ج ۲ ص ۲۵۹۔ ”مناقب“ ابن شہر آشوب ج اول ص ۵۷)

اس کے علاوہ ہم زینب بنت ام سلمہ کے حال میں لکھا ہے کہ وہ بہت کم سن تھیں اور اُس طرف کھیلتی ہوئی نکل آئیں جہاں حضور فرما رہے تھے تو آپ نے انھیں حکم دیا کہ یہاں سے چلی جا اور ان پر پیار سے پانی کا چھینٹا مارا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ اُن کی عمر ایک سو سال کے قریب ہو گئی تھی مگر جوانی کا رنگ روپ اُن سے جدا نہیں ہوا تھا۔ آنحضرتؐ کے معجزات میں ایسی باتیں کثرت سے موجود ہیں تو پھر تعجب کیا ہے اگر آپ کی سواری کا گھوڑا جس کی پشت پر آپ بیٹھا کرتے تھے اُسے اللہ نے اسی قدر عمر دی ہو بلکہ ہم تو اس کے قائل ہیں کہ وہ اب تک زندہ ہے اور ظہورِ امام عصر علیہ السلام کے وقت وہ بھی آپ کے ساتھ ظاہر ہوگا اور یہ بات قدرتِ خدا سے قطعاً بعید نہیں ہو سکتی۔

ذوالجناح، معجزہ نبیؐ، کربلا تک کیسے زندہ رہا:

ذوالجناح رسول اللہ کی سواری کا گھوڑا تھا جس کی پشت پر بارہا رسالت کا بار رہا۔ جو خاتم المرسلینؐ کو اپنی پشت پر مدتوں اٹھاتا رہا کیوں کر کیفِ شباب و حیات سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا۔ وہ مُرتجز جو رسالت و نبوت و امامت بدوش رہتا تھا، جس کے گرد فرشتے طواف کرتے تھے، جو براق کا جانشین تھا، جو کائنات کی نگاہوں کا مرکز تھا، جو وحی والہام کے سایے میں بڑھا، جو عصمتوں کے پہلو بہ پہلو رہا، جو بُرج کی طرح مہر نبوت کو اپنی آغوش میں لیے رہا، جسے افضل کائنات اور سردارِ مرسلینؐ کی طرف نسبت تھی، وہ فرس جس نے جب بھی کسی کو اپنی پشت پر اٹھلایا تو یا رسولؐ تھا یا امام معصوم تھا، امامتوں کے سایے میں رہا، عصمتوں کی محفل میں رہا، جس پر محمدؐ کی نگاہِ کرم و محبت رہی، جس پر سیدۂ عالم کی توجیہ خاص رہی۔ جانتی تھیں کہ یہی وہ گھوڑا ہے جو کربلا میں میرے پیارے بیٹے حسینؑ کے کام آئے گا۔ انھیں معلوم تھا کہ یہی وہ فرس ہے جو بہنوں کے پاس بھائی کی سانپ لے جائے گا اور بیٹیوں کو باپ کی شہادت کی خبر دے گا، یہی ہے جو

تبرکات انبیاء کی حفاظت کرے گا اسی لئے تو سیدہ عالم بھی اس گھوڑے سے بہت محبت رکھتی تھیں۔ بابا کی نشانی تھا، شوہر اور بیٹوں کے کام آنے والا تھا اس لیے سیدہ عالم اس سے بے حد محبت رکھتی تھیں تو پھر جب اس میں چمن عصمت کے ہر پھول کی خوشبو تھی اور اس پر اللہ کے محبوب رسول کی نگاہ لطف و کرم تھی تو اگر اسے ان صفات کے بعد حیات دوام عطا ہو جائے اور طاقت و حسن میں کمی نہ ہو تو حیرت کیوں ہے؟..... جس اسپہ و قادار پر رسالت و امامت کی نظر ہو، جو چمن فتح و ظفر کا شمر ہو، جو شب و بجز کارزار کی سحر ہو، قدرت جس کی رفتار کی قسم کھائے، جس کی مدح قرآن کے ورق پر آجائے، جس کی کاوشوں کا فروغ اسلام میں حصہ ہو، جس کا نام زمانے کے ورق پر ثبت ہو اور جو غیبت میں امامت کا ہمسفر ہو جائے اُس کی حقیقی مدح و ثنا زبانِ وحی ہی کر سکتی ہے۔ وہ گھوڑے ہی تو تھے جن کی مدح میں سورہ ”العادیات“ کا نزول ہوا ہے اور وحی نے آواز دی۔

بہر حال جس گھوڑے کی تربیت ہی ہوئی ہو رسالت و امامت کے سایے میں وہ عمر طبعی کی حدوں کا پابند نہیں ہو سکتا اور وہ تو کربلا تک نہیں بلکہ ظہور حضرت حجت علیہ السلام کے زمانے میں بھی زندہ ہوگا اور جس طرح دادا کی خدمت کی تھی اسی طرح پوتے کی بھی خدمت کا شرف حاصل کرے گا۔ ذوالجناح کے طول عمر میں شک کرنے والے قرآن میں دیکھ لیں۔ حضرت عزیر کے تذکرے میں اللہ نے فرمایا ہے۔ فَاَنْظُرْ اِلَى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ يَتَنَّهُ وَ اَنْظُرْ اِلَى حِمَارِكَ وَ لَنَجْعَلَكَ اَيَةً لِلنَّاسِ (بقرہ آیت ۲۵۹)

اب تم ذرا اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ ان میں تھوڑی سی بھی خرابی نہیں آئی اور ذرا اپنی سواری کے گدھے کو تو دیکھو کہ اس کی ہڈیاں ڈھیر پڑی ہیں اور یہ سب اس غرض سے کیا گیا ہے کہ ہم لوگوں کے لیے تمہیں اپنی قدرت کا نمونہ بنائیں۔ (اس کے بعد کا ترجمہ یہ ہے): اور اچھا اس گدھے کی ہڈیوں کی طرف نظر کرو کہ ہم انہیں

کیونکہ جوڑ جاڑ کر ڈھانچا بناتے ہیں پھر اُن پر گوشت چڑھاتے ہیں پس جب اُن پر یہ سب کچھ ظاہر ہو گیا تو وہ بے ساختہ بول اُٹھے کہ میں یقیناً کامل رکھتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، غرض لوگوں کو حضرت عزیر نبی کے ایک سو سال تک مُردہ رہنے اور پھر سے زندہ ہو جانے پر تعجب نہ ہو اور اگر فرس خاتم النبیین عرصہ دراز تک زندہ رہ جائے تو حیرت کی جائے۔ غذا اور دودھ تو برس تک نہ سڑے تو قرآن حکیم کی تصدیق کرنا پڑے مگر ذوالجناح کی عمر طویل پر یقین نہ آئے۔ (واقعہ حضرت عزیر تفصیل کے ساتھ تفاسیر میں دیکھئے)۔

سگ اصحاب کہف اب تک زندہ ہے مگر فرس محمدؐ میں شبہ کیا جاتا ہے..... ذوالجناح (مُرْتَجَز) وہی گھوڑا ہے جس پر رسول اللہؐ سواری کرتے تھے اور امام حسینؑ نے میدانِ کربلا میں اعلان کیا تھا کہ اے اشقیائے اُمت خوب پہچان لو کہ یہ میرے نانا کی سواری کا گھوڑا ہے جس پر لوگوں نے جواب دیا تھا..... "اللہم نعم بے شک ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ وہی گھوڑا ہے اور ہم اسے خوب پہچانتے ہیں۔ میرا تیس کہتے ہیں:-

امام حسینؑ نے صبح عاشور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:-

مجھ کو لڑنا نہیں منظور یہ کیا کرتے ہو تیر جوڑے ہیں جو مجھ پر تو خطا کرتے ہو  
کیوں نبی زادے پہ غربت میں جفا کرتے ہو دیکھو اچھا نہیں یہ ظلم بُرا کرتے ہو

شع ایماں ہوں اگر سر مرا کٹ جائے گا

یہ مرقع ابھی اک دم میں اُلٹ جائے گا

میں ہوں سردار شبابِ چمنِ خلدِ بریں میں ہوں خالق کی قسم دوشِ محمدؐ کا مکین  
میں ہوں انگشترِ پیغمبرِ خاتمِ کائیں مجھ سے روشن ہے فلک مجھ سے منور ہے زمیں

ابھی نظروں سے نہاں نور جو میرا ہو جائے

محفلِ عالمِ امکاں میں اندھیرا ہو جائے

قلزمِ عز و شرف کا دُرِ شہوار ہوں میں سب جہاں زیرِ نگین ہے وہ چہ انداز ہوں میں

آج گو مصلحتاً بیکس و ناچار ہوں میں ورثہٴ احمدؑ مختار کا مختار ہوں میں

بخدا دولتِ ایماں اسی دربار میں ہے

سب بزرگوں کا تبرک مری سرکار میں ہے

یہ تبا کس کی ہے بتلاؤ یہ کس کی دستار یہ زرہ کس کی ہے پہنے ہوں جو میں سینہٴ فگار

بر میں کس کا ہے یہ چار آئینہ جو ہر دار کس کار ہوا ہے یہ آج میں جس پر ہوں سوار

کس کا یہ خود ہے یہ تیغِ دوسر کس کی ہے

کس جری کی یہ کماں ہے یہ سپر کس کی ہے

تنگ آئے گا تو رکنے کا نہیں پھر شبیرؑ ایک حملے میں فنا ہوں گے یہ دولا کھ شہیر

چل سکیں گے نہ تیر مجھ پہ نہ تلوار نہ تیر کاٹ جائے گی گلے سب کے یہ بڑاں شمشیر

شیر ہوں لختِ دل غالب ہر غالب ہوں

میں جگر بند علی ابنِ ابی طالب ہوں



چھٹا باب

ذوالجناح کی وفاداری



## .....﴿چھٹا باب﴾.....

- ۱۔ امام حسینؑ کے بچپن کے واقعات اور شہادت کی پیشین گوئی میں  
ذوالجناح کا تذکرہ
- ۲۔ ۲۸ رجب کو مدینے سے روانگی اور مرتجز کی سواری
- ۳۔ ۲۸ رجب کو حضرت اُمّ سلمہؓ نے ذوالجناح کی زیارت کی
- ۴۔ مدینے میں عبداللہ ابن عباس کا رکاب ذوالجناح تمام کر حسینؑ کو سوار کرنا
- ۵۔ لجام فرس پر محمد حنفیہ کا ہاتھ
- ۶۔ امام حسینؑ کا خواب اور ذوالجناح کا راستے میں رکنا
- ۷۔ لجام فرس پر رخر کا ہاتھ ڈالنا
- ۸۔ زمین کر بلا میں داخلہ
- ۹۔ دوسری ٹحرم کو ذوالجناح کا زمین کر بلا پر آگے نہ بڑھنا
- ۱۰۔ کر بلا میں ورود حسینؑ مرزا دسیر کی نظر میں
- ۱۱۔ صبح عاشورہ سے دوپہر تک ذوالجناح پر سواری
- ۱۲۔ ذوالجناح وقت رخصت (جناب زینبؓ نے گھوڑے پر سوار کیا)
- ۱۳۔ ذوالجناح وقت رخصت میر انیس کی نظر میں
- ۱۴۔ شکوہ و جلال امیر المؤمنین علیہ السلام بوقت سواری اور روز عاشورا  
غربت امام حسینؑ بموقع سواری
- ۱۵۔ ذوالجناح میدان جنگ میں

- ۱۶۔ ذوالجناح فرات میں  
 ۱۷۔ ہنگامِ عصر ذوالجناح کا امام حسینؑ کی حمایت کرنا  
 ۱۸۔ ذوالجناح مقتل میں  
 ۱۹۔ آخری وداع  
 ۲۰۔ امام مظلوم کا اسپ وفادار  
 ۲۱۔ امام حسینؑ زین ذوالجناح سے زمین پر  
 ۲۲۔ گرتے ہیں اب حسینؑ فرس پر سے ہے غضب  
 ۲۳۔ تحقیقات دربارہ قطع سرِ مطہر امام حسینؑ  
 ۲۴۔ تیروں اور نیزوں کے وار اور زین ذوالجناح سے سقوط  
 ۲۵۔ شہادت حسینؑ اور جنگ کا خاتمہ  
 ۲۶۔ ذوالجناح کا بعدِ شہادت خیمے کی طرف آنا  
 ۲۷۔ درخیمہ پر ذوالجناح کی آمد  
 ۲۸۔ مقتل سے ذوالجناح کا درخیمہ اہل بیتؑ پر پہنچنا  
 ۲۹۔ ذوالجناح کا انجام؟ ذوالجناح اب تک زندہ ہے  
 ۳۰۔ ذوالجناح کا میدانِ حشر میں آنا  
 ۳۱۔ ذوالجناح روزِ قیامت شفاعت کرے گا  
 ۳۲۔ گھوڑا جنت میں بھی ہوگا  
 ۳۳۔ ذوالجناح جنت میں بھی امام حسینؑ کی سواری میں ہوگا

## ذوالجناح کی وفاداری

امام حسینؑ کے بچپن کے واقعات اور شہادت کی پیشین گوئی میں  
ذوالجناح کا تذکرہ

نَقَلَ اَنْ لِرَسُولِ اللّٰهِ فَرَسًا فَاِذَا جَاءَ بَيْنَ يَدَيْهِ الْحَسَيْنِ فَيَنْظُرُ  
الِيْهِ نَظْرًا مَّليًّا. منقول ہے کہ ایک گھوڑا جناب رسول خدا کی سواری کا تھا جس وقت  
وہ سامنے جناب امام حسینؑ کے آتا تھا تو حضرت بنظر شفقت غور سے دیکھتے تھے۔

وعيناۃً تمتليان به وموعاً۔ اور حضرت امام حسینؑ کی آنکھوں میں آنسو بھر  
آتے تھے۔ ایک دن جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا۔ اے میرے پارہ جگر تو اسے غور  
سے کیوں دیکھتا ہے۔ اے نور دیدہ تو اس کو اتنا کیوں پیار کرتا ہے۔ آیا تیرا جی اس پر  
سوار ہونے کو چاہتا ہے۔ قال نعم۔ جناب امام حسینؑ نے عرض کی۔ میں آپ کے  
اس گھوڑے کو نہایت پیار کرتا ہوں اور جی چاہتا ہے کہ میں اس پر سوار ہو جاؤں۔ اُس  
وقت آپ کا سن مبارک چھ برس کا تھا فطلب رسول اللہ الفرس۔ پس جناب  
رسول خداؐ نے فرمایا کہ اُس گھوڑے کو لاؤ ثم جاء وجلس و وضع يديه  
ورجليه على الارض۔ یہ سن کے وہ گھوڑا آہستہ آہستہ امام مظلوم کے پاس آیا اور  
زمین پر بیٹھ گیا اور ہاتھ پاؤں زمین پر پھیلا دیئے۔ گویا وہ بھی مشتاق تھا کہ دلبرز ہر اچھ  
پر سوار ہو۔ پس جناب امام حسینؑ اُس پر سوار ہوئے۔ سب اصحاب خوش ہو گئے۔ ثم  
بكى رسول اللہ بكاءً شديداً في بلى لحيتة بالدموع۔ سب تو خوش

ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ فقالو یا رسول اللہ ما یبکیک اصحاب یہ حال دیکھ کے حیران ہو کے پوچھنے لگے یا رسول اللہ اس وقت رونے کا کیا سبب ہے۔ یہ تو مقام خوشی ہے لگے آپ کا پارہ جگر پہلے پہل گھوڑے پر سوار ہوا۔

فَقَالَ ابکی لِلْحُسَیْنِ - حضرت رو کے بولے۔ آہ میں حسینِ مظلوم کے حال پر روتا ہوں "مَانِیْ اَنْظُرُ اِنَّ اُمِّی الْحُسَیْنِ بَعْدَ مَا اَصَابَ عَلٰی جَسَدِهِ جِرَاحَاتٌ کَثِیْرَةٌ کَاَنَّهُ اَنْ یَّقَعَ عَلٰی الْاَرْضِ مَجْنُوْنًا ذَا لَکَ مَلْبَسِ هَذَا الْفَرَسِ"۔ آہ آہ گویا میں دیکھتا ہوں کہ بعد قتلِ عزیز و انصار کے میرا فرزند حسین تن تنہا تین دن کا پیاسا خالموں میں فریاد کرتا ہے اور ہر طرف سے تیر و نیزے چلتے ہیں اور تلواریں اُس کے جسمِ نازنین پر پڑتی ہیں تا آنکہ یہ چور چور ہو کر چاہتا ہے کہ زمین پر گرے تو اُس وقت یہ گھوڑا اسی طرح بیٹھ گیا ہے جیسا کہ اس وقت تم نے دیکھا اور یہ میرا نو نظر زمین پر گر کے بے ہوش ہو گیا ہے۔ فعند ذالک بکی الحاضرون بکاءً شدیداً۔ یہ حال سن کر تمام حضار مجلس بے قرار ہو کے رونے لگے۔

۲۸ رجب کو مدینے سے روانگی اور مرتجز کی سواری:

ثمرات الاعداد، جلد اول ص ۵۸-۵۹ پر خطیب الہاشمی لکھتے ہیں: جب امام حسینؑ نے مدینے سے روانگی کا ارادہ کیا تو اپنی تمام اولاد، سب بھائیوں اور اُن کی اولاد، اپنے چچا زاد بھائیوں، اپنے غلاموں اور کنیزوں کو جمع کیا اور حکم دیا کہ دو سو پچاس اونٹ اور گھوڑے حاضر کئے جائیں۔ جب سواریاں لائی گئیں تو آپ نے فرمایا کہ ان پر سامان رکھا جائے اور وہ تمام چیزیں رکھی جائیں جن کی راستے میں اور اس کے بعد ضرورت ہو سکتی ہے یعنی مختلف قسم کے برتن اور خیمے اور لباس وغیرہ۔ پھر حکم دیا کہ ان میں سے پچاس نانوں پر ہودج (عماری و کجاوہ) رکھے جائیں تاکہ اُن میں خواتین خاندان اور بچے اور کنیزیں سنبھالنے کے لیے بیٹھیں۔ اس کے بعد وہ تمام ہاشمی مرد و

آپ کے ہمراہ رکاب ہونے کا ارادہ رکھتے تھے اپنے اپنے گھوڑے لے کر آگئے۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو امام حسینؑ نے حکم دیا کہ رسول اللہ کی سواری کا گھوڑا لایا جائے۔ اس گھوڑے کا نام ”مر تجز“ (ذوالجناح) تھا۔ یہ وہ گھوڑا تھا جس کو سرورِ کائنات نے مدینے میں چاندی کے دس ٹکوں کے عوض خریدا تھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ چار ہزار درہم کے عوض خریدا تھا اور پہلی مرتبہ جنگِ احد میں حضورؐ اس گھوڑے پر سوار ہوئے تھے۔ یہ بہترین گھوڑا تھا جیسا کہ ائمہ معارف میں علامہ ابن قتیبہ نے لکھا ہے۔ پھر جب آنحضرتؐ کی وفات ہو گئی تو یہ حضرت امیر المومنین کی سواری میں رہا اور آپ نے اسی گھوڑے پر سوار ہو کر صفین میں جنگ کی تھی جیسا کہ نصر بن مہزم نے کتاب صفین میں تحریر کیا ہے۔ امیر المومنین کی شہادت کے بعد یہ گھوڑا امام حسینؑ کی سواری میں رہا۔ چنانچہ میدانِ کربلا میں یہ آپ کے ساتھ تھا۔

ایک موقع پر جب آپ نے دشمنوں کی فوج سے خطاب فرمایا تو آپ اسی گھوڑے پر سوار تھے اور اثنائے خطاب میں فرما رہے تھے کہ اے قوم میں تجھ سے اللہ کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں: کیا تجھے اس کا علم ہے کہ یہ گھوڑا جس پر اس وقت میں سوار ہوں رسول اللہ کی سواری کا گھوڑا ہے۔ سب لوگوں نے بلند آواز سے جواب دیا کہ ہاں ہاں ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ گھوڑا رسول اللہ کی سواری کا ہے۔

(بحوالہ سفینۃ البحار، جلد ۱ ص ۵۱۱، بحار الانوار جلد ۶ ص ۱۲۸)

رسول اللہ نے یہ گھوڑا بنی مرثدہ کے ایک اعرابی سے خریدا تھا پھر اُس نے اس خرید و فروخت سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے یہ گھوڑا رسول اللہ کے ہاتھ فروخت نہیں کیا ہے۔ اس پر خزیمہ بن ثابت انصاری نے اس معاملہ بیچ پر گواہی دی۔ یہ گھوڑا سفید رنگ کا تھا۔

سلطنتِ یزید کا آغاز، باطل کا حق سے طالبِ بیعت ہونا اور اسلامِ حقیقی کو کچل

دینے کا ارادہ، زہریلی قرار داتھی کہ آل رسول برداشت نہ کر سکے اور ۲۷، رجب گزار کر اندھیری رات میں وطن سے نکل کھڑے ہوئے۔ (وسیلۃ النجات) دوستداران علی کا قید خانوں میں پہنچانا اور جوڑہ جائیں ان کا باری باری قتل، میثم تمار کی انسانیت سوز شہادت، حجر بن عدی کا قتل، عمرو بن حمق خزاعی کا سر کاٹ کر نیزے پر تشہیر کرنا وہ پیہم حوادث تھے جس کو دیکھتے ہوئے ہرگز ہرگز یہ امید نہ تھی کہ اولاد رسول اگر خانہ نشین ہو کر نانا کے روضے کی مجاورت میں عمر گزار دیں تو یزید کی طرف سے مزاحمت نہ ہوگی اور گھر میں پُر امن زندگی بسر ہو جائے گی۔ وہ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ امام مظلوم عبداللہ بن عمر اور ابن زبیر وغیرہ کے مشورے پر عمل کرتے اور عراق کا سفر نہ کرتے تو واقعہ کر بلا نظہور میں نہ آتا اور بنی ہاشم کی جانیں بچ جاتیں۔ اس عاقبت نااندیش گروہ کے سامنے یزید کا کعبے پر حملہ اور واقعہ حرہ نہیں ہے (ملاحظہ ہو غرناخصائص الواضحة صفحہ ۲۱۲ طبع مصر ۱۳۱۸ھ)۔

فرزند رسول مدینے سے اس لئے نکلے تھے کہ حرم نبی کی حرمت ان کی موجودگی میں برباد نہ ہو۔ وہ اگر مور و بلخ کے سوراخ میں پناہ لیتے تو قتل ہو جاتے۔ خود فرمایا ہے

لو كنت في حرة هامة من هوام الارض لاستخرجوني منه حتى يقتلونني۔ اگر امام حسین آئادہ نہ ہوتے تو مدینے کی گلیوں میں وہ خون ریزی ہوتی جو واقعہ حرہ میں ہونے والی تھی اور اولاد رسول اس طرح تہ تیغ ہوتی کہ قاتلوں کے نام بھی معلوم نہ ہوتے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ مسلمانوں کے مقرر کردہ خلیفہ سوم حضرت عثمان گھر میں قتل ہوئے اور ان کی بی بی تک قاتل کی نشان دہی نہ کر سکیں یہ حسینی سیاست تھی کہ طوفان ظلم سے پہلے مدینہ چھوڑا۔ رسول کے گھوڑے ساتھ لے کر چلے اور راہِ ثواب گھوڑوں ہی پر طے کی۔ اگر پیغمبر کے راہوار مدینے میں رہنے دیتے تو ان کی حفاظت کون کرتا۔ ان تبرکات کا ساتھ رہنا حقیقت کی دلیل تھا۔

## ۲۸ رجب کو حضرت اُمّ سلمہؓ نے ذوالجناح کی زیارت کی:

پھر امام مظلومؑ نے فرمایا نانی اماں اگر آپ برداشت کر سکیں تو ہم ایک اور منظر دکھانا چاہتے ہیں، حضرت اُمّ سلمہؓ نے فرمایا میں برداشت کروں گی، اس وقت امام مظلومؑ نے یہ دردناک منظر دکھایا اور اُمّ المؤمنینؓ نے دیکھا کہ امام مظلومؑ زین ذوالجناح پر موجود ہیں، ذوالجناح فوجوں کے اژدھام میں دوڑ رہا ہے، ہر طرف سے ملائین تھفہ ہائے ظلم و ستم پیش کرنے میں مصروف ہیں، اسی دوران ایک ملعون ازل نے ایک ایسا وار کیا کہ مظلوم کا سنات زین ذوالجناح سے فرش زمین کی طرف روانہ ہوئے اور آہستہ آہستہ آواز دی ”میرے وفادار بھائی عباسؓ کہاں ہو جلد آؤ اور مجھ غریب کو زین سے اُترنے میں مدد دو، ذرا دیکھو کہ میں کتنا زخمی ہو چکا ہوں کہ اب خود زین سے اُتر بھی نہیں سکتا، میرے جوان بیٹے کہاں ہو، آ کر اپنے بابا کو اُتارو۔“

شہنشاہِ کربلاؑ کو پاک نانی نے زین چھوڑتے ہوئے دیکھا تو پھر برداشت نہ کر سکیں اور جہاں پر موجود تھیں وہاں سے بے ساختہ دوڑیں اور دونوں ہاتھ بڑھا کر فرمایا بیٹے ذرا نانی کو آنے دو میں خود تمہیں زین سے اُتارتی ہوں مظلوم کا سنات نے جلدی سے پاک نانی کا بازو تھام کر کہا نانی ادھر دیکھو میں یہاں موجود ہوں، پاک بی بی نے بیٹے کے گلے میں باہیں ڈال کر بین کیا کہ ہائے میرے مظلوم بیٹے، نانی تمہارے دکھوں پر قربان ہو، اور پھر امام مظلومؑ کی باہوں میں ہی غش کھا کر جھول گئیں، سرکار نے اپنی بہن کو بلا کر فرمایا کہ ذرا پاک نانی کو سنبھالیں۔

(مجالس المنظرین علی روضۃ المظلومین.. جلد اول... صفحہ ۴۰۱، ۴۰۲)

مدینے میں عبداللہ ابن عباسؓ کا رکاہ ذوالجناح تھا مگر حسینؑ کو سوار کرنا:

اس سوال کا جواب کچھ دشوار نہیں ہے۔ تاریخ اسلام اور واقعات عالم دیکھیں

حضرت عائشہ اور حضرت عثمان خلیفہ ثالث سے جب اختلاف شروع ہوا اور حکومت نے ان کی ماہوار تنخواہ میں کمی کر دی۔ تو محترمہ نے سرکارِ دو عالم کا کرتہ مسجد کے نمازیوں کو دکھا کر دو ریزوی یاد دلایا اور اپنی حقیقت کا ثبوت دیا۔ (تاریخ یعقوبی جلد دوم ص ۱۲۳)

پیراہنِ رسولؐ کے قبضے میں رہنے سے اختلاف میں طاقت اور جدید خلافت پر الزام عائد کرنے میں مدد ملی اور یہ داغ نیل تھی ان کے قتل کی۔ اگر قیص پر قبضہ دلیل شرف ہے تو رسولؐ کے گھوڑوں پر سواری اس سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ ان تبرکات کا ساتھ رہنا واقعہ کر بلا میں کام آئے گا۔ فی الحال مدینے سے مکے ۱۱۲ میل راہ (مرآة الحرمین) گھوڑوں پر طے کرنا ہے۔ نانا کے شہر سے قافلہ گھوڑوں اور ناقوں پر چلا۔ سفر کے لئے رات اس لئے نہیں مقرر کی تھی کہ ولید بن عقبہ حاکمِ مدینہ سے نعوذ باللہ ڈر کر پردہ شب میں ہجرت کر رہے تھے بلکہ حرمِ محترم ساتھ ہیں جن کی ماں کا جنازہ شب کو اٹھا تھا ان کا شہر کی آبادی سے نکلنا دن کو مناسب نہ تھا۔ عورتیں محملوں اور کجاووں پر، مرد گھوڑوں پر سواری، امامؐ کے زیرِ ران کون سا اسپ تھا تاریخ خاموش ہے مگر عمومی حیثیت سے ہمیں یہ معلوم ہے کہ امام حسن و حسین علیہ السلام جب سواری ہوتے تھے تو ان کے خاندان کی جلیل تر فرد عبد اللہ بن عباس بصد فخر رکاب تھامتے تھے (احسن الانتخاب فی معیشت سیدنا ابی تراب صفحہ ۱۷۲، شاہ علی حیدر قلندر طبع کا کوری ضلع لکھنؤ) کوئی وجہ نہیں کہ ابن عباس نے اس آخری سواری میں یہ خدمت انجام نہ دی ہو۔ ان کا ناپینا ہونا اس خدمت میں مانع نہیں ہے۔ جس طرح رسولِ عربیؐ کی ہجرت کے وقت بھائی بستر پر سویا تھا اسی طرح فرزندِ رسولؐ کے ترکِ وطن اور ہجرت پر محمد حنفیہ کے مدینے میں رہ جانے پر اب کوئی گفتگو نہ کرنا۔

عموماً ابن عباس کا رکاب تھام کر سواری کرنا تذکرہ خواص الامنہ سبط ابن جوزی میں بھی ہے۔



واقعات سفر طولانی ہیں اور حسینی قافلے کو جب مکے میں پہنچ کر بھی امان نہ ملی اور عین حج کے موقع پر آپ کو قتل کر دینے کے سامان ہوئے تو کعبہ کی حرمت بچانے کے لئے آپ کو وہاں سے نکلنا واجب ہوا ورنہ ہم سمجھتے تھے کہ ۶۰ برس پہلے جو خاندان مکے سے آوارہ وطن ہوا تھا وہ مرکز پر لوٹ آیا اور زندگی وطن اولیٰ میں امن سے گزرے گی۔ یزیدی جراثیم یہاں بھی پہنچے کچھ تجاج کے بھیس میں، کچھ مصنوعی دعوت ناموں کی شکل میں جواز کوفہ تا مکہ ہزاروں کی تعداد میں وصول ہو گئے۔ کوفہ ۵۱۰ میل کے فاصلے پر یہاں سے تھا اور اس سفر کی سختی اور زیادہ تھی۔ اصلیت علم امامت سے مخفی نہ تھی مگر اسلام میں ہمیشہ ظاہر پر عمل ہوا۔ حتیٰ کہ دوست نما دشمنوں کا ایمان قبول کر کے موافقہ القلوب یا طلاق کی لفظیں بنائی گئیں مگر بزم سے نہیں اٹھایا گیا (کشف الغمہ شعرانی ج ۲ صفحہ ۱۹۶) اسی طرح فرزند رسول کو ظاہر پر عمل کر کے کوفہ کی دعوت پر بلیک کہنا بجا تھا۔

### لجام فرس پر محمد حنفیہ کا ہاتھ:

عبداللہ ابن زبیر سے خود امام مظلوم نے فرمایا تھا کہ ”میں کنار فرات سپرد زمین ہونے کو دوست رکھتا ہوں بجائے اس کے کہ صحن کعبہ میں دفن ہوں“۔ یقیناً اگر آپ شوق حج میں خانہ کعبہ میں رہ جاتے تو حرمت کعبہ کا خطرہ تھا۔ حقیقت کی ان گہرائیوں کو سمجھنے والے کہاں تھے۔ محمد حنفیہ مدینے سے آخری زیارت کے لئے آئے۔ کئی ملاقاتوں میں تبادلہ خیال کیا یہاں تک کہ مکے سے رواگی کی خبر سنی اس مقام پر سپہر کاشانی لکھتے ہیں دوان دواں بیاد مدد زمام اسپ برادر بگرفت (ناخ التوارخ ج ۱ ص ۲۰۸) دوڑتے ہوئے آئے اور قافلے کو روانہ ہوتے دیکھ کر لجام فرس پر ہاتھ رکھا، عرض کیا بھائی آپ نے تو غور کا وعدہ کیا تھا، فرمایا، میں نے رسول خدا کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں حسینؑ مکے سے نکلو۔ خدا چاہتا ہے کہ تم کو قتل دیکھے۔ عرض کیا کہ عورتوں کو نہ لے جائیے۔ فرمایا یہ بھی مصلحت ایزدی ہے کہ یہ فید ہوں۔ باتیں بھی گھوڑے

ہوئیں۔

۸/ ذی الحجہ کو محمد حنفیہ ذوالجنح کی لجام تھام کر بہت روئے۔

حامد جو نیوری کہتے ہیں:-

وہ ہشتم ذی الحجہ کو جانا تھا قیامت منہ خانہ یزداں سے پھرانا تھا قیامت

حج عمرے سے بدلا وہ زمانا تھا قیامت ابن حنفیہ کا وہ آنا تھا قیامت

شبیر کے رستے میں کھڑے ہو گئے اڑ کے

منہ اشکوں سے دھونے لگے وہ باگ پکڑ کے

لئے سوئے کوفہ نہ اب جائیے بھائی ہم لوگوں کی حالت پہ ترس کھائیے بھائی

پیتاب ہوں میں سینے سے لپٹائیے بھائی رُک جائیے گھوڑے سے اتر آئیے بھائی

یہ خُلق نہ ہوگا یہ مدارات نہ ہوگی

پھر آپ سے بعد اس کے ملاقات نہ ہوگی

مدینہ چھوڑا تھا تو اب مکے سے نکلے۔ تصویر کا ایک رُخ تو یہ تھا کہ خطرے سے دور

ہو گئے مگر حقیقت یہ تھی کہ موت سے قریب تھے۔ مکے میں کربلا کی یاد سے واضح ہوا کہ

علم کامل ہے اور وہاں اچانک پہنچ رہے ہیں۔ وہی کوفہ تھا جہاں قتل کی تیاریاں تھیں مگر

کچھ آنے والے ایسے تھے جو جاسوسی کا اخلاقی فریضہ ہی ادا کرتے تھے اور علم باطن

ظاہری معلومات میں آمیزش پارہا تھا۔

امام حسینؑ کا خواب اور ذوالجنح کا راستے میں رُکنا:

مستقبل کے حالات پر قدرت کی طرف سے بشارت ہوئی۔ مسافر کا سو جانا اگر وہ

عام انسان ہے۔ بڑا غضب ہے۔

موسم گرما کا سفر اور عرب کے رواج کے مطابق شب کو راستہ چلانا۔ مگر وہ مسافر جو فخر

بشر ہو، جس کا سونا اور جاگنا برابر ہے، جس کے اختیارات کی وسعت عرش سے فرش

تک ہر خشک وتر پر ہے وہ اگر سو جائے تو مثل بیداری کے ہے۔ منزلِ عذیب الحجابات سے پہلے باوفا گھوڑے کو غنودگی کا احساس ہوا، راہوار رُکا اور ادب سے پورا قافلہ ٹھہرا۔ یہ ملحوظ خاطر رہے کہ خواب کو انبیا اور اولادِ انبیا میں بہت بڑا دخل ہے۔ حضرت یوسف کا خواب آنے والے مصائب کی پیشین گوئی تھا امام نے پشتِ فرس پر خواب دیکھ کر چند بار انا للہ وانا الیہ راجعون۔ الحمد للہ رب العالمین کہا۔ انا للہ کلہ مصیبت تھا جس میں حمدِ خدا کر کے شکر کی تصویر کشی ہے۔ شہزادہ علی اکبر نے سب پوچھا انا للہ کہنے کا۔ فرمایا بیٹا میری آنکھ لگ گئی تھی خواب میں دیکھا کہ ایک سوار کہہ رہا ہے۔ قافلہ رواں ہے اور موت بھی ان کے ساتھ ساتھ ہے میں سمجھا کہ یہ ہماری خبر مرگ ہے۔ علی اکبر نے پوچھا۔ کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔ فرمایا ہاں ہم حق پر ہیں۔ عرض کیا تو موت کی کچھ پروا نہیں۔ فقال له الحسین جزاک اللہ من ولد خیر ماجزی ولدا عن والدہ۔ امام نے فرمایا خدا تجھے اے میرے فرزند اچھی جزا دے جو کہ ایک بیٹے کو شفیق باپ کی (زبان سے) دعا ملنا چاہیے (بحار الانوار۔ عوالم وغیرہ) سیاقِ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وقتِ سحر تھا اور اس وقت کا خواب سچا ہوتا ہے۔

### لجامِ فرس پر خُر کا ہاتھ ڈالنا:

حج کو عمرے سے بدلتے ہوئے قافلہ آگے بڑھ رہا تھا کہ کونے سے شہادتِ مسلم و ہانی کی خبریں آچکیں راستے کے خواب کی تعبیر ملی۔ امن کے حامی طے کر چکے ہیں کہ اب کسی گاؤں دیہات کو جائیں گے۔ منزلِ شراف پہنچے۔ بعض ساتھیوں کو دور سے خرے کے درخت دکھائی دیئے۔ چونکہ مشہور راستے کو چھوڑ کر چل رہے تھے اس لئے یہ روانگی خطرے سے خالی نہ تھی ایک دوسرے صحابی نے کہا۔ یہاں خرے کے درخت کہاں ہیں ہمیں تو گھوڑوں کی کونٹیاں اور نیزوں کی بوڑیاں نظر آرہی ہیں۔ یہی رائے ٹھیک تھی اور جس کشت و خون سے دامن بچاتے ہوئے پانچ مہینے سے لہان کی منزل

ڈھونڈ رہے تھے اس سخت وقت کا سامنا ہو گیا۔ باوفا مجاہدوں نے ایک بلندی کا سہارا لے کر خیمے نصب کر دیئے اور لشکرِ خُرّ آپہنچا۔ یہ ایک ہزار سپاہیوں کا رسالہ اور پہلی فوج تھی جو یزید نے بھیجی۔ حسینی جوانوں نے پہلے ان سپاہیوں کو فرارِ حوصلگی سے سیراب کیا اور جو پانی آج ہی کے دن کے لئے رکھ چھوڑا تھا وہ ہر راکب و مرکب کے لئے وقف تھا۔ گھوڑے جب چار پانچ مرتبہ ظروفِ آب سے منہ ہٹا چکے (تاریخِ طبری ج ۶ صفحہ ۲۷۷) یہ اخلاقی فریضہ ختم ہو کر مذہبی فریضے کی بھی ادا ہو گئی یعنی دونوں جماعتوں نے بیک جا نماز کا فریضہ ادا کیا اور مختصر اتمامِ حجت سے بھی فراغت ہوئی اور معلوم ہوا کہ حرب بن یزید ریاحی فوجِ خدا کے ان سپاہیوں کو گرفتار کر کے ابنِ زیاد کے سامنے پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہے تاکہ بیعتِ یزید کی تکمیل ہو۔ امام نے مرعوب نہ ہو کر گھوڑا بڑھایا اور وہ اپنے رسالے کو لے کر سدّ راہ ہوا اور لجامِ فرس پر ہاتھ ڈال دیا۔ امام نے فرمایا ماں تیری تیرے ماتم میں بیٹھے کیا ارادہ ہے۔

یہ کہہ کہ فرس کو جو پھرانے لگے سرور بس ڈال دیا خرنے بھی ہاتھ اپنا عناں پر  
عباسؑ بڑھے غیظ میں تھرا گئے اکبرؑ روکا انھیں اور بولے یہ خُر سے شہِ صفر  
ڈر ہے مجھے اس کا کہ نہ تو قتل کہیں ہو

جا ماں تری ماتم میں ترے سوگ نشیں ہو

جب مادرِ خُر کا شہِ والا نے لیا نام اس صاحبِ عزت کا لگا کا پنے اندام  
تھاما تھا مگر چھوڑ دیا قبضہٴ مصمام کی عرض بس اے قبلہٴ دین شاہِ خوش انجام  
دیں جاتا ہے غصے کو نہ گرضبط کروں میں  
دہشت مجھے اُس کی ہے کہ، کافر نہ مروں میں

نام اور کوئی شخص جو لیتا مری ماں کا خادم بھی جواب اس کو اسی طرح کا دیتا  
ہیں آپ کی ماں نورِ خدا اے شہِ والا حوا کا نہ یہ اوج نہ مریمؑ کا یہ رُبتا

خادم ہیں ملک بنتِ رسولِ دوسرا کے

جل جاؤں کہوں کچھ جو سوا صلِ علی کے (بہ انیس)

اس کی تصریح معتبر مقاتل میں نہیں ہے مگر اس محل پر زہیر بن قین کا جوشِ وفا میں یہ عرض کرنا۔ اچھا تو یہ تھا کہ ان سے ابھی لڑ لیا جائے اتوائے جنگ مناسب نہیں۔ یہ رائے اصولِ حرب کے مطابق تھی مگر سیاستِ الہیہ نظر آتی ہے یہ کہہ کر کہ ہم کو ابتداءً جنگ نہ چاہیے۔ دوسرے اصحاب کے بھی تلواریں پر ہاتھ پہنچ گئے تھے اس جوش سے معلوم ہوتا ہے کہ حُر کی گستاخی ناقابلِ برداشت تھی اور ضرور لجام پر ہاتھ آیا۔

رکھے تھے عنان پر جو امام دوسرا ہاتھ کیا عرب تھا کیا شان تھی کیا اسپ تھا کیا ہاتھ  
 بیتاب ہوا تر کے بڑھے پاؤں اٹھا ہاتھ کی بے ادبی باگ ہی پر ڈال دیا ہاتھ  
 گستاخ پہ رحمت جو نہ ہوتی شہ دیں کی  
 زنجیرِ غضب بنتی عنان اسپِ حسین کی (حامد جو پوری)

زمین کر بلا میں داخلہ:

امام حسینؑ کے گھوڑے کا دفعۃً کر بلا پہنچ کر رُکنا اس قدر ترقی انتظام کا ایک نمونہ تھا جو حضرت رسولؐ کے مدینے میں داخل ہونے کے وقت اس سے پہلے ظاہر ہو چکا تھا اور مکے سے ہجرت کے وقت مدینے پہنچ کر آپ کا ناقہ دفعۃً بیٹھ گیا تھا۔ (حواشی قرآن صفحہ ۷۷۲، بحوالہ ابن کثیر و خازن) وہی تصویر یہاں بھی نظر آتی ہے اور ایسا ہونا بھی چاہیے تھا۔ جینگیر صادق کہہ بھی چکے ہیں ”حسین منی وانا من الحسین“ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ مسلمانوں کے سب سے بڑے امام بخاری بھی اس حدیث کے ناقل اور جمع کرنے والے ہیں (ادب المفرد، طبع مصر صفحہ ۱۰۰، القاہرہ، ۱۳۷۵ھ) یہ حدیث حروف و الفاظ کا مجموعہ نہیں ہے۔ معنویت کی مظہر ہے جو کچھ نبوی زندگی میں ہوا وہ حسینؑ کی حیات میں ہونا ضرور ہے۔

ایک مرتبہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ کے ساتھ اونٹ پر سفر کر رہے تھے۔ محترمہ نائقے کو بیدردی سے کوڑے لگا رہی تھیں نبی رحمت نے کہا۔ عائشہ جانور پر نرمی کرو (مسند احمد ابن حنبل ج ۶ صفحہ ۱۲۵) و احیاء العلوم امام غزالی جلد ۳ صفحہ ۱۴۷، تاریخ نہیں بتاتی کہ ۲ محرم پنجشنبہ کو عصر کے وقت گھوڑا چلتے چلتے رکا تو حضرت امام حسینؑ نے مہمیز کرنے میں سختی کی ہو یا تازیانہ لگایا ہو۔

زمین کر بلا اس قدر محترم ہے کہ شہادتِ حسینؑ سے پہلے باخبر طبقہ اس زمین سے گزر جاتا تھا اور دل میں ڈرتا تھا کہ بے حرمتی نہ ہو۔ اس الجالوت کا بیان ہے کننا سمع انه يقتل بکربلاء ابن بنت نبی فکنت اذا دخلتها دکضمرت فرسی حتی اجوز منها قتل الحسین جعلت یسیر بعد ذالک علی ہیئتہ (ارج المطالب صفحہ ۳۳۶) ہم سنتے آئے ہیں کہ کر بلا میں کسی نبی کا بیٹا شہید ہوگا تو جب میں وہاں پہنچتا ادب کی وجہ سے گھوڑے کو جلد وہاں سے لے جاتا۔ حسینؑ کے شہید ہونے کے بعد بھی میں اسی طرح وہاں سے گزرتا رہا۔ عام لوگوں کی نظر میں جب یہ تعارف تھا تو خود حضرت امام حسینؑ نہ پہچانتے ہوں ناممکن ہے۔ وہ رحمت اللعالمینؑ کے فرزند اور لعابِ دہنِ نبویؐ سے تربیت پا کر بڑے ہوئے تھے۔ دنیا عالم اسباب ہے اور آئمہ مطہرین علیہم السلام ظاہر کے پابند ہیں جب گھوڑا رکا تو بقول ابوحنیفہؒ گھوڑے بدلے ایسا کیوں کیا (۱) پیغمبر کی سیرت سامنے تھی (۲) اگر پہلے ہی گھوڑے کے رکنے پر آرتے تو شہسواری کا عجز اور گھوڑے کی نافرمانی ثابت ہوتی اس لئے سات سواریاں بدلیں (ناخ التواریخ صفحہ ۲۵۵) جس کے بعد مشیت کا تعارف ہو جائے۔ امام حسینؑ راکبِ دوشِ رسولؐ تھے اور ان کی امامت انسان و حیوان سب پر تھی۔ ایک کے بعد پیہم سواریاں بدلنے میں دوسرے راہواروں کو بھی مشرف کرنا تھا (۳) سات کے عدد کا قضا و قدر الہی اور مزاج انسانی سے تعلق ظاہر کر کے اس ساعت

کے منتظر تھے جو کہ بلا میں اقامت کی مقرر کی تھی۔ جب تک سواریاں بدلتے رہے ان گھنٹوں کا راہ میں شمار ہوا اور جب اتر پڑے تو وہ اقامت کا پہلا دقیقہ تھا۔ آسمان پر جس طرح سیارے ہیں یہ حضرات سبحِ مثانی ہیں ان کی نقل و حرکت بھی ذالک تقدیر العزیز العظیم کی تحت میں ہے۔

زمین کر بلا پر پہنچ کر اسپ تیز قدم کا نہ چلنا ایسا تو نہ تھا کہ راہوار کی کوتاہی ہو۔ اس شبہ کو محمود طریحی نے عجب لطف سے ادا کیا ہے۔ اس مرثیے کے صرف تین شعر درج ہیں۔

فلم ینبعث مہرولم یجرمنسم فقال فما ہذی البقاع التی بہا  
جب کسی گھوڑے نے قدم نہ اٹھایا اور سواری دفعۃً رک گئی تو پوچھا کہ یہ بقعہ زمین  
کون سی ہے۔

وقض الخیول السابقات فاعلم فقالوا اتسمی نینوا قال اوضحوا  
جس پر وہ گھوڑے ٹھہر گئے جو کبھی دوڑ میں کسی گھوڑے سے پیچھے نہیں رہے تھے لوگوں  
نے عرض کیا اس کا نام نینوا ہے فرمایا صاف صاف بتاؤ کچھ اور نام ہے۔

فقالوا اتسمی کربلا قال خیموا نعم هذا واللہ اخبر جدنا  
کہا کہ بلا کبھی کہتے ہیں فرمایا (اسی جگہ) خیمے لگاؤ یہ وہی زمین ہے تم بخدا ہمارے نانا  
پہلے خبر دے چکے ہیں۔ (ناخ التواریخ ج ۶ صفحہ ۵۲۰ طبع بمبئی)

امام حسینؑ ایسے پیکرِ علم کے لئے زمین کا نام دریافت کرنا ویسا ہی ہے جیسے علام الغیوب نے کلیم سے پوچھا تھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے! خدا عصائے موسیٰ کو جانتا تھا اور امام زمین کو پہچانتے ہیں۔ گفتگو واقعات کے تحت میں پُر اسرار تھی اللہ اکبر ہمارے شعر اس قدر محتاط ہیں کہ وہ مرثیے میں حقیقت کو سامنے رکھتے ہیں اور وادی خیال میں قدم نہیں رکھتے اور غیر محتاط ذکر حذف و ایزاد سے اپنی نثر کو نہیں بچاتے تو

ذاکری انتہائی دشوار گزار راہ ہے خدا ہمارے مقررین اور اہل قلم کو زیادہ موفیق کرے  
خدمتِ دین سے ”ذوالجنح“ رسالہ از مولانا سید آغا مہدی لکھنوی)

دوسری محرم کو ذوالجنح کا زمین کر بلا پر آگے نہ بڑھنا:

جب حضرت امام حسینؑ دوسری محرم ۶۱ ہجری کو زمین کر بلا پر وارد ہوئے تھے تو یہی  
گھوڑا (ذوالجنح) اس سر زمین پر پہنچ کر ٹھہر گیا۔ اس کے بعد آپ نے سات یا آٹھ  
گھوڑے بدلے (بنا بر اختلاف روایات) مگر کوئی گھوڑا ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا۔  
اس روایت کو متعدد کتابوں میں سیرت نگاروں نے لکھا ہے۔ مقتل ابو مخنف کے ص ۳۴  
پر ہے: وَ سَارُوا جَمِيعًا إِلَىٰ أَنْ اتُوا أَرْضَ كَرْبَلَاءَ... الخ (ترجمہ) امام حسینؑ  
کا قافلہ کوفہ کی طرف جا رہا تھا یہاں تک کہ وہ زمین کر بلا تک پہنچا۔ یہ چہار شنبہ کا  
دن تھا۔ وہاں پہنچتے ہی گھوڑا ٹھہر گیا۔ یہ دیکھ کر امام اس گھوڑے سے اتر آئے اور  
دوسرے گھوڑے پر بیٹھے مگر وہ بھی آگے نہ بڑھا۔ اسی طرح برابر ایک کے بعد دوسرے  
گھوڑے پر بیٹھے رہے یہاں تک کہ چھ یا سات گھوڑوں پر بیٹھے مگر ان میں سے کوئی  
بھی اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھا۔ جب امام حسینؑ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا: اے قوم  
اس زمین کا کیا نام ہے؟ لوگوں نے عرض کی۔ غاضر یہ۔ آپ نے کہا کیا اس کا کوئی  
دوسرا نام بھی ہے؟ لوگوں نے جواب دیا۔ نینوئی۔ فرمایا کوئی اور نام۔ لوگوں نے بتایا کہ  
اسے شاطیٰ الثرات بھی کہا جاتا ہے۔ فرمایا اس کے علاوہ کوئی اور نام بھی ہے۔ لوگوں  
نے آخر کار مجبور ہو کر عرض کر دیا کہ اس زمین کو کر بلا بھی کہتے ہیں۔ یہ سن کر امام حسینؑ  
نے ایک آہ سرد کھینچی اور فرمایا۔ اَرْضُ كَرْبَلَاءَ! پھر حکم دیا کہ اب سب لوگ  
یہاں اتر پڑیں اور یہاں سے آگے نہ بڑھیں۔

خدا کی قسم! اسی زمین پر ہماری سواریاں ٹھہریں گی۔ یہیں ہمارے خون بہائے



ہمارے مرد شہید ہوں گے، ہمارے بچے ذبح کئے جائیں گے، اسی جگہ ہماری قبریں بنائی جائیں گی۔ پھر ان قبروں کی لوگ زیارت کرتے رہیں گے۔ اسی زمین کے متعلق میرے نانا رسول اللہ نے خبر دی تھی اور ان کی خبر کبھی ہرگز غلط نہیں ہو سکتی۔ یہ سب کچھ فرما کر گھوڑے سے اتر آئے اور کچھ شعر پڑھنے لگے۔

يَا دَهْرُ أَفِ لَكَ مِنْ خَلِيلٍ      كَمْ لَكَ بِالْإِشْرَاقِ وَالْأَصِيلِ  
مِنْ طَالِبٍ بِحَقِّهِ قَتِيلٍ      وَالسَّهْرُ لَا يَقْنَعُ بِالْبِيدِ  
وَكُلُّ حَيٍّ سَأَلَكَ سَبِيلِي      مَا أَقْرَبَ الْوَعْدَةِ مِنَ الرَّحِيلِ  
وَأَنَا مِنَ الْأَمَنِ إِلَى الْجَلِيلِ      سُبْحَانَ رَبِّيَ مَا لَهْ مَثِيلِ

(ترجمہ) اے زمانے تو کس قدر بڑا دوست ہے! تجھ میں کتنی صبحیں اور شامیں ہوتی رہتی ہیں! تجھ میں کتنے ایسے حق دار ہیں جو اپنا حق طلب کرتے اور نتیجے میں قتل ہو جاتے ہیں! اور زمانہ تو عوض اور بدلہ قبول نہیں کرتا۔ ہر زندہ میرے راستے پر چلے گا اور موت کا مزہ چکھے گا۔ وعدہ روا لگی بس قریب اور پورا ہونے ہی کو ہے۔ تمام امور اور تمام فیصلے اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ میرا پروردگار بے حد پاک ہے اور اس کا کوئی مثل نہیں۔

امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ میرے بابا ان اشعار کو بار بار پڑھ رہے تھے یہ دیکھ کر شدت گریہ سے میرے گلے میں پھندا پڑ گیا۔ مگر میں نے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکالا لیکن میری پھوپھی حضرت زینبؑ نے جب یہ اشعار سنے تو وہ بے حد روئیں اور اپنے بھائی کے پاس اس حال میں حاضر ہوئیں کہ ان کی چادر کا دامن زمین پر کھینچتا جاتا تھا۔ قریب آ کر عرض کی اے میرے ماں جائے، اے میرے بھائی، اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! کاش موت نے میری زندگی ختم کر دی ہوتی۔ اے گزشتہ بزرگوں کے خلیفہ اور اے موجودہ لوگوں کے لیے سبب عزت و بزرگی و زینت! امام نے بہن کی

آئے گی اور ساکنانِ زمین بھی موت سے محفوظ نہ رہ سکیں گے۔ کائنات کی ہر چیز کو موت ہے۔ ایک فقط اللہ کی ذات ہے جو حَیّ و قیوم ہے۔ اُسے موت نہیں اور سب کو اسی کی ذات کی طرف پلٹنا ہوگا۔ اس وقت میرے جد رسول اللہ اور میرے بابا علی مرتضیٰ کہاں ہیں۔ سب نگاہوں سے اوجھل ہو گئے جو مجھ سے افضل و بہتر تھے۔ اُن کی زندگی اور اُن کی سیرت ہر مسلمان کے لیے نمونہ ہے۔ اس طرح امام حسینؑ اپنی بہن کو تسلی اور دلاسا دیتے رہے۔ پھر سمجھا کر خیمے کے اندر پہنچا دیا۔ اس کے بعد اپنے اصحاب و انصار کے پاس تشریف لائے اور اُنھیں حکم دیا کہ تمام خیمے آپس میں قریب قریب لگائے جائیں۔ مناقب ابن شہر آشوب میں روزِ ورود امام حسینؑ چہار شنبہ یا پنجشنبہ لکھا ہے۔ تاریخ محرم ۶۱ ہجری تھی۔

ناخ التواریخ جلد ۶ ص ۲۲۵ پر گھوڑوں کی تعداد جو امام حسینؑ نے بار بار بدلے تھے سات کے ساتھ آٹھ بھی لکھی ہے اور یومِ ورودِ کربلا میں پنجشنبہ تحریر کیا ہے۔ وہاں اس قدر اضافہ ہے کہ آپ گھوڑے سے اتر کر اپنی تلوار صاف کرنے لگے اور یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے جن کا ترجمہ ہم نے بیان کیا ہے۔

امام حسینؑ کا قافلہ جب زمین کربلا پہنچا تو دفعۃً آپ کا گھوڑا ٹھہر گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ذوالجناح اس زمین کو پہچانتا تھا جو نواسہ رسولؐ کا مقل تھی محض اُس نسبت کی برکت سے جو اُس کو حضرت خاتم الانبیا اور امیر المومنین اور امام حسینؑ سے حاصل تھی۔ اسی طرح اگر آج بھی کسی گھوڑے کو یہ نسبت حاصل ہو جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ اُس میں خصوصی صفات ظاہر نہ ہوں۔ غرض مقل حسینؑ کا پہچان لینا اور مشیتِ الہی سے واقف ہونا ایک جانور کے لیے انتہائی حیرت کا مقام ہے جبکہ اکثر انسانوں کو بھی یہ صفت میسر نہیں ہوتی جب تک فیضانِ الہی اُن کے شامل حال نہ ہو جائے۔ صاحبِ ناخ کی تشریح ہم لکھ چکے ہیں کہ امام حسینؑ نے سات گھوڑے بدلے مگر کوئی بھی وہاں سے

آگے نہ بڑھا بلکہ آٹھ گھوڑوں کے بدلنے کی روایت بھی موجود ہے۔ اُس وقت فرزندِ رسولؐ نے اصحاب و انصار سے دریافت کیا کہ یہ کون سی زمین ہے۔ اس کی تفصیل لکھی جا چکی ہے۔ یہاں ایک بات غور طلب ہے کہ ”مرتجز“ سرورِ کائنات کا گھوڑا تھا لیکن دوسرے گھوڑے تو آنحضرتؐ کی سواری کے نہ تھے مگر زمینِ مقل کے پہچاننے کی صفت تو صرف ”مرتجز“ میں نہیں بلکہ ہر اُس گھوڑے میں تھی جس پر امام سوار ہوئے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو گھوڑا بھی حضرت سید الشہداء کی ذاتِ اقدس کی طرف منسوب ہوگا اُس سے کرامات ظاہر ہو سکتی ہیں۔

کر بلا میں ورودِ حسینؑ مرزاد پیر کی نظر میں:

مرزاد پیر کہتے ہیں:-

ناگاہ صبح منزلِ آخر عیاں ہوئی      لیکن یہ صبح سبٹِ نبیؐ کو کہاں ہوئی  
جس جا سواری رُک کے نہ آگے رواں ہوئی      حیراں سپاہِ خسرو کون و مکاں ہوئی

بدلے چھ گھوڑے دوشِ نبیؐ کے سوار نے

لیکن قدم اٹھایا نہ ایک راہوار نے

وہ رخس جن سے ہوش ہوا کے اڑا کریں      گراک اشارہ خامسِ آلِ عبا کریں

طے شش جہت کی راہ وہ چھ بادپا کریں      پڑ جائیں بیڑیاں جو قضا کی تو کیا کریں

حیرت سے گھوڑے تو سن تصویر بن گئے

نعلوں کے حلقے پاؤں کی زنجیر بن گئے

(رزم نامہ دتیر، ص ۶۳)

صبح عاشورہ سے دو پہر تک ذوالجناح پر سواری:

ذوالجناح کا امام حسینؑ سے ساتھ کب سے سے یہ آج بڑھ سکے ہیں اب نظر

ڈالتے ہیں یوم عاشور تک ذوالجناح کے کردار پر۔ اس سے بہت سے سوالات کے جواب بھی مل جائیں گے۔

مدینہ منورہ سے رخصت ہو کر قیام مکہ مکرمہ اور وہاں سے چل کر دشت کربلا میں آمد تک تمام وقت ذوالجناح امام حسینؑ کی سواری میں رہا صبح یوم عاشور کو نماز فجر کے بعد لشکر یزید سے امام حسینؑ نے اونٹنی پر سوار ہو کر تبلیغی خطبہ دیا اس کے بعد امام حسینؑ نے ذوالجناح پر سواری فرمائی جو وقت عصر تک جاری رہی۔

یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہوگا کہ صبح سے بعد از ظہر امام حسینؑ نے جو سواری ذوالجناح پر فرمائی وہ عام دستور کے مطابق تھی مگر جب ظہر کے بعد سب انصار و رشتہ دار شہید ہو گئے تو اس کے بعد امامؑ نے جو سواری ذوالجناح پر کی وہ جنگی دستور کے مطابق تھی اس سواری کا ذکر آگے درج ہے۔

مرزا دیر نے صبح عاشور میدان جنگ کی طرف لشکر کی روانگی اور امام حسینؑ کی ذوالجناح پر سواری کی شان اس طرح بیان کی ہے۔

عصمت سرا سے جبکہ برآمد ہوئے جناب عباسؑ لائے مرکب ابن ابوترابؑ  
حاصل جدا جدا کیا ایک ایک نے ثواب چوے عنان نے ہاتھ گری پاؤں پر رکاب  
جب زین ذوالجناح پہ صابر مکیں ہوا  
غل تھا کہ عرش عرش پہ کرسی نشیں ہوا

رن کوراں سواری سلطان دیں ہوئی لبیک کہہ کے پشت پہ فنج میں ہوئی  
دوڑے جو باد پا تو ہوا شرگیں ہوئی پیچیدہ پورے کی طرح سے زمیں ہوئی

تقسیم سرمہ گرد سواری نے کر دیا  
شیشہ فلک کا کھل جواہر سے بھر دیا

جولاں امام دیں کا جو رہوار ہو گیا گردش سے گرد گنبد دوار ہو گیا

ہر آسماں کا دائرہ پرکار ہو گیا ثابت ہوا کہ قطب بھی ستار ہو گیا  
 حشر آگیا جدھر شہ ابرار مڑ گئے  
 افلاک مثل پنبہ حلاج اڑ گئے  
 قربان ذوالجناح پر اور ذوالفقار پر چلتے تھے دونوں مرضی پروردگار پر  
 تاکید کی یہ رخس نے ہر نابکار پر ہاں غافلوی، نظر کرو میرے وقار پر  
 رہوار شہسوار براق جناں ہوں میں  
 بعد اُن کے زیرِ ران امام زماں ہوں میں  
 پہلا سوار تو نبی کردگار ہے اور دوسرا یہ دوش نبی کا سوار ہے  
 کیسو حبیبِ حق کا اسی کی مہار ہے عاجز نہ جانو اسے کل اختیار ہے  
 پامال شش جہت ہوں اگر حکم شاہ ہو  
 مولا جدھر اشارہ کریں طے وہ راہ ہو

امام کے خطبہ کے نتیجے میں جناب حُر نے حق پرستی کی راہ اختیار کی اور امام کی قدم  
 بوسی کر کے امیدوار اذن جہاد ہوئے اس طرح ان کا نام شہداء کے دفتر میں اول شہید  
 کے طور پر درج ہوا۔ روایت کے مطابق جناب حُر جنگ کرتے ہوئے خیمہ گاہ سے کئی  
 کوس دور جا کر شہید ہوئے تو امام حسینؑ ذوالجناح پر سوار ہو کر جناب حُر کے لاشے پر  
 پہنچے اور ان کے لیے دعا کی اس کے بعد امام ہر شہید ہونے والے کے لاشہ پر پہنچتے اور  
 دعا کرتے اور لاشہ اٹھا کر ذوالجناح کی مدد سے خیمہ میں واپس لاتے۔

ذوالجناح نے اپنے آقا کے ہمراہ ہر شہید کو اس کی جانثاری پر اپنی بے زبانی کی  
 زبان میں خراجِ تحسین پیش کیا۔ ذوالجناح نے مسلم بن عوجہ کو رفاقت نبھانے پر،  
 حبیب ابن مظاہر کو پیرانہ سالی میں اوائل جوانی کا ولولہ دکھانے پر، جون حبشی کو رنگ و  
 نسل کی تفریق مٹانے پر اور ہر شہید انصار کو اس کی قربانی پر اپنے آقا کے ہمراہ جا کر امام

کی طرف سے شرف قبولیت عطا ہونے اور ظالموں کی طرف سے کشتہ مستم ہونے پر اپنی گواہی ثبت کی۔

انصار کی قربانیوں کے بعد جب اہل بیت کی جاٹاری کا وقت آیا تو ذوالجناح رخصت ہونے والے ہر شجاع کے راہوار کو نگاہوں کی زبان میں تاکید کرتا رہا کہ یاد رکھنا تمہارا نام کہیں بزدلوں کی صف میں نہ لکھا جائے اور تمہاری وجہ سے تمہارے سوار کو کہیں خفت نہ اٹھانی پڑ جائے۔ ایک ایک کر کے سب دلا اور رخصت ہوتے گئے اور قتل سے ہر ایک کا لاشہ اٹھانے اپنے آقا کے ہمراہ ذوالجناح بھی جاتا رہا۔ پھر وقت آیا کہ ثانی زہر حضرت زینب کے دونوں پھولوں کو ڈالی سے گرنے کے بعد یہ بے زبان اپنے آقا کے ہمراہ لے کر آیا اب مشکل مرحلے شروع ہو گئے یادگار امام حسنؑ شہزادہ قاسمؑ نوشہ کر بلا کے بدن کی تقسیم کو کر بلا کی جلتی ریت سے اکٹھا کرنے میں اس بے زبان نے اپنے آقا کی مدد کی۔ جب سرور کونین کا چھوٹا شہزادہ اپنے بڑے بھائی اور رحمت اللعالمین کے بڑے شہزادے یعنی امام حسنؑ کے چمن کے پھول کی بکھری ہوئی پتھڑیاں سمیٹ کر اُمّ فرودہ کے پامال لاشے کو خیمہ گاہ تک لے آئے۔ ذوالجناح نے یہ منظر بھی دیکھا۔

اب باری تھی ہم شکل رسول شہزادہ علی اکبرؑ کی جس نے اپنے جواں خون سے کر بلا کے دشت کو ایسا سیراب کیا کہ تاقیامت یہ مظلوموں کے لیے جرات کا استعارہ بن گیا۔ ہم شکل پیغمبرؐ کے سینے سے ٹوٹی ہوئی سناں کے نکالے جانے کا منظر ایسا تھا کہ اس بے زبان کی آنکھوں سے اشکوں کی شکل میں لغت غم جاری ہو گئی یہ ایسا وقت تھا جب سوار دوش رسولؐ سے سنبھلنا مشکل ہو گیا تھا اس وقت ذوالجناح صرف اپنے آقا کا مرکب نہ رہا بلکہ آقا کا نمگسار بن گیا یہ سب دیکھ کر فخر آلِ مصطفیٰ نے اذن معرکہ آرائی طلب کیا جواب میں صرف اطفال کے لیے پانی لانے کی اجازت عطا ہوئی تو قیامت تک کے

لیے سالار فوج حسینی کو سقہ سیکینہ کا قابل فخر خطاب حاصل ہو گیا جب نہر علقمہ جلال پر حیدر کی طاقت کا مظاہرہ دیکھ چکی تو اس نے یہ بھی دیکھا کہ کمن شہزادی کی امید کس طرح مشک عباس سے بہہ کر بلا کی ریت میں جذب ہو گئی۔ اب ذوالجناح اپنے آقا کے ہمراہ ٹوٹے دلوں کی آس غازی عباس کے پاس آیا اور اس نے گواہی دی کہ عباس نے شانے کٹوالے مگر اپنے جوش کو عزم شبیر کے تابع رکھا۔ ذوالجناح نے یہ منظر بھی دیکھا کہ حسین جیسا سخی جس نے مسکراتے ہوئے اپنا گھر بار سب لٹا دیا تھا صرف اس لیے پریشان تھا کہ عباس کے لبوں سے اپنے کو آقا کی بجائے برادر پکارا جانے کی آواز سن لے یہ ذوالجناح ہی تھا جس نے نہر علقمہ کے کنارے کٹے بازوؤں والے لاشہ عباس کو اس یقین سے دیکھا تھا کہ آج کے بعد قیامت تک کے لیے حاجت مندوں کی دست گیری ہوا کرے گی اور سقائے سیکینہ کا مرقہ قیامت تک کے لیے ایسا مرکز سخاوت بن جائے گا کہ جہاں سے مانگنے والے کو اس کے سوال و طلب سے زیادہ عطا ہوا کرے گا یہ واحد لاشہ ہے جو خیمہ گاہ میں نہیں آیا اس لیے ذوالجناح اپنے آقا کو اپنی پشت پر سوار کر کے اس طرح خیمہ گاہ میں آیا کہ اس کے آقا کے ہاتھوں میں علم عباس اور تیروں سے چھدی ہوئی نضحی مشک تھی۔

اب ذوالجناح کے لیے سب سے کٹھن مرحلہ آیا سردار جوانان بہشت نے اپنے چھ ماہ کے لال کو گود میں لے کر ذوالجناح پر سوار ہوئے دشمنان خدا اور انصاران غاصب کے ہجوم کے سامنے امام نے اپنے راہوار سے اتر کر جب فخر اسماعیل شہزادہ علی اصغر کے لیے سوال آب کیا تو ذوالجناح اس واقعہ کا بھی گواہ بن گیا کہ جواب میں آب کے بجائے سہ شعبہ تیر آیا جس سے ذبح عظیم کے ربانی اعلان کی تکمیل ہو گئی پھر حسین کا حلقوم گوسفند قربانی کی طرح کٹ گیا اس معصوم کے خون سے نہ صرف بدن امام ہی رنگین ہوا بلکہ شہادت کے گلال سے ذوالجناح بھی رنگ گیا۔ جب کربلا کی گرم ریت

میں ذوالجناح کے غریب الوطن آقا اپنی شمشیر سے منھی سی قبر بنا کر اپنے نورالعین کو اس میں سلار ہے تھے تو ذوالجناح نہ صرف اس مظلومیت کا گواہ بن رہا تھا بلکہ اپنے آقا کے شانے کو تھوختنی سے سہلا کر اپنا نیت بھر پر سہ بھی دے رہا تھا۔

امام حسینؑ نے دشت کربلا میں جب حل من کی صدا بلند کی تو کہا جاتا ہے کہ ذوالجناح نے بے قرار ہو کر اپنے سم زمین پر مارے اور حلق سے لپیک لپیک کی صدا بلند کی۔

اب امام حسینؑ نے آخری بار خیمہ گاہ میں آ کر اپنی بہن ثانیٰ زہرا سے گفتگو کی اور پھر پیار کر بلا کے خیمہ میں جا کر ان کو وصیت کی۔ اب امامؑ نے اپنے تیور تبدیل کئے آلات حرب سے لیس ہو کر اپنی سواری طلب کرنے کی صدا دی اب عباسؑ تو موجود نہ تھے جو راہوار کو آراستہ کر کے درخیمہ پر لاتے مگر دکھ سہہ کر صبر کرنے والی عظیم بہن نے چلے جانے والے بھائی کی ریت کو قائم رکھا اور ذوالجناح کے عام سواری کے سامان کو سامان حرب سے تبدیل کیا، راہوار درست و آراستہ کر کے اپنے پردے کے رکھوالے کی طرح درخیمہ پر لے آئیں۔ اب امام حسینؑ ثانیٰ زہرا جناب زینبؑ بنت علیؑ اور دیگر خواتین سے رخصت ہو کر ذوالجناح پر سوار ہوئے اور مقتل کا رخ کیا تو تمام بیبیوں نے دورویہ قطار بنالی جیسے ہی ذوالجناح نے بیبیوں کی قطار کے درمیان سے چلنا شروع کیا ویسے ہی تمام بیبیوں نے اپنے سروں پر بندھے کپڑے کھول کر ہاتھوں میں لے لیے اور جیسے جیسے ذوالجناح ان کے سامنے آتا گیا وہ خواتین ذوالجناح کی گردن میں یہ کپڑا باندھ کر اس وفادار راہوار کو یہ کہتی گئیں کہ ہمارے سر کے اس بندھے کپڑے کی لاج رکھنا اور مشکل وقت میں خامس آلؑ عباؑ کو تہانہ چھوڑنا۔

اس مقام پر یہ عرض کرنا لازم ہے کہ اس دور میں خواتین کے لباس میں جو اجزا شامل تھے یا جن چیزوں کا لباس کے مروجہ طریقہ کار کے مطابق شمول لازمی تھا ان میں سر کا کپڑا بھی تھا یہ کپڑا ہمارے یہاں کے دوپٹے کی طرح لمبا اور تین چار انچ چوڑا ہوتا تھا



رنگوں کا استعمال وسیع اور متفرق ہوتا تھا اس کپڑے کو اکہر یا دوہرا کر کے ماتھے سے سر کی پشت کی طرف باندھا جاتا تھا گرہ سر کے پیچھے لگائی جاتی تھی یہ کپڑا سر کی چادر کو گرفت میں رکھنے کے لیے استعمال ہوتا تھا گھر کے اندر کام کرتے ہوئے یا باہر جاتے ہوئے نقاب کو اوڑھتے ہوئے چادر سر پر رکھتی تھی غرض یہ کہ یہ کپڑا ایک طرح کا دوپٹہ ہی تھا۔

یوم عاشورا امام حسینؑ کی خیام سے رخصت کے وقت خواتین کر بلائے ذوالجناح کی گردن میں یادہانی کی غرض سے اپنے سر کے دوپٹے باندھے تھے خالق کائنات کو ان مظلوم خواتین کا یہ فعل اس قدر پسند آیا کہ آج بھی جو کوئی خاتون کسی عرض شرعی کی تکمیل کے لیے بطور منت شبیہ ذوالجناح کی گردن میں دوپٹہ باندھتی ہے تو رب کی بارگاہ میں اس کی عرض کو اس وسیلے سے شرف قبولیت ہوتا ہے اس ہی طرح بعض خواتین و حضرات ذوالجناح پر چادر چڑھانے کی منت ماننے ہیں اور بعض گھرانوں میں یہ رسم صدیوں سے جاری ہے کہ وہ ذوالجناح کے لیے دودھ میں بھگی چنے کی دال، جلیبی یا میوہ جات سے لبریز دودھ شبیہ ذوالجناح کے لیے تیار کرتے ہیں۔

اب اپنے موضوع کے سلسلے کو آگے بڑھاتے ہیں جب ذوالجناح مستورات کی قطار سے آگے بڑھا تو امامؑ نے ذوالجناح کو ایڑ لگائی مگر بجائے چلنے کے ذوالجناح رُک گیا اور اپنے سر کو اپنے قدموں کی طرف جھکا لیا جب امامؑ نے ذوالجناح کے جھکے ہوئے سر کی سمت نگاہ کی تو ان کو اپنی لاڈلی شہزادی سکینہؑ ذوالجناح کے قدموں سے لپٹی نظر آئی۔ بعض روایات اس طرح ہیں کہ ذوالجناح نے سر کو جھکاتے ہوئے با آواز انسانی امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کی تھی کہ آقا میں قدم کس طرح اٹھاؤں کہ میرے قدموں سے لپٹی ہوئی سکینہؑ ہے۔ مصائب اور مقتل کے تذکروں میں اس واقعہ کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہوا ہے۔ امامؑ نے معصوم بچی کو تسلی دی اور شہزادی کو ان کی پھوپھی کے حوالے کر کے مقتل میں تشریف لائے آپ نے مقتل میں آکر اپنے نانا کی

عظمت اور اپنے بابا کی شجاعت کو چار چاند لگا دیئے مورخ حیران ہیں کہ وہ کس طرح تین دن کے بھوکے پیاسے اور بہتر جانثاروں کے سوگوار کی جنگ کا احاطہ کریں امامؑ نے یہ دکھا دیا کہ حق سے آشنا کس طرح مقابلہ کرتے ہیں اور جو مردان باعزم ہوتے ہیں وہ کس طرح اپنی بات پر کٹ مرتے ہیں الغرض کہ امام حسینؑ نے ہر شعبہ حرب میں اپنی برتری ثابت کر دی۔ اب وقت تکمیل ذبح عظیم تھا۔ نفس مطمئن کے اپنے رب کی طرف روانہ ہونے کا وقت تھا ابن علیؑ نے اپنی تلوار کو نیام میں رکھا تیروں سے گندھے اور ہر آلہ حرب سے زخم آلود بدن کو اپنے رب کی بارگاہ میں شکرانے کے واسطے جھکانے کے لیے اپنے وفادار کی پشت سے زمین پر تشریف لائے ادھر امام مظلومؑ نے ریت کر بلا پر سجدہ کے لیے سر جھکا یا ادھر ذوالجناح نے پروانے کی طرح شمع امامت کا طواف شروع کیا ہر آگے بڑھنے والے بد بخت کا راستہ کاٹا کسی کونٹوں کی ضرب لگائی تو کسی کو ٹاپوں سے روند ڈالا۔ اگر کوئی بہت قریب گیا تو اس کی خبر دانتوں سے لی اس دوران تیرا اس بے زبان کے جسم میں پیوست ہوتے رہے نیزوں سے اس کو زخمی کیا گیا اور اُس پر سنگ باری کی مشق بھی جاری رہی مگر یہ دنیا کو دکھا تا رہا کہ عظمت رسالت پر ایمان رکھنے والے بے زبان بھی آل رسولؑ کی خاطر جان دینا جانتے ہیں۔

اس دوران شہزادی سکینہؑ محبت پدر میں بے قرار ہو کر اپنے بابا کے پاس آگئیں۔ امامؑ نے ذوالجناح کو حکم دیا کہ وہ اپنی جنگ بند کر دے اور معصوم شہزادی کو خیام کی طرف روانہ کر دے۔ ذوالجناح نے اشکوں بھری آنکھوں سے اپنے آقا کی طرف دیکھا اور اپنے بے کس آقا کے آخری حکم کی تکمیل اس طرح کی کہ شہزادی کے اوپر اپنے سر کو جھکا کر ان کو اپنی گردن کے تلے لے کر باحفاظت خیام کی طرف روانہ کر دیا۔

اس مقام کے بارے میں بھی یہ کہا جاتا ہے کہ جو کہ زیادہ وزن دار روایت ہے کہ جب امامؑ نے سجدہ شکر ادا کیا تو اس وقت غیب سے سورہ فجر کی آخری آیات کی تلاوت

کی صدا آنی شروع ہو گئی اس پر امامؑ نے ذوالجناح کو حکم دیا کہ وہ اپنی جنگ بند کر دے کیونکہ اب رب نے اپنے سے راضی نفس کو راضی ہو کر بلا بھیجا ہے اس اثنا میں شمر ذیل نے اپنے چہرے پر دونوں جہاں کی سیاہی تھوپ لی اور خولی ملعون نے اپنے کوسدا کے لیے باعث لعنت قرار دلوا لیا۔ ذوالجناح تڑپ کر آگے بڑھا اور اس نے آقا کے بہتے ہوئے خون سے اپنی پیشانی کو رنگین کیا۔ پیشانی پر خون مظلوم کے لگاتے ہی ذوالجناح خیام کی طرف سر پٹ دوڑا خیمہ میں آ کر ذوالجناح نے با آواز انسانی کربلا کی شیر دل خاتون کو قتل برادر کی خبر سنائی۔ اس خبر کو سن کر تمام بیبیوں نے ذوالجناح کے گرد حلقہ بنا لیا۔ شدت غم با شکل ماتم ظاہر ہونا شروع ہو گیا۔ بیبیوں نے ذوالجناح کے گرد حلقہ ماتم قائم کر کے جناب سرور کائنات، حضرت ابوترابؑ اور خاتون بہشت کو امام صبر و رضاؑ کا پر سہ دینا شروع کیا۔

اکثر روایات کے مطابق ذوالجناح اس حلقہ ماتم کے درمیان ہی نظر مردم سے غائب ہو گیا بعض روایات کے مطابق ذوالجناح مستورات کے حلقہ ماتم سے نکل کر نہر علقہ کے کنارے لاشہ حضرت عباسؑ علمدار کی طرف گیا اور وہاں اس نے اپنے آپ کو نہر علقہ کے پانی میں اتار دیا اور غائب ہو گیا۔ چند روایان کا خیال ہے کہ ذوالجناح خیمہ گاہ سے واپس مقتل میں آیا اور جنگ کرتا ہوا شہید یا نظروں سے غائب ہو گیا۔ غرض حاصل کلام یہ ہے کہ ذوالجناح حکم رب سے محمدؐ و آل محمدؑ کی خدمت کے لیے بطور خاص خلق ہوا تھا یا بھیجا گیا تھا اپنے فرض کی ادائیگی کے بعد وہ حکم ربی سے واپس اپنی دنیا میں چلا گیا۔

بہت سے اہل علم کا نظریہ ہے کہ ذوالجناح پردہ غیب میں ہے جب امام زمانہؑ کا ظہور ہوگا تو ذوالجناح ان کی خدمت کے لیے دوبارہ حاضر ہوگا امام زمانہؑ اس پر سواری فرمائیں گے اور ذوالجناح ان کے ہمراہ ہی رہے گا۔ بعض کا خیال ہے کہ ذوالجناح زندہ

ہے اور امام زمانہ کے اقامت گاہ پر موجود ہے۔ امام زمانہ جب ظہور فرمائیں گے تو یہ ان کے ہمراہ ہوگا۔

کر بلا میں یوم عاشور کو ذوالجناح نے جو جنگ کی تھی اس میں ذوالجناح نے بہت سے منافقین کو جہنم رسید کیا اس کے علاوہ زخمیوں کی بھی بہت بڑی تعداد تھی کہا جاتا ہے کہ ذوالجناح نے امام کی جنگ کے وقت ایسی تیزی دکھائی کہ دشمن کے لشکر کی صفیں کئی بار الٹ گئیں اور عدو کے لشکر میں کوئی ایسا جری نہ تھا جو ذوالجناح کی رفتار کے آگے بند باندھ سکتا یہی عالم ذوالجناح کی تنہا جنگ کا بھی تھا جو اس نے امام کے سجدہ کے وقت کی۔  
(رسالہ:- ذوالجناح اے ذوالجناح)

### ذوالجناح وقتِ رخصت:

امام عالی مقام خیمہ اقدس میں بہنوں اور بیٹیوں اور بیمار فرزند کو رخصت کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ ابھی عورتیں اور بچے رو رہے تھے۔ ابھی امام سب کو تسلی دے رہے تھے کہ میدان سے کسی نے آواز دی "یا حسین جَبْنُکَ عَنِ الْحَرْبِ" کیا جنگ سے ڈر گئے اور عورتوں کے خیمے میں پناہ لینے کے لئے بیٹھ گئے۔ یہ سننا تھا کہ آپ نے پھر میدان کا رزار کا رخ کیا۔ ابھی ذوالجناح نے چند قدم ہی آگے بڑھائے تھے کہ پشت کی طرف سے ایک بچی کی آواز آئی "لِیْ اِلَیْکَ حَاجَةٌ الْتَفِثْ" بابا! بابا! ذرا ادھر مڑ کر ایک نظر دیکھ لیجئے۔ میری ایک خواہش رہ گئی ہے اس کو بھی پورا کر دیجئے۔ امام حسین نے پلٹ کر دیکھا تو سیکہ دوڑتی ہوئی چلی آ رہی ہیں۔ فرمایا "یا بُنَیَّةُ مَا حَاجَتِکِ؟" اے جان پد تیری خواہش کیا ہے مجھے جلدی بتا دے کہ اُسے بھی پورا کر دوں "قَالَتْ اَبَہُ! حَاجَتِی اِنْ تَنْزَلَ مِنْ عَلٰی ظَهْرِ جَوَادِکَ اِلَی الْاَرْضِ" عرض کی بابا! میری خواہش فقط اتنی ہے کہ آپ ایک مرتبہ پھر گھوڑے سے زمین پر اتر آئیے۔ امام گھوڑے سے اترے سیکہ نے باپ سے اپنی حاجت بیان کی اور کہا بابا!

اُرِيْدُ أَنْ اُدْعِكَ وَدَاعَ اَلْيَتَامَى، میں چاہتی ہوں کہ آپ کو اس طرح رخصت کروں جیسے وہ بچے اپنے باپ کو رخصت کرتے ہیں جن کو اپنے یتیم ہو جانے کا یقین ہو چکا ہو۔ حسین گھوڑے سے اتر کر زمین پر بیٹھ گئے تو بیٹی نے باپ کے گلے میں باہیں ڈال کر رونا شروع کر دیا۔ امام نے بیٹی کو کلیجے سے لگا لیا اور فرمایا سیکنہ! اے باپ کی روح و جان! تجھے میرے بعد بہت رونا پڑے گا اور جب میں مر جاؤں گا تو مجھ پر تیرے آنسو بہت بہیں گے اس لیے بیٹی جب تک میں زندہ ہوں اُس وقت تک رورو کر میری رگِ دل کو نہ توڑ۔ ہاں جب میں شہید ہو جاؤں تو اُس وقت دل کھول کر رو لینا۔ سیکنہ تجھ سے بڑھ کر کسے میری لاش پر رونے کا حق ہوگا۔

پھر امام عالی مقام نے یہ اشعار پڑھے جن کا حاصل وہی ہے جو ہم نے بیان کیا:

لَا تُحَسِرْ قِيَّ قَلْبِي بِدَمْعِكَ حَرَةً. مَا دَامَ مَنِّي الرِّيحُ فِي جُثْمَانِي فَإِذَا قَتَلْتِ فَانْتِ أُولَىٰ بِالذِّى. تَبْكِيْنَةٌ يَا خَيْرَةَ النِّسْوَانِ

قال الرَّاوى وَأَقْبَلْتِ اليه اخته الحوراء زينب - راوى بيان کرتا ہے کہ اُسی وقت امام حسینؑ کی بہن حضرت زینبؑ خیمے سے باہر اپنے بھائی کے پاس حاضر ہو گئیں اور عرض کی بھئی! اپنے سینے اور گلے پر سے پیرا ہن ہٹا دیجئے۔ امام نے بہن کی فرمائش پوری کر دی۔ گلے اور سینے پر سے پیرا ہن ہٹا دیا۔ فَثُمَّةٌ فِي فَحْرِهِ وَقَبْلَةٌ فِي صَدْرِهِ اس کے بعد حضرت زینبؑ نے بھائی کے گلے مبارک کو جھک کر بوسہ دیا اور سینے کو بھی چوما۔ ثُمَّ حَوْلَتْ وَجْهِي نَحْرَ الْمَدِينَةِ فَضَلْتِ يَا اِمْنَاةٌ قَدْ اسْتَرْجَعْتِ الْاِمَانَةَ۔ پھر زینبؑ نے رخ کیا مدینے کی طرف اور آواز دی اے مادرِ گرامی حضرت فاطمہؑ زہرا آپ نے اپنی امانت واپس پالی، میں نے حکم کی تعمیل کر دی۔ امام نے پوچھا۔ زینبؑ! کون سی امانت! مجھے بھی تو بتاؤ! عرض کی: اے میرے بھائی! جب میری ماں سیدہ عالم کا وقتِ وفاتِ نزدیک آیا تھا تو انہوں نے مجھ کو اپنے

پاس بلا یا تھا اور حکم دیا تھا..... زینبؓ بیٹی! اپنے گلے سے پیرا ہن ہٹا دو۔ جب میں نے حکم کی تعمیل کی تو میری ماں نے میرے گلے کے بوسے لیے اور فرمانے لگیں۔ زینبؓ! یہ طریقہ یاد رکھنا۔ جب کربلا میں تمہارا بھائی میدان شہادت کی طرف جانے لگے تو میری طرف سے میرے حسینؑ کے گلے کو بوسہ دینا اور سینے کو بھی چومنا اس لیے کہ اے زینبؓ! تمہارے بھائی کے گلے پر خنجر چلایا جائے گا اور سینے پر گھوڑے دوڑائے جائیں گے۔ زینبؓ! یہ وصیت میری تمہارے پاس امانت ہے اسے بھولنا نہیں۔

راوی بیان کرتا ہے کہ ہم نے اسی وقت کسی کی آواز سنی جو آسمان و زمین کے درمیان فریاد کر رہا تھا۔ ہائے حسینؑ! ہائے میرا فرزند حسینؑ!

اس جگہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ سن کر امام عالی مقام نے بھی اپنی بہن سے فرمایا کہ زینبؓ بازو پر سے چادر ہٹا دو تا کہ میں بھی ان بازوؤں کے بوسے لوں جن میں اشقیائے امت بڑی بے دردی اور ظلم سے رسیاں باندھیں گے اور اے زینبؓ تم کو اور تمہارے ساتھ سب عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا کر کوفے اور شام کے بازاروں اور درباروں میں پھرائیں گے۔

پھر امام حسینؑ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر شیر کی طرح میدان جنگ کی طرف بڑھے۔ یہ کہتے ہوئے: **الْمَوْتُ أَوْلَىٰ مِن رُّكُوبِ الْعَارِ وَالْعَارُ أَوْلَىٰ مِن دُخُولِ النَّارِ** (ترجمہ منظوم) موت بہتر ہے کہیں دنیا کے ننگ و عار سے؛ پر یہ ننگ و عار بہتر ہے سزائے نار سے!

میدان جنگ میں آکر امام حسینؑ نے رجز پڑھا اور اس کے بعد گھوڑے کو ایڑدی ساتھ ہی ذوالفقار کو نیام سے باہر نکالا۔  
مولانا حشمت علی مرحوم لکھتے ہیں:-

امام خیمہ سے اس طرح نکلے جیسے گلاب سے خوشبو، صدف سے گوہر آبدار۔ ادھر

خیمے سے حسین برآمد ہوئے اُدھر بقیع سے کلیچہ پکڑے فاطمہؑ نکلیں اور صدا آئی میرے  
مظلوم و بیکس میں تیری تنہائی کے قربان گھبرا نہیں میں آئی۔

گنبد خضرا سے نانا بال بکھرائے سر پر خاک ڈالے گریہ کنناں نکلے اور آواز آئی  
مرے پیارے ذرا ٹھہر میں بھی آیا یہ سن کر حسینؑ نے کہا کہ نانا اکیلے نہ آئے آدمِ صفی  
اللہ اور نوح نا خدا دادا۔ ابراہیم خلیل اللہ کو ساتھ لے کر آئے اور ان کو دکھائے کہ یوں  
راہ خدا میں قربانیاں دی جاتی ہیں اس طرح نجات امت کا سامان مہیا کیا جاتا ہے۔  
خیمہ سے باہر دیکھا با وفا گھوڑا سر جھکائے کھڑا ہے مگر تنہا:-

بیت الشرف سے نکلے جو سلطان، بحر و بر دیکھا کہ ذوالجنح کھڑا ہے جھکائے سر  
حضرت نے باگ تھام کے دیکھا اُدھر اُدھر کوئی نہ دوست تھا برادر نہ تھا پسر

تنہائی حسینؑ پہ زہراؑ نے رو دیا

غربت پہ اپنی خود شہ والا نے رو دیا

اور پھرا اکبرؑ و عباسؑ حبیب و مسلم کی یاد آئی اور فرمایا:-

کس یاس سے ہر چار طرف تکتے تھے سرور دکھلائی نہ دیتا تھا کوئی مونس و یاور  
رو کر کبھی چلاتے تھے آؤ علی اکبرؑ دل تھام کے کہتے تھے کبھی ہائے برادر

لو جلد خبر بیکس و بے یار ہوں عباسؑ

تم تھامو رکاب آ کے تو اسوار ہوں عباسؑ

یہ حالت و کیفیت دیکھ کر جناب زینبؑ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگیں۔

رو رو یہ کہتے تھے شہنشاہ دو عالم مظلومی شہیرؑ پہ تھا خیمہ میں ماتم  
ہر گز دل زینبؑ کو قرار آیا نہ اس دم چلاتی ہوئی ڈیوڑھی سے نکلی وہ بصد غم

اے بھائی دکھاؤں کسے تنہائی تمہاری

تھامے گی رکاب آج یہ ناں جانی تمہاری

بھائی بہن کی یہ گفتگو سن کر گھوڑے نے آگے کے دونوں قدم جھکا کر زبان بے  
زبانی سے کہا کہ اے دوش محمد کے کلین آغوشِ فاطمہ کی زینت آئیے میرے اوپر سوار  
ہو جائیے امام سوار ہو کر میدان کو روانہ ہوئے۔

خیمہ سے رائنڈوں اور تیبھوں کے نوحہ و ماتم کی صدائیں بلند ہوئیں نانا کی آہ و فغاں  
اور فاطمہ کی فریاد سے جنگل گونج رہا تھا۔

فاطمہ کا ماہ اس شان سے گھوڑے پر بیٹھا گویا براق پر تھے رسولِ فلک پناہ اور اس  
آن بان سے رن کو سدھا رہے۔

چہرہ سے آشکار تھی خیر الوری کی شان پیدا تھی سر سے تابقدم مرضی کی شان  
زہرا کا حسن اور حسنِ مجتبیٰ کی شان ایسے حسین بھی ہوتے ہیں بندے خدا کی شان

شدر ملک تھے دیکھ کے چہرہ جناب کا

جلوہ تھا ایک چاند میں چار آفتاب کا

(بحوالہ شیعہ لاہور حسین نمبر ۱۹۵۵ء)

ذوالجناح وقتِ رخصت میرا نیس کی نظر میں:

دیکھا شہِ دین نے جو قریب فرس آ کر کوئی نہ پسر تھا نہ بھتیجا نہ برادر  
زینب نے پکارا کہ تمھو آتی ہے خواہر زہرا کی صدا آئی کہ موجود ہے مادر

کیا رتبہ عالی تھا رکابِ شہِ دین کا

اک فاطمہ کا ہاتھ تھا اک روحِ امیں کا

پہنچا جو در خانہ زین تک قدمِ شاہ تھرا کے جھکا خود بادبِ توسن چالاک  
گھوڑے پہ چڑھا لختِ دل سیدِ لولاک جبریل امیں ساتھ ہوئے تھام کے فتراک

کس منہ سے کہوں حسنِ نشستِ شہِ دین کو

معلوم ہوا جڑ دیا خاتم پہ نگلیں کو



تھازین فرس، رحل، تو قرآں شہ والا وہ تخت ہوا تھا تو سلیمان شہ والا  
 وہ دوش صبا بوئے گلستاں شہ والا وہ برج شرف نیر تاباں شہ والا  
 بو گل کی نسیم سحری لے کے چلی ہے  
 غل تھا کہ سلیمان کو پری لے کے چلی ہے  
 ضیغم کی چوٹی جست تو آہو کے طرارے آنکھوں کو چراتے تھے نجالت سے چکارے  
 ہر نعل سے خم تھا نہ نو شرم کے مارے اٹھتے تھے قدم جب تو چمکتے تھے ستارے  
 ہو رشک نہ کیوں کر فلک ماہ جیوں کو  
 نقش سُم تو سن سے لگے چاند زمیں کو  
 مرکب پہ ہیں مولا کے تجلی ہے سر طور چہرے کی ضیا سے ہے زمیں آئینہ نور  
 ہر سنگ یہ تاباں ہے کہ شرمندہ ہے پلور ڈھلتا نہیں دن دھوپ ہوئی جاتی ہے کا نور  
 حیراں ہیں خبر نور خدا کی نہیں جن کو  
 ہے شور کہ لو کھیت کیا چاند نے دن کو

(مراثی انیس جلد دوم صفحہ ۳۶۱)

شکوہ و جلالِ امیر المومنین علیہ السلام بوقت سواری

اور روز عاشورا غربت امام حسینؑ بموقع سواری

علامہ صدر الدین قزوینی، ریاض القدس جلد دوم میں لکھتے ہیں:-

جس زمانہ میں حضرت اسد ذوالجلال۔ ولی کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالب  
 علیہ السلام نے ظلم و زور اور ام المومنین عائشہ سے قتال کیا ہے تو بہت زیادہ تعداد میں  
 سپاہی برائے جہاد جمع تھے چنانچہ آپ نے اپنے لشکر کے ہمراہ بڑی شان و شوکت کے  
 ساتھ بصرہ کی طرف کوچ کیا:-

یعنی کہ علیؑ ولی سردار و سالار لشکر اسلام کہ جن کی سرکردگی میں سپاہ لشکر فولادی اسلحہ سے آراستہ تھا لشکر والے تیز چشم اور دشمن کو کاٹنے والے تھے اور لشکر میں جوش و خروش جہاد ایسا تھا جیسا کہ جوش دریا میں پانی کی روانی کا ہوتا ہے۔ سب تیغ بکف تھے کتاب ”اسرار الشہادت“ میں ہے کہ منذر بن جارود کہتا ہے کہ جب مجھے حضرت امیر المومنینؑ کے لشکر کی روانگی کی خبر ملی تو میں شہر سے باہر آیا تاکہ لشکر امیر علیہ السلام کی شان و شوکت دیکھوں۔ میں نے دیکھا کہ تمام صحرا فوج حق سے بھرا ہوا اور علمہائے رنگارنگ لشکر کی رونق ہیں اور زیادہ اضافہ ہو گیا ہے پہلا علم ایک سوار کے ہاتھ میں تھا جو ہزار سواروں کے دستہ کا علمبردار تھا اور یہ علمدار لشکر جناب ابو ایوب انصاری تھے پھر ہزار سواروں پر مشتمل لشکر تھا کہ جو کمان بدوش تھا۔ میں نے سوال کیا اور دستہ لشکر دیکھا جس میں علمدار لشکر ابو قتادہ انصاری تھے۔ پھر ایک اور دستہ گذرا جس کے علمدار حافظ قرآن حضرت عمار بن یاسر تھے۔ پھر ایک دستہ گذرا جس کے علمدار قیس بن سعد عبادہ تھے اور ایک دستہ کے علمدار قثم بن العباس تھے اور ایک عظیم دستہ لشکر کے علمدار غلام آستانہ حیدر مالک اشتر تھے اور اکثر اکابرین ہم رکاب حضرت امیر المومنین تھے۔ مثل، عبداللہ بن عباس، عبید اللہ بن عباس، فضل بن عباس، عبداللہ بن جعفر، عقیل بن ابی طالب سرتج بن ہانی، زیاد بن کعب ہمدانی، ہانی بن عروہ ندجی، حجاج بن خزیمہ انصاری اور دوسرے سرکردہ افراد ایک علم کے سایہ میں تھے اور وہ علم حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے دست فتح نصیب میں تھا۔ علیؑ راستہ تاج الجبال مع الجبروت والجلال

لشکر اسلام روانہ ہوا اور حضرت علیؑ مرتضیٰ کے دائیں بائیں جانب آپ کے فرزند حسنؑ اور حسینؑ خوش کردار تھے، اس عِز و قدر و جلالت کے ساتھ جنگ جمل میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام تشریف لے گئے لیکن اے شیعان علیؑ ذرا کہ بلا میں امام حسینؑ پر

نظر ڈالئے۔ جب حضرت امام حسینؑ خیمہ سے نکلے تو اہل حرم گریان کنناں ساتھ تھے۔ درخیمہ پر ذوالجناح موجود تھا۔ لیکن کون تھا کہ جو رکاب تو سن تھا متا اور حسینؑ کو سوار کراتا۔ امام حسینؑ نے اس وقت ایک نگاہ اصحاب کے خیموں پر ڈالی۔ دیکھا کہ خیم خالی ہیں۔ اصحاب مقتل میں سو رہے۔ پھر امام حسینؑ نے اپنے عزیز واقارب کے خیموں پر نگاہ ڈالی۔ لیکن نہ اکبر تھے نہ قائم، نہ عونؑ و محمدؑ اور عباسؑ علمدار تھے، سب ہی مقتل میں سو رہے تھے امام حسینؑ نے ایک آہ سرد بھری اور فرمایا اهل من یقدم الی جوادی آیا ہے کہ کوئی کہ جو سواری لائے مجھے سوار کرائے:-

نہ آسرا تھا کوئی شاہِ کربلائی کو

فقط بہن نے کیا تھا سوار بھائی کو (مرزا دستگیر)

ذوالجناح میدانِ جنگ میں:

میر نفیس کہتے ہیں:-

اُس جنگ میں رہوار جہاں سیر کی وہ چال ہر گشت میں لشکر کے پرے کر دیئے پامال  
جس صف کی طرف دوڑ گیا برق کی تمثال دل ہل گیا ثابت یہ ہوا آگیا بھونچال

یاں ہوش ادھر رنگ اڑا فوج لعین کا

ٹاپوں سے جگر چاک تھا مقتل کی زمیں کا

پھر زیر و زبر ہوئے نہ کیوں لشکرِ سفاک کیوں پیش و پس اعدا کونہ ہو کیوں نہ اڑے خاک  
مربک وہ کہ جس کا نہیں ثانی تہ افلاک راکب وہ کہ جو راکب دوشِ شہِ لولاک

غل تھا یہ نہ کس طرح نمودار ہو سب میں

اس شان کا فارس ہے عجم میں نہ عرب میں

شیخ مفید نے ”کتاب ارشاد“ میں اور ”کتاب کامل السقیفہ“ میں یہ روایت لکھی

ہے کہ:-

جب امام حسین علیہ السلام مصروف جہاد ہوئے تو اس وقت امام مظلوم کے گھوڑے (ذوالجناح) کے آگے آگے تین نفر دیکھے گئے وہ تینوں اس طرح آپ کے ذوالجناح کے آگے آگے تھے جیسے کہ بہادر سپاہی اپنی خاص وردی پہن کر بادشاہ کی سواری کے آگے دوڑتے ہیں۔ وہ تینوں افراد امام عالی مقام کی مددگاری بھی فرما رہے تھے، شیخ مفید فرماتے ہیں ”یہ تینوں نفر عجب جوانمرد تھے اور ستر ہزار کے مقابل آنے والے تھے، بظاہر یہ تینوں نفر امام عالی مقام کے ہم رکاب تھے، انھوں نے کوشش کی کہ قتل ہو جائیں (لیکن برحسب باطن)۔“

علامہ محمد حسن قزوینی ”ریاض الاحزان“ میں تحریر فرماتے ہیں یہ تینوں اللہ کے فرشتے تھے، جبریل ذوالجناح کی رکاب تھامے ہوئے تھے، عزرائیل ذوالجناح کی لجام (عناں) تھامے ہوئے تھے اور دائیں جانب ذوالجناح کے اسرافیل مثل مددگار و ناصر حسین تھے، اس شکوہ و جلالت کے ساتھ حضرت امام حسینؑ میدان جنگ میں مصروف کارزار ہوئے۔ (ریاض القدس: ص ۲۹۳)

میرا نیس کہتے ہیں:-

وہ شان وہ شکوہ وہ شوکت جناب کی اللہ ری ضو جھپکتی تھی آنکھ آفتاب کی  
تصویر تھی جناب رسالت مآب کی پیری دکھا رہی تھی لطافت شباب کی  
بر میں نبیؐ کا جامہٴ عنبر شامہ ہے  
رنگت تو پھول سی ہے گلابی عمامہ ہے  
غل تھا فرس پہ سید والا کو دیکھ لو ہاں برق و شرق طور تجلی کو دیکھ لو  
پڑھ کر درود صورتِ مولا کو دیکھ لو بالائے رحل مصحفِ زہرا کو دیکھ لو  
پایا کسی بشر نے یہ پایا ہے خلق میں  
قرآن انھیں کے واسطے آیا ہے خلق میں

حوریں ہیں گرد ساغر کوثر لیے ہوئے      پریاں جلو میں ہیں طبقِ زر لیے ہوئے  
 جبریل ہیں نجات کا دفتر لیے ہوئے      جھولی میں ہے نسیم گل تر لیے ہوئے  
 لنتے ہیں پھولِ وادیِ عنبر سرشت میں

دولھا برات لے کے چلا ہے بہشت میں

نیزہ زمیں پہ آپ نے گاڑا جو یک بیک      ماہی نے دب کے گاؤں میں سے کہا سرک  
 شاید قیامت آئی زمیں پر گرا فلک      بس یا حفیظ کہہ کے لرزے لگی سمک  
 غل تھا اُلٹ چکے ہیں حسینِ آستین کو

یا بو تراب آ کے بچالو زمین کو

لوگوں بچتا ہے شیر، رجز خواں ہیں شاہِ دیں      نعرہ یہ ہے کہ ہیں ہمیں پشت و پناہ دیں  
 روشن ہمارے نور سے ہے شاہِ راہِ دیں      دنیا میں ہم ہیں تاجِ سر عز و جاہ دیں  
 سجدے بتوں کو کرتے تھے ساکنِ کنشت کے

ہم نے تمہیں بتا دیئے رستے بہشت کے

گھر میں ہمارے وحیِ خدا لائے جبریل      جب آئے خادموں کی طرح آئے جبریل  
 مشہور ہم ہیں خلق میں آقائے جبریل      اس گھر کی خادی ہے تمنائے جبریل  
 شاگردیِ علیؑ سے سرفراز جب ہوئے

جبریل تب مقربِ درگاہِ رب ہوئے

آٹھوں بہشت باغِ ولایت کے پھول ہیں      ہم سے ولا کرو کہ ہم آلِ رسول ہیں  
 اعمالِ دشمنانِ علیؑ نا قبول ہیں      لطفے ہوں یا نمازیں ہوں سب بجا صول ہیں  
 پھر کیا ہوا زکوٰۃ بھی گرجِ سمیت کی

شرطِ قبولیت ہے ولا اہلِ بیت کی

جبریل امیں نے رکاب کو تھاما:

یہ کہہ کے چلے سرور دیں پڑ گیا ماتم دروازے تلک روتی گئیں پیہیاں باہم  
خیمے سے برآمد ہوئے شاہشہ عالم خم ہو گئے مجرے کو رفیقانِ معظم

گردانا جو دامانِ قبا سرور دیں نے  
گھوڑے کی رکاب آن کے لی روح امیں نے

\_\_\_\_\_ (مراثی انیس جلد اول، ص ۶۰ شیخ غلام علی لاہور)

یہ کہہ کے ہوئے جلوہ نما خانہ زریں پر خاتم پہ نگیں جیسے ہو اور نقش نگیں پر  
پرتو سے بچھی چادرِ مہتاب زمیں پر بوسہ دیا نصرت نے رکابِ شہ دیں پر

جبریل و سرافیل سپرداری کو آئے  
اقبال و حشم غاشیہ داری کو آئے

\_\_\_\_\_ (مراثی انیس جلد دوم، ص ۲۴۱ شیخ غلام علی لاہور)

گھوڑے پہ چڑھا لختِ دل سید لولاک  
جبریل امیں ساتھ ہوئے تھام کے فتراک

امام حسین علیہ السلام عشقِ الہی میں مخمور تھے اور اس عشقِ حقیقی کا صلہ جان کی بازی  
لگانا تھا، حسین کی شہادت اللہ کی راہ میں عظیم قربانی تھی، روزِ عاشورہ حسین ابن علیؑ یکرو  
تہارہ گئے تھے، بیکس اور بے مددگار تھے، اس عالم بیکسی میں صاحبِ جلال ہستی تھے،  
امام مظلوم نے ہتھیار سجا کر رکابِ ذوالجناح میں قدم رکھا اور ذوالجناح خود آتشِ عشق  
خوردہ تھا، یعنی ذوالجناح حسینؑ کے عشق میں سرشار گویا عشقِ مجسم تھا حسینؑ کا یہ وفادار  
گھوڑا، اور بہ زبانِ حال کہہ رہا تھا کہ میں اللہ کی راہ میں گامزن ہوں۔ جیسے ہی  
ذوالجناح نے اپنے قدم میدانِ جنگ میں رکھے گویا اس نے اودانی کی سیر کی اور اس  
کی رکابوں کا حلقہ، حلقہٴ عرش بریں بن گیا، اس کے قدم عرشِ آفریں ہو گئے، میرا نہیں

کہتے ہیں:-

بجلی تھا چھلا وہ تھا کہ صرصر تھا وہ رہوار اس سمت کبھی تھا تو کبھی فوج کے اُس پار  
 فاقوں میں بھی آقا کی خوشی کرتا تھا گھوڑا  
 جو چاہتے تھے شاہ وہی کرتا تھا گھوڑا

(مراثی انیس جلد اول... ص ۳۱۳)

سب کہتے تھے جرأت یہ نہیں قدرت رب ہے  
 رہوار قیامت ہے تو تلوار غضب ہے  
 رہوار کو غازی کے نہ تھی حاجت مہمیز  
 ان فاقوں میں چالاکی میں صرصر سے بھی تھا تیز

(مراثی انیس جلد دوم... ص ۳۵۱)

علامہ مجلسی ”بحار الانوار“ میں لکھتے ہیں:-

”پس امام مظلوم نے مہارزِ طلبی کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں حسین ابن علی ہوں وہ علی  
 جنھوں نے نبی کی میراث پائی ہے، وہ علی جو قاتلِ مرحب ہیں، وہ علی جو قاتلِ عمر و ابن  
 عبدود ہیں۔“

کاشفی ”روضۃ الشهداء“ میں لکھتے ہیں:-

تمیم بن قحطبہ سطائی نے جسارت کی اور امام حسینؑ کے مقابلے کے لیے میدان میں  
 آیا، وہ شام والوں کی نظر میں بہت بہادر سمجھا جاتا تھا گھوڑے سواری میں مشہور تھا، شقی  
 نے حملے کا ارادہ کیا، میر انیس کہتے ہیں اس وقت ذوالجناح میدانِ جنگ میں اپنے  
 سوار آقا و مولا حسین ابن علیؑ کی نصرت کے لیے تیار ہو گیا، میر انیس نے پہلے لشکرِ یزید کا  
 نقشہ کھینچا پھر پہلو ان کا آمادہ جنگ ہونا دکھایا اور چوتھے مصرعے سے ذوالجناح کے تیور

کا بیان کیا ہے:-

لشکر کے سب جواں تھے لڑائی میں جی لڑائے وہ بد نظر تھا آنکھوں میں آنکھیں اُدھر گڑائے  
ڈھالیں لڑیں سپاہ کی یا ابر، گڑ گڑائے غصے میں آکے گھوڑے نے بھی دانت کڑ کڑائے

ماری جو ٹاپ ڈر کے بٹے ہر لعین کے پاؤں

ماہی پہ ڈمگا گئے گاؤ زمین کے پاؤں

حضرت امام حسینؑ نے شقی کے حملے کے جواب میں تلوار کھینچی اور اس پر وار کیا، تمیم  
دو ٹکڑے ہو کر واصل جہنم ہوا، میرا نہیں کہتے ہیں:-

مارا جو ہاتھ ، پاؤں جما کر رکاب پر

بجلی گری شقی کے سر پر عتاب پر

اس کے بعد ایک اور شقی یزید اٹھی امام حسینؑ کے مقابل فوج یزید سے نکلا اُسے بھی  
امام عالی مقام نے ایک ہی وار میں ختم کر دیا، امام حسینؑ کی یہ شانِ حرب و ضرب دیکھ کر  
لشکرِ عمر سعد ملعون حیران تھا اور پورا لاکھوں کا لشکر حیران و پریشان تھا۔

(ریاض القدس... ص ۳۰۹)

میرا نہیں کہتے ہیں:-

اللہ ری لڑائی میں شوکت جناب کی سونائے رنگ میں تھی ضیا آفتاب کی

سوکھے تھے لب کہ پگھڑیاں تھیں گلاب کی تصویر ذوالجناح پہ تھی بوترا ب کی

ہوتا تھا غل جو کرتے تھے نعرے لڑائی میں

بھاگو کہ شیر گونج رہا ہے ترائی میں

میرا نہیں کہتے ہیں:-

ذوالجناح میدان جنگ میں عجب ناز سے آیا ہر قدم پر اس کے چلنے کا انداز طاؤس

(مور کی چال) کا انداز تھا۔ اس کی لجام، زین اور فتراک (شکار بند) یہ سب چیزیں

اس کا زیور تھیں، فتراک مثل پروں کے تھے، میدان جنگ میں اس کے قدم یوں معلوم



ہوتے اس نے عرش بریں پر پاؤں رکھ دیا ہے، یوں معلوم ہوتا تھا براق دوبارہ آسمان سے اتر آیا ہے۔

فتح و ظفر ذوالجناح کے قدم با قدم ساتھ چلی، جلال و حشم ذوالجناح کے جلو میں چل رہے تھے، قدسیوں نے اپنے پروں کو ذوالجناح کے قدموں میں بچھا دیا تھا، سرتاج عرش (امام حسینؑ) ذوالجناح کے زین پر صدر نشین تھے اس لیے جیسے جیسے ذوالجناح کے قدم آگے بڑھتے تھے اس کے نقشِ سُم سے زمین پر چاند بن رہے تھے۔ ارض کر بلا کہہ رہی تھی میں فرشتہ تھی اب عرشِ احشام ہو گئی ہوں، کر بلا کا ہر ذرہ رشتک شب چراغ (ایک ہیرا جورات کو روشنی دیتا ہے) بن گیا تھا۔

لشکرِ یزید کی ہلچل میں ذوالجناح نہایت ہوشیاری سے جست و خیز (چوکر یاں بھرنا) کر رہا تھا۔ خرک و تاز (دھاوا بولنے) میں صرصر (تیز آندھی) سے بھی زیادہ تیز تھا۔ ایال (گردن کے بال) نہایت خوشنمائی سے ہوا میں اہرا رہے تھے۔

ذوالجناح کے قدموں سے جو گرد اڑ رہی تھی وہ بادلوں کی طرح معلوم ہو رہی تھی، لڑائی کے وقت اس گرد کے بادل سے بجلی کی طرح تڑپ کر نکلتا تھا۔ ذوالجناح کی پتیوں میں ستارے سے چمک رہے تھے۔

جرات و ہمت میں شیر کی طرح آگے بڑھتا جاتا تھا۔ ذوالجناح قوی ہیکل (بڑے بٹھے والا) تھا، تیزی کی چال میں کبک دری (چکور) کی طرح چلتا تھا اور جست (ہرن کی چھلانگ) معلوم ہوتی تھی۔ زمین پر سیماب (پارہ) تھا اور بلندی پر سحاب (بادل) تھا۔ ہوا میں مثل عقاب تھا یا دریا کی موج معلوم ہوتا تھا۔ ذوالجناح کی گردن ہلال کی طرح خم دار تھی، آنکھیں غزال (ہرن) کی آنکھوں کی طرح تھیں۔ چتون میں شیرانہ بانک پن تھا۔ یونانی حکیم بھی اس کے صفات کو دیکھتے تو دنگ رہ جاتے، اشراقی (کشف و کرامات والے) بھی افکار کے سمندر میں غرق ہو جاتے۔ غرب سے شرق

تک ذوالجناح کی چال ایک بجلی چمکنے کا وقفہ تھی۔ اپنے سوار کے اشارے پر کل کی طرح (مشین کی طرح) پھرتا تھا، کاوے کی چال (دائرے کی چال) ایسی تھی کہ نقطے پر پرکار رکھ کر جس طرح گھماتے ہیں۔ دُم کو بلند کر کے جب حملہ آور ہوتا تھا لشکر زیر و زبر ہو جاتے تھے۔

امام حسینؑ اسی وقت تلوار کے وار کرتے سر کٹ کے گرتے جاتے تھے دوسری طرف اشقیاء کے بدن زمین پر پڑے ہوتے ذوالجناح اپنے قدموں سے اسی وقت دھڑ اور سر کو چلانتا ہوا آگے بڑھتا تھا، لاشوں کو اتنا روندنا تھا کہ ذوالجناح کے سُم خون سے سُرخ ہو گئے تھے۔ اس کے سُم خنجر بڑاں بنے ہوئے تھے۔

ذوالجناح کی آہستہ چال کو بھی ہوا نہیں پاسکتی تھی، دنیا کے پرندے اُسے ہما سمجھ رہے تھے، (ہما بہت بڑا پرندہ)

ذوالجناح میں اتنی طاقت تھی کہ شیر کو ناپوں سے کچل کے پامال کر سکتا تھا لیکن شائستگی ایسی تھی کہ ایک طفل بھی باگ اُتار کے اُس پر سوار ہو سکتا تھا۔ پھول پر قدم رکھے تو رنگ گل بھی میلانہ ہوا اور وجہ یہ تھی کہ راکب دوش رسولؐ کا پیارا فرس تھا۔

ذوالجناح میں دُلڈل کی تیزیاں تھیں اور براق کی طرح طرارے بھرتا ہوا دوڑتا تھا۔ سینہ کشادہ تھا، کمر پتلی اور جوڑ بند چست تھے گردن کا خم مثل ہلال تھا لیکن ہمیشہ سر کو بلند رکھتا تھا، اپنے آقا کے دشمن کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ تیزی میں ابر تھا اور لطافت میں ہوا تھا اتنی خوبیوں پر بھی کہا جاسکتا ہے کہ خدا کی قدرت تھا۔

دونوں کان یہ بتاتے تھے کہ وہ زبان بے زبانی سے کہہ رہا تھا کہ میرا آقا لاسیف و لافتا ہے، اگر دنیا میں میرے آقا جیسا کوئی دوسرا حسینؑ نہیں تو میرا جیسا دوسرا فرس بھی دنیا میں دستیاب نہیں ہے۔ ذوالجناح میدان جنگ میں اُڑتا ہوا عقاب معلوم ہوتا تھا، یا بادلوں میں چمکتی ہوئی برق تھی یا نشیب میں دوڑتا ہوا پانی تھا۔

ذوالجناح میدان جنگ میں اپنے سوار حسین ابن علیؑ کے اشاروں پر ادھر سے ادھر جنت کرتا تھا، کبھی صفوں سے نکل آتا اور دوبارہ صفوں میں دھنس جاتا تھا، تیز دوڑنے میں اس کے نتھنوں سے فرفر کی صدا آرہی تھی، اُس کو ہوا پر غصہ آتا تھا کہ ساتھ چلتی ہے پھر بھی مجھ سے پیچھے رہ جاتی ہے، اس کے غصے کو حسینؑ جیسا شہسوار سمجھتا تھا۔

ذوالجناح اچھی عادتوں کا مالک تھا، دوڑنے میں خوشنما معلوم ہوتا تھا، اس کے جسم کے جوڑ بند بھی خوبصورت تھے، لجام کھینچنے میں چھوڑنے کے مفہوم سے اچھی طرح واقف تھا، خوش رو تھا، اس کی ادائیں بھی خوب تھیں، تیز گام تھا، ذوالجناح چونکہ کیت تھا اس لیے اس کے سرخ رنگ (سرخ فام) کی وجہ سے وہ گل پوش معلوم ہوتا تھا۔ غیظ بھی تھا غربت بھی تھی، زخمی بھی تھا اور اس حالت میں جنگی ہنر دکھا رہا تھا، مزاج آگ تھا، تیزی میں ہوا تھا، اتنے اضعاد جمع تھے کہ صرف خدا کی قدرت سمجھنا چاہیے۔

سینے میں دل قوی تھا کہ پشت پر امام حسینؑ موجود ہیں، اس کو ناز تھا کہ براق کی توقیر و عزت کا میں مالک ہوں یہ فخر کیا کم ہے کہ امام کا بار پشت پر اٹھائے ہوئے تھا۔ جس طرح پانی پر حباب ٹھہرا رہتا ہے اسی طرح وہ ہوا کے دوش پر نظر آتا تھا یا تیز بہاؤ میں جس طرح ناؤ رواں ہوتی ہے، فوج یزید کے حلقے سے اس طرح نکل جاتا تھا جیسے کان سے تیر نکل جاتا ہے۔

دوران جنگ گل جھڑی پڑتی تھی یعنی لشکر حسینؑ کو چاروں طرف گھیر کر ایک طرح کی گرہ باندھنے کی کوشش کرتا تلوار ذوالفقار اس گرہ کو کھول دیتی اور ذوالجناح اس گتھی سے نکل جاتا تھا۔

کوئی شقی حسینؑ کے سامنے حملے کی جسارت کرتا تو ذوالجناح ایک ٹاپ مار کر زمین پر گرا دیتا تھا گویا زمین اس کی لاش کو کھا جاتی تھی۔

ذوالجناح تیزی میں جواد تھا، قرآن نے گھوڑے کی تیزی کو 'جیاد' کہا ہے۔

رسول اللہؐ ”ذوالجناح“ کو اکثر ”الورد“ کہہ کر پکارتے تھے یعنی گلاب کا پھول، یہی وجہ تھی کہ جب وہ کربلا میں مصروف نصرتِ حسینؑ تھا اس کے پسینے سے عطرِ گلِ ورد کی خوشبو آ رہی تھی۔

ذوالجناح جس وقت صبح کرتا تھا، لشکرِ یزید کے گھوڑے گھبرا کے پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ گھوڑے اُسے دیکھ کر الٹ ہو کر الٹ جاتے تھے۔

ذوالجناح عاشور کے دن امام حسینؑ کے لیے تختِ سلیمان بن گیا تھا۔ چونکہ امام حسینؑ فرخِ سلیمان تھے۔

ذوالجناح جب حملہ آور ہوتا تو فر فر جاتا تھا اور جب پلٹتا تھا تو رُف سے بھی تیز ہوتا تھا۔

میر انیس کہتے ہیں یہ حیوان نہیں بلکہ کوئی فرشتہ تھا جسے آسمان سے ذوالجناح کی شکل میں بھیجا گیا تھا۔

امام حسینؑ لجامِ روک کر کہتے تھے اگر بہت پیاسا ہے تو فرات پر تجھے لے چلوں پانی پلانے کے لیے تو وہ کہتا تھا میرے آقا زادے پیاسے مر گئے میں پانی نہیں پیوں گا۔

اُس وقت امام حسینؑ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے تو ذوالجناح کی آنکھوں سے بھی آنسو ٹپکنے لگتے تھے۔

یہاں تک آپ نے میر انیس کے بیانات پڑھے اب میر انیس کے چھوٹے بھائی میر مونس کے چند بند پڑھیے:-

اُگے ہی بڑھے جاتے تھے تو لے ہوئے تلوار اُڑ جاتا تھا اُس صف پہ یہ صرف پھاند کے رُہوار  
چل جاتا تھا ہر بار ادھر وار ادھر وار کھڑے تھے وہ آہن میں جو تھے غرقِ سترگار

ہوتی تھی فدا روحِ سکندر شہِ دین پر

دوست تھا چار آنسوؤں کا فرشِ زمیں پر

اللہ ری وفاداری و جانبازی تو سن روکرتا تھا حضرت کے جو پاس آتے تھے دشمن  
 سینے پہ بھی پٹھوں پہ بھی تھے تیروں کے روزن طاؤس گلستاں تھا اٹھائے ہوئے گردن  
 ماتھے سے ٹپکتا تھا عرق خون بدن سے

تیر آتا تھا حضرت پہ تو اڑ جاتا تھان سے

بیتاب تھا اس فکر میں وہ اسپ فلک فر زغے سے انھیں لے کے نکل جاؤں میں کیونکر  
 پھرتا تھا ادھر اور ادھر مثل غضنفر حربوں سے پس و پیش کے غافل تھان دم بھر

جب وار کوئی بانی شر کرتا تھا شہ پر

اگلے سُم اٹھا کر وہ سپر کرتا تھا شہ پر

کہتا تھا یہ گھوڑے سے ید اللہ کا فرزند اس راہ میں ہم صبر و تحمل کے ہیں پابند  
 راحت یہ شہادت ہے رہے گردہ رضامند بیٹو نہ براق نبوی کی تجھے سو گند

کٹ جائے گلا سر کسی نیزے پہ علم ہو

سب کچھ ہو مگر کھیت سے باہر نہ قدم ہو

مقتل تھا جہاں آئے جوڑتے ہوئے واں تک قہم کر کہا ہم ذبح نہیں ہوئیں گے بیشک

تھمنا تھا کہ ہلا کیا فوجوں نے یکا یک ماتھے پہ لگا تیر جھکا فرق مبارک

کھینچا جو وہ پیکان تو کھلا زخم جبین کا

خورشید سحر ہو گیا چہرہ شرہ دیں کا

دامن سے لہو پونچھ رہے تھے شرہ دلگیر جو سینہ اقدس پہ سم آلودہ لگا تیر

گھوڑے پہ نہ سنبھلا گیا بے دل ہوئے شبیر اک دوش پہ اک سر پہ چلی ظلم کی شمشیر

تورائے لہو دیکھ کے پوشاک پہ حضرت

پہلو پہ سنان کھا کے گرے خاک پہ حضرت

میرائیس کہتے ہیں:-

آوازِ غیب آئی ہے، یہاں بھی ذوالجناح کا ذکر نہایت دردناک ہے۔

بس اب نہ کرونا کی ہوس اے حسینؑ بس

دم لے ہوا میں چند نفس اے حسینؑ بس

گرمی سے ہانپتا ہے فرس اے حسینؑ بس

وقتِ نمازِ عصر ہے، بس اے حسینؑ بس

ظالموں نے نیزوں سے حسینؑ پر وار کئے آپ ذوالجناح کی پشت پر ٹڈھال

ہو گئے:-

گھوڑے پہ ڈگمگا کے جو حضرت نے آہ کی

تھرا گئی ضریح رسالتِ پناہ کی

امام حسینؑ جب زین ذوالجناح پر ڈگمگانے لگے ذوالجناح چاروں ہاتھ پاؤں

سمیٹ کر آہستہ آہستہ بیٹھ گیا، مقتل کی نرم زمین پر اس نے قیام کیا، ذوالجناح کو معلوم تھا

کہ سخت زمین پر اگر حسینؑ گریں گے تو زمین کی ضرب سے تیز جسم میں بالکل پیوست

ہو جائیں گے۔

میرا نیس کہتے ہیں:-

گرے ڈگمگا کر زمین پر حسینؑ

فرس سے کسی نے اتارا نہیں

امام مظلوم جب مقتل کی زمین پر ٹڈھال ہو کر گر گئے تو اس وقت لجام ہاتھ سے

چھوٹ چکی تھی، ذوالفقار بھی ہاتھ سے جدا ہو چکی تھی، ذوالجناح نے پہلے تیر دانٹوں

سے پکڑ کر نکالنے شروع کئے پھر امام حسینؑ کے ہاتھ کے پاس دانٹوں سے ذوالفقار پکڑ

کر لایا، پھر لجام کو دانٹوں سے پکڑ کر ایک ہاتھ پر رکھ دی، آہستہ آہستہ اپنی پیشانی کو

پشتِ حسینؑ پر ملنے لگا، صیخہ کرتا تھا اور غیظ سے مڑ کر لشکرِ یزید کی طرف دیکھتا تھا، گویا

زبان بے زبانی سے کہہ رہا تھا، آقا! اٹھیے لشکرِ قریب آ رہا ہے، جب امام حسینؑ ہوش میں آئے سب سے پہلے آپ نے ذوالفقار کو ذوالجناح کی گردن میں باندھ دیا، سر سے عمامہ اتار کر زین پر رکھ دیا اور آپ نے ذوالجناح سے فرمایا جا کر اہل حرم کو بتا دے کہ حسینؑ اب واپس نہیں آئیں گے، یہ رسول اللہ کی امانت علی ابن الحسینؑ کو دے دینا۔ ایک روایت کے مطابق یہ امانتیں جبریل امین آ کر لے گئے۔ بعد میں ذوالفقار اور عمامہ رسولؐ ہر امام کے پاس رہا اور اب امام مہدی علیہ السلام کے پاس ہے۔ ذوالجناح نے لشکرِ یزید پر حملہ کیا اور اشقیانوں سے کچلتا ہوا خیام تک پہنچ گیا۔ دوبارہ اس وقت قتل میں آیا جب سر حسینؑ نیزے پر بلند ہو چکا تھا۔ ذوالجناح نے اپنی پیشانی کو خونِ حسینؑ سے رنگین کیا۔ صحیح کرتا جاتا چیختا ہوا آگے کے سمنوں کو زور زور زمین پر پٹختا تھا۔ روتا تھا۔ عمر بن سعد نے حکم دیا کہ اس گھوڑے کو زندہ گرفتار کرو لیکن اس نے دوبارہ لشکر پر حملہ کیا اور اہل حرم کے خیموں تک پہنچ کر سانی سانی کہ حسینؑ شہید کر دیئے گئے۔

زیارتِ ناحیہ میں امام عصر علیہ السلام فرماتے ہیں:-

قَدْ عَجِبْتُ مِنْ صَبْرِكَ مَلَائِكَةُ السَّمَوَاتِ فَأَخَذَ قُوَابِكَ مِنْ كُلِّ  
الْجِهَاتِ وَ اتَّخَنُوكَ بِالْجِرَاحِ وَ حَالُو بَيْنَكَ وَ بَيْنَ الرُّوَّاحِ وَ لَمْ يَبْقُ لَكَ  
نَاصِرٌ وَ أَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ تَذُبُّ عَنْ نِسْوَتِكَ وَ أَوْلَادِكَ حَتَّى نَكْسُوكَ  
عَنْ جَوَادِكَ فَهَوَيْتَ إِلَى الْأَرْضِ جَرِيحاً تَطَاكَ الْخِيُولُ بِحَوَافِرِهَا وَ  
تَعْلُوكَ الطِّفَاةُ بِبِوَاتِرِهَا قَدْرَ شَحِّ اللَّمُوتِ جَبِينُكَ قَدْ عَجِبْتُ مِنْ  
صَبْرِكَ مَلَائِكَةُ السَّمَوَاتِ فَأَخَذَ قُوَابِكَ مِنْ كُلِّ الْجِهَاتِ وَ اتَّخَنُوكَ  
بِالْجِرَاحِ وَ حَالُو بَيْنَكَ وَ بَيْنَ الرُّوَّاحِ وَ لَمْ يَبْقُ لَكَ نَاصِرٌ وَ أَنْتَ صَابِرٌ  
مُحْتَسِبٌ تَذُبُّ عَنْ نِسْوَتِكَ وَ أَوْلَادِكَ حَتَّى نَكْسُوكَ عَنْ جَوَادِكَ

فهويت إلى الأرض جريحاً تطاك الخيول بحوافرها وتعلوك  
 الطغلة ببواترها قدر شح للموت جبينك واختلفت بالانقباض  
 والانبساط بشمالك ويمينك تدير طرفاً خفياً إلى رحلك وبينك وقد  
 شغلت بنفسك عن ولدك وأهاليك وأسرع فرسك شارداً إلى خيامك  
 محمماً باكياً فلما راين النساء جوادك مخزياً وسرجك عليه ملوياً  
 برزن من الخذور ناشرات لشعور على الخدود لا طمات عن  
 الوجوه سافرات وبالعويل داعيات وبعده العز مذلات وإلى  
 مصرعك مبادرات والشمر جالس على صدرك ومولع سيفه على  
 نحرك قابض على شيبتك بيده ذابح لك بمهنده قد سكنت حواسك  
 وخفيت القاسك ورفع على القناة رأسك وسبى اهلك كالعبيد  
 وصفد في الحديد فوق اقتاب المطيات تلفح وجوههم حر الهاجرات  
 يساقون في البراري والفلوات ايديهم مغلولة إلى الاعناق يطاف  
 بهم في السواق فالويل للعصاة الفساق لقد قتلوا بقتلك السلام و  
 عطلوا الصلوات والصيام ونقضوا السنن والاحكام وهدموا قواعد  
 الايمان وحرقوا آيات القرآن وهمجوا في البغي والعدوان لقد  
 اصبح رسول الله صلى الله عليه وآله من اجلك موتوراً وعاء كتاب  
 الله مهجوراً وغودر الحق اذ قهرت مقهوراً وفقدت لفقده التكبير  
 والتهليل والتحريم والتحليل والتنزيل والتاويل وظهرت بكفك  
 التغيير والتبديل والاحادو التعطيل والاهواء والاضاليل والفتن  
 والباطيل فقام ناعيك عند قبر جدك الرسول صلى الله عليه وآله  
 منعك اليه بالدمع الهطول قائلاً يا رسول الله قتل سنطك وفتاك



## وَاسْتَبِيحَ اَهْلَكَ وَحِمَاكَ.

ترجمہ: آپ غبار جنگ میں دھسے ہوئے تھے اور ہر ایک اذیت اٹھا رہے تھے آپ کا صبر دیکھ کر تو ملائکہ افلاک بھی تعجب کر رہے تھے، ظالموں نے ہر طرف سے آپ کو گھیر لیا اور زخم پہنچا کر آپ کو مضحل کر دیا دم لینے کی مہلت نہ دی، مددگار کوئی آپ کا رہا نہ تھا بے کسی کے عالم میں انتہائی صبر و ضبط کے ساتھ آپ اپنی مستورات اور بچوں کی طرف سے ہجوم اشقیاء کو ہٹا رہے تھے، یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو گھوڑے سے گرا دیا، آپ زخموں سے چور ہو کر زمین پر گرے، لشکر کے گھوڑے اپنے سموں سے آپ کو کچل رہے تھے اور سرکش سنگرا اپنی تلواریں لیے آپ پر چڑھے چلے آتے تھے، موت کا پینہ آپ کی پیشانی پر آیا ہوا تھا اور آپ کے دست و پا ادھر سے ادھر سمٹتے اور پھیلتے تھے۔ آپ چشم نیم واسے اپنے بچوں کو دیکھ رہے تھے حالانکہ اس وقت آپ کی خودی حالت تو ایسی تھی کہ آپ کو اپنے کنبہ کا اور بچوں کا دھیان نہ آسکتا تھا، اس وقت آپ کا گھوڑا تیزی سے ہنہاتا اور روتا ہوا آپ کے خیام کی طرف چلا جب اہل حرم نے آپ کے رہوار کو بے سوار دیکھا اور زین اسپ کو نیچے ڈھلکا ہوا دیکھا تو بہتر رہا ہو کر خیموں سے نکل پڑیں اور بال بکھرائے ہوئے منہ پر طمانچے مارتے ہوئے جبکہ پردہ کا دھیان نہ تھا نوحہ و بکا کرتے ہوئے اپنے بزرگوں کو وارثوں کو پکارتے ہوئے جبکہ اپنی اس مخصوص عزت و شوکت کے بعد حقارت کی نظر سے دیکھے جا رہے تھے سب کے سب آپ کی قتل گاہ کی طرف تیزی سے جا رہے تھے، آہ شمر اس وقت آپ کے سینہ پر بیٹھا ہوا تھا اور اپنا خنجر آپ کی گردن پر پھیر رہا تھا۔ ریش مبارک ظالم اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے اپنی ہندی تلوار سے آپ کو ذبح کر رہا تھا۔ آپ کے دست و پا بے حرکت ہو گئے اور سانس رک گئی۔ نیزہ پر سر اقدس کو اٹھایا گیا اور اہل حرم کو غلاموں کی طرح قید کر لیا گیا اور آہنی زنجیروں میں جکڑ کر اونٹوں پر بٹھا دیا گیا دن کے دوپہر کی گرمیاں ان کے

چہروں کو جھلس رہی تھی اور وہ غریب بیابانوں اور جنگلوں میں پھرائے جا رہے تھے ہاتھ ان کے گردنوں سے بندھے ہوئے تھے اور بازاروں میں ان کو پھرایا جا رہا تھا۔

وائے ہوان نامافرانوں فاستقوں پر جنہوں نے آپ کو قتل کر کے اسلام کو تباہ کر دیا نمازوں کو روزوں کو معطل کر دیا۔

شریعت کے چلن کو اور احکام کو توڑ دیا ایمان کی عمارت کو ڈھادیا اور قرآن کی آیتوں کو جلا دیا اور بغاوت و سرکشی میں دھنسنے چلے گئے آپ کے قتل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مظلوم قرار پا گئے مظلوم بھی ایسے کہ اپنے بچے کے خون کا بدلہ نہ لے سکے آپ کے قتل سے کتاب خدا پر لا وارثی چھا گئی۔ آپ کے ستائے جانے سے اصل میں حق ستایا گیا۔ آپ کے نہ ہونے سے اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کی آوازوں میں کوئی روح نہ رہی حرام و حلال کا امتیاز قرآن اور قرآن کے معانی کا تعین سب ضائع ہو گیا۔ آپ کے بعد شریعت میں کھلی ہوئی تبدیلیاں فاسد عقیدے حدود شریعت کا تعطل، نفسانی خواہشوں کا زور، گمراہیاں، فتنے اور غلط چیزوں کا ظہور ہوا غرضیکہ آپ کی سنانی سنانے والا آپ کے جہاں کی قبر کے پاس کھڑا ہوا اور آپ کی سنانی برستے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ رسول اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنانی کہ یا رسول اللہ آپ کا فرزند آپ کا بچہ قتل کر دیا گیا اور آپ کے گھر والوں اور جاٹھاروں کو مار دیا گیا۔ (زیارت ناحیہ مقدسہ ص ۱۵ تا ۱۷)

ذوالجناح فرات میں:

سید ابن طاووس لکھتے ہیں:-

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اشقیاء سے بپکار کر فرمایا: اے گروہ کفار! اے پیروان آل ابوسفیان! اگر تم دین سے بے بہرہ ہو، روز جزا سے بے خوف ہو، پس حمیت عرب کیا ہوگئی؟ شمر نے کہا: اے فرزندِ فاطمہ! کیا کہتے ہو۔ فرمایا: تم مجھ سے جنگ کرتے ہو اور میں تم سے مقابلہ کرتا ہوں، عورتوں نے کیا گناہ کیا ہے، تو لشکر کو منع کر

جب تک میں زندہ ہوں خیمہ اہل بیت سے متعرض نہ ہوں۔ یہ سن کر شمر نے لشکر کو حکم دیا کہ پہلے حسین کا کام تمام کرو، ان کے اہل بیت سے دستبردار ہو کیونکہ یہ کفو کریم ہیں اور ان کی تلوار سے مارا جانا ننگ نہیں۔ یہ سن کر اشقیانے ایک بارگی حضرت پر حملہ کیا۔ اس وقت حضرت کفار سے پانی مانگتے تھے، جب گھوڑے کو جانب فرات دوڑاتے تھے لشکر مخالف کے سوار و پیادہ راہ روک کر مانع ہو جاتے تھے۔ بروایت ابن شہر آشوب حضرت امام حسین علیہ السلام نے عور سلمیٰ اور عمر بن جحان پر حملہ کیا۔ یہ دونوں ملعون چار ہزار کے لشکر کے ساتھ فرات پر مقرر تھے۔ امام نے ان کی صفوں کو پراگندہ کر کے گھوڑا پانی میں ڈال دیا اور گھوڑے سے خطاب کر کے فرمایا: میں پیاسا ہوں اور تو بھی پیاسا ہے بخدا میں پانی نہ پیوں گا جب تک کہ تو نہ پئے۔ یہ سن کر اسپ وفادار نے منہ اپنا پانی سے اٹھالیا گویا حضرت کے کلام کو سمجھا اور منتظر تھا جب حضرت پی لیں اس وقت میں بھی پیوں۔ حضرت نے فرمایا اے اسپ وفادار! تو پانی پی میں بھی پیتا ہوں یہ فرما کر حضرت نے ہاتھ بڑھایا اور ایک چٹو پانی لے کر چابا کہ پیئیں، اس وقت ایک ملعون پکارا یا حسین پانی پیتے ہو اور فوج خیمہ حرم کو لوٹ رہی ہے۔ حضرت نے یہ سنتے ہی پانی پھینک دیا اور خیموں کی طرف روانہ ہوئے اور صفوف مخالف کو پراگندہ کر کے دیکھا کہ خیام ذوی الاحترام محفوظ ہیں۔

علامہ مجلسیؒ ”بحار الانوار“ میں لکھتے ہیں:-

بروایت ابن شہر آشوب حضرت امام حسین علیہ السلام نے عور سلمیٰ اور عمر بن جحان پر حملہ کیا یہ دونوں ملعون چار ہزار کے لشکر کے ساتھ فرات پر مقرر تھے۔ امام نے ان کی صفوں کو پراگندہ کر کے گھوڑا پانی میں ڈال دیا، اور گھوڑے سے خطاب کر کے فرمایا: میں پیاسا ہوں اور تو بھی پیاسا ہے بخدا میں پانی نہ پیوں گا جب تک کہ تو نہ پئے۔ یہ سن کر اسپ وفادار نے منہ اپنا پانی سے اٹھالیا گویا حضرت کے کلام کو سمجھا اور منتظر تھا جب

حضرت پی لیس، اس وقت میں بھی بیوں حضرت نے فرمایا: اے اسپ وفادار! تو پانی پی میں بھی پیتا ہوں یہ فرما کر حضرت نے ہاتھ بڑھایا اور ایک چلو پانی لے کر چاہا کہ پیس، اس وقت ایک ملعون پکارا یا حسین پانی پیتے ہو، اور فوج خیمہ حرم کو لوٹ رہی ہے حضرت نے یہ سنتے ہی پانی پھینک دیا اور خیموں کی طرف روانہ ہوئے اور صفوف مخالف کو پراگندہ کر کے دیکھا کہ خیام ذوی الاحترام محفوظ ہیں۔“

علامہ سید محمد مہدی ”لوائح الاحزان جلد اول میں لکھتے ہیں:-

لکھا ہے کہ جب حضرتؑ کے سب عزیز و انصار باری باری درجہ شہادت پر فائز ہو چکے اور کوئی فدا ہونے والا باقی نہ رہا تو اُس وقت مظلوم کر بلا خود مرنے پر آمادہ ہوئے۔ درخیمہ پر تشریف لاکر پکارے۔ یَا سَکِينَةَ يَا فَاطِمَةَ يَا زَيْنَبُ يَا اُمَّمَ كَلثُومَ عَلِيْكَنِ مِنِّي السَّلَامُ اے سَکِينَةُ وفاطمہ، اے زَينَبُ و اُمَّمَ کَلثُومَ تم سب پر حسین کا سلام آخری پہنچے۔ اب حسین تم لوگوں سے رخصت ہوتا ہے۔ یہ فرمایا اور سب بیبیوں اور بچوں کو روتا چھوڑ کر گھوڑے پر سوار ہوئے۔

میدان کاراز میں تشریف لائے اور لشکرِ اعدا سے مخاطب ہو کر ایک کلام بلیغ فرمایا،

(نوٹ: صاحب ناخ التوارخ جلد ششم میں لکھتے ہیں۔ مکشوف باد کہ اسپ سید الشہداء کہ درکت معتبرہ بنام نوشتہ اندا فزوں از دو مال سواری نیست یکے اسپ رسول خدا کہ مرتجز نام داشت و دیگرے شترے کہ مسنات می نامیدند و اسپے کہ ذوالجناح نام داشتہ باشد و بیچ یک از کتب احادیث و اخبار و توارخ معتبرہ من بندہ ندیدہ ام“ اس کلام میں دو مقام قابلِ تضرع ہیں۔ اول یہ کہ کوئی ناقد مسنات نامے اُن جناب کا نہ تھا۔ اور صاحب ناخ التوارخ کو اشتباہ ہوا ہے۔ اس روایت سے جس میں وارد ہے۔ وَ اَشْتَدَّ الْعَطَشُ بِالْحُسَيْنِ فَرَكِبَ الْمَسْنَاةَ يُرِيدُ الْفِرَاثَ حَالًا نَكَهَ الْمَسْنَاةَ کے معنی بند آب کے ہیں اور ركب سے مراد علا ہے۔ یعنی وہ جناب بند آب کے اوپر پہنچ گئے تاکہ فرات میں داخل ہوں۔ دوسرے یہ کہ ذوالجناح کا موجود ہونا مجالس ابی اللیث سمرقندی میں (جو اکابر اہل سنت سے ہیں) موجود ہے البتہ ممکن ہے کہ بمقابلہ روایات نہر تخرج کے قابلِ اعتماد نہ ہو۔)

جس کا حاصل یہ ہے کہ وائے ہوتم پر تم کیوں مجھ سے لڑتے ہو کیا میں نے کسی حق کو ترک کیا ہے یا کسی سنت رسول کو متغیر کیا ہے۔ یا شریعت کو بدل دیا ہے۔ جواب میں اُن ملاعنہ نے کہا۔ بِلْ نِقَاتِكَ بَغْضًا مِّنَّا لَا بِبَيْتِكَ ہم لوگ آپ سے لڑتے ہیں بہ سبب اس عداوت کے جو آپ کے پدر بزرگوار سے ہے کہ انہوں نے ہمارے آباؤ اجداد کو قتل کیا ہے۔ یہ جواب سن کے دل میں اس طرح در آئے جس طرح شیر گلہ گو سفند میں در آتا ہے اور وہ جنگ کی کہ کشتوں کے پستے اور لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ صحرا سے دریا تک خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ دور دور تک میدان صاف ہو گیا۔ یہاں تک کہ لڑتے ہوئے داخل فرات ہو گئے۔ اُس وقت گھوڑے سے فرمایا۔ اَنْتَ عَطْشَانٌ وَاَنَا عَطْشَانٌ وَاللّٰهُ لَا ذُقْتُ الْمَاءَ حَتّٰى تَشْرَبَ اے گھوڑے تو بھی پیسا سا ہے اور میں بھی پیسا ہوں واللہ جب تک تو سیراب نہ ہوگا میں بھی پانی نہ پیوں گا، سبحان اللہ وہ گھوڑا بھی کیسا وفادار تھا۔ اس نے پانی کے پاس لے جا کر پھر منہ اٹھالیا۔ گویا مطلب یہ تھا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں تو پانی پی لوں اور آپ پیسا سے رہیں۔ اُس وقت آپ نے گھوڑے سے فرمایا اچھا تو بھی پانی پی اور میں بھی پیتا ہوں یہ فرما کر چلّو میں پانی اٹھایا۔ ناگاہ ایک شقی نے پکار کر کہا اے حسین تم یہاں پانی سے متلذذ ہوتے ہو اور وہاں تمہارے خیمے لوٹ لئے گئے ہیں۔ اب پانی کیا پیا جاتا۔ حضرت نے فوراً چلو سے پانی پھینک دیا اور مع گھوڑے کے پیاسے ہی دریا سے باہر نکل آئے۔ فوج اشقیاء پھر ٹوٹ پڑی۔ آخر تنہا کہاں تک لڑتے۔ زخموں سے چور ہو کر صدر زین سے زمین پر تشریف لائے اور شمر ملعون نے اپنا کام کیا۔ سر اقدس کو بدن سے جدا کر کے نوک نیزہ پر چڑھایا۔ لکھا ہے کہ اس وقت گھوڑا حضرت کا بیتاب ہو کر میدان میں دوڑتا پھرتا تھا اور چلا چلا کر روتا تھا۔ آخر اپنی پیشانی کو حضرت کے خون سے رنگین کیا اور مثل زین پسر مردہ کے روتا نعرے مارتا درخیمہ پر حاضر ہوا۔ جب اُس گھوڑے کی آواز اہل بیت نے

سنی یقین ہوا کہ حضرت تشریف لائے ہیں۔ سب بیبیاں بیتابانہ دوڑ کر درخیمہ پر آئیں، مگر آہ آہ یہاں آ کر کیا دیکھا کہ گھوڑے کی باگیں کٹی ہوئی ہیں۔ سوار سے اُس کا زین خالی ہے۔ پیشانی پر خون لگا ہوا ہے۔ اور اپنے آقا کے غم میں نعرے مار مار کر روتا ہے۔ یہ دیکھتے ہی سب بیبیاں روتی منہ پر ٹمانچے مارتی واویلا و امصیبتا کی فریاد کرتی منقل کی طرف دوڑیں۔ جب وہاں پہنچیں تو کیا دیکھا۔ الشمرُ جالس علی صدرہ مولع "سیفۃ علی" نحرہ قابض "بیدہ علی" شیبۃ ذابح "لہ بمہندہ دیکھا کہ شمر لعین حضرت کے سینہ پر سوار ہے۔ تلوار گلے پر آپ کے رکھے ہے۔ دستِ نجس سے ریش مبارک تھامے ہے اور اپنی تلوار سے سر مقدس کو جدا کر رہا ہے۔

الَالعنةُ اللہ علی القوم الظالمین و سيعلمُ الذین ظلموا آی

منقلب ینقلبون (لوائح الاحزان، جلد اول، ص ۳۴۹)

مولانا محمد حسین ممتاز الافاضل "مجالس امام حسین" میں لکھتے ہیں:-

ادھر ایک جسم ایک بدن، تیروں کا نشانہ بھی ہے، پتھروں کا ہدف بھی، نیزوں کا مقام بھی اور تلواروں کی جائے ضرب بھی۔ شدتِ پیاس سے کلیجہ پھک رہا ہے۔ پانی طلب کرتے ہیں تو بے دین استہزاء اور تمسخر کرتے ہیں۔ طعن و تشنیع سے کام لیتے ہیں۔ گستاخانہ جواب دیتے ہیں۔ امام مظلوم نے جانبِ فرات گھوڑے کی باگ موڑی اور صفوں کو چیرتے ہوئے، نانبھجروں کو راہ سے ہٹاتے ہوئے، دائیں بائیں ناریوں کو اس طرح کاٹتے چلے جس طرح مالی باغ کے درختوں کی شاخیں اور کسان درانتی سے فصل کاٹتا ہے۔

یہاں امام لبِ فرات پہنچ گیا۔ ابو اعمور سلمی اور عمرو بن حجاج چار ہزار سواروں کے ساتھ گھاٹ کے پہرے بیدار تھے۔ مزاحمت کی مگر مقابلے کی تاب نہ لا سکے۔ کنارہ خالی ہو گیا اور ساقی کوثر کا فرزند دریائے فرات کی وداعی اپنی مغصوبہ جاگیر میں داخل ہو گیا۔

پیاسے راہوار کو پانی کی ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ اس کا جگر جل رہا تھا۔ منہ سطح آب کے قریب کیا۔ مولانے فرمایا کہ گھوڑے! تو بھی پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں۔ میں اس وقت تک پانی نہ پیوں گا جب تک تو نہ پی لے، وفادار راہوار نے پیاسے آقا کا کلام سنا۔ منہ پانی سے اٹھالیا۔ گویا وہ اپنی زبان میں کہہ رہا ہے کہ یہ شانِ وفا نہیں کہ سوار اور مالک پیاسا رہے، راہوار پانی پیئے۔ مولانے چلو بھرا۔ اس اثناء میں ایک تیر آیا، جو حلق میں پیوست ہو گیا۔ آپ نے تیر کھینچا خون کا فوراً باہر آیا۔ پانی کے بجائے ہاتھ خون سے بھر گیا اور وہ خونِ آسمان پھینک کر کہا: ”خدا یا! اس قوم جفا کار کی شکایت تیری بارگاہ میں کرتا ہوں، جس نے میرا خون بہایا اور پانی سے روکا۔“ اس اثناء میں آواز آئی: ”حسین! تم تو پانی میں کھڑے ہو اُدھر آپ کے خیام لوٹے جا رہے ہیں۔“ پیاسے امام نے ایک لمحہ دیر کئے بغیر فوراً خیام کی جانب رخ کیا تو امام مظلوم بے حد پیاسے تھے اور پانی پر پہنچ گئے تھے۔ چلو میں پانی بھی لیا اور اگر پانی پی کر لوٹتے تو کونسی دیر لگتی۔ مگر امام پاک پانی پینا نہیں چاہتے تھے۔ کیا زینبؓ، اُمّ کلثومؓ، سکینہؓ، فاطمہؓ، ربابؓ اور اولادِ عباسؓ کی پیاس بھول گئے تھے؟ اگر اس وقت پانی سے سیراب ہو جاتے تو یہ کہا جاسکتا کہ امام پیاسے شہید ہوئے؟ اپنے قوتِ بازو سے فرات کا کنارہ خالی کرا کے اور اپنے کھوئے ہوئے حق پر قبضہ کر کے ہاشمی شجاعت اور یزیدی فوج کی بزدلی اور بے حیائی دکھا دی، جب تک اہل حرم کو پانی نہ پہنچاتے خود کبھی نہ پیتے۔ اس واسطے نشہ وہاں سے واپس خیمہ گاہ کی طرف پلٹے۔ (مجالس امام حسینؓ، صفحہ ۳۲۰، ۳۲۱)

ہنگامِ عصر ذوالجناح کا امام حسینؓ کی حمایت کرنا:

متکلمین کے بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ علیا زینب علیہما السلام کئی مرتبہ میدانِ قتال میں آئی ہیں اور امام حسینؓ کے حال سے باخبر رہی ہیں لیکن آپ نے امام حسینؓ کی حالت کو اہل حرم سے پوشیدہ رکھا ہے۔ البتہ اہل حرم کو امام حسینؓ کے گھوڑے کی طرف سے

زمین پر گرنے کی اس وقت خبر ہوئی ہے کہ جب خالی ذوالجناح درخیمہ پر پہنچا ہے۔ اس نے صیہ کیا اہل حرم خیمے سے نکلے دیکھا کہ گھوڑا خالی ہے سمجھ گئے کہ حسینؑ گھوڑے سے زمین پر گر گئے ہیں۔ ذوالجناح کے بارے میں بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دومرتبہ درخیمہ پر آیا ہے پہلی مرتبہ قبل شہادت کہ امام مظلوم کے حلق مبارک پر تیر یا نیزہ لگا اور آپ ذوالجناح پر سنبھل نہ سکے۔ چند لمحے زمین کی طرف جھکے، سجدہ کرنے کی صورت میں جھکے یا بصورتِ راست و چپ جھکے جیسا کہ روایات میں ہے بہر حال امام حسینؑ گرنے کے بعد زمین سے اٹھے اور بقدر قوت بشریہ جہاد کیا۔ اس وقت ذوالجناح بغیر راکب، امام مظلومؑ کے گرد طواف کر رہا تھا۔

ابن شہر آشوب اپنی کتاب مناقب میں، ابی مخنف سے روایت کرتے ہیں اور ابی مخنف جلودی سے روایت کرتا ہے کہ لما اصرع الحسين فحمل فرسه يحامى عنه ويثيب على الفارس فيه هبطه عن برمه ويدوسه حتى قتل الفرس اربعين رجلا۔ یعنی جب امام حسین علیہ السلام سرنگوں ہوئے اور گھوڑا بغیر سوار ہو گیا تو اس وقت عمر بن سعد ملعون کے لشکر کے چالیس پیادے نظر آئے اور انہوں نے چاہا کہ امام حسینؑ کو قتل کریں۔ اس وقت ذوالجناح نے آپ کی از خود حمایت کی، کس طرح کہ ذوالجناح جست لگا تا تھا اور اپنے دانتوں سے پیادہ کو پکڑتا اور زمین پر پھینک دیتا تھا اور سُموں سے پائمال کرتا تھا اس طرح اس نے چالیس پیادوں کو واصلِ جہنم کیا اور امام حسینؑ کے ساتھ رہ کر ثواب جہاد حاصل کیا اور روز قیامت ذوالجناح محشر ہوگا حالانکہ اور دوسرے حیوانات کا حشر سے تعلق نہیں ہے۔ اگر خدا نے چاہا تو مقام شفاعت میں ذوالجناح شفاعت کرے گا۔ خدا اس کی شفاعت بہ حریت امام حسینؑ قبول کرنے کا اور اگر خدا قبول نہ کرے تو منزلت امام حسین علیہ السلام جو اللہ کے نزدیک ہے اہل محشر پر کس طرح ظاہر ہوگی۔ ذوالجناح بھی تین دن بھوکا و پیاسا رہا



ہے اس کے علاوہ ذوالجناح عارفِ امام حسین علیہ السلام تھا اور فانی الامام ہونا گویا فنا فی اللہ ہونا ہے۔ امام علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنا اعلیٰ درجے کی معرفت ہے (مقامِ حیرت ہے کہ مفسرینِ علما پھر بھی امام علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں حالانکہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا والمقصر فی حکم زاهق یعنی کہ تقصیر کرنے والے کے اعمالِ حسنہ باطل ہیں۔

صاحبِ کتاب الریاض علامہ مرحوم فرماتے ہیں یسبح ذوالجناح فی غمرات بحر الکفاح کالتمساح وملاء الفضاء من الصہیل والصیاح ویرتعد بصہیلہ فی غبار الہیاج ویسلب دمع العین فی جولتہ حول الحسین کالغمام الہاطل ویسیل الدم علی مناكبہ من العرف والکاهل

یعنی کہ ذوالجناح نے گھڑیال (نالہ) کی مانند دریائے جنگ میں غوطہ لگایا اور تلاطم افواج میں نصرت کی، صیغہ کیا اور دانتوں سے دشمن کے آدمیوں کو پکڑ پکڑ کر زخمی کرتا اور سموں سے کچل دیتا تھا اس وقت ذوالجناح کا رجز اس کے مثل تھا۔ الظلیمة، الظلیمة من امة قتلت ابن بنت نبیہا یعنی کہ حسینؑ مظلوم مظلوم ہیں، اُمت نے اپنے نبیؐ کی دختر کے فرزند کو بے گناہ قتل کر دیا۔

”میں شاہِ مظلوم کا مرکب ہوں اور میرا راکب زرعہ اعدا میں ریگِ گرم پر پڑا ہے اور میں اس غریب پر صیغہ نالہ بلند کر رہا ہوں اے وائے اُمت نبویؐ تیری تباہ کاریاں کہ تو اسے رسولِ خدا کو قتل کر دیا“۔ (ریاض القدس جلد دوم صفحہ ۲۶۰ تا ۲۶۲)

علامہ مجلسیؒ ”بحار الانوار“ میں لکھتے ہیں :-

”ابنِ شہر آشوب نے لکھا ہے ابو جحیف نے جلودی سے روایت کی ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کے گھوڑے نے حضرت کوزمین پر پڑا دیکھا اسپ باوفا نے حضرت

کی حمایت میں کفار پر حملہ کیا اور چالیس اشقیاء کو گھوڑے سے زمین پر گرایا اور ٹاپوں سے روند کر قتل کیا، پھر اپنے آقا کے خون میں لوٹ کر فریاد کناں و نعرہ زناں خیمہ کی جانب روانہ ہوا اور دونوں ہاتھ زمین پر مارتا جاتا تھا، سید ابن طاووس علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بعد شہادت امام مظلوم ایسی سیاہ آندھی چلی کہ تمام عالم تیرہ وتار ہو گیا، ساتھ ہی ایک سُرخ آندھی اُٹھی کہ اُس وقت کوئی چیز بالکل سو جھائی نہ دیتی تھی سب کو گمان ہوا کہ قیامت قائم ہوئی اور عذاب خدا نازل ہوا۔ لیکن بہ برکت وجود امام زین العابدین علیہ السلام تھوڑی دیر کے بعد وہ آندھی تھم گئی۔“

علامہ مرزا قاسم علی کر بلائی ”سنہ المصائب جلد چہارم“ میں لکھتے ہیں:-

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے ارشاد میں روایت کی ہے کہ امام حسینؑ نے دسویں تاریخ ماہ محرم کو بروز جمعہ بعد عصر کے کہ ۶۱ھ اکٹھ ہجری تھے انتقال فرمایا۔ اس طرح پر کہ وقت شہادت کے وہ حضرت غریب الوطن اور تشنہ لب اور مہوم و مظلوم و مذبوح اور مجروح اور صابرو شا کرتھے۔ اور کافی میں منقول ہے کہ اُن حضرت نے دسویں تاریخ ماہ محرم کو بعد عصر کے بال تشنہ دنیا سے رحلت فرمائی اور اُن حالیکہ اُس جناب کو اعدائے مثل گوسفند قربانی ثواب اور مباح جان کر ذبح و خچر کیا اور سن شریف اُس جناب کا اُس روز ستاون برس اور ایک مہینے کا تھا۔ اور تہذیب الاحکام میں منقول ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے بروز جمعہ دنیا سے انتقال فرمایا۔ اس طرح سے کہ سراقس اُس مظلوم کا پس گردن سے جدا کیا گیا اور اشقیاء لاش انور کو آلودہ بخاک و خون بے غسل و کفن ریگستان گرم پر چھوڑ گئے اور کوئی ملعون متوجہ طرف دُن اُن حضرت کے نہ ہو اور مناقب میں یوں روایت کی ہے کہ جناب سید الشہداء بظلم و ستم اعدا بروز جمعہ دسویں محرم کو شہید ہوئے اور شرح جامع صغیر میں یوں روایت کی ہے کہ امام حسینؑ بروز جمعہ دہم محرم ۶۱ھ اکٹھ ہجری کو تشنہ لب ذبح ہوئے۔ اور مقتل ابو مخنف میں منقول ہے کہ جب امام حسین

علیہ السلام نے بروز عاشوراء صحرائے کربلا میں شہادت پائی اس طرح سے کہ تمام بدن اطہر زخم نیزہ اور تیر و شمشیر سے مجروح تھا آہ اُس وقت ذوالجناح کا یہ حال تھا کہ تمام بدن اُس اسپ باوفا کا زخم ہائے نیزہ و تیر سے نکار تھا اور زین جھکا ہوا روتا اور نعرے مارتا ہوا سرا سیمہ پھرتا تھا۔ پس عمر سعد نے اپنے لشکر کو آواز دی کہ جلد اسے پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ سنتے ہی حکم اُس شقی کے بہت سے سوار اُس کے طلب میں مستعد ہوئے اور ہر طرف سے اُسے گھیر لیا۔ جب اُس اسپ باوفا نے دیکھا کہ سوار ابن لشکر اعدانے ہر طرف سے محاصرہ کیا ہے اور چاہتے ہیں کہ مجھے گرفتار کریں ہر چند کہ وہ گھوڑا بہت مجروح اور دل شکستہ تھا لیکن باایں ہمہ اُس قوم اعدا پر حملہ کیا اور جس سوار و پیادے پر چاڑھا اُس ملعون کو دانتوں سے پکڑ کر زمین پر گرا دیا اور ٹاپوں سے روند کر تھوڑے ہی عرصہ میں بہت سے اشقیاء کو راہی سقر کیا۔ جب یہ حال عمر سعد نے دیکھا تو اپنی قوم کو آواز دی کہ وائے ہوتم پر اس گھوڑے سے دور ہو جاؤ اور اس کو اسی کے حال پر چھوڑ دو تاکہ دیکھیں اس کو کیا مقصود ہے۔ سنتے ہی آواز کے سب اشقیاء علیحدہ ہو گئے پس جب وہ اسپ باوفا مطمئن ہوا کہ یہ سب ملعون اب مجھ سے دور ہو گئے اور کوئی معترض نہ ہوگا تو اُس وقت پھر بہ آوازِ حزین نعرے مارنے لگا اور شہادتِ مظلوم کربلا پر مانند زن پسر جوان مردہ کے چلا کر رونے لگا اور اُس حالت بیتابی میں بقصد تجسس لاشِ اقدس امام حسینؑ کے ہر شہید کی لاش پر جاتا تھا اور بو اُس کی سونگھ کر ہٹ جاتا تھا یہاں تک کہ وہ اسپ باوفا لاشِ اطہر اُن حضرت پر پہنچا اور پیشانی اپنی خون سے اُس مظلوم کے رنگین کی اور خوشبو اپنے مالک کی سونگھی اور گلوے بریدہ اُن حضرت کے بوسے لیتا تھا اور بیتاب ہو کر نعرے مارتا تھا۔ بعد اس کے نعرے مارتا ہوا طرفِ خیمہ گاہ کے آیا تاکہ اہل بیت رسالت کو شہادتِ مظلوم کربلا سے مطلع کرے۔ چنانچہ مناقب میں محمد بن ابوطالب نے نقل کیا ہے کہ جب وہ اسپ باوفا درخیمہ اہل بیت رسالت پر پہنچا اُس

وقت باواز حزیں اور دردناک چلایا اور بکمال کرب و قلق رویا اور غم میں اپنے مالک کے سر اپنا زمین پر پککتا تھا۔ اور ابوالفناخر مورخ نے یوں نقل کیا ہے کہ وہ اسپ باو فاجب اہل بیت رسول خدا کو شہادت امام حسینؑ سے مطلع کر چکا اُس وقت روتا اور نعرے مارتا ہوا طرف صحرا کے چلا گیا ہر چند کہ بہت سے اشخاص نے تعاقب اُس کا کیا لیکن کسی کو نشان اُس کا نہ ملا اور بعض روایات میں یوں ہے کہ جب صاحب العصر علیہ السلام بحکم خدا ظہور فرمائیں گے تو اُس وقت وہ جناب اس اسپ وفادار پر سوار ہونگے۔

اور ابو مخنف نے عبداللہ بن قیس سے روایت کی ہے کہ جب اُس اسپ باو فانی اہل بیت اطہار کو شہادت مظلوم کربلا سے آگاہ کیا پس مفارقت پر اپنے مالک کی بہت رویا آخر کار اُس نے اُس حالتِ اضطراب میں اپنے تئیں نہر فرات میں ڈال دیا اور روپوش ہوا اور منتخب اور امالی میں یوں منقول ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام روز عاشور درجہ شہادت پر فائز ہو چکے اُس وقت ذوالجناح نے پیشانی اپنی خون سے اُن حضرت کے رنگین کی اور نعرے مارتا ہوا درخیمہ پر پہنچا اور وہاں باواز بلند اس کرب سے رویا کہ جیسے کوئی خبر مرگ کی سنانا ہے۔ چونکہ ذوالجناح اسپ ہائے رسول خدا سے تھا اور اُن حضرت نے اپنے فرزند امام حسینؑ کو عنایت فرمایا تھا اس لیے جناب زینبؑ دختر امیر المؤمنینؑ آواز اُس کی پہچانتی تھیں اور اُس زمانہ تک زندہ رہنا اُس کا اعجاز و کرامات حضرت سے بعید نہیں ہے۔ پس سنتے ہی اُس کی آواز کے معلوم کیا کہ گھوڑا میرے بھائی کا درخیمہ پر آیا ہے۔ پس وہ معظمہ متوجہ ہوئیں طرف سیکندہ خاتون دختر امام حسینؑ کے اور فرمایا کہ اے نورِ نظرِ درخیمہ سے تمہارے باپ کے گھوڑے کی آواز آتی ہے شاید کہ حضرت بہ خیال ہماری تشنگی کے پانی لائے ہوں پس اے نورِ چشم جلد جا کہ جگر ہمارے شدت تشنگی سے خشک و پڑمردہ ہیں آہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس وقت اہل حرم پر نہایت غلبہ تشنگی کا تھا اور دختران مظلوم کربلا فریادِ العطش العطش کرتی

ہوگی۔ پس سنتے ہی اس ارشاد کے سیکنہ خاتون فوراً درخیمہ پر آئیں حضرات خدا کسی امیدوار کو نا امید نہ کرے تصور کیجئے کہ اُس وقت اُس مظلوم نے کیا دیکھا کہ گھوڑا حضرت کا خالی ہے سوار سے اور زین جھکا ہوا مغموم و محزون آلودہ بخون در پرور رہا ہے اور اپنے سر پر خاک اڑاتا ہے۔ پس دیکھتے ہی اُس کے اُس ستم دیدہ نے منھا اپنا پیٹ لیا اور بیتاب ہو کر آواز دی کہ اے پھوپھی قسم بخدا کہ بابا میرے امام حسینؑ شہید ہو گئے۔

مَاتَ الْفِخَاذُ وَمَاتَ الْجُودُ وَالْكَرَمُ      وَاعْبَرْتَ الْأَرْضَ وَالْأَفَاقَ وَالْحَرَمَ  
غَابَ الْحُسَيْنُ فَوَاللهِ لَغَيْبَتُهُ      قَدْ صَارَتِ الشَّمْسُ يَلْعُونُوهَا الظُّلَمُ

ہائے افسوس خالی ہو گیا زمانہ جو دو کرم اور مروت و سخاوت سے اور بعد شہادت امام حسینؑ خورشید امامت کے تمام عالم از مشرق تا مغرب تیرہ و تاریک ہو گیا اور آفتاب بے نور سیاہ نظر آتا ہے۔ پس سنتے ہی اس کے جناب زینبؑ اور سب بچے اور بیبیاں بیتابانہ درخیمہ پر آئیں دیکھا کہ واقعی گھوڑا حضرت کا خبر شہادت اپنے سوار کی دیتا ہے دیکھتے ہی حضرت زینبؑ نے منھا اپنا پیٹ لیا اور ہائے بھائی اور ہائے حسینؑ کہا اور غش کھا کر زمین پر گر پڑیں۔ اور جناب اُم کلثوم نے اُس وقت دونوں ہاتھ اپنے گردن میں اُس کی ڈال دیئے اور روتی تھیں اور یہ کہتی تھیں کہ اے ذوالجناح ہمارے سردار اور ہمارے بھائی امام حسینؑ کو کہاں چھوڑ آیا اور ہمارا حامی و سرپرست کہاں ہے۔ اُس وقت سیکنہ خاتون دختر امام حسینؑ سموں سے ذوالجناح کے لپٹی ہوئی بیتاب ہو کر روتی تھیں اور یہ بین کرتی تھیں کہ اے پدر بزرگوار افسوس ہے کہ بعد آپ کے کوئی ہمارا حامی و سرپرست نہ رہا۔ اب کون ایسا ہے جو ان بیوؤں اور یتیموں کی حمایت و کفالت کرے گا اور کون ایسا ہے جو ہم کو دست ظلم سے اشتیاق کے پچائے گا۔ آہ اس وقت بیکسی میں جناب اُم کلثوم مدینہ کی طرف محسرت و یاس متوجہ ہو کر یہ کہتی تھیں چنانچہ شاعر بزبان حال اُن مظلومہ کے کہتا ہے۔

ایجادنا هذا الحسین معفر علی التُّرب مجدودا لوریدین یقطع  
 و جسمانه تحت الخیول وراسه عناداً باطراف الاسنة یرفع  
 اے جد بزرگوار یہ فرزند آپ کا حسین مظلوم جس نے آپ کی آغوش میں پرورش  
 پائی تھی اور لباس جنت سے جس کا بدن اطہر آراستہ ہوتا تھا۔ آج ظلم و ستم سے اعدا کے  
 تشنہ لب مثل گوسفند قربانی ذبح کیا گیا اور گلو بریدہ آلودہ سناک و خون ریگستان گرم پر  
 بے لباس کے پڑا ہے اور اشتیائے امت نے لاش آپ کے فرزند کی پامال سم اسپاں کی  
 ہے اور سراسر انور بہ عداوت نوک نیزہ پر بلند کیا ہے۔

ایجادنا لم یترکوا من رجالنا کبیراً ولا طفلاً علی الثدی یرضع  
 اے جد نامدار فریاد ہے کہ اعدا نے کسی کو ہمارے مردوں سے زندہ نہیں چھوڑا ہے آہ  
 سب چھوٹے اور بڑے تشنہ لب شہید کئے یہاں تک کہ طفل شیرخوار علی اصغر کو بھی تیر ستم  
 سے شہید کیا اور پریکان تیر سے حرمہ کے دودھ اُس کا بڑھایا۔

(نہر المصاب، جلد چہارم، ص ۷۰۴ تا ۷۰۸)

سلطان الواعظین علامہ محمد علی لکھنوی ”بحور الغمہ جلد ثالث“ میں لکھتے ہیں:-  
 لکھا ہے کہ جب راکب دوش رسول خدا پشت مرکب سے زمین پر آیا اور شمر ملعون  
 نے اپنا کام تمام کیا، فرط قلق سے ذوالجناح کا یہ حال ہوا کہ گرد لاش مبارک کے پھرتا تھا  
 اور گلوے بریدہ کے خون سے اپنی پیشانی کو ملتا تھا اور اس شدت سے روتا تھا کہ آنسو  
 آنکھوں سے بہہ بہہ کرموں تک پہنچے تھے اس حال تباہ سے روتا خاک اڑاتا خیمہ گاہ  
 تک آیا اور خیمہ امام کے دروازے پر پہنچ کے اس طرح آواز دی کہ سب بی بیایں بچے  
 روتے پیٹتے مضطربانہ خیمہ سے دروازے پر دوڑ آئے، دیکھا کہ زین واژگون ہے،  
 باگیں کٹی ہیں جا بجا بدن پر زخم ہیں اور زخم سے خون جاری ہے دیکھتے ہی سب کو یقین  
 ہو گیا کہ آقا ہمارے شہید ہو گئے یہ گھوڑا خبر شہادت دینے آیا ہے۔ مومنین وہ غربت کا

عالم وارث کا ماتم اپنے بھائی کا غم کیا کیا مصیبتیں پیش نظر تھیں۔ اہل بیت کا مضطرب ہونا بیقرار ہو کے رونام بیان نہیں ہو سکتا۔ کوئی بی بی گردن فرس میں باہیں ڈال کے بین کرتی تھی اسے راہوار ہمارے سردار اور اپنے سوار کو کہاں چھوڑ کے اکیلا آیا ہے۔ کوئی دامن زین کو تھامنے فریاد کرتی تھی۔ اے گھوڑے ہمارے آقا پر قتل گاہ میں کیا گذری کوئی سموں سے لپٹی جان کھوتی تھی۔ کوئی خاک پر پچھاڑیں کھاتی تھی اور گھوڑا سر جھکائے چپکا کھڑا تھا اور برابر آنکھوں سے آنسو جاری تھے اسی اثنا میں فوج اعدا کے کچھ لوگ تارا جی خیام کے قصد سے قریب آ پہنچے اُس وقت اہل بیت کہاں جاتے کیونکر اپنے کو چھپاتے گھبرا گھبرا کر خیمہ کے اندر چلے گئے گھوڑا وہاں سے پھر اور روتا ہوا دریا کی طرف چلا فوج دشمن کے سواروں نے پیچھے سے تعاقب کیا، آگے سے سردار ہوئے مگر ذوالجناح کسی کے قابو میں نہ آیا۔ اسی طرح نالائ و گریاں ساحل تک پہنچا اور مضطربانہ اپنے کوفرات میں ڈال دیا پھر اُس گھوڑے کا حال کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہوا۔

(بحور انعمہ جلد ثالث، ص ۲۴۲ تا ۲۵۲)

## ذوالجناح مقتل میں:

پیہم اور بار بار کی لڑائی سے امام عالی مقام کا جسم زخموں سے چُور ہو گیا تھا۔ زخموں کی تعداد ایک ہزار نو سو پچاس بھی لکھی گئی ہے اور چار ہزار بھی بیان کی گئی ہے۔ مخزن البکاء میں بروایت بحار چار ہزار زخم تیر اور ایک سو اسی زخم نیزہ و شمشیر کے مذکور ہیں بہر کیف مظلوم کے زخم گنتی کی حدود سے باہر تھے کیونکہ جو زخم شمار کئے گئے ہیں صرف ظاہر کے لحاظ سے ہیں ورنہ زخم در زخم اور ایک ایک زخم میں کئی کئی زخم تھے اور ظاہری زخموں کے علاوہ باطن کے زخموں کی تو کوئی حد ہی نہیں اور سب کے سب زخم سامنے کی طرف تھے کیوں کہ آپ نے کسی وقت دشمنوں کی طرف پشت ہی نہیں کی تاکہ پیچھے کوئی زخم لگتا۔

پیاس کی شدت پہلے سے موجود تھی اب زخموں سے بھی ٹڈھال ہو گئے تھوڑی دیر جنگ سے آرام کرنے کے لئے ایک مقام پر ٹھہر گئے تو اچانک ابوالمحوق جعفی نے ایک ایسا تیر مارا جو امام کی پیشانی نورانی میں پیوست ہوا۔ امام نے قوت بازو سے وہ تیر کھینچا اور ریش مبارک خون سے تر ہو گئی۔

اور مخزن البکا میں بروایت بخار مذکور ہے کہ سخت کمزوری کے باعث آپ آرام کے لئے ٹھہرے تو اچانک جبین مبین پر ایک پتھر آگیا کہ خون جاری ہو گیا اور ریش مبارک رنگین ہو گئی۔ آپ نے قمیص کا دامن ہاتھ میں پکڑا اور خون پونچھنے کا ارادہ فرمایا کہ اچانک سہ شعبہ تیر سینہ بے کینہ پر لگا اور خزینہ علوم ربانیہ سے پار ہوا کہ اس کی نوکیں پشت سے نکل آئیں۔ پس اسی وقت آپ کی زبان پر یہ کلمہ جاری ہوا بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ پس آسمان کی طرف منہ کر کے عرض کی اے میرے پروردگار! تو جانتا ہے کہ یہ لوگ ایسے شخص کو مار رہے ہیں کہ اس کے علاوہ اس روئے زمین پر تیرے نبی کا نواسہ اور کوئی نہیں ہے۔ آپ نے اس تیر کے کھینچنے کا ارادہ کیا لیکن سامنے کی طرف سے نہ کھینچ سکا کیونکہ اس کے پھل ٹیڑھے تھے پس پس گردن دونو ہاتھ لے جا کر اس تیر کو پشت کی جانب سے کھینچ لیا اور خون کا فوارہ جاری ہوا اور خون سے چٹو پڑ کر کے دونو ہاتھ سے سر اور ریش کو رنگین کیا اور فرمایا اسی خضاب شدہ ریش سے اپنے نانا سے ملاقات کروں گا اور مروی ہے ایک چٹو آسمان کی طرف پھینکا کہ ایک قطرہ بھی واپس نہ آیا اور اسی دن سے آسمان پر سرخی کا نشان قائم ہوا جو صبح اور شام نظر آتا ہے اور ابن طاووس کی روایت میں ہے کہ وہ تیر سہ شعبہ زہر آلود بھی تھا اور اس کے پس پشت نکالنے کے بعد خون پر نالے کی طرح جاری ہوا۔ بروایت محرق القلوب ص ۱۵۴ کافی خون نکل جانے کی وجہ سے امام پر کمزوری غالب ہوئی اور زمین ذوالبحاح پر بیٹھنا مشکل ہو گیا پس گھوڑے سے اترنے کا ارادہ فرمایا لیکن بدن میں



طاقت نہ تھی۔ زنجیوں سے جسم ٹڈھال ہو چکا تھا اور بے تابانہ دائیں بائیں جھوم رہے تھے۔ زمین لرز گئی ہوگی، آسمان تھرایا ہوگا، بی بیوں کے دل دہل گئے ہوں گے، حورو غلامان نے ماتم کیا ہوگا، صفِ انبیاء میں تہلکہ مچ گیا ہوگا غرضیکہ کائنات کی ہر چیز محو گریہ ہوگی نہ معلوم قلبِ مصطفیٰ پر کیا گزری ہوگی اور روحِ زہراؑ نے کیسے برداشت کیا ہوگا جب زہنی جسم سے حسینؑ نے گھوڑے کی زین چھوڑی ہوگی۔ دل لرزتا ہے اور قلم کا پتلا ہے کیسے لکھوں کہ حسینؑ کیسے زمین پر تشریف لائے اور ناطقِ قرآن کس طرح رحلِ زین کو چھوڑ کر فرشِ زمین پر آیا۔

#### وامصیبا ع

بلند مرتبہ شاہی زصد رزیں افتاد اگر غلط نہ کنم فرش بر زمیں افتاد  
شفیع روزِ قیامت بجاکِ مسکن کرد زمین ماریہ را بچھو دشت ایمن کرد  
علامہ شیخ سلیمان قندوزی، حنفی سنی مفتی اعظم قسطنطنیہ ”ینابیح المودۃ“ میں لکھتے ہیں  
عبداللہ ابن عباس نے کہا کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جو واقعہ کربلا کے روز خود  
موجود تھا کہ امام حسین علیہ السلام کے گھوڑے نے اونچی آواز سے ہنہانا شروع کر دیا  
اور شہدائی لاشوں پر ایک ایک کے پاس جاتا۔ امام حسین علیہ السلام کے جسم مبارک  
کے پاس جا کر رک گیا اور امام کے جسم کو بو سے دینے شروع کر دیئے۔ عمر بن سعد نے  
دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس کو پکڑ کر میرے پاس لے آؤ۔ جب گھوڑے کو اپنی  
گرفتاری کا علم ہوا۔ تو اس نے ان کو اپنے پاؤں سے مارنا اور منہ سے کاشا شروع  
کر دیا۔ ان کے بہت سے لوگوں کا قتل کر دیا۔ اور بہت سواروں کو گھوڑوں کی پشت سے  
گرا کر شروع کر دیا۔ عمر بن سعد چیخ اٹھا اور کہنے لگا۔ تمہارے لیے ہلاکت ہو اس سے  
دور ہو جاؤ پھر اس نے امام کے جسم مبارک و مکرم کو بو سے دینے شروع کر دیئے۔ امام  
کے پاک اور معطر خون سے اپنی پیشانی کو رنگین کر کے اونچی آواز سے ہنہانتے ہوئے

خیمہ کی طرف روانہ ہوا۔ جناب اُمّ کلثوم نے کہا اے سیکنہ میں تیرے باپ کے گھوڑے کی ہنہانے کی آواز سنتی ہوں۔ میرا خیال ہے کہ آپ ہمارے پاس پانی لا رہے ہیں۔ تم بھائی حسین کی خدمت میں جاؤ۔ جناب سیکنہ باہر نکلیں اور گھوڑے کو سوار سے خالی پایا۔ دوپٹے کو پھاڑ دیا۔ اور چلانا شروع کر دیا۔ واقتیلا، وا محمداء، واعلیاہ، وا ابتاء، واحسیناہ، وافاطماہ، واجعفراہ، واعقیلاہ، واعباساہ اور آپ یہ اشعار پڑھتی تھیں:-

مات الامام ومات الجود والکرام

واغیرت الارض والافاق والحرم

ترجمہ: امام انتقال کر گئے، سخاوت اور بزرگی اٹھ گئی، زمین، کائنات اور حرم غبار آلود ہو گئے۔

واخلق اللہ ابواب الجود والکرم

واغیرت الارض والافاق والحرم

ترجمہ:- اللہ نے آسمان کے دروازے بند کر دیئے۔ ہمارے پاس کوئی پیغام نہ آئے گا جس سے غم دور ہوں۔

یا عمتی انظری هذا الجواد افی

یخیرک ان ابن خیر الحق محترم

اے پھوپھی دیکھو! یہ گھوڑا آ گیا ہے، آپ کو بہترین خلق کے بیٹے کے متعلق آگاہ کرنے کہ جو احترام والا تھا۔

غاب الحسین فوالہفی لمصرعہ

فصار یعلو ضیاء الامۃ العلم

ترجمہ:- ہے افسوس حسین کے غائب ہونے اور پچھڑنے کا۔ اُمت

کی بلند روشنی تاریک ہو گئی۔

ياموت اهل لن فدى ياموت هل عوض

اللّٰه ربى من الكفار ينتقم

ترجمہ:- اے موت! کیا کوئی شخص کسی کا فدیہ ہو سکتا ہے اے موت کیا کوئی شخص کسی کا بدلہ ہو سکتا ہے۔ میرا رب اللہ کفار سے بدلہ لے گا۔

يا امة السوء لاسقياله يعكموا

يا امة اعجبت من فعلها الامم

ترجمہ:- اے میری امت تم سیر نہ ہو سکو، اے وہ امت جس کے کام سے امتیں تعجب میں پڑ گئی ہیں۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا نے جب جناب سیکینہ کے اشعار کو سنا تو کہا وا اخواہ، واحسیناہ ہائے پردیسی میری جان آپ پر قربان ہو اور میری روح آپ کی نگہبانی کرتی رہے آپ رو پڑیں اور یہ اشعار ارشاد فرمائے۔

مصیبتی فوق ان ارتى باشعارى

وان يحيط بها وهمى وافكارى

ترجمہ:- میری مصیبت اس سے بلند ہے کہ میں اپنے اشعار کے ذریعہ مرثیہ کہوں، ان مصائب کو میرا خیال اور فکر احاطہ نہیں کر سکتا۔

جاء الجواد فلا اهلا بمقدمه

الا بوجه حسين مدرک الثار

ترجمہ:- حسین کا گھوڑا آ گیا لیکن اس کے استقبال کے لیے کوئی شخص موجود نہیں ہے۔ مگر ایسا خوبصورت چہرہ لے کر آیا ہے۔ جس نے خون کا بدلہ لیا ہے۔

یانفس صبراً علی الدنيا و مختها

هذا الحسین قتیلًا بالثری عاری

ترجمہ:- اے نفس دنیا اور اس کی مصیبتوں پر صبر کرو۔ یہ حسینؑ قتل کر دیئے گئے ہیں۔ زخمی جسم کے ساتھ خاک پر پڑے ہوئے ہیں۔

تمام اہل حرم نے یہ آواز بلند کی۔ و اممراہ، و اعلیاء، و احزہ، و اجمعفراہ، و احسانہ، و حسیناہ خدا کی قسم آج محمد مصطفیٰؐ، علی مرتضیٰؑ، حسن مجتبیٰؑ اور فاطمہ زہراؑ کا انتقال ہو گیا ہے پھر سیکنہ بنت حسینؑ نے یہ اشعار پڑھنے شروع کر دیئے۔

لقد حطمتنا فی الزمان لوائبہ

وحزقتنا اینابہ و مخالبه

ترجمہ:- زمانے کی مصیبتوں نے ہمیں تباہ کر دیا۔ زمانے کے دانتوں اور پنچوں نے ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

دخان علینا الدھر فی الدارغی بہ

وریت علینا جورہ و عقاربہ

ترجمہ:- زمانے نے مسافت کے عالم میں ہمارے ساتھ خیانت کی اپنے ظلم و جور کو ہم پر مسلط کر رکھا ہے۔

ولم یبق لی رکن الودیظله

اذا غابنی الدھر مالا غالبہ

ترجمہ:- میرے لیے کوئی ایسی جگہ باقی نہیں رہ گئی جس کے تلے میں سایہ حاصل کر سکوں۔ زمانے نے مجھے مجبور کر دیا ہے جس سے کوئی چھکارا نہیں ہے۔

تمزقتنا ایدی الزمان وجدنا

## الرسول الذی عم الانام مواہبہ

ترجمہ:- زمانے کے ہاتھوں نے ہمیں نکلڑے کر ڈالا ہے۔ ہمارا ناتا

رسول ہے جس کی بخشش لوگوں پر عام تھی۔

عبداللہ بن قیس نے کہا کہ میں نے گھوڑے کو دیکھا۔ وہ اپنے آپ سے لوگوں کو

ہٹاتا تھا۔ پھر اس کے بعد دریائے فرات کے درمیان کوڈ پڑا۔

### آخری وداع:

مخزن البکا میں ابن طاؤس سے مروی ہے کہ اب قوم اشقیاء میں سے کوئی شخص قریب آنے کی ہمت نہ کرتا تھا تا کہ حسینؑ کا خون گردن پر نہ آئے ہاں ایک سنگدل نے جرات کی اور عرشِ خدا کو ہلانے کے لئے آگے بڑھا اس شخص کا نام مالک بن بسر تھا جو قبیلہ کنذہ کا فرد تھا۔ پہلے اس ملعون نے اپنی نجس زبان سے ناسزا الفاظ کہے پھر سر اقدس پر ایک وار کیا کہ آپ کا کلاہ خون سے پڑ ہو گیا اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ کا عمامہ خون سے گلگلوں ہو گیا۔

یہی وہ وقت تھا جب زینبؑ خاتون کو خیمے میں قرار نہ تھا۔ کبھی خیمے میں جاتی تھیں اور کبھی باب زینبیہ پر آتی تھیں، کبھی اٹھتی تھیں اور کبھی بیٹھ جاتی تھیں۔ ہائے جس بہن کا حسینؑ ایسا بھائی انتہائی ظلم سے قتل کیا جا رہا ہو وہ بہن کیسے آرام سے بیٹھ سکتی تھی۔ بس خیمہ میں ایک کھرا م تھا۔ امام عالی مقام سے ضبط نہ ہو سکا پس آپ نے خیمہ کا رخ کیا۔

### امام مظلوم کا اسپ و فادار:

مخزن البکا میں بردایت منتخب منقول ہے کہ امام مظلوم کا پیاسا گھوڑا فریاد کرتا ہوا قتل گاہ میں داخل ہوا اور شہدا کے درمیان اپنے آقا کی لاش کو تلاش کرتا تھا چنانچہ ایک ایک شہید کے پاس آ کر سونگھتا تھا اور جب جانتا تھا کہ یہ میرا آقا نہیں ہے تو پھر دوسری

لاش پر چلا جاتا تھا۔ جب عمر بن سعد نے دیکھا تو حکم دیا کہ اس کو پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ اس کو پکڑنے کے لئے شاہ سوار آگے بڑھے تو امام کے وفادار گھوڑے نے اپنے مولا کے انتقام میں ان پر حملہ کر دیا پس پاؤں سے مارتا تھا اور منہ سے کاٹتا تھا اور بعض سواروں کو پشت زین سے زمین پر گرا دیتا تھا اور اسی صورت میں اس نے چالیس ملائین کو مار ڈالا۔ پس عمر بن سعد نے جب یہ ماجرا دیکھا تو آواز دی کہ گھوڑے کو زیادہ نہ ستاؤ اور دیکھو کہ وہ کیا کرتا ہے؟ چنانچہ وہ دور دور ہو کر دیکھنے لگے تو گھوڑے نے اپنے آقا کو ڈھونڈنا شروع کر دیا۔ جَعَلَ يَتَخَطَّى الْقَتْنَى وَيَطْلُبُ الْحُسَيْنَ آخِرَ كَرَامِامِ مَظْلُومِ كِى لَاشِ پَر پَنچُ گِيا۔ جَعَلَ يَشَمُّ رَاحَتَهُ وَيَقْبَلُهُ بِفَمِهِ وَيَضَعُ فَا صِيئَةً عَلَيْهِ وَهُوَ مَعَ ذَالِكَ يَبْكِي بُكَاةَ الثَّكْلِى حَتَّى اَعَجَبَ كُلُّ مَنْ حَضَرَ۔ وہ امام کی خوشبو لیتا تھا اور منہ سے بوسے دیتا تھا اور آپ کے جسم اطہر سے پیشانی کو رگڑتا تھا اور اس طرح روتا تھا جس طرح پسر مردہ عورت روتی ہے حتیٰ کہ تمام لوگ گھوڑے کی یہ وفاداری دیکھ کر حیران ہوئے۔ اس کے بعد اپنی پیشانی خون سے رنگین کر کے ہنہاتا اور آنکھوں سے آنسو بہاتا ہوا اہل حرم کو مطلع کرنے کے لئے خیام کی طرف روانہ ہوا۔ جب جناب زینبؓ عالیہ نے گھوڑے کی آواز سنی تو سکیٹے سے فرمایا جاؤ بیٹی تمہارے بابا پانی لا رہے ہونگے۔ جب سکیٹے خاتون درخیمہ پر پہنچیں تو دیکھا کہ گھوڑے کی پیشانی خون آلود ہے، لگام شکستہ اور زین ڈھلی ہوئی ہے اور بدن میں تیر پیوست ہیں اور اس کی ہنہناہٹ اپنے سوار کی موت کی خبر دے رہی ہے تو سر سے مقنعہ اتار پھینکا اور واحسینا و امحمد و اعلیٰ کی صدا بلند کی۔ پس گھوڑے کی پیشانی پر منہ رکھ کر اپنی مظلومی اور بے کسی کا رونا روتی رہیں اور فریاد کرتی رہیں۔ پس جناب زینبؓ خاتون آئیں اور گھوڑے کی حالت دیکھ کر محو گریہ ہوئیں اور اپنے نانا کو پکار پکار کر کہتی تھیں کہ تیرا حسینؑ بے گور و کفن صحرائے کربلا میں دھوپ میں پڑا ہے کہ لوگوں نے اس کے بدن

سے لباس بھی اتار لیا ہے اور بروایت ابو جحیف تمام مستورات خیام سے سر برہنہ نکلیں سر منہ پیٹتی ہوئیں در تک پہنچیں۔ اُمّ کلثومؓ نے گھوڑے کے سر پر ہاتھ رکھ کر بین کیے۔ پس گھوڑے نے ایک سرد آہ کھینچی اور سیدانہوں کے سامنے سر زمین پر مارا اور وہیں ختم ہو گیا۔ پس گھوڑے کی موت سے اہل حرم میں اور زیادہ ماتم کی صدائیں بلند ہوئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ گھوڑے نے دریا میں چھلانگ لگادی اور پھر باہر نہ آیا۔ دریا پار کر کے پوشیدہ طور سے مدینے پہنچا اور ہر امام کی خدمت میں رہا اور اب امام مہدی علیہ السلام کے پاس ہے۔

جب امام عالی مقام کی شہادت ہوگئی اور سر مبارک جدا ہو گیا تو آپ کا گھوڑا جو اسپ رسول اللہ تھا اور اُس کا نام ”ذوالجناح“ تھا اُس نے چیخنا شروع کر دیا۔ عمر ابن سعد سردار لشکر بیزید نے فوج والوں سے کہا کہ یہ رسول اللہ کی سواری کا گھوڑا ہے اسے میرے پاس لے آؤ۔ یہ سن کر لوگ دوڑے اور گھوڑے کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور گرفتار کرنا چاہا۔ گھوڑے نے دانتوں اور ٹاپوں سے سپاہیوں پر حملہ کر دیا اور صاحب ”عوالم“ کی روایت کے مطابق چالیس سپاہی ہلاک کر دیئے۔

یہ دیکھ کر عمر ابن سعد نے آواز دی: اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو اور دیکھتے رہو کہ یہ کیا کرتا ہے۔ لوگ اس کے قریب سے ہٹ گئے۔ جب سب لوگ ہٹ گئے تو گھوڑا امام کے قریب گیا اور اپنے سر اور چہرے کو خون حسینؑ میں رنگین کیا پھر خیمے کا رخ کیا اور زور سے چیخا ہوا روانہ ہوا اور اپنے اگلے دونوں پیروں سے خاک اُڑاتا جاتا تھا اور اپنے سر کو زمین پر پٹختا تھا۔ (ناخ التوارخ جلد ۷، صفحہ ۱۵)

منتخب طُرکی میں ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہو چکے تو آپ کے گھوڑے نے چیخنا شروع کر دیا اور میدان کارزار میں ہر طرف لاشوں کے درمیان دوڑتا پھرتا تھا۔ عمر بن سعد نے جب یہ حالت دیکھی تو ”صَاحَ بِالزَّجَالِ“ چیخ کر

لوگوں سے کہا کہ اس گھوڑے کو گرفتار کر لو اور میرے پاس لے آؤ کیونکہ یہ رسول اللہ کی سواری کا گھوڑا ہے اور آپ کے بہترین گھوڑوں میں سے ہے۔ یہ سنتے ہیں فوجی سوار ذوالجناح کے پیچھے جھپٹ پڑے لیکن ذوالجناح ہر اُس شخص کو ٹاپوں سے بڑی طرح مارتا تھا جو اس کے قریب جانے کی کوشش کرتا تھا اور دانتوں سے اسے کاٹتا تھا۔ اس طرح اس نے بہت سے سواروں کو ہلاک کر دیا اور بہت سے سواروں کو اُن کے گھوڑوں کی پشت پر سے گھسیٹ لیا اور کسی شخص کو جرات و قدرت نہ رہی کہ وہ اُس کو گرفتار کر سکے۔

یہ دیکھ کر عمر بن سعد نے پکار کے کہا کہ اب تم سب اس گھوڑے کے پاس سے دور ہٹ جاؤ اور کوئی اس کے قریب نہ جائے پھر ہم دیکھیں کہ یہ کیا کرتا ہے۔ چنانچہ سب لوگ دور چلے گئے۔ اس کے بعد ذوالجناح لاشوں میں سے اُترتا ہوا امام حسین کی لاش اقدس کے پاس آ گیا اور جسم اطہر کو سونگھنے لگا اور چومنا شروع کر دیا۔ پھر اُس نے اپنی پیشانی امام کے خون میں لٹائی۔ وہ برابر بے چینی کے ساتھ چیخ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں گر رہی تھیں۔ اس طرح رو رہا تھا جیسے کوئی بوڑھی ماں اپنے جوان فرزند کی لاش پر روتی ہے۔ اس اندوہ ناک منظر کے نظارے سے پوری فوج کو حیرت تھی۔ عبداللہ بن قیس کہتا ہے۔ میں نے ذوالجناح کو دوڑتے ہوئے دیکھا تھا۔ جدھر وہ جاتا تھا لوگ اُس کے سامنے سے بھاگتے تھے۔ وہ خیامِ حسینی کی طرف سے پلٹ رہا تھا۔ کسی کو اس کے گرفتار کرنے پر قدرت نہ تھی۔ پھر اس نے فوج پر حملہ کر دیا اور بہت سے سواروں اور پیادوں کو ہلاک کر ڈالا۔ اس کے بعد اس نے فُرات کا رخ کیا اور اس کے اندر جست کی اور ایک ہی جست میں نہر کے درمیان پہنچ گیا اور غوطہ لگایا مگر پانی پر پھر نہ اُبھرا اور نہ پانی کے اندر پایا گیا اور آج تک کسی کو نہیں معلوم کہ وہ کہاں گیا لیکن کچھ راوی بیان کرتے ہیں کہ اب وہ امام قائم علیہ السلام کے ظہور کے وقت اُن کے زیر



رکاب ہوگا۔

عبداللہ بن قیس بیان کرتے ہیں۔ میں نے امیر المومنینؑ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جنگ صفین کے موقع پر جبکہ اعمور اسلمی نے حضرت علیؑ کے لشکر پر پانی بند کر دیا تھا تو کوئی اُس کا مقابلہ نہ کر سکا اور نہر پر سے اُس کو ہٹا نہ سکا۔ اُس وقت آپ نے اپنے فرزند امام حسینؑ کو پانچ سو سواروں کے ساتھ اس کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ حسین علیہ السلام نے پہلے ہی حملے میں اعمور کو شکست فاش دے دی اور نہر فرات پر قبضہ کر لیا۔ امیر المومنین بیٹے کی اس فتح کے بعد فوج کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ مَعَاشِرَ النَّاسِ! میرا یہ فرزند کربلا میں بھوکا پیاسا شہید کیا جائے گا اور اس کا گھوڑا گھبرا گھبرا کر ادھر ادھر دوڑے گا اور فریاد کرے گا۔

”الظَّالِمَةَ، الظَّالِمَةَ! مِنْ أُمَّةٍ قَتَلَتْ ابْنَ بِنْتِ نَبِيِّهِمْ وَهُمْ يَقْرَؤُنَ الْقُرْآنَ الَّذِي جَاءَ بِهِ اللَّهُمَّ“ ہائے یہ ظلم و ستم! اس اُمت کا جس نے اپنے نبیؐ کی بیٹی کے فرزند کو قتل کر ڈالا حالانکہ قتل کرنے والے قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں جسے پیغمبر اکرمؐ اُن کی ہدایت کے لیے لائے ہیں اللہ کی جانب سے، اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ ہر جاندار اور ہر بے جان چیز کی زندگی اور وجود کی ایک میعاد مقرر ہے جس کا وہ اللہ کے فرمان کے مطابق پابند ہے۔ میں اپنے حسین کو اس کی شہادت سے قبل ہی ابھی سے شہید دیکھ رہا ہوں اور یہ واقعہ پورے یقین کے ساتھ مجھ کو معلوم ہے۔

صاحب مناقب اور محمد بن ابی طالب لکھتے ہیں کہ اسپ حسینؑ چاروں طرف چیختا ہوا دوڑتا پھرتا تھا اور خیمہ اہل بیت پر پہنچ کر اپنا سر زمین پر مار رہا تھا۔

جلو دی کہتے ہیں کہ جب امام عالی مقام زخمی ہو کر زمین پر گر چکے تو گھوڑے نے آپ کی حفاظت شروع کر دی اور دوڑ دوڑ کر سواروں کو زمین پر سے دانتوں سے پکڑ کر زور سے گھسیٹ لیتا تھا اور ٹاپوں سے کچل دیتا تھا۔ اس طرح چالیس سواروں کو اُس

نے ہلاک کر ڈالا پھر خونِ امام میں لوٹنے لگا۔ اس کے بعد خیامِ حسینی کا رخ کیا اسی حالت سے جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔

اس کی فریاد سے پورا صحرا گونج رہا تھا۔ آخر خیموں کے نزدیک گیا۔ گھوڑے کی آواز سن کر حضرت زینبؓ فوراً دوڑ کر سکیڑے کے پاس آئیں اور فرمایا بیٹی سکیڑے تمہارے بابا شاید پانی لے آئے ہیں تمہارے لیے۔ جلدی باہر جاؤ! مگر ہائے جب چہیتی بیٹی باہر آئی تو کیا حشر دیکھا۔ گھوڑا کیلا تھا، سوار اس کی پشت پر موجود نہ تھا اور آنسوؤں کے ساتھ چیخ رہا تھا گویا بیٹی کو باپ کے مرنے کی خبر پہنچا رہا تھا۔

یہ دیکھتے ہیں فرطِ غم سے سکیڑے نے اپنی چادر کو پھاڑ ڈالا اور فریاد کی۔ **وَاقْتَبِلَاہِ!**  
**وَاحْسِينَاہِ! وَاْمُحَمَّدَاہِ! وَاَعْلِيَاہِ! وَاْفَاطِمَتَاہِ! وَاغْرَبْنَاہِ! وَاَبْغَدَ سَفَرَاہِ! وَاَكْبَرَبَاہِ!**۔ اے نانا رسول اللہ! آپ کا فرزند حسینؑ جلتی ہوئی ریت پر ہے۔ دشمنِ عمامہ اور ردا تک لوٹ لے گئے۔ پھر اپنے ننھے ننھے ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر کچھ شعر پڑھے لگیں۔ جن کا مطلب یہ تھا:

اب تو جو د و کرم دنیا سے اٹھ گیا۔ زمین و آسمان اور حرمِ خدا و رسولؐ غبارِ آلود ہیں میرے بابا کے غم میں!۔ یہ اشعار سن کر حضرت زینبؓ کی حالت غم سے نڈھال تھی اور فرماتی تھیں۔ ہائے اس گھوڑے کو کاش میں خالی نہ دیکھتی جس پر اب میرا بھائی نہیں ہے۔ میرے بھائی ہمیں چھوڑ کر چلے گئے تو پھر یہ گھوڑا کیوں زندہ رہ گیا۔ میرے شیر سے بھائی کی لاش کے پاس اس گھوڑے کی بھی لاش ہوتی۔

اے نفسِ دنیا کی مصیبتوں پر صبر سے کام لے۔ یہ حسینؑ کی لاش ہے جو آسمانوں کے رب کی طرف نظر اٹھائے ہوئے ہیں۔ جب یہ خبر تمام عورتوں کو معلوم ہو گئی تو پھر کسی سیدانی کو ہوش نہ تھا اور ہر طرف فریاد کی صدا سنی آرہی تھیں کہ زمین کا سینہ پھٹا جا رہا تھا اور آسمان لرز رہا تھا۔ رونے والیوں نے اپنے چہرے فرطِ غم سے زخمی کر لیے،

گر بیان چاک کر ڈالے، ہر طرف یہی فریاد تھی۔

وَأُمُّ مُحَمَّدَاهُ! وَأَعْلِيَّاهُ، وَأَفَاطِمَتَاهُ! وَأَحْسَنَاهُ! وَأَحْسَيْنَاهُ!  
وَحَمْرَتَاهُ! وَجَعْفَرَاهُ! وَأَعْبَاسَاهُ! وَأَخَاهُ! وَأَسِيدَاهُ۔ آج کا دن وہ ہے  
کہ گویا محمد مصطفیٰ دنیا سے اُٹھ گئے۔ آج علی مرتضیٰ نے دنیا سے کوچ کیا، آج فاطمہ زہرا  
گویا ہم سے جدا ہو گئیں۔ آج ہی تو خدیجہ الکبریٰ کی گویا موت واقع ہوئی۔ غرض اہل  
بیت کی فریاد زمین و آسمان کی ہر چیز کو مضطرب کر رہی تھی۔ ذوالجناح کی ان کیفیات و  
حالات کو اس طرزِ ادا اور اس انداز سے بھی بیان کیا گیا ہے۔

”جب امام حسینؑ شہید ہو گئے تو آپ کا گھوڑا چاروں طرف دوڑتا پھرتا تھا۔ عمر بن  
سعد نے کہا کہ فوج والوں اس گھوڑے کو گرفتار کر کے میرے پاس لے آؤ۔ جب اشقیاء  
اُسے پکڑنے کے لیے نزدیک آئے تو وہ کسی کے ٹاپیں مارتا تھا اور کسی کو منہ سے کاٹتا تھا  
یہاں تک کہ چالیس سپاہی فوج یزید کے اُس گھوڑے نے ہلاک کر دیئے۔ اُس وقت  
عمر بن سعد نے کہا اچھا اب اس سے علیحدہ ہو جاؤ اور دیکھتے رہو کہ یہ کرتا کیا ہے۔ جب  
گھوڑے نے امان پائی تو ایک ایک کی لاش کو سونگھتا تھا۔ جوں ہی اس نے امام کی لاش  
دیکھی تو کبھی پیار سے حضرت کو سونگھتا تھا اور جسمِ اطہر کے بوسے لیتا تھا اور اپنی پیشانی  
امام کے قدموں سے ملاتا تھا اور نعرے مارتا تھا اور روتا تھا پھر اس نے اپنی تمام پیشانی  
خونِ حسین سے رنگین کی اور زینِ پسرِ مردہ کی طرح فریاد کرنے لگا پھر نعرے مارتا، خاک  
اُڑاتا درخیمہ پر پہنچا۔

جب امام حسین علیہ السلام درجہ شہادت پر فائز ہو گئے اُس وقت آپ کے گھوڑے  
نے میدان میں بڑی شدت سے چیخنا شروع کر دیا۔

مقاتل کی عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ گھوڑے کے واقعات اُس وقت سے شروع  
ہوتے ہیں جب امام حسین علیہ السلام زمین پر اُس کی پشت سے تشریف لائے تھے اور

آپ میں اٹھنے کی قوت نہ رہی تھی جیسا کہ ثمرات الاغواد کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے جس کو ہم نقل کر چکے ہیں مگر نسخ التواریخ ج ۶ کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ گھوڑے کے واقعات امام کی شہادت کے بعد کے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ بات ضرور کھٹکتی ہے کہ جب امام گھوڑے سے زمین پر گرے تھے تو انھیں قتل ہوتے ہوئے کیا گھوڑا دیکھتا رہا تھا! حالانکہ وہ تو امام کی حفاظت کر رہا تھا اور کسی کو اُن کے نزدیک نہیں آنے دیتا تھا۔

اس کی صورت بظاہر یوں معلوم ہوتی ہے کہ جب امام حسینؑ زمین پر گرے ہوں گے تو گھوڑے نے اضطراب کے عالم میں چیخنا شروع کر دیا ہوگا۔ پھر ادھر ادھر دوڑنے لگا ہوگا۔ عمر بن سعد نے یہ دیکھ کر اُس کی گرفتاری کا حکم دیا ہوگا۔ فوج کے سپاہی اُس کے پیچھے دوڑے ہوں گے۔ اُس کو تلواریں ماری ہوں گی اُس پر پتھر برسائے ہوں گے۔ گھوڑے نے فوج پر جوابی حملہ دانتوں اور ناپوں سے کیا ہوگا جس میں اُس نے چالیس اشقیاء کو ہلاک کر دیا تھا۔ ابن سعد نے یہ حالت دیکھ کر فوج کو روکا ہوگا اور کہا ہوگا کہ اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دو دیکھو یہ کیا کرتا ہے۔ جب ذرا سکون ہوا ہوگا تو گھوڑا واپس آیا ہوگا لاش حسین پر اتنی دیر میں امام حسینؑ کا سر اقدس جدا ہو چکا ہوگا۔ یہاں سے ثمرات الاغواد کی عبارت مربوط معلوم ہوتی ہے جسے ہم نقل کر چکے ہیں۔ باقی تفصیل اس سے نقل بیان ہو چکی ہے۔ عبد اللہ بن قیس کی روایت کا بھی تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

بعد شہادت حضرت کا گھوڑا گرفتاری کے خوف سے ہر طرف دوڑتا تھا اور خود کو اشقیاء سے بچاتا تھا اور پیشانی پر امام مظلوم کا خون ملتا تھا، اس کے بعد فریاد کناں جانبِ خیمہ ہائے حرم محترم دوڑا۔ جب قریب خیمہ پہنچا تو سر اپنا اس قدر زمین پر پڑکا کہ ہلاک ہو گیا مخدراتِ عصمت نے جب گھوڑے کو خالی دیکھا، ایک کہرام مچا ہوا۔ حضرت اُمّ کلثوم سر پیٹ کر فریاد کرتی تھیں۔ وا محمداه وا جداه وا ابتاہ وا ابا القاسماہ وا علیاہ وا جعفراہ واحمزتاه واحسناہ یہ حسینؑ فرزندِ دلید مصطفیٰؐ سر بریدہ

خاک و خون میں غلطاں بے عمامہ و رد اصحرائے کربلا میں پڑا ہے۔ اسی طرح نوحہ و ندبہ کرتی ہوئی بیہوش ہو گئیں۔ اشقیانے خمیوں کو گھیر لیا۔ شمر ملعون مع لشکر داخل خیامِ عترتِ خیر الانام ہوا، تمام اسباب و زیور اہل حرم کالوٹ لیا۔ بی بیوں کی چادریں سروں سے اتار لیں، حضرت اُمّ کلثوم کے گوشوارے چھینے، کان زخمی کئے، پردہ دارانِ عصمت و طہارت اپنے سروں سے چادریں نہ چھوڑتی تھیں لیکن اشقیاء سروں سے چادر کھینچ لیتے تھے قیس ابن اشعث لعین روئے مبارک امام حسین علیہ السلام لے گیا۔ اسی سبب سے اس لعین کو قیس القطیفہ کہتے تھے اور نعلین حضرت کی اسود ازدی لے گیا۔ اس کے بعد سب اشقیاء لوٹ پڑے اور جو کچھ لباس و زیورات، اسباب اور اونٹ گھوڑے پائے سب لوٹ لیے۔

اختصاص میں مروی ہے کہ حضرت علیؑ سے سوال کیا گیا کہ گھوڑا کیوں ہنہناتا ہے؟ آپ نے فرمایا یوں تو گھوڑے کے ہنہانے کے مختلف اور متعدد اسباب ہو سکتے ہیں۔ ویسے دن میں تین مرتبہ گھوڑا ہنہناتا کرتا ہے۔

صبح کو گھوڑا اپنی ہنہناہٹ میں خالق سے عرض کرتا ہے۔

اللّٰهُمَّ وَسِعَ عَلٰی سَيِّدِي الرِّزْقَ

اے اللہ! میرے مالک کو رزق فراواں عطا کر۔

دوپہر کو ہنہناتا کر دربارِ ربّانی میں عرض کرتا ہے۔

اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي اِلٰى سَيِّدِي اَحِبَّ مِنْ اَهْلِهِ وَمَالِهِ

اے اللہ! مجھے میرے مالک کی نظروں میں اس کے اہل و مال سے زیادہ محبوب بنا۔

دن کے آخری حصے میں گھوڑا ہنہناتا کر یہ دعا مانگتا ہے۔

اللّٰهُمَّ ارْزُقْ سَيِّدِي عَلٰی ظَهْرِي الشَّهَادَةَ.

اے اللہ! اگر میرے مالک کے نصیبوں میں شہادت ہے تو میری ہی پیٹھ پر اسے

شہادت سے نواز۔

عزادارو! کسی گھوڑے کی دعا قبول ہوئی یا نہ ہوئی لیکن ذوالجناح کی پہلی دعاؤں کی طرح آخری دعا بھی قبول ہوئی۔ اس سلسلے میں جو کچھ ہمیں مدینۃ المعاجز امالی شیخ صدوق اور مناقب سے مل سکا ہے اس کا خلاصہ پیش کیے دیتے ہیں۔

جب امام حسینؑ زین ذوالجناح سے خاک کر بلا پر تشریف لے آئے تو ذوالجناح نے آپ کی حفاظت کی خاطر آپ کے گرد طواف کرنا شروع کیا۔ اس طواف کے دوران جو بھی آپ کے قریب آنے کی کوشش کرتا تھا ذوالجناح کے حملے کا نشانہ بن جاتا تھا۔ چالیس بزدلی مسلمان واصل جہنم ہوئے پھر ذوالجناح آپ کے قریب آیا۔ آپ کے جسم اطہر کو سونگھا، بوسہ گاہ نبوی کا بوسہ لیا، اپنی پیدستانی کو خونِ مظلوم سے سرخ کیا، پھر اپنے تمام جسم کو خونِ مظلوم سے رنگین کیا، تمام میدان میں حیران و پریشان چکر لگانے لگا اور حضرت موسیٰ اور حضرت علیؑ سے منقول روایت کے مطابق مرثیہ خوانی کرنے لگا۔

روایت یوں ہے۔

پھر ذوالجناح حیران وار ادھر ادھر دوڑے گا اور اپنی ہنہناہٹ میں اس امت سے اللہ کی پناہ، جس نے اپنے نبی زادے کو پیاسا شہید کر دیا، مانگنے لگا۔

دوڑتا دوڑتا خیام آل محمدؐ میں آیا تو درخیمہ جناب سید الشہداءؑ پر اس زور سے لکڑ ماری کہ وہیں گر گیا۔

جب مستورات نے ذوالجناح کی آواز سنی تو خیمے کے دروازے پر جمع ہو گئیں دیکھا تو گھوڑا خالی زین خیمے کے دروازے پر دم توڑ چکا ہے تو تمام مختار عجمت نے بین کرنا شروع کیے۔ اُم کلثومؑ اور زینبؑ تو غش کھا گئیں۔

ابو مخنف نے عبد اللہ ابن قیس کی زبانی نقل کیا ہے کہ میں نے ذوالجناح کو دریائے فرات میں چھلانگ لگاتے دیکھا ہے اور پھر خدا معلوم ذوالجناح کہاں گیا۔

طرحی کے مطابق جب امام حسینؑ شہید ہو گئے تو ذوالجناح نے میدانِ کربلا میں ہنہانا شروع کر دیا۔

عمر سعد نے اپنی فوج سے کہا۔ دیکھو نبی اکرمؐ کے عمدہ ترین گھوڑوں سے ہے اسے پکڑو اور میرے پاس لاؤ۔ ذوالجناح نے اپنے چہرے اور کچھلی ٹانگوں سے اپنا دفاع شروع کیا۔ کتنے یزیدیوں کو کچل ڈالا اور کتوں کو اپنی سواریوں سے گرا دیا۔ جب عمر سعد نے دیکھا کہ کسی کے ہاتھ نہیں لگ رہا تو اس نے کہا۔

اسے نہ پکڑو اور دیکھو کہ یہ کرتا کیا ہے؟

جب تمام سپاہی ادھر ادھر ہٹ گئے تو ذوالجناح نے ایک ایک لاش کو سونگھنا شروع کیا۔ سونگھتے سونگھتے جب لاش فرزندِ زہراؑ کے قریب آیا تو پہلے سونگھا پھر کٹے ہوئے گلے کا بوسہ لیا، پھر اپنی پیشانی کو خونِ غریب سے رنگین کیا۔ تمام دیکھنے والے حیران ہو کر دیکھ رہے تھے۔ اس کے بعد خباہتِ اہل بیتؑ کی طرف آیا تمام صحرا ذوالجناح کی دردناک ہنہناہٹ سے لرز رہا تھا۔

جنابِ اُمّ کلثومؓ اور زینبؓ نے جب خیام کے قریب ذوالجناح کی آواز سنی تو درخیمہ پر آ کر دیکھا ذوالجناح کی زین خالی ہے۔ بی بی نے با آوازِ بلند بین کیا۔ قتلِ واللہ الحسینؑ بخدا فرزندِ رسول شہید کر دیے گئے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ جب جنابِ اُمّ کلثومؓ اور جنابِ زینبؓ نے گھوڑے کی ہنہناہٹ سنی تو کسمن سیکنہ سے فرمایا بیٹی تیرے بابا کا گھوڑا آیا ہے ممکن ہے تیرے بابا پانی لائے ہوں ذرا درخیمہ پر جا کر پتہ کر۔ یہ شہزادی خالی جام ہاتھ میں لیے جلدی سے درخیمہ پر آئی۔ دیکھا تو ذوالجناح کی زین خالی تھی اور پیشانی خون سے رنگین تھی۔ اس شہزادی نے با آوازِ بلند بین کیا۔ زیارتِ ناحیہ سے اسی روایت کی تصدیق ہوتی ہے۔ (معالی السبطین جلد دوم صفحہ ۸۲ تا ۸۵)

امام حسینؑ زینِ ذوالجناح سے زمین پر:

گھوڑے پہ ڈمگا کے جو حضرت نے آہ کی

تھرا گئی ضریح رسالت پناہ کی

گرتے ہیں اب حسینؑ فرس پر سے ہے غضب نکلی رکاب پائے مُطہر سے ہے غضب

پہلو شگافتہ ہوا خنجر سے ہے غضب غش میں جھکے عمامہ گراسر سے ہے غضب

قرآنِ رحلِ زین سے سر فرسِ گر پڑا

دیوارِ کعبہ بیٹھ گئی ، عرشِ گر پڑا

اس وقت کی منظر کشی کے لیے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام ذوالجناح سے زمین پر تشریف لائے گویا عرشِ الہی زمین پر گرا۔ راویانِ دلسوز اس طرح رقم طراز ہیں کہ کثرتِ زخم اور لہو کے بہہ جانے کی وجہ سے امام حسین علیہ السلام گھوڑے پر نہ سنبھل سکے تو آپ اپنے اسپِ وفادار ذوالجناح کی مدد سے زمین پر تشریف لائے۔ اس وقت ذوالجناح نے بزبانِ حال کہا:-

ای راکب تاجدار برخیز وی صفدرِ روزگار برخیز

کہ معنی قتل صبراً ای حسا وقال لا تقتلوا الحيوان بالصبر

کتاب مجمع البحرین میں ہے کہ فہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ عن

قتل شئ من الدواب صبراً۔ یعنی کہ حیوانات میں سے کسی حیوان کو از روئے

صبر یعنی گھیر کر قتل نہ کرو کیونکہ یہ زمانہ جاہلیت کی رسم ہے۔ اُس زمانے میں ایسا ہوتا تھا

کہ جانور کسی جگہ بند کر دیا پھر اس کو لکڑی وغیرہ سے خوب مارتے اور جب وہ نیم مردہ

ہو جاتا تو اس کو قتل کرتے تھے۔ آنحضرتؐ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے اور ارشاد

فرمایا کہ جب تم گوسفند کو ذبح کرو یا اونٹ کو نحر کرو تو پہلے اس کو پانی پلاؤ پھر اس کا ایک

ہاتھ اور ایک پاؤں باندھ دو اور پھر امامؑ فرماتے ہیں کہ میرے یدر بزرگوں کو گھیر کر قتل



کیا۔ (حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کا شہید ہونے سے قبل حملے کرنا تو اترات میں سے ہے۔ زخمی حالت میں گھوڑے سے گرنا ثابت ہے اور قاتلان امام حسینؑ میں کئی اشخاص کے نام بھی وارد ہوئے ہیں اور یہ متفق علیہ ہے کہ شمر ولد الحرام نے آپ کو ذبح کیا ہے اور سر مبارک جدا کیا ہے پس جناب سید سجاد علیہ السلام اور جناب اُمّ کلثوم سلام اللہ علیہما کے ایسا فرمانے کی کہ حسینؑ کو گھیر کر قتل کیا ہے تو جیہہ یہ ہے کہ عمر ابن سعد ملعون کا تمام لشکر ہی قتل امام حسینؑ کے لیے کر بلا میں جمع ہوا تھا پس آپ کا شہید ہونا ایسا ہی ہے کہ جیسے گھیر کر قتل کیا ہو)۔

مرحوم سید بن طاووس کتاب ابوہوف میں فرماتے ہیں کہ ہلال بن رافع کہتا ہے کہ انی لواقف مع اصحاب عمر بن سعد اذ صرخ مارخ البشر اھا الامیر فہذا شمر لعنہ قد قتل الحسین ہلال بن رافع کہتے ہیں کہ میں لشکر عمر بن سعد میں تھا کہ میں نے شور و غل کی آواز سنی کہ لوگ کہہ رہے تھے کہ اے امیر تجھے مبارک ہو کہ شمر نے حسینؑ کو قتل کر دیا۔ میں چونکہ اس سے بے خبر تھا صفوں کو چیرتا ہوا قتل گاہ امام حسینؑ تک پہنچا اور حضرت کے سر ہانے کھڑا ہو گیا لیکن یہ خبر بالکل غلط اور بے بنیاد تھی آپ کو قتل نہیں کیا گیا بلکہ حضرت امام حسینؑ نے خود جان دی ہے۔ ایسا نورانی چہرہ جیسا کہ وقت جان کنہ فی حسینؑ کا چہرہ تھا کبھی کسی اور کا چہرہ نہیں دیکھا۔ نور جمال سے سارا مقتل منور تھا اور اس وقت امام حسینؑ پانی مانگ رہے تھے مگر کسی نے آپ کو پانی نہیں دیا۔ ان ملعونوں نے پانی کے جواب میں یہ کہا تھا معاذ اللہ تم آب گرم بیو گے جس پر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنے نانا رسول خدا اور اپنے بابا علیؑ مرتضیٰ سے آپ کو شرب پیوں گا۔ لشکر بے دین نے جب یہ جواب سنا تو سب کے سب غیض و غضب میں آگئے۔ ان کے دلوں میں ذرہ بھر بھی رحم نہ تھا۔ وہ سب کے سب حسینؑ ابن علیؑ پر ٹوٹ پڑے فغضبوا باجمعہم کان اللہ لم يجعل فی قلب احد منہم من

الرحمة شیئا۔ میں نے اس وقت اس قوم بد نہاد کی بے رحمی پر سخت تعجب کیا اور میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اب اس قوم جفا کار میں نہیں ٹھہروں گا۔

(ریاض القدس جلد دوم صفحہ ۳۶۸ تا ۳۹۵)

گرتے ہیں اب حسینؑ فرس پر سے ہے غضب:

جب امام حسین علیہ السلام ملائین کے جو رستم سے بہ حالت زخمی گھوڑے پر نہ سنبھل سکے زمین پر قرا لیا۔ سر مبارک خاک پر تھا اور لیوں پر مناجات تھی۔ ذوالجناح آپ کے گرد طواف کر رہا تھا اور دشمنوں کو دور کر رہا تھا۔ کبھی حضرت کے نزدیک آتا اور قدموں کو چومتا، کبھی صیغہ کرتا، کبھی آپ کے سر ہانے کھڑا ہو جاتا اور بہ زبان حال کہتا تھا

زجائی خیز کہ زخم تنت فرادانت	برہنہ جسم تو در آفتاب سوزانت
زجائی خیز برم سوئے خیمہ پیکر تو	کہ انتظار تو دارد سیکندہ دختر تو
زجائی بر خیز کہ ترسم مقابل زینبؑ	بخسم زار تو تا زند کو فیاں مرکب
زجائی خیز ترخ از خون دیدہ با ترکن	کفن بکشند زار علی اکبر کن
ز بعد ایں ہمہ خدمت کمر آبرودارم	ز حضرت تو ہمیں من یک آرزودارم

کہ بار دیگرم از مہر نمگسار شوی

زجائی خیز و بر پشت من سوار شوی

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ ذوالجناح نے بہ زبان حال امام مظلوم سے خطاب کیا اے مولیٰ اپنی جگہ سے اٹھیے کہ آپ کے جسم مبارک پر کثرت سے زخم ہیں اور آپ کا جسم مبارک دھوپ میں پڑا ہے۔ مولا اپنی جگہ سے اٹھیے کہ میں آپ کو سوئے خیمہ لے جاؤں کہ آپ کی بیماری بیٹی سیکندہ آپ کے انتظار میں ہے۔ مولیٰ اپنی جگہ سے اٹھیے مجھے خوف ہے کہ زینبؑ خاتون کے سامنے کوئیوں کے گھوڑے آپ کی لاش کو پائمال نہ کر دیں۔ اے مولیٰ اٹھیے اور اپنی آنکھوں کو خون سے تر کیجئے اور علی اکبر کے کفن کا

انتظام کیجئے۔ ان تمام باتوں کے بعد میری ایک آرزو بھی آپ سے ہے وہ یہ کہ ایک مرتبہ مجھ نمگسار کو موقعہ عطا کیجئے اور میری پشت پر سوار ہو جائیے۔

ذوالجناح جب مایوس ہو گیا کہ اب حسین مظلوم خیمے تک نہیں جاسکتے تو خود درخیمہ پر پہنچا اور صیغہ کیا۔ اہل حرم نے جب ذوالجناح کی آواز سنی تو سب درخیمہ پر جمع ہو گئے۔ دیکھا کہ خالی ذوالجناح ہے اُمّ کلثومؓ فریاد کرنے لگیں ذوالجناح میرے بھائی کو کہاں چھوڑ آیا اور پھر تمام اہل حرم نے سوائے سید سجادؓ، ذوالجناح کے ساتھ مقتل کا رخ کیا۔ امام زمانہ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ واسرع فدرسك - شیخ خلیعی کہتے ہیں کہ وقت ذبح امام مظلوم تمام مختدرات اہل بیتؑ موجود تھیں اور جناب زینبؑ خاتون نے جب بھائی کے لاشے پر نظر کی تو دیکھا کہ آپ کے دست و پاء گھوڑوں کے سموں سے پانچمال ہو گئے ہیں، دل سے آہ کھینچی اور امام مظلومؑ کو مخاطب کر کے فرمایا:-

احیٰ ہل للسبایا من ولی

احیٰ ہل للیتامی من کفیل

یعنی اے بھائی اب ہم اسیروں اور قیدیوں کا کون ولی و کفیل ہے اور یہ کہہ کر خود کو بھائی کی لاش پر گرا دیا روئیں فریاد کی، نوحہ پڑھا پھر بھائی کے خون میں انگلی تر کر کے کہا

الایام قومی واسعدینی

علی نکبات دہری واندی لی

یعنی اے مادر گرامی قدر ذرا قبر سے باہر نکلیے کر بلا آئیے اور یہ روز بد دیکھئے کہ آپ کی بیٹی لاشِ برادر پر نوحہ کر رہی ہے۔ صاحب مفتاح الربکا لکھتے ہیں کہ شمر ملعون نے آپ کو اپنی ٹھوک مار کر برادر سے جدا کیا۔ وہ مظلومہ فرماتی ہیں کہ میں نے شمر سے کہا کہ بھائی کے بدلے مجھے قتل کر دے لیکن اس ظالم نے رحم نہ کیا بلکہ اہل حرم کو تازیانہ مار کر لاشِ امام حسین علیہ السلام سے دو کر کیا۔

اشیخ الدرکی فرماتے ہیں۔

فاقبلت زینب تقول له يا شمر يا شمر خل سيدنا

يا شمر نقديه بالنفوس فان قتلة فالمصاب يقتلنا

یعنی دختر امیر عرب نے باچشم گریاں شمر سے فرمایا اے شمر حسینؑ کو مت قتل کر بلکہ حسینؑ کے بدلے مجھے قتل کر دے کہ میں بہشت میں حسینؑ کے ساتھ رہوں لیکن شمر ملعون نے تازیانہ مار کر بی بی زینبؑ اور اہل حرم کو لاش مظلوم سے جدا کیا۔

حضرت میر سید شریف کاظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

فرزن من خلل السنور نوادیا

یسین من خجل علی استحیا

کہ جب امام مظلوم کا گھوڑا درخیاں اہل بیتؑ پر پہنچا تو تمام مخدرات خیموں سے باہر نکل آئیں اور سب نے قتل گاہ کا رخ کیا اور شمر ملعون سے التماس کیا کہ خدا را قتل کرنے میں جلدی نہ کر، اے شمر یہ فرزند رسولؐ خدا ہے، فرزند علیؑ مرتضیٰ ہے، یہ فاطمہ زہراؑ کا نور نظر ہے۔ اے شمر اس کے عوض ہمیں قتل کر دے۔ اے ظالم شاید کہ حسینؑ حالت غشی سے ہوش میں آجائیں لیکن اس ملعون نے تمام عورات اور بچوں کے سامنے امام حسینؑ کو ذبح کیا۔ اہل حرم دیکھتے اور نوحہ کرتے رہے اور شمر ولد الحرام امام مظلوم کو ذبح کرتا رہا۔ زیارت ناحیہ مقدسہ میں ہے کہ والشمر جالس علی صدرک مولع سیفہ علی نحرک قابض علی شیبک بیدہ ذابح لك بمہندہ وقد سکتت حواسک و خفیت انفسک ورفع علی القتار اسک وسبی اهلك كالعبید وصفدوا فی الحديد فوق اقتاب المطیات تلفح وجوہم حرالہا جرات یساقون فی البراری والفلوات ایدیہم مغلولة الی الاعناق یطاف بہم فی الاسواق فالویل للعصاة الفساق۔

بقول جمہور اہل خبر و سیر ایسا ہے کہ اس وقت اہل حرم خیمے کو واپس چلے گئے تھے۔ کس طرح واپس ہوئے اور ان پر کیا گزری۔ صاحب ریاض الاحزان لکھتے ہیں کہ جب اہل حرم قتل گاہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی حالت زار دیکھ کر آپ کی حیات سے مایوس ہو گئے تو خیمے میں واپس آگئے لیکن شمر ولد الحرام نے تازیانوں کے ذریعے اہل حرم اور عورتوں کو مقتل سے جانے پر مجبور کیا ہے۔ پھر امام حسینؑ کو ذبح کرنے کے لیے شمر ولد الحرام آیا اور آپ کے سینہ اقدس پر موزہ پہنے ہوئے قدم رکھا۔ آپ نے اُس سے فرمایا کہ تو میرے خونِ ناحق میں کیوں ہاتھ رنگتا ہے، اس نے کہا کہ یزید سے انعام ملے گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے ملعون! انعامِ دنیوی بہتر ہے یا شفاعتِ آخرت۔ اس بدنہاد نے کچھ جواب نہ دیا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر قتل کرنا چاہتا ہے تو پہلے مجھے پانی پلا دے اور پھر ذبح کرنا لیکن اس ملعون نے پانی نہیں پلایا۔ پھر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے شمر اپنے چہرے سے نقاب اٹھا لے کہ میرے نانا نے فرمایا تھا کہ اے حسینؑ تیرا قاتل مبروص ہوگا۔ اس نے چہرہ اپنا کھولا آپ نے دیکھا تو وہ مبروص تھا اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ وہ صورت میں کتے سے ملتا جلتا تھا اور اس کے بال خنزیر (سور) کی مانند ہوں گے۔ جب شمر نے سنا تو کہنے لگا کہ اے حسینؑ تم مجھے کتے اور سور سے تشبیہ دیتے ہو اذبحنک من القضا۔ کہ بخدا میں اسی دم تمہیں پس گردن سے ذبح کروں گا پس اس نے امام مظلوم کو ذبح کیا پس اے شیعوں! امام حسینؑ میں ماتم کرو، گریہ کرو۔ نوحہ پڑھو :-

العزیزان در غم سبط نبی افغان کنید

سینہ را از سوز شاہ کربلا بریان کنید

از پی آن تشہ لب برخاک یزید اشک چشم

درمیان گریہ یاد آنگل خنداں کنید

یعنی کہ اے شیعوں سبط نبی میں گریہ وزاری کرو۔ اپنے سینوں کو سوز فراق شاہ شہدا میں جلاؤ اور اس تشنہ لب کے لیے اشک بہاؤ اور رو رو کر اس مظلوم کی یاد تازہ کرو۔ خود امام مظلوم نے فرمایا ہے کہ اے شیعوں تم جب ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس یاد رکھو۔

### تحقیقات در بارہ برقعہ سر مطہر امام حسین:

کتاب الریاض میں ریاض الشہادۃ کے حوالہ سے وارد ہوا ہے کہ انہ لماکان صلوات اللہ علیہ عہد مع رب الارباب اذا اصاب اول قطرة من دم حلقہ الارض ان يتجاوز عن سيئات شيعته ومجيه واشهد بذلك رسول الله وجبرئيل..... الخ

حضرت امام حسین علیہ السلام کا ”عالم ذر“ ہی میں روز ازل رب الارباب خدائے تعالیٰ سے یہ عہد باندھا تھا کہ جیسے ہی میرے خون کا ایک قطرہ میرے گلے سے نکلے اور زمین پر گرے گناہان شیعہ اور مجتہدوں کی خطاؤں کو معاف کر دے۔ خداوند عالم چونکہ کریم مطلق ہے وہ مومنین کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور انہیں بخش دے گا اور اس عہد و بیثاق پر رسول خدا بہ نفس نفیس اور جبرئیل امین گواہ ہوئے ہیں۔ اس وقت جب کہ شہر ولد الحرام نے آپ کے سینہ چاک چاک پر قدم رکھا اور سر مبارک قطع کرنے میں مشغول ہوا اس وقت آپ کی توجہ حضرت ایزد کی طرف ہوئی اور بارگاہ خدا میں عرض کیا۔ اللہم الی قد وفیت بعہدی وانت قد عہدت لی ذلک فاننت اولی بالوفا بما عہدت لی۔ یعنی کہ آپ نے فرمایا اے خدائے حسین کہ میں نے اپنا وعدہ وفا کیا اب تو بھی اپنا وعدہ وفا کر اور میرے شیعوں کے گناہ بخش دے، فاذا هتف هاتف ونادی یا حسین طب نفسا فانا ایضاً قد وفینا بما عہدنا وتجاوزنا عن سینا اشیاعک لاجلک حتی ترضی! اس وقت ہاتف غیبی نے ندادی کہ اے حسین، اے سر بلند صدق و صفا حسین، اے بکر و وفادار حسین،

کرب و بلا حسینؑ۔ خاطر جمع رکھ کہ میں اپنا عہد وفا کروں گا۔ اور تیرے شیعوں اور مجبوں کے گناہ معاف کر دوں گا۔ میں تجھ سے راضی اور تو مجھ سے راضی ہے اس وقت شمر ملعون نے آپ کا سر مبارک قطع کیا اب دیکھنا یہ ہے کہ شمر ملعون نے خنجر سے سر مبارک قطع کیا یا تلوار سے سر مبارک کاٹا۔ روایات میں ہے کہ شمر نے امام حسینؑ کو اس طرح ذبح کیا جیسے گوسفند کو ذبح کرتے ہیں اور دوسری روایت یہ ہے کہ پس گردن سے ذبح کیا۔ حضرت قائم آل محمدؑ امام مہدی علیہ السلام کے کلام مقدس یعنی زیارت ناحیہ میں یہ فقرات وارد ہوئے ہیں کہ والشمر جالس علی صدرک ومولع سیحہ علی نحرک قابض علی شیبک بیدہ ذابح لک بمہندہ۔ یعنی کہ شمر ملعون حضرت امام حسینؑ کے سینہ اقدس پر بیٹھا تھا اور اپنی تلوار سے آپ کو ذبح کیا۔  
(ریاض القدس جلد دوم صفحہ ۳۹۵ تا ۴۰۱)

تیروں اور نیزوں کے وار اور زین ذوالجناح سے سقوط :

تلوار کا نیام میں ڈالنا تھا کہ بکھری ہوئی فوج پھر جمع ہو گئی۔ اب تن تنہا جسم پاک تیروں، تلواروں اور نیزوں کا نشانہ ہے۔ شیعو! تمہارے امام ابھی گھوڑوں پر سوار ہیں۔ ہر چہاں طرف سے تیرا آرہے ہیں۔ اور نازنین بتول تیروں کا استقبال کر رہا ہے۔ فوج شمر میں سے ایک تیرا انداز ہے نام اس کا ابوالحوق جعفی ہے۔ اس شقی نے ایک زبردست تیر چلایا۔ جو غریب کر بلا کی پیشانی پر لگا۔ پیشانی سے خون کی دھار پھوٹی، چہرہ مبارک خون سے لالہ لگوں ہو گیا۔ مولانا نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا: ”یا اللہ! تو دیکھ رہا ہے کہ تیرے سرکش بندے میرے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں۔

بدن زخموں سے چور ہے۔ جسم نڈھال ہو چکا ہے۔ کتنے زخم ہیں ان کا کوئی شمار نہیں۔ ایک ہتھیار کے زخم نہیں تھے۔ تلواروں کے زخم تھے۔ نیزوں کے علیحدہ، تیروں کے الگ اور پتھروں کے علاوہ تھے۔ کتنے زخم تھے، مختلف روایات ہیں مگر اتنا ضرور ہے

کہ بدن پاک کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جہاں درد ستائیاں اور مصیبت زدہ زہر اجائیاں  
بوسے دے سکیں، ایک میں کئی زخم تھے تمام ملا کر ایک ہزار نو سو پچاس زخم شمار کئے گئے  
ہیں۔

روایت است کہ برتنِ شہِ ذبیحہ ہزار و نہ صد و پنجاہ جراحت اُبود  
ابھی فرزندِ رسولِ زینِ ذوالجناح پر بیٹھے ستارہے تھے کہ اس اثناء میں ایک  
سنگدل ظالم نے پتھر مارا جو پیشانی مبارک پر لگا۔ خون جاری ہو گیا۔ آپ نے پیرا ہن  
کا دامن اٹھایا کہ خون پونچھیں۔ ادھر خون پونچھ رہے تھے کہ ایک سہ شعبہ تیر فضا کو چیرتا  
ہوا سینہ اقدس میں پیوست ہو گیا۔ چونکہ تن مبارک زخموں سے کھوکھلا ہو چکا تھا۔ تیر کی  
نوکیں بدن سے پار نکل گئیں، اس تیر کا پیوست ہونا تھا کہ غریب کر بلا کی زبان ذکر خدا  
میں مصروف ہو گئی۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ آپ ہر تیر کے  
استقبال میں یہ جملے فرماتے۔ پھر آسمان کی طرف منہ کر کے کہا: اِلٰہِیْ اِنَّکَ تَعْلَمُ  
انہم یقتلون رجلاً لیس علیٰ وجہ الارض ابنِ نبیِّ غیرہ۔ الہی تو جانتا  
ہے کہ یہ لوگ ایسے شخص کو قتل کر رہے ہیں کہ روئے زمین پر اس کے سوا کوئی فرزندِ پیغمبر  
نہیں ہے۔ تیر زور سے آیا تھا۔ نوکیں پشت کی جانب پار ہو گئیں۔ امام نے تیر نکالنا  
چاہا۔ مولا تیری مظلومی و غربت، بے کسی و تنہائی پر قربان، تو نے دوسرے شہیدوں کے  
بدنوں سے نوکیں نکالیں۔ آج تیرے بدن سے تیر کھینچنے والا کوئی نہیں۔ آپ نے  
دونوں ہاتھوں سے تیر کھینچنے کی کوشش کی، مگر یہ تیر نہ نکلا۔ اس واسطے مظلوم کر بلانے  
جھک کر تیر کو پشت کی طرف سے نکالا۔ حسینو! اس تیر کے نکالنے سے خون کتنا نکلا  
ہوگا۔ عربی کے الفاظ ہیں: "فانبعث الدم کالمیزاب" خون پر نالہ کی طرح جوش  
مار کر نکلا۔ آپ نے پشت کے پیچھے ہاتھ رکھا۔ خون بھر کر آسمان کی طرف پھینکا۔ جس  
میں سے ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرا۔ دوبارہ ہاتھ بھر کر سر اور ریش پر مل لیا۔ اور کہا:



”اسی طرح خون کا خضاب لگا کر روزِ قیامت نانا کے پاس جا کر کہوں گا: ”نانا! تیری اُمت نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے! شیعو! تمہارے زخمی امام ابھی تک گھوڑے پر سوار ہیں۔ بے شک خونِ کثرت سے بہہ چکا ہے۔ اور بہت ٹنڈھال ہیں۔ تاہم زین پر سوار ہیں۔ اب تمہارے امام کا وقت آ گیا ہے کہ زین چھوڑ دیں۔ مولانا نے زین خود نہیں چھوڑا۔ مولانا سے زین چھڑایا گیا ہے۔ اترے نہیں۔ بلکہ اُتارے گئے ہیں۔ کس نے زین چھڑایا؟ سنو گے کلیجہ پکڑ کر اور دل تھام کر سنو۔ ایک ملعون صالح بن وہب مزنی نے کمر میں ایسا نیزہ مارا کہ بتول کی فریاد نکل گئی، قبرِ رسول کانپ گئی، عرش لرز اُٹھا۔ زمین تھرائی اور دلہند بتول نے گھوڑے کا زین چھوڑ دیا۔ آپ وہی جملے جو تیرے استقبال کے وقت پڑھتے تھے، نیزے کا استقبال انہی جملوں سے کیا۔ اور بسم اللہ وباللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ۔ پڑھتے ہوئے دائیں رخسار کے بل فرشِ زمین کے مہمان ہوئے۔

جناب قائم آل محمد زیارتِ ناحیہ میں فرماتے ہیں:-

فَهَوَيْتِ إِلَى الْأَرْضِ جَرِيحًا

آپ زخموں سے چور ہو کر تیروں اور نیزوں کی تاب نہ لا سکتے زمین پر گر پڑے۔

السَّلَامُ عَلَى الْخِدَّةِ التَّرِيْبِ

خاک آلود رخسار پر سلام ہو۔

بلند مرتبہ شاہے زین افتاد اگر غلط نہ کُلم عرش بر زمین افتاد  
قرآنِ رحلِ زین سے سوئے فرش گر پڑا دیوارِ کعبہ بیٹھ گئی عرش گر پڑا  
شہسوارِ روشِ رسول اور ناز پروردہ آغوشِ بتول سینکڑوں زخم کھا کر، خون میں نہا کر،  
زخموں سے چور، سنھیلنے سے معذور، زینِ عرش سے فرشِ زین پر آ رہا۔ شہزادیاں جو در  
خیمہ پر برادرِ مظلوم کا یہ دردناک منظر دیکھ رہی تھیں۔ قرآنِ ناطق کا رحلِ زین سے گرتا

دیکھنا تختِ دلِ بتول کو بے بس ہو کر زمین کو چھوڑتے دیکھا۔ صحنِ خیمہ سے بے تاب ہو کر باہر نکل آئیں۔ اور زبان پر یہ فریاد تھی۔ وَأَهْلَ بَيْتَاهِ لَيْتَ السَّمَاءِ طَبَقَتْ عَلَيَّ الْأَرْضِ وَلَيْتَ الْجِبَالِ تَدْكُرُكَ عَلَيَّ السَّهْلُ۔ پہاڑ ریزہ ریزہ کیوں نہیں ہوتے۔ ہمارے سردار، ہائے اہل بیتؑ۔ آسمان زمین پر کیوں نہیں گر پڑتا۔ پہاڑ ریزہ ریزہ کیوں نہیں ہوتے۔ معصومہ مظلومہ شریکہ الحسین اب خیمہ میں کس طرح قرار سے بیٹھے۔ اس مقام پر آئیں جسے ”تل زینبہ“ کہتے ہیں۔ خیموں سے باہر ایک اونچا مقام تھا۔ جہاں درد ستائی اپنے مظلوم بھائی کی دائمی جدائی کا منظر دیکھتی رہی۔ پسر سعد کو پکار کر کہا: وَيْحَكَ يَا عَمْرُو! يَقْتُلُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَأَنْتَ تَنْظُرُو إِلَيْهِ۔ افسوس ہے تم پر اے پسر سعد! فرزندِ رسولؐ، دلہندِ بتول ابو عبد اللہ حسینؑ قتل ہو رہا ہے۔ اور تو دیکھ رہا ہے۔ درد بھری فریاد اور زہرا جانی کا اس طرح جنگل میں دہائی دینا، بتول کی بیٹی کا اس قدر غریب و بے کس ہو جانا۔ حسینؑ کی مظلومی کا اثر تھا کہ ابنِ سعد منہ پھیر کر رونے لگ گیا۔ اور یہ آنسو اس کے رخسار پر بہنے لگے۔ اس کے بعد درد ستائی اور دل جلی بہن نے بلند آواز سے سنگدل فوج کو مخاطب ہو کر کہا: وَيْحَكُمْ أَمَا فَيَكُمْ مُسْلِمٌ“ افسوس ہے تم پر کیا تم میں کوئی مسلمان نہیں۔ افسوس کہ دخترِ رسولؐ کی آواز صدا بصرِ اثابت ہوئی اور کسی بد بخت نے توجہ نہ دی۔ کسی شقی نے جواب نہ دیا۔ اور علیؑ کی بیٹی مایوسی کے ساتھ خیمہ میں چلی گئی۔

### شہادتِ حسینؑ اور جنگ کا خاتمہ:

عزادارو! میرے مولا کے مظلوم کے مسقط اور مقتل میں فاصلہ ہے۔ جہاں گھرے ہیں وہاں قتل نہیں ہوئے۔ گرنے کے بعد کچھ دیر تو زمین پر بے حس پڑے رہے۔ اس کے بعد سنبھلے، اٹھ بیٹھے اور پہچان گئے کہ یہ جگہ میری مقتل نہیں۔ اس واسطے اپنی مقتل کی جانب روانہ ہوئے۔ مگر دشواری یہ تھی کہ سنبھلنے کی طاقت اور چلنے کی قوت ختم ہو گئی تھی۔

چند قدم چلتے پھر ضعف و نقاہت کی وجہ سے گر پڑتے، بعض مورخ بیان کرتے ہیں، چلتے وقت مظلوم آقا کمزوری کی وجہ سے نہ گرتے تھے۔ بلکہ ہر قدم پر نیزے کا وار اور تلوار کی ضرب لگتی اور غریب کر بلا گر پڑتے۔ مقام سقوط سے جائے قتل تک چند قدموں کا فاصلہ نیزوں اور تلواروں کے واروں میں طے کیا۔

شیعو! اب تمہارا آقا اصلی وعدہ گاہ پر پہنچ چکا ہے۔ ذرا سنبھل کر بیٹھے، منہ آسمان کی طرف کیا اور کہا:

تركت الخلق طرّاً في هواك      و ايتمت العيال لكى اراك

فلر قطعتنى فى الحب ارباً      كما حن الفوائد الى سواك

میرے معبود! میں نے تمام مخلوق کو تیری محبت میں چھوڑ دیا۔ اور تیرے وصال کے شوق میں بچوں کو یتیم بنا دیا ہے۔ اگر تیری محبت کے جرم میں میرا بدن پارہ پارہ کر دیا جائے تب بھی میرا دل تیرے غیر کی طرف مائل نہ ہوگا۔

اب حسین رزم گاہ میں نہیں بلکہ قتل گاہ میں ہیں۔ تیرا اور پتھر متواتر آرہے ہیں۔

زانوؤں کے بل زمین پر بیٹھے ہیں۔ اور یہ دعا پڑھ رہے ہیں: صَبْرًا عَلَىٰ قَضَائِكَ

يَا رَبِّ لَا إِلَهَ سِوَاكَ يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيثِينَ يَا رَبِّ سِوَاكَ وَلَا مَعْبُودَ

غَيْرِكَ لَصَبْرًا عَلَىٰ حُكْمِكَ يَا غِيَاثَ مَنْ لَا غِيَاثَ لَهُ دَائِمًا لَا نِفَادَةَ يَا

مَحْيِ الْمَوْتَىٰ يَا قَائِمًا عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ أَحْكَمَ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ

وَأَنْتَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ۔

باوجود اس نقاہت و ناتوانی کے قریب جا کر وار کرنے کی کسی کو جرات نہ ہوتی تھی،

عمر بن سعد نے حکم دیا۔ اب اس بے کس و ناتواں کا قتل دشوار نہیں، بھائیوں، بھتیجیوں

کے گہرے زخم اس کے اندرون جسم میں ہیں۔ اور بیرون بدن زخموں کی کثرت سے

چور اور اٹھنے بیٹھنے سے معذور ہے۔ اندرونی اور بیرونی طور پر سخت گھائل ہو چکا ہے۔

جو اس کا سر لائے گا اُسے خاص انعام ملے گا۔ جلدی کرو اس کی شمع حیات گل کر دو۔ تاہم اس گناہِ عظیم کو کوئی اپنے سر لینے کو تیار نہ ہوتا تھا۔ شرملعون نے ترغیب دی۔ چالیس سواروں نے آگے بڑھ کر مظلوم کو بلا کو گھیرے میں لے لیا۔ اور آپ پر یکے بعد دیگرے حملے کرنے لگے۔ یوں تو تیس ہزار اشقیاء قتلِ امام کے ذمہ دار ہیں۔ مگر جو قتل میں شریک ہیں۔ یعنی جنہوں نے پتھروں، تیروں، تلواروں اور نیزوں سے امام مظلوم کو زخمی کیا۔ بے شک وہ بھی قاتل ہیں۔ اور قتلِ حسینؑ میں شریک اور حصہ دار ہیں۔ مگر خاص قاتل جنہوں نے آخری دم پیچتنِ پاک کا خاتمہ کیا اور جناب زہراؑ کا گھر برباد کیا۔ چراغِ رسولؐ بجھایا اور روزِ حشر تک جناب بتولؑ کو لایا وہ سات ملعون ہیں۔

حسین بن نمیر، اس ظالم نے دہنِ اقدس پر تیر مارا۔ یہ ملعون پہلے بھی اپنے تیروں سے بدنِ امام زخمی کر چکا تھا۔ ابوایوب غنوی نے حلقِ مبارک کو تیر سے چھید دیا۔ نصر بن خروش نے دائیں شانے پر تلوار ماری۔ زراعہ بن شریک نے بائیں بازو پر تلوار کا وار کیا۔ صالح بن دہب مزنی نے نیزہ مارا۔ خولی بن یزید اھجی نے سہ شعبہ تیر مارا۔ جو دل کے مقام پر لگا۔ دل میں ایک رگ ہے جسے ”وتین“ کہتے ہیں۔ اسی رگ سے تمام جسم میں خون گردش کرتا ہے۔ اس ملعون نے وہ رگ کاٹ دی جس سے بہت سا خون نکل گیا۔ پھر فوراً اسنان بن انس نے ایسا نیزہ مارا کہ زینبؑ کا مظلوم بھائی، زہراؑ کا لال سنبھل نہ سکا، اور منہ کے بل گر پڑا اور تین ساعت دوشِ پیغمبر کا سوار خون میں غلط زمین پر پڑا رہا۔ اس دوران لوگوں کو معلوم نہ ہو سکا، بتولؑ کا بیٹا زندہ ہے یا غریب کر بلا رحلت کر گیا ہے۔ اس کے بعد جوں توں کر کے سیکنہ کا بابا اٹھ بیٹھا اور حلق سے تیر نکالا۔ زینبؑ کا بھائی اپنی زندگی کے آخری لمحات میں ہے۔

مالک بن نصر کندہ خاندان کا ایک سنگدل ملعون ہے۔ جس نے آگے بڑھ کر فرزندِ رسولؐ کو سب و شتم کیا۔ اور سرِ اقدس پر تلوار ماری۔ عمامہ کے نیچے ایک ٹوپی تھی وہ کٹ

گئی۔ سر پھٹ گیا۔ ٹوپی خون سے بھر گئی۔ امام مظلوم نے ٹوپی اتار دی اور سر کو پٹی سے باندھ دیا۔

اس کے بعد شرماعون نے لکار کر کہا کہ اب کیا انتظار ہے۔ آگے بڑھو اور جلد ان کا کام تمام کرو۔ خولی ملعون تلوار لے کر شمع بتول بجھانے کے لیے آگے بڑھا۔ جب غریب کربلا کے قریب گیا تو بدن میں لرزہ طاری ہو گیا۔ ہاتھ کانپنے لگے، واپس بھاگ آیا۔ اس کے بعد شیث بن ربیع اسی ناپاک ارادے سے آگے بڑھا۔ مگر اس پر بھی ایسا رعب طاری ہوا کہ ہاتھ سے تلوار چھوٹ پڑی اور گھبرا کر واپس آ گیا۔ سنان بن انس نے ان شقیوں سے پوچھا تمہاری ماں تمہارے سوگ میں بیٹھے تیر اور نیزے مارتے رہے۔ اب تلوار کا آخری وار ہی اس مجروح کے لیے کافی تھا۔ تم کانپتے ہوئے واپس آئے، ان ملعونوں نے کہا کہ جب قتل کے ارادے سے مظلوم کے قریب گئے اور غریب کربلا نے آنکھیں کھولیں تو ہمیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رسول اللہ کی آنکھیں ہیں، اور رسول اللہ کی ہیبت آنکھوں کے سامنے آگئی۔

اس کے بعد سنان بن انس آگے بڑھا کہ امام کا رشتہ حیات منقطع کرے جب قریب گیا تو اس پر بھی ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ بدن کانپنے لگا اور تلوار ہاتھ سے گر پڑی۔ شمر نے سنان سے پوچھا تو کیوں واپس آ گیا اور قتل کیوں نہ کیا تو سنان نے کہا جب میں تلوار کے قریب گیا اور حسینؑ نے میری طرف دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ علی مجھے دیکھ رہے ہوں تو مجھ پر شدت طاری ہوگئی۔

شمر ملعون اب آخری قاتل اور بڑا قاتل تلوار سونت کر آگے بڑھا۔ اس ملعون نے جاتے ہی گستاخانہ کلمات کہے اور سینہ اقدس پر نہایت بے ادبی سے چڑھ گیا۔ امام مظلوم کی نظر پڑی، پوچھا تو کون ہے۔ جواب دیا میں شمر بن ذی الجوشن ہوں۔ امام نے فرمایا کہ تو مجھے پہچانتا بھی ہے۔ شمر نے کہا ہاں جان کر اور پہچان کر مار رہا ہوں، یزید

سے انعام کی خاطر مجھے آخرت کی ضرورت نہیں۔ یزید کے انعام کا طلبگار ہوں۔ امام نے فرمایا، ذرا اپنا سینہ تو کھول دے۔ اس نے اپنے پیٹ پر سے کپڑا ہٹایا۔ تو اہلبق (چٹکبرے) گتے کی طرح اس کے پیٹ اور سینے پر سفید داغ ہیں اور بال سور کے بالوں کی طرح ہیں۔ اس وقت امام نے فرمایا میرا آخری قاتل تو ہی ہے۔ میرے نانا نے فرمایا زمین کر بلا پر میرے فرزند کو ایسا شخص قتل کرے گا جو گتے کی مانند مبروص ہوگا۔ اور سور کی طرح اس کے بال ہوں گے، بے شک میرا قاتل تو ہی ہے۔

جس حلق کے بوسے لیے زہرا و علی نے

فریاد ہے کا نا اُسے خنجر سے شقی نے

اس ملعون نے جوش غضب میں پس گردن پر بارہ ضربیں پہنچائیں۔ تلوار کند تھی۔ آخر وقت میں اس ملعون کی نیت اذیت سے ذبح کرنے کی تھی۔ فرزند رسول کی گردن پر خنجر چلتا رہا اور سیدائیاں درقنات پر حالات دریافت کرنے کے لیے بے چینی سے منتظر تھیں۔ آگے زبان بیان سے قاصر اور قلم لکھنے سے عاجز ہے۔ کیا ہوا؟ کعبہ منہدم ہو گیا۔ عرش تھرایا۔ زمین میں زلزلہ آیا۔ آسمان سے خون برسنے لگا۔ مچھلیاں پانی میں بے تاب ہو گئیں۔ پرندوں نے پرواز چھوڑ دی۔ حیوانوں نے چرنا چھوڑ دیا۔ جمعہ کا دن تھا، عصر کا وقت تھا، بتول کی فریاد آئی۔ رسول کے سر سے دستار گر پڑی۔ لشکر ابن سعد میں تکبیریں بلند ہوئیں۔ ادھر زہرا کا گھر اُجڑ گیا۔ زینب و اُمّ کلثوم کا آخری سہارا ختم ہو گیا۔ ادھر فوج میں شادیاں بجنے لگی۔ جنگ کا غبار چھٹا۔ کیا نظر آیا۔ خولی کے نیزہ پر بتول کا لال سوار ہے۔ زلفیں ہوا میں لہرا رہی ہیں۔ خون کے قطرے گر رہے ہیں۔

الَا قَتَلَ الْحُسَيْنُ بَكَرِ بِلَا۔ الاذبح الحسین بکر بلا۔ کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ امام مظلوم مجروح ہو کر گھوڑے سے گرے۔ وفادار گھوڑا زخمی آقا کے پاس رہا۔ بیاسا تھا۔ دریا پر چلا جاتا، بھوکا تھا، خوراک تلاش کرتا، زخمی تھا کسی جائے امن پر چلا

جاتا۔ لیکن اتنا عرصہ معصوم امام اور کریم آقا کی خدمت میں رہا۔ ان ذواتِ مقدسہ کے پاک اور طیب ماحول میں رہنے والے جانور بھی نیک عادات اور محمود اطوار سے متصف ہو جاتے ہیں۔ آقا تو کثرتِ جراحت سے خاک پر خون میں لوٹتے رہے اور گھوڑا غریب آقا کی حفاظت و حمایت کرتا رہا۔ گھوڑا خیموں میں آیا۔ لیکن اس وقت تک ساتھ نہیں چھوڑا جب تک آقا امام کا سر گردن سے جدا نہیں ہوا۔ جونہی شرمکینہ سینے سے اُترا، سر کو جدا کیا اور بالوں سے سر پکڑ کر فوج میں ابنِ سعد کے پاس چلا گیا، راہوار نے اپنی زبان میں فریاد کرتے ہوئے بے سربلای کا طواف کیا۔ میرے خیال میں بعد از شہادتِ لاشِ حسینؑ کی زیارت کا سب سے پہلے اسی راہوار کو شرف حاصل ہوا، لاش کا طواف کرنے کے بعد اعضاءِ بدن کے بوسے لیے، لاش کو چوما اور اپنی گردن اور سر کو خونِ آقا سے سُرخ کیا۔ نہایت اُداسی اور پریشانی کے ساتھ موتِ حسینؑ کا قاصد بن کر خیام کی طرف روانہ ہوا۔ اس وفادار ذوالجنّاح کا عجیب حال تھا۔ اس انداز سے بے چارہ ہنہنار ہا تھا گویا اپنی زبان میں کہہ رہا ہو، ”لوگو! میرا سردار مارا گیا۔ میرا سوار مارا گیا“ یہ تو حال تھا میدانِ کا۔

ادھر خیام میں یہ کیفیت تھی کہ مصیبت زدہ عورتیں اور بھوکے پیاسے یتیم بچے سب ایک خیمہ میں قنات کے پیچھے اکٹھے تھے، جب سے امام دوبارہ الوداع کہہ گئے تھے، زہرا کی بیٹیاں اور مستوراتِ بنی ہاشم قنات کے پیچھے جھانک جھانک کر صحرا کی جانب دیکھتی تھیں۔ ایسا مرد تو کوئی تھا نہیں جو میدان میں جا کر خبر لاتا۔ فوجوں کی بھیڑ اور گھوڑوں کے گھمسان میں بچوں کا کام نہ تھا۔ جو بچے گئے بھی وہ زندہ واپس نہ آئے۔ گھبراہٹ اور بے قراری کا عالم تھا۔ اُداسی اور مایوسی چھائی ہوئی تھی، سر اسیمہ بچے ماؤں کی انگلیاں پکڑے پریشان کھڑے تھے، بیٹیاں بار بار میدان کی طرف دیکھتی تھیں۔ مگر جہاں تک نظر کام کرتی تھی اعداء بے دین کی کثرت نظر آتی، فوجوں کے سر

دکھائی دیتے، گوہشیر بے کس نے اس ٹیلہ پر جس کو ”تل زینبیہ“ کہتے ہیں جا کر مظلوم بھائی کی خبر گیری کی کوشش کی، مگر زہرا کا نور عین اور اُجڑی بہن کے دل کا چین، ہمشیرِ دل گیر کو نظر نہ آیا۔ کیونکہ زہرا کا چاندِ ظلم کی گھٹاؤں میں پوشیدہ تھا اور خورشیدِ فاطمہؑ فوجوں کے جفا کار دلوں میں پنہاں تھا۔

جوں جوں انتظار کی گھڑیاں لمبی ہوتی جاتی تھی حضرت زینبؑ اور حضرت اُمّ کلثومؑ کے قلب کا اضطراب برابر زیادہ ہو رہا تھا۔ نگاہیں سوئے میدان تھیں، کہ گھوڑے کے جنہنہانے بلکہ رونے اور فریاد کی آواز سنی دُور سے دیکھا کہ زین خالی ہے۔ راہوار آ رہا ہے، مگر پشت پر سوار نہیں، راہوار کی عجیب حالت ہے کہ زین دائیں طرف جھکی ہوئی، باگیں کٹی ہوئیں۔ پیشانی اور گردن خون آلودہ ہے۔ جو بات دل میں کھٹک رہی تھی۔ سامنے آگئی۔ بس یقین ہو گیا کہ آخری سہارا ختم ہو گیا۔ حسینؑ مارے گئے۔ راہوار کی اس خبر نے سیدانیوں کے کلیجے زخمی کر دیئے۔ دل فگار ہو گیا، دل دوز نالوں، دلخراش، بیہوشوں، دلفگار فریادوں سے صحرا بھر گیا۔ سروں سے چادریں گر پڑیں۔ و امجدہ، واہ علیاہ، و احسیناہ کی صدائیں دھرتی کو بلارہی تھیں:-

زہرا کی بیٹیاں جو کھلے سر نکل پڑیں

سب پیہیاں خیام سے باہر نکل پڑیں

ہر بی بی کے الگ الگ بین تھے اور جدا جدا نوحے تھے، سر پر ہاتھ تھے، سروں کے بال کھل گئے تھے، کسی کا منہ مدینے کی طرف تھا اور کوئی نجف کی طرف منہ کر کے سر پیٹتی تھیں۔ منہ پر طمانچہ مارتی تھیں۔ سیکنہ کے ہاتھ میں گھوڑے کی باگ تھی، اور اُمّ کلثوم کے ہاتھ گھوڑے کی گردن میں تھے، گھوڑا رو کر اپنی زبان میں کہتا تھا: ”الظلیمة۔ الظلیمة“۔ آج اُمت نے اپنے نبی کے فرزند کو ظلم و جور سے قتل کر دیا۔ زہرا کی بیٹیوں کی دلخراش پکار تھی۔ راہوار تو نے سوار کو کہاں اُتارا، ہمارے بھائی پر قضاء الہی کہاں



نازل ہوئی، اسے راہوار آج دشمنوں کو تشریف حاصل ہوئی اور زہرا کا گھر برباد ہو گیا۔ گلشن رسول تاراج ہو گیا۔ اب بیواؤں کا کوئی سہارا نہ رہا۔ یتیموں کا مددگار نہ رہا۔ ہمیں وطن کون پہنچائے گا۔

اس کیفیت کو ہم زیارتِ ناحیہ مقدسہ کے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

وَاسْرَعَ فَرُسُكَ شَارِدًا إِلَىٰ خِيَامِكَ قَاصِدًا مُّحْمِماً بَاكِياً فَلَمَّا  
رَأَيْنَ النِّسَاءَ جَوَارِكَ مَخْزِياً وَنَظَرْنَ سَرَجَكَ عَلَيْهِ مَلُوبِياً بَرَزْنَ مِنْ  
الْحُدُورِ نَاشِرَاتِ الشُّعُورِ عَلَىٰ الْخُدُورِ لَا طَمَاطِ الْوَجُوهِ سَافِرَاتِ  
وَبِالْعَوِيلِ دَاعِيَاتِ وَبَعْدَ الْعَزِّ مَذَلَاتِ "یہ زیار حضرت قائم آل محمد عجل اللہ فرجہم  
کی طرف منسوب ہے۔ اس میں امام معصومؑ اپنے جدا مجد کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔  
آپ کا راہوار تیزی کے ساتھ بھاگا بھاگا دوڑا۔ ہنہناتے اور روتے ہوئے آپ کی  
موت کا قاصد بن کر۔ جب مستورات نے گھوڑے کو پریشان دیکھا اور جھکی ہوئی زین  
پر نظر پڑی تو کھلے ہوئے بالوں کے ساتھ منہ پیٹتی ہوئی باہر نکل آئیں۔ بین اور نوحہ کر  
کے کلیجے ہلا رہی تھیں۔ سیکینہ یتیم ہو گئی سیدانیوں کا آخری سہارا اور یتیموں کا آخری آسرا  
ختم ہو گیا۔ سیدانیاں سر پیٹ رہی تھیں۔ یتیم رو رہے تھے۔ فوج شام میں خوشیاں  
ہورہی تھیں، شادیاں بچ رہے تھے اور بچپن پاک کی روح لاشِ حسینؑ کا طواف کر رہی  
تھیں۔ رسولِ پاک کے گھروں میں ماتم ہو رہا تھا۔

گھوڑا جس کا نام ذوالجناح مشہور ہے۔ اسے مرتجز بھی کہتے ہیں۔ اور بعض کتابوں  
میں اس کا نام "میمون" لکھا گیا ہے۔ اپنے آقا کی شہادت کے بعد زندگی سے دل تنگ  
ہو گیا۔ ابن سعد نے اپنے آدمیوں کے ذریعے پکڑوانے کی کوشش کی مگر وفادار گھوڑے نے  
اپنی زین غیر کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ بعض روایات میں ہے کہ  
چالیس پیادوں اور دس سواروں کو ہلاک کر ڈالا۔ جب خیام میں آیا، اور خیموں کو مردوں

سے خالی پایا۔ آقا کی جدائی اور سیدانہوں کی مصیبت دیکھی تو خیمہ حسینؑ کے سامنے زمین پر ٹکریں مار مار کر روتا تھا۔ اس طرح وفادار راہوار نے اپنے کریم سردار کا زندگی اور موت میں ساتھ دیا۔ بعض روایات میں ہے کہ موت حسینؑ کی خبر خیام میں پہنچا کر آقا کے دائمی فراق کا صدمہ برداشت نہ کر سکا اور اپنے آپ کو دریائے فرات میں ڈال کر غیب میں چلا گیا۔

صحرائے کربلا میں غریب کربلا کی بے سر لاش پڑی ہے۔ بدن کا کوئی حصہ زخموں سے خالی نہیں۔ سیاہ آندھی تھم چکی ہے۔ خون کی بارش رُک گئی ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے تھا۔ تدفین کا انتظام کرتے۔ مگر بے دردی سے شہید کر دینے کو کافی نہ سمجھا۔ آتشِ عناد فرو نہ ہوئی، فرزندِ رسول اور لختِ جگرِ بتولؑ کی لاش پر اُمتِ بے حیا نے لوٹ مچا دی۔ بے وارث سمجھ کر جو بے ادبیاں کیں، بیان کرنے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اور پتھر کا دل بھی رونے پر مجبور ہوتا ہے۔ مجروح بدن پر جو لباس تھا، وہ بھی بے رحمی سے اُتار لیا گیا۔ اسحاق بن جویریہ حضرمی نے قمیض اُتاری۔ بحر بن کعب نے عبا اُتاری۔ اغس بن مرشد آپ کا عمامہ لے گیا۔ تلوار جمع بن فلق ازدی نے لے لی، زرہ جس کا نام بترا تھا خود عمر بن سعد نے حاصل کی، خالد بن اسود ازدی نے نعلین اُتاری۔ ردائے مبارک قیس بن اشعث نے اُتاری۔ ذوالفقار اور خاص انگوٹھی جس پر نقش تھا اور ہر دو تیر کا تِ امامت میں ملی تھیں، آپ نے وداع کے وقت اپنے جانشین پر امام علی زین العابدینؑ کے حوالے کر دی تھی، ایک اور تلوار تھی جو لوٹی گئی، اسی طرح ایک اور انگوٹھی تھی، جسے بجدل بن سلیم کلبی نے ظلم کے ساتھ اُتارا۔ انگوٹھی اُتارنے میں اس ملعون کو دشواری پیش آئی، جلدی کی وجہ سے اس نے مظلوم لاش کے ساتھ بے ادبی کی کہ انگوٹھی کی لالچ میں انگلی کاٹ دی۔

## ذوالجناح کا بعد شہادت خمیہ کی طرف آنا:

جب عصرِ عاشور کو امام حسینؑ ابوالحقوقِ محضی کے زہریلے تیر سے زخمی ہو کر ذوالجناح کی پشت سے زمین پر گرے تو گھوڑے نے امام حسینؑ کے گرد گھومنا شروع کر دیا اور بار بار اپنی لگام کو دانتوں سے پکڑ کر امام کے ہاتھوں پر رکھتا تھا اور چاہتا تھا کہ آقا اٹھ کر پھر پہلے کی طرح سوار ہو جائیں لیکن جب اُس نے دیکھا کہ زخمی امام میں اٹھنے کی اب طاقت باقی نہیں رہی تو خَصَبَ نَاصِيَةً بَدْمَه "گھوڑے نے اپنی پیشانی کو خونِ حسین سے رنگین کر لیا فرسِ رسولؐ جانتا تھا کہ بہنوں اور بیٹیوں کو خبر نہ ہوگی کہ امام شہید ہو گئے کوئی دوسرا موجود نہیں جو خیموں میں شہادتِ امام کی سنائی لے جائے اس لیے میں خود جا کر نبی زاد یوں کو خبر کر دوں کہ امام شہید ہو گئے۔ گھوڑے نے اپنی پیشانی کو خونِ امام سے رنگا اور خمیہ کی طرف چلا۔ اس حال میں کہ اُس کی باگیں کٹی ہوئی تھیں، زین ڈھلا ہوا، پیشانی سے خونِ حسین کے قطرے ٹپکتے ہوئے۔ بار بار ہہمہ اور فریاد کر رہا تھا اور اپنی آواز میں کہتا تھا۔ **الظَلْمِيَّة! الظَلْمِيَّة! الظَلْمِيَّة! الظَلْمِيَّة! من أمة قتلت ابن بنت بيها ظلم وستم!** اس اُمت کا کہ اس نے اپنے نبیؐ کی بیٹی کے فرزند کو شہید کر ڈالا۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ جب سیکنہ نے خالی زین کو دیکھا ہوگا تو دل پر کیا بن گئی ہوگی۔ سیدانیاں ننگے پیر اور ننگے سر دوڑیں، چیختی بیٹی گھوڑے کے سُموں پر گری اور آواز دی ہائے میرے بابا! میں یتیم ہو گئی۔ آپ کدھر چلے گئے؟ اے ذوالجناح تو میرے بابا کو کہاں چھوڑ آیا! مجھے بھی وہیں لے چل جہاں میرے بابا ہیں! ہاشمی سیدانوں نے گھوڑے کے گرد گھومنا شروع کیا اور چیخ چیخ کر رونے لگیں۔ جب امام حسینؑ زخموں سے چور ہو گئے اور سیاہی کے کانتوں کی طرح تیر آپ کے جسمِ اقدس میں پیوست ہو گئے اسی عالم میں صالح بن وہب منرفی نے آپ کی کمر پر نیزے کا وار کیا جس کے

علامہ ابن شہر آشوبؒ نے لکھا ہے کہ ابو مخنف۔ جلودی کے حوالے سے بیان کرتا ہے کہ جب امام حسینؑ زعموں سے چور ہو کر زمین پر گر چکے تو آپ کا گھوڑا (ذوالجناح) آپ کی حفاظت کرنے لگا اور جو سوار بھی قریب آتا تھا وہ اُچھل کر اس پر حملہ کرتا تھا اور اسے زین سے گرا کر اپنی ٹاپوں سے روند ڈالتا تھا یہاں تک کہ اس نے چالیس سواروں کو قتل کر ڈالا۔ پھر وہ امام حسینؑ کے قریب آیا اور امام حسینؑ کے خون میں لوٹنے لگا پھر اُٹھ کر خیام حسینی کی طرف روانہ ہو گیا۔ چیختا جاتا تھا اور اپنے پیروں کو زمین پر بیچ رہا تھا۔

علامہ مجلسیؒ ”بحار الانوار“ میں لکھتے ہیں:-

”بعد شہادت حضرت کا گھوڑا گرفتاری کے خوف سے ہر طرف دوڑتا تھا اور خود کو اشتیاء سے بچاتا تھا اور پیشانی پر امام مظلوم کا خون ملتا تھا اس کے بعد فریاد کنناں جانب خیمہ ہائے حرم محترم دوڑا جب قریب خیمہ پہنچا تو سر اپنا زمین پر پٹکا مخرات عصمت نے جب گھوڑے کو خالی دیکھا ایک کہرام بپا ہوا حضرت اُمّ کلثومؑ سر پیٹ کر فریاد کرتی تھیں۔ واما محمدہ و اجداہ و اثاہ و ابالقاسمہ و اعلیاہ و اجعفرہ و احزناہ و احسنہ یہ حسینؑ فرزند دلہند مصطفیٰؐ سر بریدہ خاک و خون میں غلطاں بے عمامہ و رد اصحرائے کربلا میں پڑا ہے۔ اسی طرح نوحد و ندبہ کرتی ہوئی بیہوش ہو گئیں۔

در خیمہ پر ذوالجناح کی آمد:

اُس وقت خیمے پر گھوڑا اسی حالت میں پہنچا۔ گھوڑے کا یہ حال دیکھ کر سیدانہوں میں کہرام مچ گیا۔ زمین جھکا ہوا، باگیں کٹی ہوئی، منہ خون حسینؑ سے رنگیں۔ سیکتہ دوڑیں اور فریاد کی: واقتیلاہ! واقتیلاہ! واحسیناہ! واحسیناہ! واغربتاہ! وابعث سفراہ! واطول کربتاہ! هذا الحسین بالعرء مسلوب العمامة والرواء! ہائے میرے شہید! ہائے میرے بابا! ہائے حسین! ہائے حسین۔ ہائے ہماری غربت و نیکی! ہائے ہماری مسافرت و الوداع! ہائے ہماری

مصیبت! ہائے میرے بابا حسینؑ کی لاش صحرا میں پڑی ہوئی ہے! ہائے میرے بابا کا  
عمامہ اور لباس تک لوٹ لیا گیا

عبداللہ بن قیس کہتا ہے کہ میں نے گھوڑے کو دیکھا کہ وہ خیمہ حسینی سے واپس ہو کر  
نہر فرات کی طرف چلا گیا اور وہاں پہنچ کر فرات میں اپنے کو روپوش کر دیا۔ بتایا گیا ہے  
کہ اب وہ حضرت امام زمانہ علیہ السلام کے ظہور کے وقت ظاہر ہوگا۔

(منقول زئمرات الاعواد ج اول ص ۲۰۷۔ ناسخ جلد ۶ ص ۳۰۸/۳۰۷)

امام زمانہ علیہ السلام کے ارشادات کے تذکرے میں یہ ارشاد ہوا ہے: **فَلَمَّا**  
**رَأَى النِّسَاءَ جَدَّ أَوَّلَ فَخْرٍ يَنَا وَنَظَرَ مَرَجًا عَلَيْهِ مَلُوتًا بَرَزًا مِنْ**  
**الْخُدُورِ نَاشِرَاتِ الشُّعُورِ**

اے میرے جدِ مظلوم! جب آپ کے اہل حرم کی نظر پڑی آپ کے گھوڑے پر جس  
کی لشکر یزید نے بڑی توہین کی تھی اور ان سیدانیوں نے دیکھا کہ زین ایک طرف جھکا  
ہوا ہے (اور اس کی پشت سوار سے خالی ہو چکی ہے) تو یہ دیکھ کر وہ سب کی سب اپنے  
سر کے بال کھولے ہوئے خیموں سے باہر نکل آئیں۔

اب ہم ناسخ جلد ۶ کی طرف پھر رجوع کرتے ہیں الغرض امام حسینؑ کا اسپ  
وفادار خیمہ اقدس پر پہنچا..... باگیں کٹی ہوئی، زین ایک طرف کو جھکا ہوا، منہ خون حسین  
سے رنگین، سیکڑوں تیر کھائے ہوئے، تبرکات سرور کائنات پشت اور گردن سے بندھے  
ہوئے سب سیدانیاں چیخ چیخ کر رونے لگیں۔ امام عالی مقام کی بہنیں اور بیٹیاں ننگے  
سر درخیمہ پر آگئیں۔ سکیڑے نے گھوڑے کے سموں پر اپنے کو گرا دیا اور فریاد کرنے لگیں  
واقتیلاہ! نخ، پھر سکیڑے مڑیں، بہن کی طرف اے فاطمہ! آئیے دیکھئے بابا کا گھوڑا  
واپس آ گیا ہے اور یہ بتا رہا ہے کہ ہمارے بابا شہید ہو گئے۔ اے موت کیا میرے بابا کا  
کوئی فدیہ ممکن نہ تھا۔ تو نے میرے بابا کو مجھ سے چھین لیا۔ سکیڑے کی فریاد سنتے ہی حضرت

اُمّ کلثومؓ نے اپنے سر سے چادر پھینک دی اور سر پیٹنے لگیں چاروں طرف سے سیدانیوں نے گھوڑے کو گھیر لیا۔ کوئی سیدانی پچھاڑیں کھا رہی تھی، کوئی گھوڑے کے صدقے ہو رہی تھی۔ کوئی سُموں کے بوسے لیتی تھی اور کوئی اُس کے چہرے کو چومتی تھی۔ حسینؑ کی سواری کا گھوڑا ”ذوالجناح“ بغیر سوار کے تھا۔ امام حسینؑ کا سر اقدس کٹ چکا تھا۔ ان سیدانیوں کا اب سوائے بیمار کر بلا کے اور کوئی مردوں میں سر پرست باقی نہ تھا۔

حضرت امیر المومنینؑ نے جنگِ صفین میں فرمایا تھا:-

وَأَلِدِي هَذَا يَقْتُلُ بِكَرْبَلَاءَ عَطَشًا فَنانِ يَنْفِرُ يَرْسُخُونَ  
يَحْمَجًا. وَيَقُولُ فِي حَمَخَتِهِ الظُّلْمِيَّةِ الظُّلْمِيَّةِ ؟ أُمَّةٌ  
قَتَلَتْ ؟؟؟؟ الْقُرْآنَ الَّذِي جَارِيَهُ الْمَنِيْمُ.

یہ میرا فرزند حسینؑ کر بلا میں پیاسا شہید ہوگا اور اس کا گھوڑا وحشی جانوروں کی طرح بھاگنے لگے گا اور چیخنا شروع کر دے گا اور اُس ہمچے میں کہے گا۔ ہائے یہ ظلم و ستم! اس اُمت کے ہاتھ سے جس نے اپنے پیغمبرؐ کے نواسے کو قتل کر ڈالا درآں حالیکہ وہ اُمتِ قرآنِ کریم کی تلاوت کرتی ہے جو وہ پیغمبرؐ ان کی ہدایت کے لیے لایا تھا یہ کہہ کر حضرت امیر المومنینؑ نے یہ اشعار بھی بار بار پڑھے تھے جن کا پہلا مصرع یہ تھا۔

أَرَى الْحُسَيْنِ قَتِيلًا قَبْلَ مَضْرَعِهِ

میں اپنے فرزند حسینؑ کو ابھی سے اس کی شہادت سے قبل شہید دیکھ رہا ہوں۔

خلاصہ شمرات الامواد ج اول از ص ۲۰۱ تا آخر کتاب: قَالَ الرَّاوى وَخَرَجَ ثَلَاثًا كَيْدِهِ مَعَ التَّهْمِ... الخ (ترجمہ) راوی بیان کرتا ہے کہ جو تین بھال کا زہر بلا تیر ابوالمحوق جعفی نے امام حسین علیہ السلام کے قلب اقدس پر مارا تھا جس کا واقعہ یہ ہے۔ جب امام عالی مقام پر چاروں طرف سے تلواریں، نیزے اور تیر پڑ رہے تھے

اور سر سے پیروں تک فرزندِ فاطمہ زخموں سے چُور چُور ہو چکا تھے اس وقت کسی شقی نے جبین مبارک پر ایک پتھر مارا جس سے سراطہر شگافہ ہو گیا اور چہرہ انور اور ریش مقدس پر خون بہنے لگا تو آپ نے فوراً زرہ ہٹا کر اس کے نیچے سے قمیص کا دامن نکالا اور چہرے کا خون پونچھنا شروع کر دیا۔ اس طرح کرنے سے آپ کا سینہ اقدس کھل گیا۔ اُدھر ابوالحوق جعفی ملعون دور سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا بس فوراً اُس شقی نے ایک تین بھال کا زہریلا تیر چلہ کمان میں جوڑا اور امام کے قلب کو نشانہ بنا دیا۔ تیر امام حسینؑ کے قلبِ مطہر میں اتر گیا اور ساتھ ہی آپ نے آسمان کی طرف سر بلند کر کے درگاہِ خداوندی میں عرض کی۔ خداوند! تو خوب واقف ہے کہ یہ ظالم لوگ ایسے شخص کو قتل کر رہے ہیں جس کے علاوہ اس وقت پوری زمین پر کوئی دوسرا تیرے رسولؐ کا نواسہ نہیں ہے۔ اس کے بعد امام نے اس تیر کو قلبِ اقدس سے نکالنے کی کوشش فرمائی مگر وہ نہ نکل سکا آخر آپ نے گھوڑے کے زین کے اگلے حصے پر تیر کے آخری سرے کو رکھا اور جھک کر خوب زور سے دبا یا اور تیر کے پھل کو پشت کی طرف سے کھینچا۔ آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلَىٰ مِلَّةِ جَدِّي رَسُولِ اللّٰهِ۔ اس کے بعد تیر نکل تو گیا پشت کی طرف سے مگر نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کے قلبِ اقدس کے تین حصوں میں سے دو حصے تیر کے ساتھ ہی باہر آگئے جس کے بعد امام عالی مقام پشتِ ذوالجناح سے زمین پر تشریف لے آئے۔ بس یہ دیکھتے ہی ذوالجناح نے زخمی امام عالی مقام کے گرد گھومنا شروع کر دیا اور پھر اپنی لگام اپنے ہی دانتوں سے پکڑ کر بار بار اس کی کوشش کی کہ اُسے امام علیہ السلام کے دستِ مبارک میں دے دے تاکہ وہ کھڑے ہو کر پھر اُس کی پشت پر سوار ہو جائیں۔ جب اس اسپِ رسول اللہ نے دیکھا کہ اب امام میں اٹھنے کی قوت و طاقت باقی نہیں رہی تو پھر اس نے خونِ حسینؑ میں اپنی پیشانی رنگنا شروع کر دی اور اس طرح سر اور پیشانی کو خونِ امام میں خوب رنگ کر خیمہ جبینی کا رخ کیا

تا کہ مخدّرات عصمت کو خبردار کر دے کہ اُن کا وارث اور آقا شہید ہو گیا۔ گھوڑا منہ پر خونِ حسین ملے ہوئے قتل گاہ سے خیمے کی طرف آ رہا ہے اور اپنے ہمہم (فریاد) میں کہتا جاتا تھا "الظَّالِمَةُ الظَّالِمَةُ، الْهَفِيمَةُ الْهَفِيمَةُ مِنْ أُمَّةٍ قَتَلَتْ ابْنَ بَنَتِ نَبِيِّهَا (الظَّالِمَةُ۔ وہ چیز جو ظلم و ستم کے ساتھ چھین لی جائے) الْهَفِيمَةُ۔ ظلم (المنجذ) ہائے اس امت کا ظلم و ستم جس نے اپنے نبی کے فرزند کو شہید کر ڈالا! گھوڑے کا یہ عالم دیکھ کر تمام ہاشمی سیدانیاں ذوالجناح کے صدقے ہونے لگیں اور چیخ چیخ کر رونے لگیں۔ حضرت زینبؓ نے فریاد کی... اے میرے بھائی کے گھوڑے! میرا بھائی کہاں گیا۔ اے ذوالجناح میرا وہ بھائی کہاں ہے جو میری زندگی کا سہارا اور میرے سر پر سایہ فگن تھا! (ثمرات الاعواد ج اول ص ۲۰۱)

دوسری روایت میں ہے: ابو مخنف کہتا ہے: اِنَّ فَرَسَ الْحُسَيْنِ..... الخ (ترجمہ) جب امام عالی مقام گھوڑے سے زمین پر تشریف لاکچے تو وہ گھوڑا اس ہنگامے میں ادھر ادھر گھبرا کر دوڑ رہا تھا اور فریاد کر رہا تھا اور ایک ایک لاش کے قریب جاتا تھا یہاں تک کہ امام کی لاش اقدس کے قریب آیا اور ٹھہر گیا۔ اس کے بعد اپنی پیشانی کو خونِ حسین میں ڈبونے لگا اور اپنی اگلی ٹانگوں سے زمین کو ٹونٹے لگا اور اس قدر زور سے چیخنے لگا کہ پورا صحرا اُس کی آواز سے گونج اٹھا۔ یہ دیکھ کر ابنِ سعد کی فوج حیرت زدہ ہو گئی۔ جب عمر بن سعد نے گھوڑے کا یہ حال دیکھا تو فوج سے کہنے لگا۔ تمہارا بُرا حال ہو۔ اس گھوڑے کو میرے پاس لے آؤ کیونکہ یہ رسول اللہ کے بہترین گھوڑوں میں سے ہے۔ ابنِ سعد کا یہ حکم سن کر لوگ گھوڑے کے پیچھے دوڑے مگر جب اُس نے دیکھا کہ فوجی میرے پیچھے آرہے ہیں تو اُس نے زمین کو اپنی چاروں ٹانگوں سے کوٹنا شروع کر دیا اور کسی کو بھی اپنے نزدیک آنے نہ دیا اور ساتھ ہی لشکریوں کی ایک کثیر تعداد کو موت کے گھاٹ اُتار دیا اور بڑے بڑے بہادر شہسواروں کو اُن کے



گھوڑوں کی پشتوں پر سے اپنے دانتوں میں پکڑ کر گھسیٹ لیا اور ٹاپوں سے روند ڈالا۔ یہ دیکھ کر پھر کسی کی بھی ہمت نہ ہوئی کہ وہ ذوالجناح کے قریب آسکے۔ اُدھر عمر بن سعد نے آواز دی کہ گھوڑے کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے اور سب دیکھتے رہیں کہ وہ کیا کرتا ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ لوگ اس کے پاس سے دور چلے گئے تو وہ لاشِ امام حسینؑ کے نزدیک آیا اور خونِ امام میں اپنی پیشانی کو رنگنے لگا اور اس طرح روتا تھا جیسے وہ بوڑھی ماں روتی ہے جس کا جوان بیٹا مر گیا ہو۔ پھر اس کے بعد اس نے خیمہ گاہِ حسینی کا رخ کیا۔ جناب زینبؑ نے جب گھوڑے کی آواز سنی تو دوڑ کر سکیٹنے کے پاس آگئیں اور فرمایا کہ بیٹی! شاید تمہارے بابا میدان سے واپس آگئے اور تمہارے لیے پانی لے آئے! بابا کا نام سننا تھا کہ سکیٹے خوش ہو کر خیمے کے باہر کی طرف دوڑیں تو کیسا حشر کا سامان نظر آیا۔ گھوڑا تو تھا مگر سوار نہ تھا۔ گھوڑا اکیلا تھا اور زین خالی۔ بس یہ دیکھنا تھا کہ حسین کی چیمٹی بیٹی سکیٹنے نے اپنی چادر سر سے پھینک کر آہ و بکا شروع کی اور رو کر فریاد کرنے لگیں۔ ہائے میرے بابا! واحسیناء، واقتیلاہ! ہائے ہماری غربت و مسافرت! ہائے دوری وطن! ہائے ہماری مصیبت! میرے بابا حسینؑ صحرا میں جلتی زمین پر پڑے ہوئے ہیں اور اشقیائے اُمت اُن کا عمامہ اور رداسب کچھ لوٹ لے گئے اور انگوٹھی اور نعلین تک کو نہ چھوڑا۔ ہائے میری جان فدا ہو اس شہید پر جس کا سر اقدس تو کسی زمین پر ہے اور تنِ اطہر کسی زمین پر پڑا ہوا ہے۔ میری جان نثار ہو اُس مرنے والے پر جس کا سرتین دن کی بھوک اور پیاس میں کاٹا گیا۔ اُس پر صدقے ہو جاؤں جس کے اہل حرم کو لوگوں نے ذلیل کیا اور ان کی حرمت و عزت کا کوئی خیال نہ کیا۔ ہائے میں فدا ہو جاؤں اس شہید پر جس کا چھوٹا سا لشکر پیر کے روز دنیا سے گزر گیا اور شہید ہو گیا۔ اس کے بعد چیخ چیخ کر فریاد کرنے لگیں اور یہ اشعار پڑھے۔

(ترجمہ) ”آج فخر و عزت اور جود و سخا کی موت آگئی ہے اور حرمِ رسولؐ اور حرم

خدا اور آسمان کے تمام کنارے غبار آلود ہیں۔ آسمان کے دروازے اللہ نے بند کر دیئے ہیں اب کوئی دعا آسمان کی طرف بلند نہ ہوگی کہ لوگوں کے کرب و غم دور ہو سکیں۔“

”اے میری بہن اٹھیے اور دیکھئے! بابا کا گھوڑا آیا ہے اور آپ کو بابا کی سنانی سنا رہا ہے کہ ہمارے بابا حسین قتل ہو گئے اور سارا عالم میری نگاہوں میں تاریک ہو گیا! اے موت کیا تو عوض قبول نہیں کرتی۔ کیا تو کوئی صدقہ فدیہ نہیں لیتی! مطلب یہ تھا کہ بابا کے بدلے بیٹی کو موت آجاتی۔۔۔ میرے پروردگار ان فاسقوں اور ظالموں سے میرا انتقام لے۔“

منتخب طُرُحِی وغیرہ میں ہے کہ جب ذوالجناح درخیمہ پر آیا تو جناب زینبؓ خیمے سے بے تاب ہو کر باہر آئیں اور ان کے ساتھ سب بچے اور تمام عورتیں تھیں۔ گھوڑے پر آپ کی نظر جو پڑی تو آپ نے چیخیں مار کر فریاد کرنا شروع کی۔ **وَ اَخَاهُ! وَ اَسَیْدَاهُ!**

روتے روتے غش کھا کر گر پڑیں اور شاہزادی سکینہ نے اپنے کو گھوڑے کے شموں پر گرا دیا اور فریاد کرنے لگیں **وَ اَسَیْدَاهُ! اب تمہیں اور بیواؤں کی کون سر پرستی کرے گا۔ وَ اَسَیْدَاهُ! اب آپ کے بعد ہمارا کوئی سہارا نہیں رہا۔**

بس اس کے بعد ہی خیام حسینی میں آگ لگائی گئی اور فوجی خیموں کو لوٹنے لگے۔

ذوالجناح کا یہ معمول تھا کہ جب امام حسین کی سواری در دولت پر لاتا تھا تو آواز دیتا تھا اور اُس کے اس دستور سے سب بیبیاں واقف تھیں۔ غرض جب جناب زینبؓ نے گھوڑے کی آواز سنی تو سکینہ کو آواز دی کہ اے نورِ نظر! درخیمہ پر گھوڑا تمہارے بابا کی سواری کا بول رہا ہے۔ شاید میرے بھائی حسین آئے ہیں اور یقین ہے کہ تمہارے لیے پانی لائے ہوں گے۔ یہ سنتے ہی وہ صاحبزادی دوڑ کر درخیمہ پر آئی تو دیکھا کہ زین خالی ہے، باگیں کٹی ہوئی، پیشانی خون حسینؓ سے رنگین۔ اپنے آقا کے غم میں نعرہ مار کر

رور ہا ہے اور زمین پر اپنا سمار رہا ہے۔ یہ دیکھتے ہی حضرت سکینہؓ کہنے لگیں۔ اے پھوپھی اماں پانی کہاں! میرے بابا شہید ہو گئے۔ یہ سنتے ہی حضرت زینبؓ اور تمام بیبیاں اور سب بچے اپنے منہ غم سے پیٹنے لگے اور گریبان چاک کر ڈالے اور سب نے گھوڑے کے گرد حلقہ کر لیا۔ کسی نے اُس کی گردن میں بانہیں ڈال دیں، کسی نے رکاب کے بوسے لئے، کسی نے اُس کے منہ پر اپنا منہ رکھا۔ سکینہؓ نے اپنے تئیں گھوڑے کے سُموں پر گرا دیا۔

بعض شاعرانے ان کیفیات کو اشعار میں نظم کیا ہے جن کا حاصل نثر میں یہ ہے۔  
 حضرت زینبؓ گھوڑے کی پیشانی کو چوم کر رونے لگیں اور رور کر پوچھنے لگیں اے میرے بھائی کے اسپ وفادار تو میرے بھائی کو کہاں چھوڑ آیا! ہائے اے ذوالجناح میرا بیباک اور بھوکا ماں جایا کدھر گیا! اے میرے بھائی کے گھوڑے تو زہرا کے لعل کو کہاں چھوڑ کے واپس آ گیا۔ اے ذوالجناح مجھے بتادے کہ میرا بھائی زندہ ہے یا نہیں! اے اسپ وفادار تو سکینہؓ کے آنسوؤں کو دیکھ رہا ہے۔ یہ بچی اپنے بابا کو یاد کر رہی ہے۔ اسے اپنی پشت پر بٹھا کر اس کے باپ تک پہنچا دے تاکہ اس بچی کو تسکین ہو جائے۔ اُدھر گھوڑا درخیمہ پر زمین سے سرٹکرانے لگا۔ پیشانی سے خون حسینؓ کی بوندیں گر رہی تھیں اور الظلمیۃ الظلمیۃ کی فریاد کرتا ہوا بتار ہا تھا کہ میرا سوار شہید ہو گیا۔ بی بی سکینہؓ ہتھیں کس کے پاس لے جاؤں۔ بابا قتل ہو چکے اور پھر زبان حال سے کہنے لگا۔ شاہزادی زینبؓ آپ کے بھائی کو جب غش آنے لگا تو مجھے اشارہ کیا کہ میں زمین پر اپنے گھٹنے ٹیک دوں۔ ادھر میں زمین کی طرف جھکا اور ادھر سردارِ جوانانِ جنت میری پشت پر سے زمین پر گرے۔ آقا کے ہاتھوں سے میری لجام چھوٹ گئی۔ ہائے کوئی نہ تھا اُس وقت کہ میرے آقا کا ہاتھ تھام لیتا اور تو وہاں کوئی نہ تھا مگر میرا دل کہتا ہے کہ حسینؓ کے نانا محمد مصطفیٰؐ اور بابا علیؑ مرتضیٰؑ اور ماں فاطمہؑ زہرا اور بھائی حسنؑ مجتبیٰؑ ضرور آئے

ہو گے اور حسینؑ کو سہارا دیا ہوگا۔ گھوڑے نے زبانِ حال سے بتایا ہوگا کہ بی بی میرے آقا نے کس کس کو آواز دی تھی۔ کبھی نانا کو پکارا کبھی بابا کو پکارا کبھی عباسؑ با وفا کو آواز دی اور شاید گھوڑے نے یہ بھی بتایا ہو کہ بی بی زینبؑ آپ کے بھائی کو آخری وقت کسی نے پانی نہیں دیا اور پیاسا ہی ذبح کر ڈالا۔

گھوڑے نے یہ بھی زبانِ حال سے کہا ہوگا۔ حسینؑ نے آخری وقت تک بہنوں اور بیٹیوں خصوصاً سکینہؑ کو بہت یاد کیا تھا اور برابر خیمے کی طرف آقا کی نظریں لگی رہیں۔

### مقتل سے ذوالجناح کا درخیمہ اہل بیتؑ پر پہنچنا:

علامہ صدرالدین قزوینی ”ریاض القدس“ میں لکھتے ہیں:

جب ذوالجناح ملائین کو ختم کر چکا تو لشکرِ عمر بن سعد نے ہجوم کیا۔ ذوالجناح نے صبحہ کیا اور ٹاپوں سے خاک اڑاتا ہوا خیمہ اہل حرم کا رخ کیا۔ چنانچہ۔

صاحبِ ریاض لکھتے ہیں کہ جب ذوالجناح نے یہ دیکھا کہ لشکرِ عمر ابن سعد کا امام مظلوم پر ہجوم ہو رہا ہے اور ملائین آپ کے قتل پر آمادہ ہیں بس ذوالجناح خیمہ کی طرف روانہ ہوا کہ خبر کرے۔ بروایت مناقب ذوالجناح کی یہ حالت تھی کہ خونِ امام مظلوم سے اس کے یال رنگین تھے، باگیں کٹی ہوئی تھیں، زینِ خالی تھا، رکابیں ڈھلی ہوئی تھیں۔ درخیمہ پر پہنچ کر اس نے صبحہ کیا۔ اہل حرم درخیمہ پر آئے خالی گھوڑا دیکھ کر وحسینا و مظلوما کی صدائیں بلند ہوئیں، ذوالجناح بھی زخمی تھا خون کے قطرے اس کے جسم سے ٹپک رہے تھے۔ سکینہؑ خاتون ذوالجناح کے قدموں سے لپٹی ہوئی کہہ رہی تھیں ذوالجناح میرے بابا کو کیا کیا۔ اُمّ کلثومؑ کہہ رہی تھیں ذوالجناح جب تو گیا تھا تو تیرا راکب ”حسینؑ“ موجود تھے تو خالی واپس آیا ہے کیا حسینؑ مارے گئے کیا، اماں زہراؑ کا گھر اجڑ گیا، کیا فاطمہؑ زہراؑ کا دودھ خون ہو کر بہ گیا۔ ذوالجناح اس وقت صبحہ کر رہا تھا۔ سموں کو زمین پر مار رہا تھا اور سر سے اشارہ کر رہا تھا کہ حسینؑ میدان میں رہ گئے

میں بے سوار ہو گیا، اہل حرم سمجھ گئے کہ حسینؑ مظلوم پر کوئی تازہ بلا آئی ہے۔

### الشیخ الدر مکی

فحین ابصرته النسوان مختضبا خرجن کل امانی لذللیل ختبر  
کل تقول فجعلنا بالذی فجعت به البتول وما تتنا المقادیر  
وعند ذلك زلزلن وولولن ولطنن حدودهن ومزقن حبوبهن  
ویرزن خاسرات حافینات والوجوه کاشفات والروس مکشوفات  
والشعور منشورات والدموع منشورات والصدور مجذوشات  
والقلوب ملهوفات۔

یعنی کہ مخدرات حضرات اور امام حسینؑ کی دختران نے جب ذوالجناح کو اس حالت میں دیکھا تو خیمے سے سب باہر نکل آئیں اور زلزلہ و ولولہ پیدا ہو گیا۔ اہل حرم منہ پر طمانچہ لگا رہے تھے، فریاد و آہ کا غل تھا یہ بیاں سر و پا برہنہ سینہ کو بی کر رہی تھیں، آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ وا اما ما، واسیدا کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں درمیان میں ذوالجناح تھا اور اہل حرم حلقہ بنائے ہوئے تھے۔ تمام مخدرات کہ جن کی تعداد چونسٹھ<sup>۶۲</sup> تھی ذوالجناح کے گرد جمع تھیں (یہ پہلا جلوس ذوالجناح تھا کہ جس کی رسم خود ذوالجناح نے ڈالی ہے اور اہل حرم ماتم کناس تھے) اور ذوالجناح بھی اہل حرم کے ساتھ گریہ کناس تھا۔ اگر اس حیوان باوفا کا تقابل شہدائے کربلا سے کیا جائے اور اس چیز سے قطع نظر کر لی جائے کہ یہ حیوان مطلق ہے مگر اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ذوالجناح عارف امام حسین علیہ السلام تھا۔ عارف رسول خدا تھا کیونکہ آنحضرتؐ کا نجات کی ہر شے پر رسول ہیں ذوالجناح نے اشارہ کیا کہ میدان میں حسینؑ کو چھوڑ آیا ہوں۔ ثم یرجع الی المعرکة بانزحل والوضوء تبعته خواتین النساء و زمرة الاماء ولم یبق بالفسطاط غیر الامام زین العابدین

فسی حنین وانین۔ یعنی کہ ذوالجناح نے میدانِ کارخ کیا اور تمام مخدّرات و اہل حرم ذوالجناح کے عقب میں چل رہے تھے سوائے سید سجاد کے خمیے میں کوئی نہ تھا۔ جب یہ ماتم کناں قافلہ مقتل میں پہنچا عورتوں نے دیکھا کہ ظالم سر جدا کر رہا ہے اور سینہ اقدس پر اپنا موزہ رکھے ہوئے ہے جب جنابِ زینبؑ نے دیکھا تو واحسیناہ کی صدابندگی۔ وہ ظالم شرمیلعون تھا کہ جس نے خنجر سے امام حسینؑ کو ذبح کیا۔

حضرت امام عصر علیہ السلام نے ”زیارتِ ناحیہ“ میں اپنے جدِ نامد ار سید الشہد اعلیہ السلام کو مخاطب کر کے اس طرح مصائب بیان کئے ہیں۔

قد عجبت من صبرك ملائكة السموات فاحدقوا بك من كل الجهات واثحتوك بالجراح وحالوا بينك وبين الروح ولم يبق لك ناصر وانت محتسب صابر تذب عن نسوتك واوهدك حتى نكسوك عن جوارك فهويت الى الارض صريعا جريحا تطوك الخيول بجوا فرها وتعلوك الطغاة بتواترهما قدر شح الموت جيبتك واختلف بالانقباض والانبساط شمالك وميمتك قدیر طرفا رجعلنا الى رحلك وبيتك وقد شغلت بنفسك عن ولدك واهاليك واسرع فرسك شاردا الى خيامك قاصدا مهمماً باکيا فلما راين النساء جوارك مخن يا ونظرن سرجك عليه ملوبا برزن من الحذور ناشرات الشعور على الحذور ولاطعات الوجود سافرات وبالعويل را عيات وبعد العزمذلللات وابی مصرعك مبارزات والشمر لعنه جالس على صدرک (ماخوذ از زیارتِ ناحیہ مقدسه)

امام العصر علیہ السلام نے ذوالجناح کے مقتل سے درخيام اہل بیت پر پہنچنے کی وضاحت فرمائی ہے۔ پہلی مرتبہ ذوالجناح اس وقت درخيام پر آیا ہے کہ جب حضرت

امام حسین علیہ السلام زخمی حالت میں گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں۔

ذوالجناح نے خبر دی اور اہل حرم کو اپنے ساتھ مقتل میں اس جگہ لے گیا کہ جہاں عالی مقام ریگ گرم پر پڑے ہوئے تھے دوسری مرتبہ ذوالجناح درخیاں پر اس وقت آیا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہو چکے تھے۔ جب اہل حرم مقتل میں پہنچے ہیں تو نہ معلوم کس حالت میں امام حسینؑ کو دیکھا ہوگا۔

ارباب بصیرت پر یہ امر مخفی نہ ہوگا کہ جب فرزندِ فاطمہ زہراؑ گھوڑے پر جھک گئے اور زمین پر گرے تو علی حدة الایمن یا علی حدة الاسیر یا علی شبیہة السجود یعنی کہ یادائیں بل یا بائیں بل یا سجدے کی صورت میں زمین پر گرے ہیں اس وقت ذوالجناح امام حسینؑ کے گرد گھوم رہا تھا اور دشمنوں کو نزدیک آنے سے روک رہا تھا۔

ابن طاووس کہتے ہیں :-

فوقف يستريح ساعة وقد ضعف عن القتال فابینهما هو واقف  
اذاتاه حجر فوقع فی جھمة۔

یعنی کہ امام مظلوم قدرے سکون کے بعد کھڑے ہوئے لیکن بوجہ ضعف جنگ پر قادر نہ تھے۔ دشمنوں نے دیکھا کہ حسینؑ ابھی زندہ ہیں ایک ظالم نے آپ کو پتھر کا نشانہ بنایا جو آپ کی پیشانی مبارک پر لگا۔

خزانہ آیات الہیہ یعنی پیشانی مبارکہ پر سجدہ معبود کے نشان پر پتھر لگا اور رواق سر چاروں طرف سے شکستہ ہو گیا۔ خون جاری ہو گیا۔ خون پاک کرنا چاہا مگر پیشانی سے خون صاف نہ کر سکے کہ واحسرتا ایک تیرسہ شعبہ لشکرِ باطل کی طرف سے آیا اور وہ تیر امام حسینؑ کے سینہ مبارک پر لگا اور دل سے گزرتا ہوا پشت مبارک سے نکل گیا۔ امام مظلوم نے اس وقت فرمایا بسم اللہ وباللہ وفی سبیل اللہ۔ تیرسہ شعبہ یعنی

تین پھال کا تیر یعنی کہ پیکان۔ پیکان اگر چہ تیر کو بھی کہتے ہیں اصل اس سے مراد برچھی، یہ بھی تین پھال کی ہوتی ہے جو تیر کے سرے پر لگی ہوتی ہے۔ اس تیر کو نصل اور معلبہ کہتے ہیں۔ نصل سے نیزے کی پھال مراد ہے اور اگر پیکان بڑی اور چوڑی ہو تو اسے معبل کہتے ہیں اور فارسی زبان میں پیکان کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں ایک صورت مسحاۃ یعنی بیچلہ دوسری صورت میزاب ہے یعنی کہ پرنا لہ اسی کو ناک کہتے ہیں اور ایک قسم سہ نیزہ یعنی تین نیزے اوپر سے الگ الگ اور بانس ایک ہوتا ہے اور اس کی بھی دو صورتیں ہیں ایک دو پھل والی دوسری تین پھل والی ہوتی ہے اے شیعہ آل محمدؑ کہ جو تیر امام مظلوم کے سینہ پر لگا وہ پیکان تھا۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ اس وقت امام مظلوم کی کیا حالت ہوگی۔

صاحب ”ریاض“ فرماتے ہیں کہ وہ تیر سینے کو توڑتا ہوا پشت کی طرف نکل آیا تھا۔ اہل خبر کی ایک جماعت نے لکھا ہے کہ اس تیر سے دل بھی زخمی ہو گیا تھا۔ زیارت امام حسینؑ میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ السلام علی المقتولع الوتین۔ وتین دل کی ایک رگ کا نام ہے جو اس تیر سے قطع ہو گئی تھی اور آپ گھوڑے پر سواری کے قابل نہیں رہے تھے۔ شیخ جعفر شوستری امام حسینؑ کی اس حالت کو بیمار و ناتواں کی نماز پڑھنے کی صورت سے تشبیہ دیتے ہیں کہ امام عالی مقام نے اس وقت مثل بیماروں کے وضو فرمایا اور نماز بھی بیٹھ کر پڑھی۔ آپؑ کے وضو کرنے کے متعلق فرمایا ہے کہ وضو خون دل سے کیا۔ کیونکہ جب امام مظلوم نے تیر سہ شعبہ سینے سے کھینچا ہے تو خون جاری ہوا اور حضرت مشغول بہ وضو ہوئے۔

فوضع یدہ علی الجرح فلما امثلات بطخ بہا راسہ ولحیہ کہ آپ نے خون دل سے چٹو بھرا اور اپنے چہرہ مبارکہ پر ملا۔ گویا وضو فرمایا اور بعد نماز ادا کی۔ آپ نے نماز بیٹھ کر پڑھی بعد نماز سجود ادا کیا۔ دوسری رکعت بھی بیٹھ کر ادا کی۔



مرحوم سید فرماتے ہیں کہ فجعل ینو و یکبو۔ یعنی کہ اس سے مراد ہے کہ بیٹھنے کی حالت میں رکوع و سجود ادا کیا اور پھر بعد نماز سجدہ شکر ادا کیا لیکن امام مظلوم کا سجدہ شکر کی حالت میں رکوع اس وقت یہ عالم تھا کہ علی خدہ الایمن و گاہی علی خدہ الایسبہ۔ یعنی کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب رخسار مبارک خاک پر رکھتے تھے آپ اسی حالت میں تھے کہ شمر ولد الحرام آیا اور اُس نے خنجر بکف سینہ اقدس پر موزہ سمت قدم رکھا اور سر امام حسینؑ جدا کیا۔ الا لعنة الله على القوم الظالمین۔

(ریاض القدس جلد دوم صفحہ ۳۶۲ تا ۳۶۸)

لوط بن یحییٰ نے مقتلِ حسینؑ معروف بہ مقتلِ ابی مخنف مطبوع نجف اشرف صفحہ ۹۳ تا ۹۶ پر محمد باقر بلوبی نے کتاب الوقائع والحوادث جلد دوم مطبوع علمیہ قم ص ۲۳۰ پر لکھا ہے:

”عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ جو لوگ واقعہ کربلا میں موجود تھے انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ امام حسین علیہ السلام کا گھوڑا ہتھناتا تھا اور میدان میں جتنے مقتولین پڑے تھے ان کو یکے بعد دیگرے دیکھتا تھا یہاں تک کہ جسداطیر امام حسینؑ پر جا پہنچا اور اپنی پیشانی حضرت کے خون میں مل کر رنگین کر لی۔ زمین پر ٹاٹاں مارتا تھا اور اس زور سے ہتھناتا تھا کہ تمام میدان گونج اٹھتا۔ یزیدی فوج گھوڑے کی ان باتوں پر حیران تھی۔ جب عمر سعد نے امام حسینؑ کے گھوڑے کو دیکھا تو اپنی فوج کو ڈانٹ کر کہا اسے میرے پاس پکڑ لاؤ۔ یہ رسول اللہ کی سواری کے گھوڑوں میں سے تھا۔ حکم ملتے ہیں اشقیاء اسے پکڑنے کے لیے سوار ہوئے، گھوڑے نے جب تلاش کرنے والوں کی چا پ سنی تو الف ہو کر اور دلتیاں چلا چلا کر اپنے آپ کو بچاتا تھا۔ بہت سے آدمیوں کو تو مار ڈالا اور بہت سے سواروں کو ان کے گھوڑوں پر سے گرا دیا۔ جب کچھ بس نہ چلا تو عمر سعد نے آواز دی کہ اس کو چھوڑ دو دیکھیں تو سہمی وہ آخر کرتا کیا ہے۔ جب گھوڑے کو ان گرفتار کرنے والوں سے امن ملا تو لاشہ امام حسینؑ پر پہنچا اور اپنی پیشانی کو آپ کے

خون میں مس کرنے لگا۔ ہنہناتا جاتا تھا اور زینِ فرزندِ مردہ کی طرح رورور کر آنسو بہاتا تھا۔ اس کے بعد خیمہ گاہ پر پہنچا۔ جب حضرت زینبؓ نے گھوڑے کی آواز سنی تو حضرت سیکینہؓ کے پاس تشریف لائیں اور ارشاد فرمایا کہ سیکینہؓ تمہارے بابا پانی لے کر آئے ہیں۔ حضرت سیکینہؓ بابا اور پانی کا ذکر سن کر خوش دوڑیں تو گھوڑا خالی اور زین بے سوار کے پایا۔ گھوڑے کی گردن کے بال خون میں غرق تھے اور زین ایک طرف جھکا ہوا تھا تو اپنے پردے کا کپڑا پھاڑ کر بین کرنے لگیں ہائے شہید! ہائے بابا جان، ہائے حسینؓ، ہائے اُن کی مسافرت، ان کی دوری۔

سفر پر افسوس ہے ہائے اُن کی تکلیفوں کی زیادتی پر افسوس ہائے یہ حسینؓ اور جنگل میں ان کی چادر اور عمامہ اتار لیا جائے، ان کی انگوٹھی اور نعلین چھین لی جائے میں قربان جاؤں ان کا سر تو ایک زمین پر اور لاشہ دوسری زمین پر پڑا ہوا ہے، قربان جاؤں اس حسینؓ پر کہ جس کا سر شام کو ہدیہ بھیجا جائے گا، میں فدا جاؤں اس ذات پر جس کے اہل حرم دشمنوں میں رہ جائیں، میں صدقے ہو جاؤں اس ذات پر جس کے لشکر کا پیر کے دن خاتمہ ہو گیا پھر آپ دھاڑیں مار کر رونے لگیں۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ اس کے بعد باقی اہل حرم باہر نکل آئے گھوڑے کو خالی اور بے سوار کے پایا تو زرخساروں پر طمانچے مارنے لگے، اور یہ بین کرنے لگے۔ ہائے محمدؐ! ہائے علیؑ! ہائے حسینؓ آج محمدؐ مصطفیٰ نے ہی رحلت فرمائی بس آج علیؑ مرتضیٰ نے شہادت پائی ہے آج فاطمہؑ الزہراءؑ نے اس دنیا سے رحلت کی۔ اہل بیتؑ گھوڑے کے ارد گرد جمع ہوئے تو وہ ایک طرف چلا گیا نالہ و فریاد کرتا تھا اور اس قدر زور سے اپنا سر زمین پر مارا کہ وہیں گر گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ کربلا سے پوشیدہ ہو گیا اس کے بعد کسی کو اس کا علم نہیں ہے۔ عبداللہ بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ گھوڑا خیمے سے لوٹ کر فرات کی طرف چلا اور اپنے آپ کو اس میں گرا دیا نیز یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ یہ گھوڑا حضرت صاحب الزماںؑ کے ساتھ ظاہر

ہوگا۔ محمد باقر ملبوبی نے کتاب الوقائع والحوادث جلد سوم مطبع علمیہ قم ۲۳۵ پر لکھا ہے کہ یہ گھوڑا رسول اکرم کی خاص سخاویوں میں سے تھا۔

”علامہ ابوالفتح اسفرائینی نے نورالعین فی مشہدالحسین مطبوعہ مصر صفحہ ۴۷ و ۴۸ پر امام حسینؑ کے گھوڑے کے متعلق یہ واقعات لکھے ہیں۔“

”پھر حضرت امام حسینؑ کا گھوڑا ہنہناتا ہوا اور مقتولین کے اوپر سے گزرتا ہوا حضرت امام حسینؑ کے جسد اطہر کے قریب آ کر ٹھہر گیا اور آپ کے جسد اطہر کو بغیر سر کے پایا پھر لاشہ امام حسینؑ کے ارد گرد پھرنا شروع کیا اور اپنی پیشانی کو حضرت امام حسینؑ کے خون میں رنگین کرنا شروع کیا۔ جب عمر بن سعد نے اُسے دیکھا اور اپنی فوج سے کہا کہ تمہارے لیے ہلاکت ہو۔ اس گھوڑے کو پکڑ کر میرے پاس لے آؤ، پس چند سوار اس کے پیچھے دوڑے وہ گھوڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اچھے گھوڑوں میں سے تھا اور صحیح یہ ہے کہ وہ گھوڑا میمون تھا جب میمون نے دیکھا کہ فوج مخالف کے سپاہی اسے پکڑنے کے لیے اُس کا تعاقب کر رہے ہیں تو اُس نے مدافعت کرنا شروع کی اور اپنے منہ اور سہموں سے مارتا تھا یہاں تک کہ اُن لوگوں میں سے چھبیس سوار اور نو گھوڑے مار دیئے پھر عمر بن سعد چیخا اور کہا تمہارے لیے ہلاکت ہو اس کو رہنے دو تا کہ میں دیکھوں یہ کیا کرتا ہے۔ پھر وہ لوگ اس سے ہٹ گئے۔ جب گھوڑے نے دیکھا کہ لوگ اس کے تعاقب سے باز آ گئے ہیں تو اُسے اطمینان حاصل ہوا اور حضرت امام حسینؑ کے جسد اطہر کے پاس آیا اور اپنے منہ اور آنکھوں سے بوسے دیتا تھا اور ہنہناتا تھا یہاں تک کہ اُس کے ہنہناتے سے فضا بھر جاتی تھی پھر خیام اہل بیت کی طرف روانہ ہوا۔ جب مخدرات نبوت نے اس کی ہنہناہٹ سنی تو بی بی زینبؑ عالیہ نے جناب سیکتہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ پانی آ گیا ہے ادھر چل کر پی لو پھر حضرت سیکتہؑ خیام سے نکلیں تو گھوڑے کی زین کو خالی پایا اور گھوڑا ہنہناتا تھا اور حضرت امام حسینؑ کی

شہادت کی خبر دیتا تھا۔ پھر بی بی سکینہؓ نے رو کر کہا: ہائے شہید! ہائے مسافر! ہائے حسینؑ  
 کہ آپ دشمنوں میں بغیرِ رد اور عمامہ پڑے ہوئے ہیں۔ ان کا بدنِ اطہر زمینِ کربلا  
 میں اس حالت میں پڑا ہے کہ سرِ اقدس کٹا ہوا ہے اور آج اس کے مال و اسباب اور  
 مخدرات پردہ دشمنوں میں موجود ہیں جن کو مصیبت کی آگ نے پناہ دی ہے۔ ہائے  
 مسافر جس کو کسی سے اُمید نہیں ہے اے زخمی بابا! جس کے زخموں کا کوئی علاج نہیں ہے  
 پھر جناب سکینہؓ نے میمون کی طرف منہ پھیرا تو دیکھا کہ گھوڑا رو رہا ہے اور ہنہناتا رہا ہے تو  
 معصومہ نے عربی زبان میں نوحہ پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

اے میمون تم پر افسوس ہے واپس جا کر جلد پیغمبرِ خدا کے نواسے کی جو رشد و ہدایت  
 کے نشان ہیں خبر لا۔

اے میمون! تو ہمیں بتا کہ تُو نے سب پیغمبر کو کہاں چھوڑا اور وہ اس وقت کہاں ہیں  
 جو کہ بہترین خطیب تھے۔ اے میمون! تو نے امام حسینؑ کے ساتھ بے وفائی کی ہے اور نہ  
 ہمارا کوئی کفالت کرنے والا ہے اور نہ ہمیں کوئی سہارا دینے والا ہے۔

اے میمون! تو حضرت امام حسینؑ کو چھوڑ کر ہمارے خیام کی طرف ہنہناتا ہوا آیا ہے۔  
 اے میمون! کیا تو حضرت امام حسینؑ کو شہید کرا کر آیا ہے اور انہیں دشمنوں کے درمیان  
 خاک و خون میں غلٹا چھوڑ آیا ہے۔

اے میمون! تُو نے اپنے آپ کو حضرت امام حسینؑ علیہ السلام پر فدا کیوں نہیں کیا ہے  
 لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر حضرت امام حسینؑ پر نازل ہو چکی ہے۔

اے میمون! کیا تو نے دشمنوں کی دلی خواہش کو ہمارے آقا و سردار کے بارے سے پورا  
 کر دیا اور کیا تو نے آنحضرتؐ کو دشمنوں کے سامنے پتھر پللی زمین پر چھوڑ دیا؟

اے میمون! تو واپس لوٹ جا، تو ہمارے ساتھ خطاب کو طویل نہ کر کیونکہ تو ہماری  
 دوستی کی اُمید رکھ کر نہیں آیا ہے۔

افسوس میری مصیبت پر اے میرے باپ میں آپ کے شہید ہونے سے یتیم ہو گئی اور عزت اور بزرگی کے بعد میں تکلیفوں میں پھنس گئی۔

اے میرے باپ میں آپ کے شہید ہو جانے کے بعد، اشقیاء میں سے کسی کو ہم پر حملہ کرنے والے کو دور کرنے والا نہیں دیکھتی ہوں۔

اے میرے باپ! ہم کس کو اپنا حامی و ناصر سمجھیں کیونکہ آج کے دن میری اُمیدیں ختم ہو گئی ہیں۔

پس جناب سکینہؓ نے ابھی نو حے کے اشعار پورے نہیں کئے تھے کہ سب مخدرات پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں پھر جناب فاطمہ بنت امام حسینؑ روئیں اور کہا ہائے میرے ابا ہائے مسافر! آپ کے بعد آپ کے اہل بیت اور سب مال و اسباب کو لوٹ لیا گیا۔ عبداللہ بن قیس کہتا ہے کہ میں نے گھوڑے کو دیکھا جو مختہ رات سے ہو کر واپس لوٹا اور فوج اشقیاء پر حملہ کر دیا یہاں تک کہ حضرت امام حسینؑ کے جسد اطہر تک جا پہنچا پھر آپ کو الوداع کرنے لگا اور اپنی پیشانی کو آپ کے قدموں پر ملنے لگا اور ہنہناتا ہوا فرات کی طرف روانہ ہوا اور اس میں غائب ہو گیا اس کے بعد اس کی کوئی خبر نہ ملی۔ روایت کی گئی ہے کہ جب امام مہدی علیہ السلام ظہور فرمائیں گے تو یہ گھوڑا بھی ظاہر ہوگا اور امام مہدی علیہ السلام اس پر سوار ہوں گے۔ (جامع التواریخ... جلد دوم)

ذوالجناح کا انجام؟ ذوالجناح اب تک زندہ ہے:

ذوالجناح کے انجام کے سلسلے میں تاریخ میں متضاد بیانات ملتے ہیں لیکن زیادہ تر مورخین کہتے ہیں کہ وہ اب تک زندہ ہے اور امام عصر علیہ السلام کے پاس ہے۔

”ذوالجناح کے بارے میں صاحب ”روضۃ الشهداء“ مملًا واعظا کاشفی لکھتے ہیں کہ اہل بیت کرام نو حہ کر رہے تھے اور ذوالجناح گردن جھکائے رو رہا تھا اور اپنے چہرے کو

امام زین العابدینؑ کے پاؤں پر نکل رہا تھا۔

ابوالموئید خوارزمی روایت کرتے ہیں کہ اس ذوالجناح نے تھوڑی دیر زمین پر سر مارا چیخ چیخ کے روتا تھا اور فریاد کرتا تھا۔ اور ابولمفاخر نے کہا ہے کہ ”ذوالجناح صحرا کی طرف نکل گیا اور کسی شخص کو اس کا کوئی نشان نہ مل سکا“۔

(عزاداری امام حسین از جواد ذوری)

ذوالجناح نہر فرات میں روپوش ہو کر غائب ہو گیا تھا اور اب ظہور امام عصرؑ کے وقت وہ بھی ظاہر ہوگا۔ (ناخ التواریخ جلد ۶ ص ۳۰۸)

علامہ صدر الدین قزوینی ریاض القدس جلد دوم میں لکھتے ہیں:-

صاحب کتاب الریاض فرماتے ہیں کہ ذوالجناح صبحہ کرتا ہوا زمین پر گرا اور اس نے اپنی جان دے دی، محمد ابن ابی طالب کتاب مناقب میں درج کرتے ہیں کہ انہ رمی بنفسہ علی الارض وجعل یصهل ویضرب براسہ علی الارض عند الخیمة روتے روتے وہ سر پٹک پٹک کر خیمہ کے سامنے ہی گر گیا۔ بروایت روضۃ الشہداء ابوالموئید خوارزمی نقل کرتے ہیں کہ بعد شہادت امام حسینؑ ذوالجناح صحرا کی طرف چلا گیا اور کسی کو اس کا نشان نہیں ملا۔

در بندی لکھتے ہیں کہ ذوالجناح پر شہر بانو دختر یزدجرد زوجہ امام حسین علیہ السلام سوار ہوئیں اور ذوالجناح شہر رے (تہران) کی طرف چلا گیا۔ لیکن یہ روایت ضعیف ہے ابی مخنف نے عبد اللہ بن قیس سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے میں نے دیکھا کہ ذوالجناح نے لوگوں کو حضرت امام حسینؑ سے دور کیا۔ خیمہ اہل حرم پر پہنچا اور وہاں سے نہر فرات پر پہنچا اور داخل نہر ہوا اور نہ معلوم کہاں چلا گیا اس کے بعد کی خبر نہیں۔ بعض لوگوں نے تحریر کیا ہے کہ ذوالجناح کربلا سے مدینہ منورہ میں مقابل مسجد نبویؐ لایا گیا اور خبر قتل امام حسینؑ آنحضرتؐ کو پہنچائی۔ اور اب ذوالجناح حضرت قائم آل محمد امام مہدی

علیہ السلام کی خدمت اقدس میں موجود ہے۔ (ریاض القدر، جلد دوم، ص ۲۰۹)

عمادزادہ اصفہانی لکھتے ہیں:-

”بعض لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ذوالجناح نے بعد شہادت امام حسینؑ صحرا کا رخ کر لیا اور پھر کسی نے اس گھوڑے کو نہیں دیکھا، بعض لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اہل حرم کے خیام سے جب ذوالجناح واپس چلا ایک نقاب پوش شخص اس پر سوار ہوا جو اہل بیتؑ کے دشمنوں پر نفرین کر رہا تھا وہ سوار اُسے لے کر چلا گیا، اس کے بعد کسی نے ذوالجناح کو نہیں دیکھا نہ ہی کسی نے سوار کو شناخت کیا“۔ (سیرت امام حسینؑ ص ۱۳۱)

ذوالجناح کا میدانِ حشر میں آنا:

علامہ سید محمد مہدی ”لوانح الاحزان“ جلد اول میں لکھتے ہیں:

انسان پر کیا منحصر ہے۔ قیامت کے دن خداوندِ عادل جانوروں کو بھی محشور کرے گا۔ اور جو ان پر ظلم ہوا ہے خوان انسان کی طرف سے یا کسی حیوان کی طرف سے۔ جیسے کسی حیوان شاخ دار نے حیوان بے شاخ کو مارا ہوگا تو اُس کا بھی انصاف کرے گا۔ اور اُن کو اس کا اجر دے گا۔ جیسا کہ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔ ”وَإِذَا حُرِّشُ حُشْرًا“ اور اُس وقت کو یاد کرو کہ جب جانور بھی محشور کئے جائیں گے۔ جناب شہید ثالث مجالس المتقین میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی چڑیا کو بے وجہ مار ڈالے گا تو وہ چڑیا قیامت کے دن قائمہ عرش سے لپٹ جائے گی اور فریاد کرے گی کہ خداوند! میرے اور اس شخص کے درمیان انصاف فرما کہ اس نے ناحق مجھے ہلاک کیا تھا اور اُس دن خداوندِ عالم ملائکہ کو حکم دے گا کہ اُن گھوڑوں کو جو جہاد میں کفار کے ہاتھ سے زخمی ہوئے ہیں۔ لاؤ۔ پس عجب نہیں کہ پہلے وہ گھوڑے جو کربلا میں زخمی ہوئے اور پٹے گئے ہیں آئیں۔ اور اُن سب کے آگے آگے جناب امام حسینؑ کا گھوڑا ہو۔ کس صورت

سے کہ باگیں کٹی ہوئی۔ زین ڈھلا ہوا، پیشانی خون سے نکلنے، تلوار و اسلحہ سے لہلہا

بدن زخمی۔ سموں سے کنتیوں تک تیروں سے چھنا ہوا۔ اُس کے پیچھے حضرت عباس کا گھوڑا پے کیا ہوا اور اپنے سوار کے خون میں آلود۔ اُس کے بعد حضرت علی اکبر کا گھوڑا سر سے پاتک زخمی۔ اُس کے بعد اور شہدا کے گھوڑے ہوں۔ جن کی زبانیں پیاس کی شدت سے باہر نکلی ہوں۔ یہ سب کے سب حاضر ہوں اور فریاد کریں۔ (اے دادرس۔ اے عادل ہمارے ان لوگوں کے درمیان جنہوں نے ناحق ہم بے زبانوں کو زخمی کیا فیصلہ فرما)۔ (لوائح الاحزان، جلد اول، ص ۳۴۴)

### ذوالجناح روزِ قیامت شفاعت کرے گا:

علامہ صدر الدین قزوینی ”ریاض القدس“ جلد دوم میں لکھتے ہیں:-

روزِ قیامت ذوالجناح محشور ہوگا۔ حالانکہ اور دوسرے حیوانات کا حشر سے تعلق نہیں ہے۔ اگر خدا نے چاہا تو مقامِ شفاعت میں ذوالجناح شفاعت کرے گا۔ خدا اس کی شفاعت بحریت امام حسین قبول کرے گا اور اگر خدا قبول نہ کرے تو منزلتِ امام حسین علیہ السلام جو اللہ کے نزدیک ہے اہل محشر پر کس طرح ظاہر ہوگی ذوالجناح بھی تین دن بھوکا و پیاسا رہا ہے اس کے علاوہ ذوالجناح عارفِ امام حسین علیہ السلام تھا۔ اور فنا فی الامام ہونا گویا فنا فی اللہ ہوتا ہے۔ امام علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنا اعلیٰ درجہ کی معرفت حاصل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ حالانکہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ والمقصد فی حکم زاهق۔ یعنی کہ تقصیر کرنے والے کے اعمال حسنہ باطل ہیں۔ (ریاض القدس، جلد دوم، ص ۳۶۱)

### گھوڑا جنت میں بھی ہوگا:

ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ جنت میں گھوڑا بھی ہوگا کہ وہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تجھ کو گھوڑا پسند



ہے تو یا قوت سُرخ کا گھوڑا تجھے ملے گا کہ جنت میں جہاں تو چاہے تجھ کو لیے ہوئے  
اُڑتا پھرے گا۔ (احیاء علوم الدین، امام غزالی، باب جنت) جلد چہارم صفحہ ۸۷۲)

ذوالجنح جنت میں بھی امام حسینؑ کی سواری میں ہوگا:

دو روز سے تھا راکب و رہوار کو فاقہ      حضرت کو تھا غم گھوڑے کا گھوڑے کو غم آقا  
روتے تھے وفاداری پہ اُس کی شہِ والا      شیئ کا منہ دیکھ کے رو دیتا تھا گھوڑا  
چکار کے شاباش اسے فرماتے تھے حضرتؑ  
کس پیار سے گردن سے لپٹ جاتے تھے حضرتؑ

فرماتے تھے گھوڑے سے بصدگریہ وزاری      کی بھوک میں اور پیاس میں تو نے مری یاری  
کل ہو گئے نہ رخصت ہے بس اب تجھ سے ہماری      آج آخری یہ ہے ترے آقا کی سواری  
خوش ہو تو کہ رتبہ ترے راکب کا بڑھے گا  
سرتن سے جو اترے گا تو نیزے پہ چڑھے گا

وہ کہتا تھا میں آپ کی مظلومی کے صدقے      غم یہ ہے کہ آپ آج جدا ہوتے ہیں مجھ سے  
پر بھول نہ جانا مجھے تب شاہ یہ بولے      کیا مجھ کو وفادار سمجھتا نہیں گھوڑے  
مر کر بھی نہ مجھ کو ترے بن چین پڑے گا  
فردوس میں بھی تو ہی سواری مری دے گا

گھوڑے سے یہ کہتے تھے کہ پھر فوج نے گھیرا      منہ سیڈ بے کس نے ہزاروں سے نہ پھیرا  
پر ضعف سے آنکھوں تلے آتا تھا اندھیرا      دل کہتا تھا اب حال بہت غیر ہے میرا  
اُس وقت بھی حیدر کی طرح لڑتے تھے شیئؑ  
جو ٹوکتا تھا شیر سے جا پڑتے تھے شیئؑ

(مرآئی انیس جلد سوم صفحہ ۲۰۸)



ساتواں باب

شبیبہ ذوالجناح کا جواز

## ..... ﴿ سا تو اں باب ﴾ .....

- ۱۔ شبیہ ذوالجناح بنانا جائز ہے
- ۲۔ آغاز شبیہ ذوالجناح
- ۳۔ حالات و تیاری شبیہ ذوالجناح
- ۴۔ قرآن کی روشنی میں ذوالجناح قابلِ تعظیم ہے
- ۵۔ عرب گھوڑے کی حیثیت اور بنی ہاشم (رسول اکرمؐ کے وحی آموز ارشادات)
- ۶۔ شہسواری پر نقضِ نبوی
- ۷۔ ذوالجناح ہندوؤں کی کتابوں میں
- ۸۔ کلکتہ میں جلوسِ ذوالجناح
- ۹۔ اندور مالوہ میں جلوسِ ذوالجناح
- ۱۰۔ ذوالجناح کی خدمات اور آخری سواری میں عذر
- ۱۱۔ گھوڑے کا لقب جو ابھی ہے

## شبہ ذوالجناح کا جواز

عزاداری میں جو شبہ ذوالجناح کے نام سے نکلتی ہے وہ صرف واقعہ مکر بلا کی یادگار اور میدان جنگ میں، جس کی پشت پر جہاد ہو چکا ہے اس اسپ باوفا کی شبہ نہیں ہے بلکہ حیاتِ اولیٰ ان گھوڑوں کے دور نبویؐ کی خدمات ہیں۔ جس طرح آل محمدؐ کی مقدس حیات پر قلم اٹھانے میں کوئی بابِ زندگی ایسا نظر نہیں آتا جس کو دشمن کی ترجمانی نے مسخ کرنے کی کوشش نہ کی ہو، کوئی فضیلت ایسی نہیں جس کو ادھر سے ادھر نہ پہنچایا گیا ہو، کوئی کارنامہ اور کردار نہیں جس کو دوسروں کے سر نہ تھوپا گیا ہو اسی طرح پیغمبرؐ کی سوار یوں کے ذیل میں بھی غضب کا حسد، قیامت کا کینہ، زیادہ سے مخالفت موجود ہے۔ ہم اگر تعمیر چاہتے ہیں تو تعمیر ممکن نہیں جب تک تخریب نہ ہو ورنہ بیان انفرادی ہو کر رہ جائے گا ممکن نہیں کہ اس گردوغبار کو صاف کئے بغیر شاہدِ معنی کا جلوہ ہو۔ حضرت ختمی مرتبت نے عزیز ترین راہوارِ دلِ حضرت علیؑ کو دیا (منتخب اللغات شاہجہانی از رشید الدین مدنی صفحہ ۱۷۴ چاپ نولکشور و جامع اللغات مفتی غلام سرور اردو صفحہ ۱۶۲ طبع اول نولکشور و کریم اللغات مولوی کریم الدین طبع ہفت و ہم صفحہ ۸۶ طبع نولکشور ۱۹۳۳ء) فضیلت مرکز پر آگئی تھی مگر یارانِ طریقت پر بار ہوا۔ حق میں باطل کی آمیزش شروع ہوئی۔ انعام اور بخششیں ازلی طبع میں راوی گویا ہوئے اور کہا کہ دلِ دل کی تو آنکھ خراب تھی اور (احول) بھیدگا تھا (خرائن الاصول طبع اصفہان صفحہ ۲۸۰، ۱۲۹۵ھ) غیروں کی صدائیں تھیں جو ہماری کتب تک پہنچیں اور مولفین کا کوئی شکوہ نہیں وہ اصول بتا چکے جو

خلاف عقل ہے اور خلاف قرآن اور متضاد ہو اس کو نظر انداز کرو۔ اس صدا کو مدارج النبوت میں اور زیادہ آراستہ پیراستہ کیا۔ دُلڈل اندھا تھا، اس پر دوسرے لوگ بھی سوار ہوئے، یہ بازار میں بعد رسولؐ فروخت ہوا۔ (جلد دوم صفحہ ۶۰۲ طبع نولکشور تفتیح کلاں) یہ خس و خاشاک بحار الانوار ایسی مایہ ناز کتاب تک بہتہا ہوا آیا اور اس کے باقی رہ جانے سے علامہ مجلسی علیہ الرحمہ پر الزام نہیں اور ان مکروہ آوازوں کا صرف یہ جواب ہے کہ جنگِ جمل میں حضرت علیؑ کے زیرِ ران دلدل ہی تھا (ملاحظہ ہو غر الخصال صفحہ ۲۰۶ طبع مصر ۱۳۱۸ھ بحار الانوار و مناقب آل ابی طالب)

اگر دُلڈل کی نظر کمزور ہوتی یا وہ اندھا ہوتا یا فروخت ہو کر دوسرے کے قبضے میں جا چکا ہوتا تو پھر ان تاریخی حقائق کے کیا معنی ہیں۔ کربلا میں پیغمبر کے جو گھوڑے موجود تھے ان میں زیرِ تحریر مقالہ دلدل اور ذوالجناح پر بحث ہو رہی ہے۔ تعصب کی آندھیاں اس قدر تیز ہوئیں کہ معتبر مصادر میں واقعہ کربلا کے ذوالجناح کا نام ہی نہ تھا اور نہ رسولؐ کے گھوڑوں کی جہاں تفصیل ہے کتب سیرت میں وہاں فہرست میں ذوالجناح کا ذکر ہے۔ فخر الدین بن طریح نجفی نے رسولؐ کے گھوڑوں کے ذیل میں ذوالجناح کا نام لیا۔ اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ میرا نیس کے وقت سے ذخر، جاوید، رشید وغیرہ نے سواری کی شامیں کیا کچھ نہیں کہا۔ کیا وہ سب مبالغہ تھا۔ واجد علی شاہ آخری تاجدار اودھ کا ایک قول مجھے یہ نظر آیا کہ عمرِ طبعی اسپ کی ۳۲ سال ہے اور اس سے زیادہ گھوڑا زندہ نہیں رہتا۔ (اقتباس الانوار صفحہ ۳۱۶) عہدِ رسولؐ اور واقعہ کربلا میں نصف صدی کا فاصلہ تھا لہذا واقعہ کربلا میں رسولؐ کے جو گھوڑے موجود تھے ان کا سن پچاس برس سے زیادہ تھا اور اس عمر کا گھوڑا سواری کے قابل نہیں رہتا۔ اس بحث کو ختم کرتے ہوئے میں فریقین کی دو معزز کتابوں کا اقتباس پیش کر کے جواب عرض کرتا ہوں۔ علامہ عبدالوہاب شمرانی لکھتے ہیں کان رسول اللہ صلعم اذ اربک دایة لاتوث لاتبول

دھو (راکب کشف الغمہ عن جمیع الامم ج ۲ صفحہ ۵۴ طبع مصر) حضور جس سواری پر رونق افروز ہوتے تھے وہ جب تک آپ کے زیرِ امان رہتی نہ اسے پیشاب آتا اور نہ وہ لید کرتی۔ یہ تھا طہارتِ رسالت کا عالم اور علامہ بن شہر آشوب مازندرانی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کان دابة (کبھا) النبی بقیت علی سنہا لاینہرم قط جس چوپایے پر رسول سوار ہوتے تھے اس کا شباب باقی رہتا تھا اور اس پر آثارِ ضعف اور پیری طاری نہیں ہوتے (مناقب جلد ۱ صفحہ ۷۹ طبع بمبئی و نجات الریاحین صفحہ ۵۶ طبع لدھیانہ) واقعہ مکر بلا میں دُلڈل ہو یا ذوالجناح کوئی کمزور نہ تھا اور اس کے صبارِ قار ہونے میں کم از کم مسلمان کو عذر نہیں۔ ہر گھوڑا عالمِ شباب میں تھا۔ ہمارا ذوالجناح رسولِ عربی کی طرف منسوب ہے اور دُلڈل ان کے دوسرے گھوڑے کی تصویر ہے۔ عقیدت سے لبریز دل شاکے بغیر نہیں رہتا اور رسول کی سواریوں کا استعمال باعتبارِ وراثت ہے اس لئے شاعر اس واقعے کو پردہِ خفا میں رکھنے پر تیار نہیں ہے۔ تین مصرعوں کو پیش کر کے قلم روکتا ہوں۔ سعدی

چہارم علی شاہ دُلڈل سوار، خدا بحق نبی فاطمہ، کہ بقول ایماں کھی خاتمہ۔

”بوستان“، صفحہ ۶، مطبع مہتمن تصوفی قدیم (حوالہ)

شبیبہ ذوالجناح بنانا جائز ہے:

اب ہم اس موضوع پر بات کرتے ہیں کہ ذوالجناح کی شبیبہ کیوں نکالی جاتی ہے اس کی کیا وجہ ہے اور اس کی ضرورت کیوں ہے؟ ذوالجناح کی شبیبہ ایک یاد ہے بہت سی باتوں کی اور اس کا تعلق ہے خاص ذات جناب محمد مصطفیٰ رسولِ خدا سے کہ ذوالجناح کی آمد، اس کی پرورش و تربیت اور اس کا امام حسینؑ کے زیرِ تصرف آنے کا حال بیان ہو چکا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ذوالجناح کسی خاص مقصد کے لیے خلق ہوا تھا اس کی آمد رسولِ پاک تک بھی کسی خاص مقصد کی نشاندہی کرتی ہے وہ خاص مقصد تھا یوم

عاشور میں امام مظلومؑ کا ساتھ نبھانا۔ اس جاندار کو یہ خاص شرف حاصل ہوا کہ رسول اللہ نے اس پر نہ صرف سواری فرمائی بلکہ اس کو پسند بھی فرمایا۔ اس پر حضرت علیؑ نے بھی سواری فرمائی اس نے امام حسنؑ کا دور بھی دیکھا اور اس کے بعد اس کو امام حسینؑ کی سواری بننے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ امام حسینؑ اور جناب رسول اللہ دراصل ایک جان دو قالب ہیں کیونکہ ارشاد رسولؐ ہے کہ ”حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں“ اس کے علاوہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ کو دو طرح سے شہادت حاصل ہوئی اول شہادت سری امام حسنؑ کی طرف سے اور شہادت جبری امام حسینؑ کی طرف سے۔ کربلا میں ذوالجناح نے جو ساتھ حضرت امام حسینؑ کا نبھایا وہ دراصل رسول اللہ کا ساتھ تھا۔ اس لیے اگر ذوالجناح کی شبیہ نکالی جاتی ہے تو یہ اظہار ہوتا ہے امام مظلومؑ سے بیگہتی کا جو کہ دراصل رسول اللہ سے بیگہتی کا اظہار ہے اس لیے شبیہ ذوالجناح یا دو کو قائم رکھتی ہے نہ صرف مظلومیت امام حسینؑ بلکہ یہ اقرار بھی ہے عظمت رسالت کا کہ ان کے جانشین ایسے بھی ہوتے ہیں کہ گھریا لٹا کر بھی اللہ کے دین کو بچا لیتے ہیں اس کے علاوہ اصول زندگی اور روح عبادت بھی ہے کہ اچھے عمل کی یاد کو قائم رکھا جاتا ہے تاکہ آنے والے دور میں اس اچھے عمل کی افادیت، یاد کم ہو جانے سے ختم نہ ہو جائے۔ جیسے کہ کعبہ شبیہ ہے بیت معمور کی اور صفاء و مردہ میں جو سعی کی جاتی ہے وہ یاد کو قائم رکھتی ہے حضرت حاجرہ کی اس کوشش کی یاد کو جو کہ انہوں نے اپنے بچے کی جان بچانے کے لیے کی۔ ذوالجناح کی شبیہ یاد دلاتی ہے امام حسینؑ کی اس کوشش کی جو کہ آپ نے اللہ کے دین کو بچانے میں کی۔ اس سے یہ بات بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ ضرورت شبیہ نکالنے کی کیوں ہے کیونکہ مندرجہ بالا نکات کے علاوہ ذوالجناح کی شبیہ علامت ہے جدوجہد حسینؑ کی اور شبیہ یاد دلاتی ہے کہ میری خالی زین کا سوار کون تھا اور اس کا مشن کیا تھا اس طرح سے شبیہ کو ایسی علامت کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے جو حق پرستی کا اظہار ہے ایک ایسے

مظلوم کی جس نے طاغوتی طاقتوں کے آگے جھکنے سے انکار کیا ہے اور جس کا کوئی مولس و مددگار نہ ہوتا۔ یہ شبیہ علامت ہے تین روز کے بھوکے پیاسوں کی طاقت و جرات کی جو افواج قاہرہ اور لامحدود درسد کے حامل حریص اور بزدلوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے مقصد پر قربان ہو گئے یہ شبیہ علامت ہے ایسے سخی کی جو اپنے اثاثے راہ حق میں قربان کرتے ہوئے مسکراتا رہا۔ یہ شبیہ ذوالجناح علامت ہے ایسے عاشق صادق کی جو اپنے محبوب یعنی رب کی رضا کی راہ میں سنگ میل کے نشان کبھی نوجوان کے ٹکڑوں میں تقسیم شدہ بدن سے قائم کرتا رہا کبھی بتیس برس کے کڑیل دلاور کے قلم شانوں سے اور کبھی چھ ماہ کے معصوم علی اصغر کے چھیدے ہوئے حلقوم سے قائم کرتا رہا۔ یہ شبیہ علامت ہے محمد مصطفیٰ کے اُجڑے ہوئے گلشن کی کہ جس کے اُجڑنے سے اسلام کے خزاں رسیدہ باغ میں بہار آگئی۔ یہ شبیہ علامت ہے وحی و رسالت کا انکار کرنے والے ملعون کے چہرہ پر اس طمانچے کی جو محافظ اسلام و رسالت کا سر نیزے پر بلند ہونے پر انسانیت نے رسید کیا۔ اس طمانچے کی گونج قیامت تک اس شبیہ ذوالجناح کے ہمراہ ماتم کی آوازوں سے سنائی دیتی رہے گی۔

### آغاز شبیہ ذوالجناح:

ذوالجناح کی شبیہ نکالنے کا آغاز کب اور کہاں ہوا؟ یہ بہت طویل موضوع ہے اور اس کی تفصیلات بیان کرنے کے لیے ایسی بہت سی کتابوں کی ضرورت پیش آئے گی۔ حاصل تحقیقات یہ ہے کہ ذوالجناح کی شبیہ نکالنے کا آغاز برصغیر ہندو پاک کے علاقوں میں ہوا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان علاقوں میں تو اسلام کئی صدیوں کے بعد پھیلا اگر آغاز ہوتا تو عرب علاقوں سے پہلے کیوں نہ ہو اس سلسلے میں عرض ہے کہ عرب قوم میں مذہبی اور معاشرتی طور پر یہ رواج ہے کہ جس کا سوگ منانا ہوتا ہے یا کسی کی یادِ غم منانی ہوتی ہے اس کے گھریا اس کے اقرباء کے پاس جا کر یہ رسم سر انجام دیتے



ہیں۔ عرب دنیا کے اہم شہر بہت عرصے تک مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، نجف اشرف، کربلائے معلیٰ، بغداد اور دمشق رہے ہیں ان تمام جگہوں پر اہل بیت کے مزارات موجود ہیں اس لیے عرب دستور کے مطابق عوام ان مزارات کو جن کو عرف عام میں حرم کہہ کر پکارا جاتا ہے وہاں چلے جاتے ہیں اور ان روضوں کی حدود میں مجالس عزائم منعقد کرتے اور صف ماتم قائم کرتے اس طرح سے ان کے اس نظریے کو استحکام حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنے دستور کے مطابق پر سداری سرانجام دے رہے ہیں عرب علاقوں کے باہر ایران میں مشہد مقدس اور قم میں بھی اہل بیت کے حرم موجود تھے اور عوام وہاں بھی مذکورہ طریقے سے حاضری دیتے ہیں برصغیر پاک و ہند میں جب اسلام پھیلا تو یہاں بھی مجالس عزائم کا سلسلہ قائم ہو گیا عوام میں اہل بیت کی عقیدت کی بناء پر مخصوص مقام ان کے غم کی مجالس کے لیے مختص کئے گئے جہاں پر باقاعدگی سے مجالس عزائم اور ماتم داری کا سلسلہ قائم ہوتا گیا۔ عقیدت کی بناء پر یا روحانی القا سے شبیہ حرم بنانے کا سلسلہ شروع ہوا جس کو تعزیہ کا نام دیا گیا۔ اس طرح سے مصائب اہل بیت میں جس غیر انسانی کردار کا ذکر سب سے زیادہ ہوا ہے وہ ذوالجنح کا کردار ہے۔ ذوالجنح کی شبیہ کا سلسلہ بھی اس قدر قدیم ہے جتنا قدیم مجالس عزائم کا سلسلہ ہے یہ بات ثابت ہے کہ روحانی اثرات کو شبیہ ذوالجنح کے منظر عام پر لانے میں بہت اہم گردانا جاسکتا ہے عام روایات کے مطابق جو دستیاب ہوئی ہیں کہ اکثر لوگوں کو بذریعہ بشارت اس شبیہ کو نکالنے کے احکامات ملے۔ اس کی وجہ بظاہر یہ نظر آتی ہے کہ یہ کوئی راز قدرت ہے کہ بشارت کے ذریعے اس امر کے بجالانے کا حکم موصول ہوا۔

برصغیر میں ذوالجنح کی شبیہ نکالنے کا ثبوت تقریباً ہر علاقے سے بیک وقت دستیاب ہے۔ مگر غالب خیال یہ ہے کہ لاہور میں اس سلسلہ کا سب سے پہلے آغاز ہوا کیونکہ ۶۱ھ کے ہولناک دور کے بعد خاندان نبوت کے افراد دنیا بھر میں پھیل گئے تھے

جہاں جہاں یہ افراد گئے وہاں وہاں اسلام بھی متعارف ہوتا چلا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ سلسلہ عزاداری بھی قائم ہوتا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس شہر میں بڑے معروف عزادار مثلاً گامے شاہ اور مائی عیداں جیسے لوگ پیدا ہوئے۔ لاہور میں عزاداری کا سلسلہ باقی علاقے سے جلد شروع ہو گیا اس کے بعد یہ سلسلہ ریاست اودھ اور دکن کے علاوہ بنگال اور بہار تک پھیل گیا دکن کے علاقے میں تو باقاعدہ شیعہ ریاستیں قائم ہو گئیں جن میں عزاداری کو سرکاری سرپرستی حاصل رہی۔ بنگال اور بہار کے علاقوں میں بھی عزاداری کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ لکھنؤ اور دہلی کے علاوہ ان دونوں شہروں کے درمیان اور اردگرد کے شہروں میں عزاداری کو قابل ذکر طور پر قائم کیا گیا ان تمام علاقوں اور شہروں میں عزاداری کے بارے میں راقم کی تحقیق تکمیل کے مراحل میں ہے انشاء اللہ اس میں عزاداری کے بارے میں مکمل تفصیلات درج ہوں گی۔

بہر حال یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ مجالس، ماتم اور عزاداری کے تمام سلسلے ہندوستان میں بہت جلد قائم ہو گئے اور ان کی وجہ سے لاکھوں افراد اسلام قبول کرنے لگے۔ جب امیر تیمور نے برصغیر پر چڑھائی کی تو اس وقت یہاں عزاداری پوری طرح قائم ہو چکی تھی مگر بطور بادشاہ امیر تیمور کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ اس نے باقاعدہ طور پر شبیہ تعزیہ و ذوالجناح کو برآمد کروایا۔ اس کے بعد مغل دور حکومت میں عزاداری تمام ہندوستان میں پوری طرح قائم ہو چکی تھی۔

### حالات و تیاری شبیہ ذوالجناح:

ذوالجناح کو منسوبیت حاصل ہے امام حسینؑ سے مگر شبیہ بھی کیا اصل ذوالجناح کی مانند ہوتی ہے یہ اہم سوال ہے جو حالات سے ناواقف اکثر کرتے ہیں، ذوالجناح کی شبیہ کے لیے خاص گھوڑے کو مختص کیا جاتا ہے عموماً انتہائی نوعمر اور اعلیٰ النسل گھوڑے کے بچے کو حاصل کیا جاتا ہے پھر اس کو خاص ماحول میں اعلیٰ خوراک کے ساتھ پرورش

چڑھایا جاتا ہے اکثر اوقات امام بارگاہوں سے ملحقہ خاص کمرے تعمیر کئے جاتے ہیں جہاں ذوالجناح کو رکھا جاتا ہے بعض مقامات پر صاحبان ثروت شبیہ ذوالجناح کی پرورش کے لیے الگ مکان تعمیر کرواتے ہیں مگر جہاں بھی شبیہ ذوالجناح کا قیام ہوتا ہے وہاں اس کے ساتھ ایک خادم بھی ضرور ہوتا ہے اس خادم کے ذمے ذوالجناح کی دیکھ بھال ہوتی ہے اس کے علاوہ خادم وقت پر خوراک اور صفائی کا کام بھی سرانجام دیتا ہے نیز خادم عام دنوں میں شبیہ ذوالجناح کو سیر کے لیے لے کر جاتا ہے اور ایام عزائم میں شبیہ کو برآمد کروانے کے لیے تیار کرتا ہے۔

شبیہ ذوالجناح کو جب بھی سیر کے لیے یا برآمدگی کے لیے اس کے مقام سے لے کر جاتے ہیں تو اسے چادر ڈال کر لے جاتے ہیں اس چادر کا رنگ بیشتر طور پر سیاہ ہوتا ہے جب شبیہ ذوالجناح کو برآمد کرنا ہوتا ہے تو برآمد کرنے کے لیے ایک جگہ کو مخصوص کر لیا جاتا ہے اس مخصوص جگہ سے ملحق شبیہ ذوالجناح کو نیم گرم پانی اور عرق گلاب سے غسل کروایا جاتا ہے اس کے بعد شبیہ ذوالجناح پر سفید رنگ کی چادر ڈالی جاتی ہے جس پر خون کی علامت کے طور پر سرخ رنگ کے چھینٹے پڑے ہوتے ہیں پھر سینہ بند اور راسیں وغیرہ درست کی جاتی ہیں اور زین کس دی جاتی ہے بعد ازاں آرائش کی چیزیں لگائی جاتی ہیں ان میں قیمتی نیم قیمتی پتھر اور جواہر منگے ہوتے ہیں لگام، زین اور رکابیں تو چمڑے کی بنی ہوتی ہیں مگر ان پر بھی اور دیگر چمڑے کی چیزوں پر بھی سونے یا چاندی کے پھول وغیرہ جڑے ہوتے ہیں۔ بعض مقامات پر زین کے نیچے قیمتی کپڑے کی پاکھر ڈالی گئی ہوتی ہے اور اس کے نیچے چادر ہوتی ہے جس کو عرف عام میں تنگ کہتے ہیں یہ چادر یا تنگ عام کپڑے کی ہوتی ہے۔ شبیہ ذوالجناح کی ایک طرف تلوار اور ڈھال آویزاں کی جاتی ہے بعض علاقوں میں کمان اور ترکش بھی آویزاں کیے جاتے ہیں شبیہ ذوالجناح کی گردن میں سونے یا چاندی سے بنی ہوئی ایک زرہ پہنائی جاتی ہے

اس کو گردنا کہا جاتا ہے اس کے اوپر بعض مقامات پر کپڑے کے دوپٹے باندھ دئے جاتے ہیں اس کی وجہ آگے بیان ہوگی زین پر ایک علامتی عمامہ رکھ دیا جاتا ہے اس عمامہ کا کپڑا بہت اعلیٰ اور قیمتی ہوتا ہے اس پر ایک کلغی بھی نصب ہوتی ہے جس میں جواہر آویزاں ہوتے ہیں زین کے عقب میں دم تک نوکیلے طلائی یا نقرئی لٹوں کی دو رویہ قطار ہوتی ہے اس قطار کے دونوں طرف پٹھوں پر رانوں سے شروع تک گردنے والی زرہ کی طرح کی جھال ہوتی ہے بعض مقامات پر شبیہ ذوالجناح کے پاؤں میں فولادی کڑے بھی ڈالے جاتے ہیں۔ آرائش کے اس سامان میں گردن اور پٹھوں کی زرہ والی جھال قدیم جنگی آلات سے گھوڑے کو محفوظ رکھنے کا کام دیتی تھی جب کہ پشت پر لگے لٹو قدیم زمانے میں اس لیے لگائے جاتے تھے کہ دورانِ معرکہ آرائی دشمن کا کوئی سپاہی اچھل کر گھوڑ سوار کی پشت پر نہ سوار ہو جائے اور سوار کو نقصان پہنچائے، گردن اور پشت کے پٹھوں کی جھال کے علاوہ جو آرائشی سامان ہوتا ہے یہ عام طور پر طلائی ہوتا ہے جبکہ بعض جگہ یہ نقرئی بھی ہوتا ہے چند مقامات پر دیگر دھاتوں سے بنا ہوا سامان بھی استعمال کیا جاتا ہے مگر اس پر بھی طلائی یا نقرئی ملمع کیا گیا ہوتا ہے اس تمام تیاری کے بعد شبیہ ذوالجناح کے برآمد ہونے کا انتظار کیا جاتا ہے جب شبیہ برآمد کی جاتی ہے تو اس کے بعد اس پر انتہائی قیمتی اور اعلیٰ چھتری تان دی جاتی ہے۔

جو گھوڑا شبیہ ذوالجناح کے لیے مختص کر لیا جاتا ہے اس پر تاحیات کوئی فرد سواری نہیں کر سکتا۔ اس کو مختص ہونے کے بعد وقف کہہ کر پکارا جاتا ہے اکثر وقف شبیہ ذوالجناح کو اہم تنظیمیں خرید کر وقف کرتی ہیں اور ان کے اخراجات برداشت کرتی ہیں مگر بہت سے صاحب ثروت ذاتی طور پر بھی یہ سب کچھ کرتے ہیں اس کے علاوہ بہت سے ایسے افراد جن کی کوئی منت پوری ہوئی ہوتی ہے وہ بھی معیاری گھوڑے کو خرید کر کسی تنظیم کے حوالے کر دیتے ہیں جہاں اس کو شبیہ ذوالجناح کے لیے وقف کر لیا جاتا

ہے۔ شبیہ ذوالجنح کو بہت اعلیٰ اور معیاری خوراک فراہم کی جاتی ہے گھاس دانہ وغیرہ کے علاوہ مرغوب چیز دودھ میں بھگی ہوئی چنے کی دال کے علاوہ میٹھا بھی وافر مقدار میں کھلایا جاتا ہے۔

شبیہ ذوالجنح کی تمام تر دیکھ بھال اور سجاوٹ و آرائش اس طرز پر کی جاتی ہے کہ جیسے وہ کسی اعلیٰ حکمران یا سردار کی سواری ہو اگر یہ سب کیا جاتا ہے تو یہ غلط نہیں ہے کیونکہ شبیہ ذوالجنح منسوب ہے امام حسینؑ سے جو کہ بقول رسول اللہ سردار ہیں جنت کے جو انوں کے اس طرح یہ نظریہ پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے کہ امام حسینؑ کے زمانے میں بھی ان کی راہوار کی دیکھ بھال اور سجاوٹ اسی طریقے سے ہوتی ہوگی۔ ذوالجنح کی آرائش کے لیے جو بھی سامان استعمال ہوتا ہے اس کا معیار اعلیٰ ہوتا ہے مثال کے طور پر ہر زمانے میں قیمتی ترین کپڑا استعمال کیا جاتا ہے اکثر اس معیار کے کپڑے کو استعمال کرنے کی ہمت بہت سے امراء میں بھی نہیں ہوتی۔ چرمی اشیاء کو پاک و اعلیٰ درجے کے چمڑے سے ماہر کاریگروں سے پاکیزہ ماحول میں تیار کروایا جاتا ہے۔ دھاتی سامان جو کہ زیادہ تر طلائی و نقرئی ہوتا ہے اس میں معروف سناروں سے جواہر کا جڑاؤ کروایا جاتا ہے یہاں یہ ذکر ضروری ہے کہ اگر کسی مقام پر تازہ سلسلہ عزا داری قائم کیا جاتا ہے تو بظاہر مالی وسائل آسانی سے دستیاب نہ ہونے کے شبیہ ذوالجنح کے سامان کے لیے وسائل کے اسباب از غیب فراہم ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ صاحب ثروت افراد بھی اپنی حُب داری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ (رسالہ ذوالجنح اے ذوالجنح)

قرآن کی روشنی میں ذوالجنح قابل تعظیم ہے:

مولانا علی نقی لکھنوی لکھتے ہیں:-

جب حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ کو قربان کرنے کے لیے میدان منہل میں لے

ہے۔ بکرے، دنبے اور گائے ذبح کی جاتی ہیں۔ کس کی یادگار ہے۔ آپ کہیں گے اسماعیل کی۔ وہ توفیح گئے تھے۔ ذبح تو دنبہ ہوا تھا۔ پھر کیا اُس دنبے کی یادگار منائی جاتی ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام پر قربان ہوا تھا جانور تھا۔ لیکن چونکہ اس کی نسبت ایک پیغمبر کی طرف ہوگی۔ اس لیے وہ قابل تعظیم ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْلُوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا

شَهْرَ الْحَرَامِ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَامِكَ. (پ ۶۔ المائدہ)

اے صاحبان ایمان خدا کی نشانیوں کی بے توقیری نہ کرو نہ حرمت والے مہینے کی نہ

پٹے والے جانور کی (جو نذر خدا کے لیے نشان دے کر منیٰ میں لے جاتے ہیں)

قربانی کا جانور قابل تعظیم ہے پھر امام حسین علیہ السلام کا وہ گھوڑا جس نے انتہائی مصیبتوں میں امام کا آخری وقت تک ساتھ دیا۔ وہ امام عالی مقام کے ساتھ اُن کے بہتر ساتھیوں کو لینے کے لیے گیا۔ گھوڑا بے زبان تھا نہیں تو اپنی زبان سے کہتا مجھ پر سب سے کڑا وقت وہ تھا جب بے زبان علی اصغر نے میری پشت پر دم توڑا۔ حسین اسی گھوڑے پر لاشیں اٹھاتے رہے۔ لاش ہاتھ سے اٹھا کر زین فرس پر بیٹھ جاتے۔ ظہر تک امام کے جسم میں طاقت تھی۔ لیکن جناب قاسم کی شہادت کے وقت کمزوری کی علامات ظاہر ہو گئیں۔ گھوڑے نہ صرف جنگ میں بلکہ پیاس میں بھی امام کا ساتھ دیا۔ فنون جنگ سے تعلق رکھنے والے جانتے ہیں کہ گھوڑا سپاہی کا پورا مددگار ہوتا ہے اور یہ تو نہ صرف عرب کا گھوڑا تھا بلکہ اہل بیت کا چھانٹا ہوا فرس تھا۔ فرس، فراست سے نکلا ہے۔ یہاں کوئی عرب کا گھوڑا آ جاتا ہے تو وہ اور گھوڑوں سے ممتاز ہوتا ہے۔

غرض جب امام حسین علیہ السلام بہت کمزور ہو گئے تو گھوڑے نے آخری خدمت

انجام دی۔ پاؤں سمیٹ کر بیٹھ گیا کہ تاکہ زین اور زمین کا فاصلہ کم ہو جائے۔ پھر

دشمنوں کا حلقہ توڑتا ہوا باہر نکلتا کہ ہتھنا کر کسی کو امام کی مدد کے لیے بلائے۔ لیکن جب

سب دشمن دکھائی دیئے تو اُس نے کسی کو امام کی مدد کے لیے نہ کہا۔ آخر اب خیمہ کی جانب آیا اور در خیمہ پر پہنچ کر ہنہنایا۔ جب امام خیمہ میں آتے تھے جو جناب سکیئہ دروازے پر آجاتی تھیں۔ گھوڑے کی آواز سن کر جناب سکیئہ سمجھیں کہ بابا آئے ہیں۔ اب جو در خیمہ پر جا کر دیکھا تو گھوڑے کی پشت خالی نظر آئی۔ باگیں کٹی ہوئی خون میں بھرا ہوا عمامہ نظر آیا۔

کل تک عاشور سے قبل یہ خیمہ آباد تھا۔ اکبر، عباس، عون و محمد، قاسم، علی اصغر، امام حسینؑ سب موجود تھے۔ اصغر کا جھولا آباد تھا لیکن آج خیمہ کی جگہ راکھ کا ڈھیر ہے۔ خیمہ میں بیٹھنے والے کچھ گنج شہیداں میں تھے اور کچھ خیمہ میں بیٹھنے والیاں خیمہ سے باہر آسمان کے نیچے بیٹھی ہوئی تھیں۔

اب تک جناب عباسؑ حفاظت کرتے رہے تھے۔ آج جناب زینبؑ ایک ٹوٹا ہوا نیزہ ہاتھ میں لیے پہرہ دے رہی تھیں۔

اچانک اس تاریکی میں کسی سوار کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی۔ آپ آگے بڑھیں۔ سوار جب قریب آیا تو آواز دی کہ اے سوار اس وقت ہمارے نیچے تھک کر غنودگی کے عالم میں ریت پر بیٹھے ہیں۔ اگر تجھے لوٹنا ہے تو صبح آ کر لوٹ لینا۔ لیکن سوار بڑھتا ہی رہا۔ بار بار کہنے کے باوجود جب نہ رُکا تو حیدر کرار کی بیٹی کو غیظ آ گیا اور آگے بڑھ کر گام فرس پر ہاتھ ڈال دیا اور کہنے لگیں کہ میں بار بار منع کر رہی ہوں تو باز نہیں آتا۔ یہ سننا تھا کہ سوار رُکا۔ اور اپنی نقاب اُلٹ کر آواز دی زینبؑ میں تمہارا باپ ہوں۔ تم جاؤ میں پہرہ دوں گا۔

جناب زینبؑ نے جو دیکھا بابا آئے ہیں۔ فریاد کی کہ بابا اب آپ آئے ہیں جب گھر لٹ گیا، بابا بھائی شہید ہو گیا۔ اکبر کے سینے پر برچھی لگی۔ عباس کے بازو کٹ گئے۔ علی اصغر کا گلا چھید دیا گیا۔ بابا خیمے میں آگ لگا دی۔ بابا اب خاک اُڑ رہی

ہے۔ (المشقر لاہور، فروری ۱۹۷۷ء، ص ۲۸۲-۲۸۶)

## عرب گھوڑے کی حیثیت اور بنی ہاشم

رسول اکرمؐ کے وحی آموز ارشادات

چوپایہ جانوروں میں گھوڑا سب سے زیادہ خوبصورت، تیز رو اور وفادار ہوتا ہے۔ علم الحیوان کے ماہر کہتے ہیں کہ گھوڑے میں انسان سے ملتے جلتے خصائل پائے جاتے ہیں اور حضرت اسماعیل نبی سے پہلے پشتِ اسپ پر کوئی انسان نہیں بیٹھا۔ صحرا کے دوسرے وحشی جانوروں کی طرح گھوڑا بھی جنگل میں نظر آتا تھا۔ ناواقف انسان اس کی خوبوں سے واقف ہونے نہیں پایا تھا کہ سرزمینِ بطحا میں کعبے کی بنیاد استوار ہوئی اور گھوڑے پر اسماعیل پہلی دفعہ سوار ہوئے اور رفتہ رفتہ دوسرے شہروں اور ممالک میں بھی یہ عام رواج ہوا اور عرب میں یہ عقیدہ پھیلا کہ جس گھر میں گھوڑا ہو وہاں شیطان نہیں آتا۔ (حیات الحیوان دمیری جلد ۲ صفحہ ۲۰۹ طبع مصر)

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث ہے الخیر معقود بنو اسی الخیل اچھائی وابستہ ہے گھوڑوں کی پیشانی سے۔ عرب میں اچھی نسل کے گھوڑے بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور کئی کئی پشت تک ان کی نسل کے نام زبانوں پر آتے ہیں اور نجات انسان کی طرح گھوڑوں میں ہنر خیال کی جاتی رہی ہے۔ عرب اپنے عزیزوں کی طرح گھوڑے کو بھی سمجھتے ہیں اور کبھی اس کو تازیانہ نہیں لگاتے صرف اپنی آواز اور لگام سے کام لیتے ہیں۔ عرب کے بچے گھوڑوں کے ساتھ کھیلتے ہیں اور ممکن نہیں ہے گھوڑا لات مار دے۔ گھوڑے پر ہمارے علما اور ادبانی متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ وصف الخیل مؤرخ حسن کاشانی علیہ الرحمہ کا شاہکار، جس میں گھوڑوں کی پہچان اور وہ احادیث جمع کی گئی ہیں جن میں راہوار کے فضائل ہیں



(۲) فرس نامہ علامہ شیخ علی حزین (۳) تشریح الفرس مؤلفہ راجہ راجیسور راؤ۔  
 (۴) فرس نامہ رنگین از سعادت علی خان رنگین دہلوی (۵) زینت الخلیل یہ کتاب  
 ۱۸۵۷ء میں طبع ہوئی۔ حضرت سرور کائنات صلعم کی ایک دوسری حدیث ہے۔  
 اربکبوا الخیل فانہا میراث ایبکم اسماعیل (مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۶۰۱  
 طبع نولکشور)۔ گھوڑوں پر بیٹھو اس لئے کہ یہ ورثہ ہے تمہارے مورثِ اعلیٰ کا۔ گھوڑے  
 میں یہ بھی خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ اپنے سوار کو پہچانتا ہے (عجائب المخلوقات قزوینی  
 صفحہ ۱۹۱ بر حاشیہ حیات الحیوان (دمیری) حضرت رسول خدا نے میدان نبرد میں لڑنے  
 والے گھوڑوں کی قدر کی ہے چنانچہ جنگ خیبر میں پیدل لڑنے والوں کے برخلاف  
 سواروں کو فی نفر تین حصے مالِ غنیمت میں دیئے جاتے تھے چنانچہ ابن سعد محدث کا  
 بیان ہے۔ عن مکحول ان رسول اللہ انہم یوم خیبر اللفراس ثلاثہ  
 اسہمان نفرسہ و سهم الہ (طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۱۱۴ صحیح سنن داؤد جلد ۱ ص  
 ۲۹ طبع مصر) دو حصے گھوڑے کے حق کے اور ایک سوار کا۔ راہوار کی صحت و تندرستی یا  
 تنومندی سے فوج کی رونق ہے اور رحمت اللعالمین یہ نہیں چاہتے تھے کہ غازی لاغر  
 گھوڑوں پر جنگ کریں۔ قرآن مجید میں سورۃ العادیات پر شکوہ نوید ہے مجاہدین راہ  
 خدا کے فضل و شرف پر جس کی مثال انسانی کردار میں تلاش کرنے پر بھی نہیں ملتی اور  
 ذوقِ سلیم فیصلہ کرتا ہے کہ جب گھوڑوں کی تعریف قدرت کی زبان سے ہو رہی ہے تو  
 سوار کس قدر معزز ہوں گے۔ نظر قدرت میں یہ ثنا و صفت مسلمانوں کے لئے ایک نثری  
 قصیدہ ہے جو قاری قرآن کے لئے سامعہ نواز ہے اور اس قسمیہ کلام پر صبح قیامت تک  
 کوئی خطا شیخ نہیں کھینچ سکتا۔ محمد رسول اللہ آخری نبی، قرآن آخری کتاب جس کے بعد  
 نہ نبوت ہے نہ الہامی کلام۔ جناب ختمی مرتبت کی دور بین نظر اقدس نے اپنے مابعد کے  
 جملہ ادوار کو وحی آموز باتوں میں سامنے رکھا اور زبانِ حق ترجمان کو جب جنبش دی

قیامت کے اختلافات کو طے کر دیا۔ اموی طبقے کا مشہور مفسر علامہ قرطبی اپنی تفسیر میں ایک حدیث نذر قرطاس کرتا ہے جس کے نشر میں مجھے فخر محسوس ہوتا ہے اور وحی آموز ملفوظات مخالفینِ عزا داری کے پول کھولتے ہیں۔ آپ کا ارشاد ہے من لم یعرف حرمتہ فرس الغازی فضیہ شبہ من النفاق، جو رمزِ دوزخ آگھوڑے کی عظمت نہ پہنچانے اس کے مزاج میں نفاق کا شبہ ہوتا ہے۔

(جامع الاحکام القرآن جلد ۱۲ صفحہ ۵۵ طبع مصر)

عربی نژاد رسولؐ کی صد اعراب کو طے کرتی ہوئی بحر ہند سے گزری اور بڑی دور کے مسلمانوں نے مجاہدینِ راہِ خدا کے گھوڑوں کے نام اپنی اولاد کے ناموں میں سمو دیئے اور ایسے باپ بھی تھے جنہوں نے فرطِ عقیدت میں اپنی اولادِ زینہ کے نام میں محمدؐ و علیؑ کے ساتھ ذوالجناح کی مناسبت سے جناح کا اضافہ کیا۔ شمس العلماء خواجہ حسن نظامی دہلوی نے قائدِ اعظم محمدؐ علیؑ جناح کے نام نامی کو ذوالجناح کے لقب سے مشتق بتایا ہے اور یہ ان کے معزز ماں باپ کا بین و برکت کے لئے پُرِ خلوص اقدام تھا۔ وہ کہتے ہیں اس نونہال نے بڑے ہو کر حضرت امام مظلوم کی قربانی سے سبق لیا بلکہ قوم کو ان کی پیروی کی تلقین کی (منادی دہلی ۱۹۳۹ء) قرآن مجید میں حضرت سلیمان کی اسپ دوستی کا ذکر ہے اور تفسیر میں ہے کہ انھوں نے ہزار گھوڑے اپنے والد جناب داؤدؑ کے ورثے سے پائے تھے (حیات الحیوان دمیری جلد ۲) اس وقت کوئی کہنے والا نہ تھا لانورث و لانرث ہر بیٹا اپنے باپ کی میراثِ سلف سے پارا ہے۔ حضرت سلیمان کے گھوڑوں کے ذیل میں غیر ذمے دار مسلمین کے قلم سے ان کی عصمت پر جو حملہ ہوا ہے وہ صفحاتِ تفسیرِ قصص الانبیاء میں موجود ہے۔ اس ذکر کو چھیڑ کر میں متنی پیدا کرنا نہیں چاہتا۔ حاصلِ کلام ہے کہ اسماعیل کے زمانے سے شہسواری کی ابتدا ہوئی۔ سلیمان نے فروغ دیا۔ فرعون کو ذولاد کا لقب جو حاصل ہوا ہے اور قرآن شریف میں اس کا جو

ذکر ہے اس کا راز یہ بھی تھا کہ فرعون کے اصطلبل میں گھوڑے باندھنے کی میخیں سونے اور چاندی کی تھیں (حاشیہ قرآن مترجم بدو ترجمہ صفحہ ۶۳۹ شاہ رفیع الدین و اشرف علی چاب دہلی) شہسوارِ پرنصِ نبوی:

ذیل میں ایک اور حدیث نقل کرنے کے قابل ہے جو مشہور سیرت نگار عبید اللہ امرتسری نے ابوحاتم المتوفی ۳۲۷ھ اور حافظ محمد احمد بن محمد عاصمی کے حوالے سے سوانح عمری حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام باب چہارم موسوم بہ عروۃ الوثقی خصائص المرتضیٰ میں انس بن مالک سے روایت ہے آنحضرت صلعم فرماتے ہیں میں اور علیؑ ایک نور سے پیدا ہوئے، ہم خلقت کی پیدائش سے پہلے عرش کی داہنی طرف خدا کی تسبیح کرتے تھے جب خدائے تعالیٰ نے آدم کو بہشت میں سکونت کا حق دیا تو ہم ان کے صلب میں موجود تھے اور جب حضرت نوحؑ کشتی میں سوار ہوئے تو ہم اس وقت بھی ان کی پشت میں رہے۔ جب حضرت ابراہیمؑ آگ میں ڈالے گئے تو ہم ان کے صلب میں تھے اسی طرح ہم کو پروردگار ایک پشت سے دوسری پشت میں منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ ہم صلبِ عبدالمطلبؑ میں آ کر دو حصوں میں تقسیم ہوئے۔ مجھے عبد اللہ کے صلب میں اور علیؑ کو ابوطالب کے صلب میں منتقل کیا۔ جعل فی النبوة والرسالت وجعل فی علی الفرسیت والفصاحة مجھ کو نبوت اور رسالت سے اور علیؑ کو شہسوارِ اور فصاحت سے ممتاز کیا (ارجح المطالب ص ۵۳۰ طبع قدیم نول کشور۔ لاہور) اس روایت میں فصاحت و شہسوارِ کو نبوت و رسالت کے توازن سے اہمیت دی ہے اور پس منظر فضیلت کا ممکن ہے یہ ہو کہ کارِ رسالت اور مقصدِ تبلیغ حضرت علیؑ کے فصیح و بلیغ خطبات سے جیسا ادا ہوا وہ کسی اور ذریعے سے نہیں ہو سکتا تھا اور جہاد جو اسلام کا اہم ترین فریضہ ہے وہ بدر سے حنین تک پشتِ فرس پر ہی انجام پایا۔ یہ بیان شہسوارِ کے ثبوت پر مشتمل ہے۔ زین الفتی عاصمی کا خطی نسخہ مکتبہ مجددِ علام ممتاز العلماء لکھنؤ (بھارت) میں موجود

ہے۔ اس کتاب کا مسلمانوں میں علمی وقار اپنی جگہ ایک مستقل باب ہے جو بخوفِ طوالت ترک کیا جاتا ہے۔

عدی بن حاتم کی دوسری روایت مظہر ہے کہ پیغمبر خدا نے حضرت علیؑ کے سوا دوسرے شہسوارانِ عرب کی اس کمال میں نفی بھی کی ہے۔ یہ واقعہ بھی فاضل امرتسری کے اصل لفظوں میں ملاحظہ ہو۔ یہ شخص سرکارِ رسالت میں باریاب ہوا تو کہنے لگا۔ یارسول اللہ ہم لوگوں میں ایک بڑا شاعر اور ایک بڑا شہسوار گزرا ہے۔ اشعر الناس امراؤ القیس تھا اور سخی ترین مردم حاتم اور بڑا شہسوار عمر بن معدی کرب ہے۔ آپ نے فرمایا جیسا تو کہتا ہے ویسا نہیں ہے اشعر الناس نساءِ عرب عمرو کی بیٹی ہے اور سخی الناس محمد رسول اللہ واما فرس الناس فعلی بن ابی طالب

(الکواکب المضية فی فضائل العلویہ باب سوم ارجح المطالب صفحہ ۲۰۹)

گھوڑے پر بیٹھنا تو ایک فن ہے جو اکتساب سے حاصل ہو سکتا ہے مگر یہ فضیلت کہ رکاب میں قدم رکھتے ہی یازین تک پہنچتے پہنچتے قرآن ختم ہوا، اعجاز ہے اور حضرت علیؑ کی بشریت سے بلند منزل اور اس بات کا ثبوت ہے کہ صاحبِ معراج کا وحی ایسا با اقتدار ہو کہ رکاب میں قدم رکھتے ہی تلاوتِ قرآن ختم ہو، حسبِ ذیل بلند پایہ اسلامی کتابوں میں یہ حقیقت موجود ہے (شواہد النبوت ملا عبدالرحمن جامی ص ۱۹۸) (۲) شرح شفا ملا علی قاری جلد ۱ صفحہ ۳۲۹ (۳) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۳۲۷

ذوالجناح ہندوؤں کی کتابوں میں:

اے ذوالجناح سبطِ بیبر کے راہوار

انصار میں حسینؑ کے تیرا بھی ہے شمار

عبداللہ بن قیس کی روایت ہے کہ جب امام مظلوم کی سواری کا گھوڑا درخیمہ سے خبر

شہادت دے کر پلٹا تو لوگ اس کے قریب نہ جاسکے اور بھاگے، کوئی قادر نہ تھا کہ قریب

جائے۔ وہ اس جماعت کفار پر حملہ کرتا ہوا فرات تک آیا اور پانی میں پوشیدہ ہو گیا اور آج تک کسی کو اس کی خبر نہیں۔ ظہور قائم آل محمد پر ظاہر ہوگا۔

(مجلس واعظین آقا علی یزدی اردکانی طبع ایران ۱۳۲۰ھ فارسی)

یہ خصوصیات تھیں جس کے تحت میں واقعہ کربلا کے ظاہر ہونے سے پہلے انبیاء کی بزم میں ذکر ہوا اور شہادتِ عظمیٰ کے بعد ہر عزا خانے میں اس کی شبیہ ہے تو اگر اقوامِ عالم میں ہندو صاحبان کی مقدس کتابوں میں ذکر ہو تو تعجب نہیں۔

مرحوم غیاث الدین صاحب مدیر معارف اسلام لاہور شہید نینوا نمبر جلد ۱۳ شمارہ نمبر ۲، محرم الحرام ۱۳۸۶ھ میں لکھتے ہیں راقم الحروف کے زیر مطالعہ اہل ہنود کی کتب کے چند بیانات تھے پڑھتے پڑھتے بجزوید کی مندرجہ عبارت پر آنکھیں رک گئیں جو کہ یقیناً قارئین معارف اسلام اور اہل تحقیق کے لئے ہیں۔

نَمَّ سَہَا بَہِیْمِ سَہَا پَتِی بَہِیْمِشْ وَ نَمُو نَمُو دِشُو بَہِیْمِر (شوپتی بھیشج نمونے)۔ (۲۳ غ)

ترجمہ: مجلسوں اور مجلسوں کے مالکوں کو بار بار نمسکار ہے۔ گھوڑوں اور گھوڑوں والوں کو بھی بار بار سجدہ ہو۔ ترجمہ از شری بیت پنڈت آتما جی۔ بحوالہ بجزوید ادا حائے ۱۶ منتر ۲۴ کتاب ویدارتھ پرکاش حصہ اول ص ۶۱۷ مطبوعہ ۱۹۳۵ء سائٹی برقی پریس ہال بازار امرتسر۔

فاضل مضمون نگار نے لکھا ہے کہ ہندو تہذیب یہ ہے کہ وہ جسے قابلِ عزت سمجھتے اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہیں اور سر جھکاتے ہیں لہذا اس جگہ سجدہ یا نمسکار سے مجلسوں میں گھوڑے کی عزت و تکریم برقرار ہے (معارف اسلام از صفحہ ۶۵ و ۶۶ خلاصہ)

کلکتہ میں جلوسِ ذوالجناح:

میں ۱۳۶۸ کا عشرہ ہوا۔ عام راستوں سے جلوس ۱۰ محرم کو گزرتا ہوا آگے بڑھا تو

مسلم اور غیر مسلم عورتیں اور مرد ذوالجناح کے آگے گھڑوں میں پانی لاکر زمین پر بہاتے

اور آبِ جاری ظاہر کرتا کہ ہم وہ ہیں جو اپنے مہمان کو پیا سا نہیں رکھتے۔ بے زبان جانور کے لئے بھی پانی حاضر ہے اور یہ تعلیم بھی اسی پیشوائے اعظم کا اسوۂ حسنہ ہے جس نے خرّ نامداڑ کے لشکر کو مح راکب و مرکب سیراب کیا۔

### اندور مالوہ میں جلوسِ ذوالجناح:

اندور مالوہ (مدھیہ پردیش) میں عصر کے وقت کربلا سے بڑے گھوڑے کا نکلنا اور زائروں کا اژدہام، اس مجسمے کے بارے میں وہاں کی روایات ایک منظرِ غم اور پُر درد حکایت ہے۔ اسپ چوہینِ فارسی کی کہاوت میں پایا جاتا ہے اور اپنی آنکھ سے دیکھا شیعہ نظریے کے لحاظ سے قابلِ اعتراض سہی مگر مسلم حلقوں میں کسی نے صدائے اختلاف بلند نہ کی۔ نہ کہیں فساد ہوا۔ وہ ہندو جو گائے کی پوجا کرتے ہیں کبھی جلوسِ عزا میں اس نے بھی تصادم نہیں کیا۔

### ذوالجناح کی خدمات اور آخری سواری میں عذر:

مجاہدینِ راہِ خدا کے لئے ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ جس گھوڑے پر وہ شہید ہوئے اسی پر مشہور ہوں گے اور حدیث ہے: **خِیولُ الغزاةِ خِیولہم فی الجنۃ** جنگ کرنے والے سوار سپاہی انھیں گھوڑوں پر بہشت کی ابدی قیام گاہ میں پہنچیں گے اور وہاں بھی ان کی خاص سواری یہی ہوگی۔ (معالم زلفی ص ۲۸۰) ذوالجناح کے لئے مستقبل کا شرف اس کے افتخار میں کافی تھا اور یہ وہ لافانی عزت ہے جس کی تفصیل براقِ نبویؐ کی سیرت سے پائی جاتی ہے۔ علامہ مجلسی شبِ معراج کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں **وفی روایتٍ أُخریٰ أنّ البراقَ لم یکن بسکن لِرکوب رسول اللہ الا بعد شرطہ ان یکون من رکوبہ یوم القیامہ** روایت ہے کہ براقِ اس شرط کے بعد رسول اللہ کی سواری میں آیا کہ روز قیامت حضور براق ہی پر

سوار ہوں جانوروں کے اس نفسیاتی فعل کے بعد اب ہمیں قدر ہوتی ہے امام مظلوم کے راہوار کی رخصتِ آخر کے بعد جب امام پشتِ زین پر آئے تو گھوڑا قدم نہیں اٹھا رہا تھا جب تک صادق الاقرار سے کہلو انہیں لیا کہ حشر کے میدان میں وہ جناب اسی سواری پر تشریف لائیں (وسیلۃ النجات فارسی باب ششم) ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ براق کو بھی یہ آرزو تھی کہ وہ اولین و آخرین اور فرشتگانِ مقربین کے بے پناہ مجمعے میں اسی پر سوار گزریں اور ذوالجناح بھی یہی چاہتا ہے کہ حشر کے میدان میں اہلِ محشر کو کر بلا کا منظر دکھائے اور اس کی وفاتا ابد فراموش نہ ہو۔ یہ ایک مستقل بحث ہے کہ گھوڑے کے سوار پر کیا حقوق ہیں۔ رسولِ خدا کا ارشاد ہے کہ مسافر جب منزل پر پہنچے تو سواری کے جانور کے آب و دانے کا انتظام کرے ویدء علفھا قبل نفسک۔ خود کھانا نہ کھاؤ راہوار کے سامنے گھاس پہلے ڈالو (مکارم الاخلاق طبرسی)۔ نانا کے فرمان کے مطابق جب چار ہزار سواروں کو جو فرات پر راہ رو کے تھے شکست دے کر گھاٹ تک پہنچے تو گھوڑے سے کہا انت عطشان وانا عطشان واللہ ذقت الماء حتی تشرب۔ تو بھی پیسا اور میں بھی تشنہ لب ہوں خدا کی قسم میں پانی نہ پیوں گا جب تک تو سیراب نہ ہو۔ راہوار سوار کا حکم سمجھا اور پانی سے سزا ٹھالیا اور بتایا کہ جب تک آپ نہ پیئیں گے میں سیراب نہ ہوں گا (ناخ التورخ ص ۲۶۲ طبع بمبئی) گھوڑے کی وفا کا تقاضا تھا کہ وہ مالک کے سیراب ہونے سے پہلے سیراب نہ ہو۔ حضرت عباس کے راہوار کا بھی پانی نہ پینا یقینی ہے۔ اگر نوخ کا اپنے سفینے میں جگہ پانے کے لئے جانوروں سے کلام صحیح تھا، اگر یعقوب نے اطرافِ کنعان کے بھیڑیوں سے بات کی، گھوڑے سے کہا آخری سلاح مرادر فلاں جزیرہ برساں اں جزیرہ کہ جدم رسول اللہ نشان دادہ۔ اب میرے آلاتِ حرب وہاں پہنچا دینا جس کا میرے جد نے حکم دیا تھا۔ جب امام شہید ہو چکے تو راہوار نے اپنی غم آگین آواز سے خبر دینے کے لئے خیمے کا رخ

کیا۔ اُدھر عمر بن سعد نے حکم دیا کہ رسولؐ کے اسپ کو گرفتار کر کے میرے سامنے لاؤ۔  
فوج یزید بڑھی اور اسپ مجروح نے اپنے سموں اور دانتوں سے سواروں کو زمین پر گرایا  
اور بروایت صاحب عالم چالیس اشخاص کو قتل کیا۔ عمر سعد نے کہا چھوڑ دو اور دیکھو کیا  
ہوتا ہے۔

گھوڑے کا لقب جو اد بھی ہے:

إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعِشِيِّ الصَّافِنَاتُ الْجِيَادُ (سورہ ص آیت ۳۱)  
”جواد“ ہر دوڑنے والے گھوڑے کو کہتے ہیں ”جیاد“ اس کی جمع ہے۔ ”جیاد“ جواد  
کی جمع ہے اور یہ اُس گھوڑے کو کہا جاتا ہے جو تیز رفتار ہو اور بعض کے نزدیک ”جید“ کی  
جمع ہے۔

عرب میں تیز رو گھوڑے کو اس کی حالت رفتار میں جواد کہتے ہیں چنانچہ شاہزادہ علی  
اکبرؑ جب رخصت ہو کر میدان کی طرف گئے تو ان کے راہوار کی روانگی پر مقاتل میں  
ہے کَلَّمَا سَرَعَ الْجَوَادِ سَرَعَ الْحُسَيْنِيُّؑ فرزند کا گھوڑا جتنا تیز ہوتا جاتا امام  
پیادہ پا دوڑتے ہوئے چلے۔ اس لفظ کا استعمال ذوالجنح کے لئے میر انیس نے اس  
طرح پیش کیا ہے:-

خوش خوتھا ، خانہ زاد تھا ، دُلْدُل نژاد تھا

شبیّر بھی سخی تھے فرس بھی جواد تھا

گھوڑے کی تعریف میں ان کا یہ مصرعہ فراموش نہ ہوگا۔ بہر حال گھوڑا دشمنوں کو  
روندتا ہوا درخیمہ پر پہنچا اور بلند آواز سے سنائی سنائی فلما رائتین النساء جوارك  
زین ڈھلا ہوا، باگیں کٹی ہوئی۔ خیمے سے یہاں نکل آئیں، نوحہ و شیون کرنے لگیں۔  
کوئی خاتون گردن اسپ میں بانہیں ڈالے ہوئے، کوئی عنان فرس سے لپٹی ہوئی،  
بچے سموں سے۔



محمود طرہی نے ذوالجناح کے درخیمہ پر آنے میں حضرت زینب کے نوحے کے ۶۷ اشعار جو نقل کیے ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے۔ مظلوم (بھائی) کا سینہ زخموں سے چور ہے اور بہن بھائی کو اس حال میں دیکھ کر اپنے قلب و جگر میں جلن محسوس کرتی ہیں اور حالت اضطراب میں وہ اجتماع مصائب سے منہ پیٹ رہی ہیں اور تنگی دل سے زن پسر مردہ کی طرح ہیں۔

پکارے۔ اے زینب اٹھو اور میرے سفرِ آخرت سے پہلے رخصت ہو لو۔ میں تم کو پرہیزگاری کی وصیت کرتا ہوں محمدؐ کے گھرانے کا میں ہوں جو بہترین کنبہ ہے تم کو اب سجاد کی پیروی کرنا ہے وہ مرکز قرآن اور علم کثیر رکھتے ہیں۔ جناب زینب نے جب مقتل میں بھائی کو زخموں سے چور دیکھا اور گھوڑے لاش کو پائمال کر رہے تھے اپنے تئیں گھوڑے کے سموں میں ڈال کر اپنی جان کو خطرے میں لئے ہوئے تھیں اور یہ بین کرتی تھیں بھیا قیدیوں کا اب کون سر پرست ہے اور تپیموں کا کون خیر گیر۔ بہن نے بھائی کی لعش پر اپنے تئیں گرایا اور خونِ برادر اپنے ہاتھوں سے رخسار پر ملا اور اپنی ماں کو پکاریں۔ (دیکھو الغدیر جلد ششم ص ۱۲)



آٹھواں باب

شاعری میں ذوالجناح کا تذکرہ

## ..... ﴿ آٹھواں باب ﴾ ..... .....

- ۱۔ کلام میر انیس میں ذوالجناح
  - ۲۔ ذوالجناح سے غالب کی عقیدت
  - ۳۔ میر منس کے مرثیوں میں ذوالجناح کی تعریف
  - ۴۔ میرزا عشق
  - ۵۔ علامہ سید ضمیر اختر نقوی
  - ۶۔ نوے در حال ذوالجناح
- |                   |                   |              |
|-------------------|-------------------|--------------|
| ☆ مہ چہین بیگم    | ☆ عصمت لکھنوی     | ☆ متین دہلوی |
| ☆ عترت بلوری      | ☆ فرمان حسن       | ☆ کوثر       |
| ☆ اوسط اکبر آبادی | ☆ زماں اکبر آبادی | ☆ فیض        |
| ☆ سید فدا بخاری   | ☆ محسن اعظم گڑھی  | ☆ نجم آقندی  |
- ☆ ڈاکٹر ماجد رضا عابدی
- ۷۔ رباعیات در وصف ذوالجناح
- ☆ سید حیدر حسن ناظم شکار پوری

## کلام میرا نیس میں ذوالجناح

گھوڑے کے لیے شاید ہی کوئی عربی یا فارسی کا ایسا لفظ ہو، جسے انیس نے کسی نہ کسی طرح اپنے مرثیوں میں صرف نہ کیا ہو۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ گھوڑے کے لیے انہوں نے کوئی ہندی لفظ استعمال نہیں کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ہندوستان میں گھوڑے کی صرف ایک ہی قسم پائی جاتی تھی جسے ”گوٹ“ کہتے تھے۔ یہ گھوڑا ٹھنلنا اور قد و قامت میں عربی نسل کے گھوڑوں کے مقابلے میں بہت پست اور کمزور ہوتا تھا۔ (گھوڑوں کی نئی نسلیں مغلوں نے تیار کرائیں۔ عہد جہانگیری میں یہ کام ترقی کی معراج پر پہنچ گیا تھا)۔ اس لیے انیس نے اُسے قابل توجہ نہ سمجھا۔ اسپ اور فرس تو خیر عام الفاظ ہیں، انہوں نے گھوڑوں کی حسب ذیل اقسام کا ذکر کیا ہے جن سے صرف ماہرین فن ہی واقف ہو سکتے ہیں:

توسن: (گھوڑے کا بچہ جو تند خو، شوخ اور سرکش ہو)۔

اشہب: (سبزہ گھوڑا۔ جس کے بالوں کی سفیدی سیاہی پر غالب ہو)۔

رخش: (اصطلاحاً رخش کا اطلاق اُس گھوڑے پر ہوتا ہے، جس کے رنگ میں

سفیدی اور سرخی کی آمیزش ہو۔ رستم کے گھوڑے کا نام بھی رخش تھا)۔

کیت: (سرخ رنگ کا گھوڑا جس کی گردن کے بال اوہم یا اوہم کے

ادھم: (مشکی رنگ کا گھوڑا)۔

زرف: (اُس گھوڑے کا نام جس پر رسول اللہ شب معراج سوار تھے)۔

تازی: (عربی گھوڑا)۔

ابلق: (چتکبرا، سفید ہاتھ پاؤں کا گھوڑا)۔

سُرنگ: (لال رنگ کا گھوڑا)۔

کول: (شاہی سواری کا گھوڑا، وہ گھوڑا جو محض سجاوٹ کے لیے ہوتا ہے، بے سوار

کا گھوڑا)۔

سمند: (زر دی مائل گھوڑا)۔

انیس ایک ماہر شہسوار کی طرح گھوڑے کے اعضائے بدن۔ ٹاپ، سم، ایال

(گھوڑے کی گردن کے بال)۔، کنوتی (گھوڑے کے کان)، تھوتھنی وغیرہ، ساز مثلاً

زین، رکاب، لجام، ہرنا (وہ تھیلی جو زین کے آگے ذرا بلندی پر لگی رہتی ہے)، بنگ (وہ

تسمہ جس سے زین کسا جاتا ہے)، فتراک (وہ تسمہ جو زین کے دائیں بائیں شکار

باندھنے کے واسطے لٹکایا جاتا ہے)، وغیرہ سے بھی پوری واقفیت رکھتے ہیں۔

انیس گھوڑے کی چالوں، مثلاً۔ پوئی، سر پٹ وغیرہ سے بھی واقف ہیں۔ انہوں

نے گھوڑے کو ”کاوے پڈالنا“ یا ”کاوے پلگانا“ وغیرہ کی اصطلاح جگہ جگہ استعمال

کی ہے مثلاً ”شہدیز کو اکبر نے بھی کاوے پلگایا“، یا ”رہوار کو جھنجھلا کے کبھی کاوے پ

ڈالا“۔ ”کاوا“ دراصل گھوڑے کی اُس چال کو کہتے ہیں جس میں وہ دائرہ بناتا ہوا گھوم

کے ساتھ چلتا ہے۔ ”کاوا“ دینے کی مشق کرانے کے لیے کسی میدان میں ایک بانس

نصب کر دیا جاتا ہے، جس میں سات آٹھ فٹ لمبی رسی سے گھوڑے کو باندھ دیا جاتا

ہے۔ اُسے کاوا دینا بولتے ہیں۔ گھوڑے کی تعریف کے ذیل میں انیس کا ایک مصرع

ہے۔ ”کاوے میں جو پرکار، توڑنے میں پری تھا۔“ کاوا دینے کی متذکرہ بالا تعریف کی روشنی میں انیس کے اس مصرعے کا مطلب سمجھ میں آتا ہے۔ ظاہر ہے، اس تعریف سے وہی واقف ہو سکتا ہے، جو شہسواری کا ذوق رکھتا ہے، اور یہ بھی طے ہے کہ جو لوگ اس تعریف سے واقف نہیں ہیں، وہ اس مصرعے سے پوری طرح لطف اندوز نہیں ہو سکتے۔

وہ ماہر شہسواری کی طرح شہسواری سے متعلق محاورے بڑی بے تکلفی سے صرف کرتے ہیں۔ مثلاً ”جب باگ ہلی، برچھیوں پھڑا (اچھلنا) گیا گھوڑا، یا ”کوڑا (چابک مار کر گھوڑے کا دوڑانا) کیا فرس کو جو باگ اس نے پھیر کے“۔ یا ”شکر کے راہوار کو بڑھتے تھے واں سے جب“۔ اسی طرح ایک بیت ہے۔

صیحہ جو وہ کرتا تھا تو ہٹ جاتے تھے گھوڑے

ہر صف میں الف ہو کے اُلٹ جاتے تھے گھوڑے

(یہاں کاتب نے ”صیحہ“ لکھ دیا ہے۔ جو غلط ہے۔ نو لکھو کی ان جلدوں میں جو ۱۹۳۷ء میں تیج کمار نے شائع کیں اور جو میرے استعمال میں ہیں کتابت کی بے شمار غلطیاں ہیں)۔

اس میں انیس نے گھوڑے سے متعلق دو اصطلاحیں استعمال کی ہیں۔ ”صیحہ کرنا“ اور ”الف ہونا“۔ ”الف ہونا“ عام اصطلاح ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ گھوڑا جب چمکتا ہے تو اپنے دونوں اگلے پاؤں اوپر اٹھا کر پچھلے دو پاؤں پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ لیکن ”صیحہ کرنا“ ایسی اصطلاح ہے، جس سے شہسواری کے کالمین بھی بہت کم واقف ہوں گے۔ ”صیحہ“ کے لغوی معنی سخت، مہیب آواز کے ہیں۔ اصطلاحاً ”صیحہ“ اُس آواز کو کہتے ہیں، جو گھوڑا کسی خاص انداز سے یا غصہ میں نکالتا ہے۔ انیس نے ایک اور مقام

پر بھی اس لفظ کو استعمال کیا ہے۔ ”وہ شور فرس ابلق و سرتگ“۔ اس سے ”صحیح کرنا“ کے معنی صاف ہو جاتے ہیں۔

انیس گھوڑے کی عادات و نفسیات سے بھی آگاہی رکھتے ہیں۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ چابکدست راکب کو مرکب بیچانے لگتا ہے۔ (دس بارہ سال پہلے کی بات ہے کہ مظفر نگر کے رئیس اصغر علی خاں ایم۔ ال۔ اے۔ (مرحوم) نے جو اپنی مہمان نوازی و سعداری اور روایات پسندی کے لیے مشہور تھے خاتمہ زمینداری کے بعد فیصلہ کیا کہ موٹر کی موجودگی میں گھوڑوں کو فروخت کر دیا جائے۔ چنانچہ گھوڑے میرٹھ کی نوچندی میں فروخت ہونے کے لیے بھیج دیئے گئے۔ نوچندی کا میلہ دیکھنے جب وہ خود گئے تو خیال آیا، لاؤ گھوڑوں کو بھی دیکھتا چلوں۔ گھوڑوں کے پاس پہنچے تو گھوڑے انہیں پہچان کر ہنہنائے۔ انہوں نے فوراً اپنی رائے بدلی اور گھوڑوں کو اپنے ساتھ واپس لے گئے۔ یہ واقعہ مجھے میرے دوست حکیم اسلام الحق صاحب نے سنایا جو کنور صاحب کے معالج خصوصی تھے)۔ اور راکب کے اشاروں پر چلتا ہے۔ امام حسینؑ کا گھوڑا ہوا سے باتیں کرتا تھا۔ فوجوں کے ٹوکنے سے اسکا رکنا محال تھا، البتہ اگر خود حضرت اُسے چکار کے روکتے، تو وہ رک سکتا تھا۔

ممکن نہ تھا فوجیں اُسے ٹوکیں، تو رُک کے وہ

چکار کے حضرت ہی جو روکیں تو رُک کے وہ

جناب عباسؑ کا گھوڑا اُن کے ارادے کو پہچانتا ہے۔ جب جناب عباسؑ میدان کارزار میں جانے کے لیے گھوڑے پر سوار ہونے کی غرض سے بڑھے، تو گھوڑے نے اپنی دم کھڑی کر لی۔ ”دم کو چنور کیا فرس بیمثال نے“۔ گویا اپنے راکب کو سواری دینے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ یہ گھوڑے کی سچی تصویر ہے، جس میں داخلیت نمایاں ہے۔

جب گھوڑا بگڑتا ہے تو اُس کی آنکھیں اُبل پڑتی ہیں، منہ سے جھاگ نکلنے لگتے ہیں، اور کتوتیاں مل جاتی ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں: ”غصہ میں وہ شہدیز کی آنکھوں کا اُبلنا“۔ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: ”کف منہ سے گرا کر وہ کتوتی کو بدلنا“۔ مندرجہ ذیل بند میں گھوڑے کی سچی تصویر کھینچ دی ہے:-

مانند شیر غیظ میں آیا وہ بیلتن آنکھیں اُبل پڑیں صفت آہوئے سخن  
 ماری زمین پہ ٹاپ کہ لرزا تمام بن چلائے سب کہ گھوڑے پہ بھی لوچڑھا ہے رن  
 میخیں زمیں کی اُس کی تگاپو سے ہل گئیں  
 دونوں کتوتیاں بھی کھڑی ہو کے مل گئیں

اس بند کے تیسرے اور پانچویں مصرعوں میں بات ذرا مبالغے سے کہی گئی ہے۔ پہلے اور دوسرے مصرعوں میں حقیقت نگاری ہے، مگر اُن کا انداز بھی شاعرانہ ہو گیا ہے، البتہ چھٹے مصرعے میں خالص حقیقت نگاری سے کام لیا گیا ہے۔ یہاں انیس نے گھوڑے کی ایسی متحرک لفظی تصویر کھینچ دی ہے، جو مصور کے موقلم کے قابو سے باہر تھی۔ اچھے گھوڑے کی جسمانی صفات ایک شہسوار ہی خوب جان سکتا ہے۔ ذیل کے تین مصرعوں میں جو مختلف مرثیوں میں وارد ہوئے ہیں، انیس نے گھوڑے کے حسنِ ظاہری کی خصوصیات بیان کی ہیں: (۱) ”تیار کفل، تنگ کمر، سینہ کشادہ“، (۲) ”سینہ کشادہ، تنگ کمر، چست جوڑ بند“، (۳) ”وہ تھوٹھنی، وہ آنکھ، وہ سینہ، وہ پیش و پس“۔ ذیل کے بند میں انیس نے جنابِ عباسؑ کے گھوڑے کی جیتی جاگتی تصویر پیش کی ہے، جس میں اُن کی شہسواری اور شاعری دونوں معراجِ کمال پر دکھائی دیتی ہیں:-

وہ تھوٹھنی کہ غنچہ سوسن سے تنگ تر وہ آنکھڑیاں، نخل جو ہرن جن کو دیکھ کر  
 کیلیں نجوم، نعل ہلال اور سم قمر باریک جلد، سینہ کشادہ، بلند سر



کھاتی تھی ہر پری بھی قسم اُن کی جان کی  
 غصہ یہ تھا کہ تنگ ہے وسعت جہان کی  
 اس بند میں جو نادر تشبیہیں استعمال کی گئی ہیں، اُن سے قطع نظر، یہاں گھوڑے کی جو  
 خصوصیات نظم کی گئی ہیں، اُن تک پہنچنے کی صلاحیت کسی ماہر شہسوار ہی میں پائی جاسکتی ہے۔

### دوسری محرم کو ذوالجناح کا رُکنا

کونے کو نماز سحری پڑھ کے چلے شاہ روتے ہوئے سب قافلے والے ہوئے ہمراہ  
 اک دشتِ خطرناک میں جا پہنچے جونا گاہ گھوڑا نہ بڑھا آگے تو بولے شہِ ذبیحہ  
 کس غم نے کیا خائف و ترساں تجھے گھوڑے  
 پیاری ہے مری جان سے کیا جاں تجھے گھوڑے  
 منہ پھیر کے گھوڑے نے کہا عرض کروں کیا تھراتا ہوں ہرگز قدم آگے نہیں بڑھتا  
 کیا جانے زمیں کیسی ہے کیسا ہے یہ صحرا پوچھے تو کسی سے کوئی کیا نام ہے اس کا  
 پوچھا تو کوئی بولا یہی دشتِ جفا ہے  
 نام اس کا ہے اک ماریہ اک کرب و بلا ہے  
 یہ سن کے اتر گھوڑے سے حضرت نے پکارا صد شکر کہ تقدیر نے منزل پہ اُتارا  
 اب آگے ہے اس دشت سے کب جانے کا یارا مسکن ہے یہی اور یہی مدفن ہے ہمارا  
 سادات کے یہ خون کے بہنے کی جگہ ہے  
 تا حشر ہمارے یہی رہنے کی جگہ ہے

(مراثی انیس جلد اول صفحہ ۲۷۱)

لکھا ہے فرس آپ نے بدلے کئی یک بار اس دشت سے لیکن نہ بڑھا ایک بھی رہوار  
 گھبرا کے یہ کہنے لگے عباسِ علمدار یہ تو فرسِ خاص ہے یا سیدِ ابرار

اڑتے اسے دیکھا ہے پہ جتے نہیں دیکھا

سوکوس کے دھارے میں بھی تھمتے نہیں دیکھا

اس ہاتھ سے شہ نے لیا اس ہاتھ میں کوڑا غیرت سے عرق آگیا تھرا گیا گھوڑا

منہ شہ کی طرف اسپ و فادار نے موڑا کی عرض کہ خود میں نے یہ رستا نہیں چھوڑا

مانا ہے سدا حکم شہنشاہِ اُمم کو

ناچار ہوں مولا کوئی تھا سے ہے قدم کو

یہ سنتے ہی رہوار سے اترے شہ ابرار فرمایا کہ بس کھول دو اونٹوں کے یہیں بار

طالب تھا یہیں کا پسر حیدر کرار عباس سے فرمایا کہ اتر و مرے غمنوار

ہوئے گا مقام اب یہیں زہرا کے پسر کا

لو شکر کرو خاتمہ ہے آج سفر کا

(مراثی انیس جلد چہارم صفحہ ۲۸)

### صبح عاشور ذوالجناح کی سواری میرا نیس کی نظر میں:

دیکھا گیا نہ شاہ سے سیدانیوں کا حال بس الوداع کہہ کے چلا فاطمہ کا لال

باہر جو آئے روتے ہوئے شاہِ خوش خصال دیکھا کہ فوج سب ہے مسلح پئے جدال

جھک کر سلام غازیوں نے با ادب کیا

گھوڑا سوار دوش نبی نے طلب کیا

آیا عجب شکوہ سے شبذیز تیز گام طاؤس و کبک دیکھتے تھے جلوہ خرام

دامن قبا کارکھ کے کمر میں بڑھے امام عباس نے رکاب کو تھاما با احترام

چھوٹی قدم سے میں ، یہ ہوا غم زمین کو

جبریل جھاڑنے لگے شہپر سے زین کو

حاصل ہوا جو فیض قدم بوسی جناب اللہ ری ضیا مدہ نو بن گئی رکاب

روشن تھے بدر سے سُم اسپ صبا شتاب ثابت تھا صدر زین سے کہ ہے برج آفتاب  
 انساں تو کیا ہیں دیدہ انجم بھی بند ہیں  
 تارِ شعاع موئے ایالِ سمند ہیں  
 کس اوج سے خدیوزمین وزماں چلا رہوار کیا زمیں پہ چلا آسماں چلا  
 لے کر نشاں علیٰ ولی کا نشاں چلا دامن بھرے ہوئے علم زرفشاں چلا  
 اخترِ نثارِ بخشش سبطِ رسول تھے  
 ذرے نہ تھے زمین پہ سونے کے پھول تھے

چڑھ چڑھ کے مرکبوں پہ بڑھے جب وہ گلخدار اس دم فرس پہ قبلہ عالم ہوئے سوار  
 مہمیز کی مگر نہ بڑھا واں سے راہوار حضرت کے منہ کو نکلتا تھا پھر پھر کے بار بار  
 کوہِ الم گرا تھا دلِ دردناک پر  
 آنکھوں سے اس کے اشک ٹپکتے تھے خاک پر  
 آزرده ہو کے اس سے یہ بولے شہ ام تو ساتھ گرنہ دے تو پیادے ہی جائیں ہم  
 بولا یہ کانپ کانپ کے وہ اسپ خوش قدم قدموں کو میں نہ چھوڑوں گا جب تک ہے دم میں دم  
 میری طرف حضور نہ رک رک کے دیکھئے  
 مولا مرے قدم کی طرف جھک کے دیکھئے  
 جھک کر جو پشت زین سے شہ دین نے کی نظر دیکھا سموں سے لپٹی ہے زینبؓ برہنہ سر  
 کہتی ہے آنکھ مل کے قدم پر وہ نوحہ گر اے ذوالجناح دخترِ زہراؑ پہ رحم کر  
 پاؤں گی پھر نہ فاطمہؑ کے نور عین کو  
 لے جانہ تو بہن سے چھڑا کر حسینؑ کو

پچھلے سموں پہ رکھے ہے سردوسری بہن پکڑے شکار بند کو ہے بیوہ حسن  
 روکے ہے راہ زوجہ عباسؑ صفِ شکن گھونگھٹ دھرے ہے پال پاک رات کی لہن

صدے سے تھر تھری ہے تن خوش خرام میں  
 ڈالے ہے ننھے ہاتھ سکیئہ لگام میں  
 گردن سے لپٹی کہتی ہے بانوئے نامدار      صدقے میں تیرے مرے آقا کے زاہوار  
 کرتا ہے مجھ کو رائڈ محمدؐ کا یادگار      کام آ کہ ہوں علیؑ کی بہو میں جگر و کار  
 مرجاؤں گی میں ساتھ جو وارث کا چھٹ گیا  
 آگے قدم بڑھا تو مرا راج لٹ گیا  
 فرمایا تم کو فاطمہؑ کی روح کی قسم      جاؤ ابھی تو آئیں گے مقتل سے پھر کے ہم  
 بچوں کو ساتھ لے کے چلے پیٹے حرم      رستے سے پھر کے بولی یہ زینبؑ پچشم نم  
 تسکین نہیں مرے دل پڑا اضطراب کو  
 گھوڑے پہ تم چڑھو میں سنبھالوں رکاب کو  
 روتے ہوئے فرس پہ چڑھے بادشاہ دیں      تھے پشت زینؑ پہ شاہ کہ خاتم پہ تھا نگین  
 رخسار آفتاب تو مہتاب تھی جبیں      کوسوں فروغ حسن سے روشن ہوئی زمین  
 جن کے تنوں میں جان نہ تھی زندہ ہو گئے  
 ذرے زمیں پہ اختر تابندہ ہو گئے  
 میدان میں جب سواری شاہ ام چلی      کس شان سے جلو میں سپاہِ حشم چلی  
 فتح و ظفر ادب سے قدم با قدم چلی      بدلی ہوا نسیم ریاضِ ارم چلی  
 سرتاجِ عرش تھا جو ملیں صدرِ زینؑ پر  
 قدسی پروں کو فرش کئے تھے زمین پر  
 جوں جوں قدم بڑھاتا تھا سرور کا خوش خرام      بنتے تھے نقشِ سُم سے زمیں پر مہ تمام  
 تھا ارضِ کربلائے معلیٰ کا یہ کلام      گو فرش تھی پہ آب میں ہوئی عرشِ احتشام  
 ذروں کا اس زمیں کے فلک پر دماغ تھا

ہر سنگ ریزہ رشک دہ شب چراغ تھا

\_\_\_\_\_ مرثیٰ انیس جلد اول (شیخ غلام علی لاہور صفحہ ۴۲-۴۳)

یہ کہہ کے نکلے خیمے سے شبیر دل نگار دیکھا کھڑا ہے ڈیوڑھی پہ اسپ و فاشعار

گردن پہ ہاتھ پھیر کے بولا وہ نامدار طاقت نہ ہو تو جائے پیادہ ترا سوار

یہ گردشِ فلک یہ جھائے زمانہ ہے

تو بھی تو تین روز سے بے آب و دانہ ہے

منہ رکھ کے شہ کے بازو پہ بولا وہ باوفا اے شہسوارِ دوشِ محمد ترے فدا

کچھ حق نہ دانہ خوری کا مجھ سے ہوا ادا فاقہ ہو جب کہ آپ کو مولانا میں ہوں کیا

حیواں ہوں پر نہ ترکِ رفاقت کروں گا میں

جیتا ہوں گر تو آپ کے آگے مروں گا میں

پھیلا کے دونوں ہاتھ جھکا وہ سوائے زمیں گھوڑے پہ جلوہ گر ہوا حیدر کا ناز نہیں

پرنور ہو گیا رُخِ انور سے صدرِ زیں مرکب پہ تھے حسین کہ خاتم پہ تھا نگین

شورِ ورودِ غرب سے تا شرق ہو گیا

بیٹھے جو تن کے آپ فرس برق ہو گیا

بوئے بہشت لے کے نسیمِ سحر چلی آگے فرس کے فتح تو پیچھے ظفر چلی

خود سر پہ چتر بن کے ضیائے قمر چلی گھوڑا چلا کہ فتح کی گویا خبر چلی

غرفوں سے حوریں دیکھتی تھیں شہسوار کو

پریاں طبق لیے تھیں سروں پر نثار کو

\_\_\_\_\_ (مرثیٰ انیس جلد اول صفحہ نمبر ۳۶۵-۳۶۶ شیخ غلام علی لاہور)

مولا چڑھے فرس پہ محمد کی شان سے ترکش لگایا ہرنے پہ کس آن بان سے

نکلا یہ جن و انس و ملک کی زبان سے اترتا ہے پھر زمیں پہ براقِ آسمان سے

سارا چلن خرام میں کبک دری کا ہے

گھونگھٹ نئی دولہن کا ہے چہرہ پری کا ہے

غصے میں آنکھریوں کے اُبلنے کو دیکھئے جو بن میں جھوم جھوم کے چلنے کو دیکھئے

سانچے میں جوڑ بند کے ڈھلنے کو دیکھئے تھم کر کنوتیوں کے بدلنے کو دیکھئے

گردن میں ڈالیں ہاتھ یہ پریوں کو شوق ہے

بالا دوی میں اُس کو ہمار بھی فوق ہے

تھم کر ہوا چلی فرسِ خوش قدم بڑھا جوں جوں وہ سوائے دشت بڑھا اور دم بڑھا

گھوڑوں کی لیس سواروں نے باگیں علم بڑھا رایت بڑھا کہ سروِ ریاض ارم بڑھا

پھولوں کو لے کے باؤ بہاری پہنچ گئی

بستانِ کربلا میں سواری پہنچ گئی

\_\_\_\_\_ (مراثی انیس جلد چہارم، صفحہ نمبر ۲۳۲۔ شیخ غلام علی لاہور)

سوار ہوا جب وہ دو عالم کا خوزادہ لشکر کا ہوا جاہ و حشم اور زیادہ

گھوڑا جو بڑھا کا ہکشاں بن گیا جاہ جبریل چلے ساتھ سواری کے پیادہ

ہمراہ علم دھوپ میں تھا ظلِ خدا بھی

جبریل بھی تھے سایہ فگن سر پہ ہما بھی

\_\_\_\_\_ (مراثی انیس، جلد دوم صفحہ ۸۷، شیخ غلام علی لاہور)

ذوالجناح اور امام حسینؑ کی رخصتِ آخر

یہ کہہ کے گریبان مبارک کو کیا چاک اور ڈال لی پیراہن پر نور میں کچھ خاک

میت ہوئے شبیر کفن بن گئی پوشاک بس فاتحہ خیر پڑھا بادِ غمناک

مڑ کر نہ کسی دوست نہ غم خوار کو دیکھا

پاس آئے تو روتے ہوئے راہوار کو دیکھا

گردان کے دامنِ علیٰ اکبر کو پکارے      تھا مومرے گھوڑے کی رکاب اے مرے پیارے  
 لختِ دل شہیہ کدھر اس وقت سدھارے      بھائی ہیں کہاں ہاتھ میں دیں ہاتھ ہمارے  
 آتے نہیں مسلم کے جگر بند کہاں ہیں  
 دونوں مری ہمشیر کے فرزند کہاں ہیں

تہائی میں ایک ایک کو حضرت نے پکارا      کون آئے کہ فردوس میں تھا قافلہ سارا  
 گھوڑے پہ چڑھا خود اسد اللہ کا پیارا      اونچا ہوا افلاکِ امامت کا ستارا  
 شوخی سے فرس پاؤں نہ رکھتا تھا زمیں پر  
 غل تھا کہ چلا قطبِ زماں عرشِ بریں پر

شہدیز نے پھلِ بل میں عجب ناز دکھایا      ہر گام پہ طاؤس کا انداز دکھایا  
 زیور نے عجب حسنِ خداداد دکھایا      فتراک نے اوج پر پرواز دکھایا  
 تھا خاک پہ اک پاؤں تو اک عرشِ بریں پر  
 غل تھا کہ پھر اترا ہے براق آج زمیں پر

\_\_\_\_\_ مرثیٰ انیس، جلد اول (شیخ غلام علی لاہور صفحہ ۲۳)

بیت الشرف سے نکلے جو سلطانِ بحر و بر      دیکھا کہ ذوالجناح کھڑا ہے جھکائے سر  
 حضرت نے باگِ تھام کے دیکھا ادھر ادھر      کوئی نہ دوست تھا نہ برادر نہ تھا پسر  
 تہائی حسین پہ زہرا نے رو دیا  
 غربت پہ اپنی خود شہِ والا نے رو دیا

\_\_\_\_\_ (مرثیٰ انیس، جلد دوم صفحہ ۳۱، شیخ غلام علی لاہور)

دیکھا شہِ دین نے جو قریبِ فرس آکر      کوئی نہ پسر تھا، نہ بھتیجا نہ برادر  
 زینبؑ نے پکارا کہ تھمو آتی ہے خواہر      زہرا کی صدا آئی کہ موجود ہے مادر  
 کیا رتبہ عالی تھا رکابِ شہِ دین کا

اک فاطمہؑ کا ہاتھ تھا اک روح امیں کا

پہنچا جو در خانہ زیں تک قدم شاہ تھرا کے جھکا خود بادب تو سن چالاک  
گھوڑے پہ چڑھا تخت دل سید لولاک جبریل امیں ساتھ ہوئے تھام کے فزاک

کس منھ سے کہوں حسن نشست شہہ دیں کو  
معلوم ہوا جڑ دیا خاتم پہ نگیں کو

تھا زین فرس، رعل، تو قرآں شہہ والا وہ تخت ہوا تھا تو سلیمان شہہ والا  
وہ دوش صبا بوئے گلستاں شہہ والا وہ بُرج شرف نیڑ تاباں شہہ والا

بوگل کی نسیم سحری لے کے چلی ہے  
غل تھا کہ سلیمان کو پری لے کے چلی ہے

ضیغ کی جو تھی جست تو آہو کے طرارے آنکھوں کو چراتے تھے نجالت سے چکارے  
ہر نعل سے خم تھا نہ نو شرم کے مارے اٹھتے تھے قدم جب تو چمکتے تھے ستارے

ہو رشک نہ کیوں کر فلک ماہ جبیں کو

نقش مُسم تو سن سے لگے چاند زمیں کو

مرکب پہ ہیں مولا کے تجلی ہے سر طور چہرے کی ضیا سے ہے زمیں آئینہ نور  
ہر سنگ یہ تاباں ہے کہ شرمندہ ہے بلور ڈھلتا نہیں دن دھوپ ہوئی جاتی ہے کافور

حیراں ہیں خبر نور خدا کی نہیں جن کو

ہے شور کہ لو کھیت کیا چاند نے دن کو

(مراثی انیس، جلد دوم صفحہ ۳۶۱- شیخ غلام علی لاہور)

آمد فرس کی تھی دلہن آتی ہے جس طرح تھم تھم کے نکھت چمن آتی ہے جس طرح  
تصویر آہوئے عُقن آتی ہے جس طرح یا شمع سوئے انجمن آتی ہے جس طرح

باہم طیور کہتے تھے کبک دری ہے یہ



گھوڑے چراغ پاتھے کہ بے شک پری ہے یہ

آیا عجب شکوہ سے اسپ قمر رکاب تھا مے تھی فتح زین کا دامن ظفر رکاب

چشمک زنی ہلال پہ کرتی تھی ہر رکاب حلقہ تھا نور مہر کا یا جلوہ گر رکاب

فتراک تھی کہ کھولے ہوئے تھا عقاب پر

زین پر تھا گرد پوش کہ بر آفتاب پر

اختر خجل ہیں زینِ جواہر نگار سے ڈڑوں نے چُن لیے ہیں ستارے غبار سے

تھمتا تھا کب سوارِ فراست شعار سے گردن میں ہاتھ باگ نے ڈالے ہیں پیار سے

نازاں ہے خود رکاب کے پاؤں کو دیکھ کر

بل کر رہا ہے خاک پہ سائے کو دیکھ کر

قربان اُس نگاورِ ضیغم شکار کے پامال کر دے شیر کو ٹاپوں سے مار کے

شائستگی کو پوچھے دل سے سوار کے چاہے تو ایک طفل چڑھے باگ اُتار کے

رکھ دے قدم تو رنگ نہ میلا ہو پھول کا

پیارا فرس ہے راکبِ دوشِ رسول کا

چاروں سُموں سے بدرِ خجل نعل سے ہلال کھیلیں شکارِ شیر یہ آنکھیں ہیں وہ غزال

کہنے نہ یال حور نے بکھرا دیئے ہیں بال پھرنے پہ جھوم جھوم کے صدقے پری کی چال

رستے ہیں یاد گنبدِ نیلی رواق کے

ذُلذُل کی تیزیوں ہیں طرارے براق کے

سینہ کُشاہ ، تنگ کمر چست جوڑ بند گردن میں خمِ ہلال کا اور اس پر سر بلند

جاں دار ، بردبار ، عدو کش ظفر پسند بجلی کسی جگہ ، کہیں آہو کہیں پرند

سرعت ہے ابر کی تو لطافت ہوا کی ہے

اتنے ہنر فرس میں ، یہ قدرتِ خدا کی ہے

دونوں کنوتیاں جو بہم ہیں بہ شکل لا سوچیں تو اہل بزم کہ مطلب ہے اس کا کیا  
ہاں بے زباں ہے گو پہ یہ کہتا ہے برملا آقا ہے میرا صاحبِ لاسیف و لافنا

افسوس اہلِ شام کو کچھ پیش و پس نہیں

آقا حسینؑ سا نہیں ، مجھ سا فرس نہیں

لو اب سوار ہوتا ہے زہرا کا یادگار تھاے رکاب کون ، نہ یاور نہ غم گسار  
رو کر فرس سے کہتے ہیں شبیر نام دار اے ذوالجناح دیکھ یہ نیرنگ روزگار

سب دوپہر میں ابنِ علیؑ سے جدا ہوئے

جو تیرے گرد رہتے تھے وہ دوست کیا ہوئے

یہ سن کے ذوالجناح تو روتا تھا زار زار چلا تھی یہ زوجہ عباسؑ نام دار  
صاحب اٹھو ترائی سے میں آپ پر نثار آقا سوار ہوتے ہیں آتا ہے راہوار

یاں آ کے ساتھ جاؤ امامِ غیور کے

سایہ کرو کہ دھوپ ہے سر پر حضور کے

لکھا ہے یاں لبامِ فرس پر تھا دستِ شاہ فریادِ وحسینؑ سے ہلتی تھی قتل گاہ  
خیمے سے نکلی اک زنِ بالا بلند آہ رخ پر نقاب پاؤں میں موزے عباسیہ

حسنِ رسولؐ شانِ علیؑ کا ظہور تھا

گویا لباسِ کعبہ میں خالق کا نور تھا

پردہ ہٹا جھکی ہوئی آئی وہ دل کباب تھامی لرزتے ہاتھوں سے رہوار کی رکاب  
گھوڑے پہ جلوہ گر ہوئے شاہِ فلک جناب بیت الشرف میں پھر گئی وہ مثلِ آفتاب

جس کا یہ ذکر تھا وہ نواسی نبیؐ کی تھی

زینبؑ بہنِ حسینؑ کی ، بیٹی علیؑ کی تھی

رن کو سواری شہ جن و بشر چلی پیچھے تمام فوجِ ملک ننگے سر چلی

گھوڑے کے ساتھ فاطمہؑ تھامے جگر چلی شہدیز کیا چلا کہ نسیم سحر چلی

طبقہ تمام نور سواری سے عرش تھا

سونے کی تھی زمیں تو ستاروں کا فرش تھا

غل تھا فرس پہ سید والا کو دیکھ لو ہاں برق و شریق طورِ تجلی کو دیکھ لو

پڑھ کر درود صورتِ مولا کو دیکھ لو بالائے رحل مصحفِ زہرا کو دیکھ لو

پایا کسی بشر نے یہ پایا ہے خلق میں

قرآن انھیں کے واسطے آیا ہے خلق میں

\_\_\_\_\_ (مرآئی انیس، جلد دوم صفحہ ۴۰۳ تا ۴۰۶ - شیخ غلام علی لاہور)

زینبؑ نے پکارا مرے مانجائے برادر ناشاد بہن لینے رکاب آئے برادر

اب کوئی مددگار نہیں ہائے برادر صدقے ہو بہن گر تمھیں پھر پائے برادر

غش آئے گا دو گام پیادہ جو بڑھو گے

اس ضعف میں رہو ارپہ کس طرح چڑھو گے

حضرت نے صدادی کہ نہ خواہر نہ نکلتا جب تک کہ میں زندہ رہوں باہر نہ نکلتا

لِلّٰہِ بہن کھولے ہوئے سر نہ نکلتا سر کھول کے کیا اوڑھ کے چادر نہ نکلتا

کیا تم نے کہا دل مرا تھرا گیا زینبؑ

بھائی کی مناجات میں فرق آ گیا زینبؑ

رخصت ہوئے روتے ہوئے سارے ملک و جن گھوڑے پہ چڑھا تھم کے وہ کونین کا محسن

آفت کا وہ تھا وقت قیامت کا وہ تھا دن سایہ نہ کسی جا تھا نہ پانی کہیں ممکن

عباس کے حملے جو لعین دیکھ چکے تھے

دریا بھی نظر بند تھا یوں گھاٹ رکے تھے

گھوڑے کی طرف بڑھتے ہیں جب سبھ پیہر  
سیدانیاں قدموں سے لپٹ جاتی ہیں آکر  
اور چھوٹی سی اک لڑکی ہے پہننے ہوئے گوہر  
ہاتھوں سے نہیں چھوڑتی وہ دامن سرور  
بہلاتے ہیں گودی میں بھی لے لیتے ہیں شبیر

پر جب وہ مچلتی ہے تو رو دیتے ہیں شبیر

شہ کہتے تھے ماں پاس رہو ہم بھی ہیں آتے  
تم پیاسی ہو ہم پانی کے لینے کو ہیں جاتے  
وہ کہتی ہے جی ڈرتا ہے اب پانی منگاتے  
پانی ہی اگر لاتے تو عباس نہ لاتے

بس اب نہ رُلاؤ میں بہت رو چکی بابا

عمو کو تو پانی کے لیے کھو چکی بابا

بہلا کے اُسے گھوڑے پہ جب چڑھنے لگے شاہ  
کوئی نہ تھا جو تھامے رکاب شہ ذی جاہ  
حسرت سے ادھر اور ادھر دیکھ کے کی آہ  
خیمے سے عیاں ایک ضعیفہ ہوئی ناگاہ  
زہرا سے نہ کچھ شانِ بزرگی میں وہ کم تھی

پر بال پریشاں تھے کمر ضعف سے خم تھی

چلاتی تھی اس طرح وہ گردوں کی ستائی  
ٹھہرو کہ میں لینے کو رکاب آتی ہوں بھائی  
افسوس ہے کس وقت میں ہوتی ہے جدائی  
مرنے کو چلے آپ مجھے موت نہ آئی

صدمہ عجب اس دم ہے شہ جن و بشر کو

رہوار بھی روتا ہے جھکائے ہوئے سر کو

اس بی بی نے جب پکڑی رکاب شہ ابرار  
تب فاطمہ کالال ہوا گھوڑے پہ اسوار  
لپٹی ہوئی گردن سے وہ کہتی تھی یہ ناچار  
اے گھوڑے محمدؐ کے نواسے سے خبر دار

ہے وقتِ رفاقت یہ مصیبت کی گھڑی ہے

اسوار ترا رکبِ دوشِ نبوی ہے

تھی فتح و ظفر پڑے رکاب شہ ابرار  
آنکھوں سے لگاتے تھے ملائک شہم رہوار

اقبال جو خادم تھا تو نصرت تھی نمودار اور فاطمہ کی روح تھی بیٹے کی جلو دار  
 پہلو میں نواسے کے نبی خاک بسر تھے  
 پر کھولے ہوئے حضرت جبریل پر تھے

(مراثی انیس جلد دوم صفحہ ۲۷۶)

بیت الشرف سے نکلے جو سلطان بحر و بر دیکھا کہ ذوالجناح کھڑا ہے جھکائے سر  
 حضرت نے باگ تھام کے دیکھا ادھر ادھر کوئی نہ دوست تھا نہ برادر نہ تھا پسر  
 تنہائی حسینؑ پہ زہرا نے رو دیا  
 غربت پہ اپنی خود شہ والا نے رو دیا

چپکا کھڑا تھا دھوپ میں زہرا کا ناز میں ناپیں فرس اٹھاتا تھا جلتی تھی یہ زمیں  
 رُخ سے پسینہ پونچھ کے کہتے تھے شاہدیں لہجے خبر غلام کی یا ختم مرسلین  
 سر پر خدا ہے یا مرے مالک حضورؐ ہیں  
 اُمت کا حال کس سے کہوں آپ دور ہیں

(مراثی انیس جلد دوم صفحہ ۳۱۱)

خیمے سے برآمد ہوئے آخر شہِ صفدر سب بی بیوں ڈیوڑھی پدیں کھولے ہوئے سر  
 کیا کیجے بیباں بے کسی سبطِ پیمبرؐ بیٹا نہ بھتیجا نہ علمدار نہ لشکر  
 تھا مے جو رکاب آپ کی اتنا نہ کوئی تھا  
 رہوار تھا یا راکب دوشِ نبویؐ تھا  
 کس یاس سے ہر چار طرف تکتے تھے سرور دکھلائی نہ دیتا تھا کوئی مونس و یاور  
 رو کر کبھی چلاتے تھے آؤ علی اکبرؑ دل تھام کے کہتے تھے کبھی ہائے برادر

لو جلد خبر بے کس و بے یار ہوں عباسؑ

رو رو کے یہ کہتے تھے شہنشاہِ دو عالم      مظلومی شبیرؒ پہ تھا خیمے میں ماتم  
ہرگز دل زینبؓ کو قرار آیا نہ اُس دم      چلاتی ہوئی ڈیوڑھی سے نکلی وہ بصدغم

اے بھائی دکھاؤں کسے تنہائی تمہاری

تھامے گی رکاب آج یہ ماں جانی تمہاری

شہؓ نے کہا زینبؓ تری اُلفت کے میں قربان      بھائی کے لیے پردے کا تم کو نہ رہا دھیان  
پھر گھوڑے کے نزدیک گئے سرور ذی شان      رو رو کے کہا لو بہن ، اللہ نگہبان

زینبؓ نے رکھا ہاتھ رکابِ شہؓ دیں پر

شبیرؒ ہوئے جلوہ نما خانہ زیں پر

میدان کو چلی سید بے کس کی سواری      زینبؓ گئی خیمے میں بصدگریہ و زاری  
جنگاہ میں پہنچا اسدِ ایزدِ باری      اس غیظ سے دیکھا کہ لگے کاٹنے ناری

کیا رعب تھا کیا دبدبہ تھا ابنِ علیؑ کا

قبضے کی طرف ہاتھ نہ بڑھتا تھا کسی کا

بچپن کا تھا مرکبِ تہہ راں برق کی تمثال      ہر مرتبہ چمکارتا تھا فاطمہؑ کا لال  
کہتے تھے ستم گارزہ ہستمت و اجلال      دیکھو تو ذرا شوکتِ شبیرؒ خوش اقبال

لب تشنہ کئی دن شہؓ مظلوم رہے ہیں

پر ایشیر سے میدان میں کھڑے جھوم رہے ہیں

(مراثی انیس جلد دوم صفحہ ۳۲۷)

کہہ کر یہ سخن شاہِ چلے خیمے سے باہر      رائڈوں میں پپا ہو گیا ہنگامہٴ محشر

چلا کے کوئی کہتی تھی ہے ہر مرے سرور      کہتی تھی کوئی اب نہیں آئیں گے برادر

بابا کو قسم دے کے بلاتی تھی سکیئنہ

سر پیٹتی پیچھے چلی جاتی تھی سکیئنہ

چلائی تھی قربان ہو بیٹی چلے آؤ      مرجاؤں گی بابا مجھے تم چھوڑ نہ جاؤ  
 صدقے گئی ننھا سا مراد دل نہ کڑھاؤ      بیتاب ہوں مڑ کر مجھے صورت تو دکھاؤ  
 شہ کہتے تھے ماں پاس رہو نکلو نہ گھر سے

اب حشر میں ہوئے گی ملاقات پدر سے

یہ کہہ کے قریب فرس آئے شہ ابرار      گردن کو جھکائے ہوئے روتا تھا وہ رہوار  
 چپکار کے حضرت نے کیا اس کو بہت پیار      فرمایا کہ تو دیکھ تو اے اسپ وفادار  
 فرزند نہیں بھائی بھتیجا نہیں کوئی  
 تھا مے جو رکاب آن کے اتنا نہیں کوئی

زہرا کی صدا آئی یہ باگریہ و زاری      کیا بھول گئے پالنے والی کو میں واری  
 پہلو میں تو حاضر ہے یہ ماں درد کی ماری      اے لال میں تھا موگی رکاب آج تمھاری  
 نقشِ سُم رہوار سے آنکھوں کو ملوں گی  
 سر کھولے جلو میں ترے گھوڑے کے چلوں گی

گھوڑے پہ چڑھا رکب دوشِ شہِ لولاک      جوں برق ہوا گرم عنان تو سن چالاک  
 جبریل نے آکر بادبِ تھام لی فزاک      اقبال نے چومے بہ تقاخر قدمِ پاک  
 تھا شور کہ مرنے کو حسین آج چلے ہیں  
 معراج کو یا صاحبِ معراج چلے ہیں

تازی پہ عجب شان سے شہ تیغ بکف تھے      گویا کہ مہیائے و غا شاہِ نجف تھے  
 ناقوں پہ ملک نور کی باندھے ہوئے صف تھے      سر ننگے چپ وراس رسولانِ سلف تھے  
 ہر گام پہ آتی تھی صدا روحِ امیں کی  
 بس آخری ہے آج سواری شہِ دیں کی

اے اہل جہاں آج کے دن کر لو زیارت      دنیا سے محمد کے نواسے کی ہے رحلت

یہ شکل نہ آئے گی نظر پھر کسی صورت سمجھو پسرِ فاطمہؑ زہرا کو غنیمت

ڈھونڈو گے تو شبیرؑ سا آقا نہ ملے گا

پھر تم کو محمدؐ کا نواسا نہ ملے گا

کیا سرعت تو سن کو قلم کر سکے ارتقام صحرائے وسیعِ دو جہاں جس کا ہے اک گام

کاوے پہ جو پھرتے اُسے دیکھے سحر و شام گردش کو فراموش کرے اہلقِ ایام

اس تیزی سے صرصر کو گزرتے نہیں دیکھا

جوں برقِ کبھی اُس کو ٹھہرتے نہیں دیکھا

ہیں یال کے بال ایسے کہ شرمندہ ہوسنبل ہم سر نہ ہو کا کل سے کبھی حور کی کا کل

اسوار ہے اُس کا پسرِ صاحبِ دُلدُل کہیئے جو ملک اس کو نہیں جائے تامل

ہے دوشِ محمدؐ کا مکیں خانہ زیں پر

اس ناز سے رکھتا ہی نہیں پاؤں زمیں پر

دوروز سے لب تشنہ ہیں پر راکبِ درہوار چکار کے فرماتے ہیں یہ سیدِ ابرار

دریا میں تجھے لے چلوں اے اسپِ وفادار تو پی لے کہ مانع نہ ترے ہوں گے ستمگار

اعدا کو نہیں ہے کسی پیاسے سے عداوت

گر ہے تو محمدؐ کے نواسے سے عداوت

کہتا ہے وہ رہوارِ بصد اشکِ فشانہ آقا کے تو لب تر نہ ہوں اور میں بیوں پانی

صدقے ترے اے حیدرِ کرار کے جانی صورت ہے مجھے حشر میں دُلدُل کو دکھانی

پیاسا تو ہوں لیکن فرسِ شاہِ اُمم ہوں

عباسؑ کے گھوڑے سے بھی کیا صبر میں کم ہوں

رودیتے تھے مرکب سے یہ سن کر شہِ خوشِ خو گھوڑے کی بھی آنکھوں سے ٹپک پڑتے تھے آنسو

تانے ہوئے نیزے چلے آتے تھے جفا جو ہاں تیر چلیں شہ پہ یہی شور تھا ہر سو



لب خشک تھے آنکھیں شہِ مظلوم کی نم تھیں  
اک دم کے لیے سینکڑوں تلواریں علم تھیں

(مراثی انیس، جلد چہارم صفحہ ۲۹۲-۲۹۵)

### ذوالجناح کی میدانِ جنگ میں آمد:

آئے حسین یوں کہ عقاب آئے جس طرح      کافر پہ کبریا کا عقاب آئے جس طرح  
تابندہ برق سوئے سحاب آئے جس طرح      دوڑا فرس نشیب میں آب آئے جس طرح  
یوں تیغ تیز کوند گئی اس گروہ پر  
بجلی تڑپ کے گرتی ہے جس طرح کوہ پر

(مراثی انیس، جلد چہارم صفحہ نمبر ۲۳۸- شیخ غلام علی لاہور)

### ذوالجناح میدانِ جنگ میں

بل چل وہ ان صفوں کی وہ گھوڑے کی حسرت و خیز      تھا ترک و تناز میں کہیں صرصر سے تند و تیز  
صدقے گندھی ایال پہ گیسوئے مشک بیز      گرد آوری میں ابر تو بجلی دم ستیز  
ذڑے قدم کے فیض سے سارے چمک گئے  
جب پتلیاں اٹھیں تو ستارے چمک گئے

جرات میں رشک شیر تو ہیکل میں پیل تن      پوئی کے وقت بک وری حسرت میں ہرن  
بجلی کسی جگہ تو کہیں ابر قطرہ زن      بن بن کے آنے جانے میں طاؤس کا چلن

سیماب تھا زمیں پہ فلک پر سحاب تھا

دریا پہ موج تھا تو ہوا پر عقاب تھا

آنکھیں وہ جن کو دیکھ کے حیران ہو غزال      گردن وہ جس کی شرم سے ہو سرنگوں ہلال  
آہو کی حسرت شیر کی چتون پری کی چال      دل اس کے دست و پائے حنائی سے پائمال

ہر نعل پا کا حسن یہ تھا اس جلوں میں

آئینہ جس طرح سے دست عروس میں

کیوں اعتقاد میں حکما کے نہ آئے فرق  
اشراقی اس سے بحرِ تفکر میں سب ہیں غرق  
راکب گراں کو غرب سے دوڑائے سوئے شرق  
اور آسماں سے ساتھ ہی چمکے نکل کے برق

بجلی کی واں چمک نہ فلک پر تمام ہو

یاں کب سے غرب میں فرس تیز گام ہو

دیکھی نہیں کسی نے یہ نرمی شباب میں  
ہے جس کے زین صاف پہ چمک بھی خواب میں  
سرعت کا اس کی وصف لکھیں گر کتاب میں  
سطریں رہیں یہ صورت موج اضطراب میں

اس کی ثنا اگر کوئی لائے زبان پر

ساکن جو حرف ہو وہ نہ آئے زبان پر

روئیں سوار ہاتھ سے چچی اگر گرائے  
اور یہ فرس جنوب سے سوئے شمال جائے  
وہ تازیانہ یاں نہ زمیں تک پہنچنے پائے  
اس حد سے ایک دم میں وہ حد دیکھ کر پھرائے

تنگی سے آسماں کی خفا یہ سمند ہے

کیوں کراڑے پری ہے کہ شیشے میں بند ہے

کل کی طرح اشارے میں سو بار پھیر لو  
بجلی ہے جس طرف دم پیکار پھیر لو  
کاوے میں شکل گنبد دوڑ پھیر لو  
نقطے کے گرد صورت پر کار پھیر لو

دوڑے بروے آب تو پتی بھی تر نہ ہو

آنکھوں میں یوں پھرے کہ مژدہ کو خبر نہ ہو

طاؤس سا جدھر گیا دم کو چنور کیے  
دم میں پرے سپاہ کے زیر و زبر کیے  
کچلے کبھی بدن کبھی پامال سر کیے  
کشتوں کو روند روند کے سمخوں میں تر کیے

میدان میں تھا کسی کو نہ یارا ستیز کا

عالم ہر ایک نعل میں تھا تیغ تیز کا

زیبا ہے گر کہیں شعرا باد پا سے آہستہ گر چلے تو نہ پائے ہوا سے  
 طائر جہاں کے جانتے ہیں سب ہمارے مہیز و تازیانہ کی حاجت ہے کیا سے  
 فتراک گر ہوا سے کبھی اک ذری اثری

یوں اڑ گیا کہ سب نے یہ جانا پری اثری  
 تھرا گیا بدن نہ رہی طاقت فرار گھوڑے کی باگ پھیر کے بھاگا وہ نابکار  
 بچ کر نکل چلا تھا کہ چمکا کے راہوار نیزے کا اک کمر پہ کیا شاہہ دیں نے وار  
 موذی تھا وہ لعین پہ ائی فتنہ کوب تھی  
 سر میں سناں تھی پشت کے مہروں میں چوب تھی

(مراثی انیس جلد اول صفحہ ۲۲۲-۲۲۳، شیخ غلام علی لاہور)

غصے میں سب کھڑے ہوئے ہیں ریش کے جوہاں زیر و زبر ہیں صاف پے مصحف جمال  
 نقطے عیاں ہیں سورۃ و التمس پر کہ خال سرفی کے مدکہ آنکھوں کے ڈورے ہیں لال لال

وہ خط و رنگ چہرہ تاباں کھلا ہوا

دیکھو دھرا ہے رحل پہ قرآن کھلا ہوا

کیا مدح ہو حسینؑ کے جنگ و جدال کی تصویر بن گئے تھے علیؑ کے جلال کی  
 وہ آؤ جاؤ اہلب ضیغم خصال کی روند جو یہ پرا تو وہ صف پائمال کی

ان اہلی آنکھڑیوں کے اشارے غضب کے تھے

چل پھرتھی تہر کی تو طرارے غضب کے تھے

حیرت میں یکہ و تاز تھے سب شام دروم کے پھرتی تھی برق گرد قدم چوم چوم کے  
 سیر اس کی دیکھتے تھے شناسا نجوم کے پھرتا تھا اس نجوم میں کیا جھوم جھوم کے

حیراں سیاہ گوش تو چیتے خموش تھے

شیروں میں جاں تھی نہ چکاروں میں ہوش تھے

جم کر ادھر اڑا ادھر اترادہ جا پڑا نکلا ادھر صفوں سے وہ پلٹا یہ آپڑا  
 جب اس پہ رو میں سایہ زلف دو تا پڑا سمجھا کہ تازیانہ موج ہوا پڑا  
 تسمہ ہر اک جو باگ کا تھا ناگ ہو گیا  
 آنکھیں ابل پڑیں یہ مزاج آگ ہو گیا  
 گرما کے سب رگوں میں لہو دوڑنے لگا فر فر کی دونوں نتھنوں سے آنے لگی صدا  
 اٹھنے لگے زمین پہ جم جم کے دست و پا غصہ کہ مجھ تک آ کے کدھر رہ گئی ہوا  
 نزدیک تھا کہ پھاند کے ندی کے پار ہو  
 رو کے وہی حسین سا جو شہہ سوار ہو  
 آہو کی آنکھ شیر کی چتون غضب کی چال وہ یال تھے کہ حور نے کھرا دیے تھے بال  
 گردن کے خم کو دیکھ کے ہوسرنگوں ہلال پوچھے کوئی سوار سے شائستگی کا حال  
 اڑ کر زمیں تلک کبھی گرد قدم گئی  
 جب بس کہا چمکتی ہوئی برق تھم گئی  
 خوش خود خوش خرام و خوش اندام و خوش لجام خوش رو و خوش جمال و ادانہم و تیز گام  
 جاں وار و شوخ چشم و سعید و نجستہ کام گل پوش و تیز ہوش و سن گوش و سرخ قام  
 عالی تھا سرفراز تھا عالی دماغ تھا  
 گویا ہوا کے دوش پہ اک زندہ باغ تھا  
 چالاکیاں بھی غیظ بھی غربت بھی جنگ بھی بالادوی براق کی دل دل کا ڈھنگ بھی  
 بر میں اسد بھی بحر و فغا میں نہنگ بھی گھوڑا بھی شیر ز بھی ہرن بھی پلنگ بھی  
 ہے آگ کا مزاج تو سرعت ہوا کی ہے  
 اضداد اتنے جمع ہیں قدرت خدا کی ہے  
 وہ ساز اور وہ زین مرصع کی زیب و زین اس میں ہوا میں ارض و سما کا تھا فرق و بین

کلنی سے سر کی صاف عیاں فر فر قدین سینے میں دل قوی تھا کہ ہیں پشت پر حسینؑ

دعویٰ کہ میں براق کی توقیر پائے ہوں

نازاں پہ ہے کہ بارِ امامت اٹھائے ہوں

وہ چھوٹی چھوٹی گاچیاں گول گول سم سرعت وہ تھی کہ عقل تھی یونانیوں کی گم

طاؤس کی طرح جو وفا میں چنور تھی دم آتی تھی آسمان سے ندا مد ظلم

پھرنا تجھے نصیب ہو راہِ ثواب میں

قائم یہ دونوں پاؤں رہیں اس رکاب میں

وہ گشت اور وہ اس کے طرارے وہ آؤ جاؤ پانی پہ گر حباب تو آبِ رواں میں ناؤ

گھونگھٹ میں دیکھ پائے اگر چال کا بناؤ دو لھا کہ دل میں پھر نہ رہے کچھ دھن کی چاؤ

دعویٰ غلط خرام میں بکبک درمی کا ہے

اس بادِ پا کے سائے میں جلوہ پری کا ہے

کوہی ہے وہ تدر رہے کیا اس کی چال کیا طاؤس کیا ہمائے سعادت خصال کیا

کیا پیک عقل شاطر وہم و خیال کیا اس کے قدم کی گرد کو پہنچے مجال کیا

دیکھی نہیں کسی نے یہ چھیل بل سمند میں

پارا بھرا ہوا ہے ہر اک جوڑ بند میں

پیکاں ہیں دو کونیتیاں ہنگام دار و گیر حلقے سے یوں نکلتا ہے جیسے کماں سے تیر

روئیں وہ نرم جلد و باریک و بے نظیر چینی پرند جس کے مقابل نہ ہے حریر

ایسی سبک روی نہیں دیکھی شہاب میں

دوڑے تو فرق آئے نہ محمل کی خواب میں

ہر چند تیز رو ہے بہت ادہم قلم پراس کی شوخیوں کو یہ کیوں کر کرے رقم

کچھ کچھ مدد کی بھی روانی ہوئی ہے کم دوڑا بہت تو ذہن کا بھی بھر گیا ہے دم

تازی کوئی ہو بات تو لطفِ کلام ہے  
بس اے قلمِ ٹھہر تری تر کی تمام ہے

(مراثی انیس۔ جلد اول صفحہ نمبر ۳۷۳-۳۷۲، شیخ غلام علی لاہور)

سیماب تھا ہوا تھا چھلا وہ تھا راہوار اس کو نہ چین تھا نہ اسے ایک جا قرار  
قربان ذوالجناح شہنشاہ نامدار جاتا تھا یوں حریف کے گھوڑے پہ بار بار  
جس طرح جائے شیر گرسنہ غزال پر

ہر بار تھیں کلانیاں گھوڑے کی یال پر  
ملتی ہوئی کنوتیاں لال آنکھیں منہ میں کف بجلی سا اس طرف تھا کبھی گاہ اس طرف  
حیرا تھی اس کی تیز روی پر ادھر کی صف نتھنوں سے تھی نفس کی صدا یا شہہ نجف

ظالم سے معرکہ جو پڑا تھا لڑائی کا  
مطلب یہ تھا کہ وقت ہے مشکل کشائی کا

گھوڑا کبھی نہ پھول کی جس پر چھڑی پڑی کھولی گرہ وہ تیغ نے جب گل جھڑی پڑی  
ضرب اس کی جو پڑی وہ زہر پر کڑی پڑی فوجوں میں شور تھا کہ لڑائی بڑی پڑی

قوت علیٰ کی ہاتھ میں ہے اس دلیر کے  
کیوں کر بچائیں صید کو بچے سے شیر کے

(مراثی انیس۔ جلد اول صفحہ نمبر ۳۷۹، شیخ غلام علی لاہور)

اللہ ری لڑائی میں سبک تازی شہدیز شہباز بھی ہے قائل جانبا زئی شہدیز  
وہ سینہ وہ گردن وہ سرافرازی شہدیز وہ آنکھ وہ چہرہ وہ خوش اندازی شہدیز

جس طرح فرو رہتی ہے مایوس کی گردن  
گردن سے یوں ہی جھکتی ہے طاؤس کی گردن

آہو جو کہوں اس کو تو آہو ہے چکارا ساتھ اس کے ہما کو نہیں پرواز کا یارا

وہ نعل وہ ہر کیل وہ سم معرکہ آرا      پتلی وہ پری سمجھے جسے آنکھ کا تارا  
 دیکھی ہے سموں میں کسی گھوڑے کے یہ ضو بھی  
 اک جا ہیں ستارے بھی قبر بھی مہ نو بھی

اللہ ری جانبازی شہدیز و غا میں      تلوار کے چلنے سے بھی تھا تیز و غا میں  
 دل کا تھا اشارا اسے مہیز و غا میں      ہر نعل تھا شمشیر شرر ریز و غا میں  
 ہاتھ اس کے جدہ آئے اجل پاگئی اس کو  
 اک ٹاپ پڑی جس پہ زمیں کھاگئی اس کو

تلوار کے مانند نہ بھرتا تھا دم اس کا      گردن وہ مہ نوسی وہ منکے کا خم اس کا  
 دریا سے روانی میں فزوں تر قدم اس کا      کس طرح کرے وصف کیت قلم اس کا  
 دوڑاؤں کہاں تک فرس ذہن رسا کو

کہہ دو کسی شاعر نے جو باندھا ہو ہوا کو  
 غل تھا کہ چھلاوے میں یہ چھل بل نہیں دیکھی      پھرتی ہوئی یوں آج تک کل نہیں دیکھی  
 باریک یہ جلد اور یہ ہیکل نہیں دیکھی      ایسی تو کبھی خواب میں محمل نہیں دیکھی

نازک ہے کہ مہیز کی طاقت نہیں رکھتا  
 ابریشم چینی یہ ملاحت نہیں رکھتا

جوگ ہے غوض خوں کے وہ سرعت سے بھری ہے      جلدی جو ہے سب جلد بھی جودت سے بھری ہے  
 شعلے کی طرح طبع شرارت سے بھری ہے      ابلی ہوئی ہر آنکھ شرارت سے بھری ہے

اڑ جاتا تھا برچھوں میں محل جست کا پا کر  
 تلواروں کے پنچے سے نکل جاتا تھا آ کر

جس جا پہ پھرے برق کی واں جلوہ گری کیا      چلنے میں ہوا کیا ہے نسیم سحری کیا  
 یاں اوج سعادت کا ہما کیا ہے پری کیا      طاؤس ہے کیا نسر ہے کیا کبک دری کیا

راکب جو ذرا چھیڑ دے اس برق شیم کو

سائے کو نہ وہ پائے نہ یہ گرد قدم کو

اس صف کو الٹ کر ادھر آیا ادھر آیا فوجوں کو پلٹ کر ادھر آیا ادھر آیا

جوں شیر جھپٹ کر ادھر آیا ادھر آیا بجلی سا سمٹ کر ادھر آیا ادھر آیا

تھمتا ہے چھلاوہ بھی مگر یہ نہیں تھمتا

طاڑ بھی ٹھہر جاتا ہے پر یہ نہیں تھمتا

پامال نہ ہوں پھول جو گلزار پہ دوڑے سم تر نہ ہوں گر قلم زخار پہ دوڑے

اس طرح رگ ابر گہر بار پہ دوڑے جس طرح کہ نغمے کی صدا تار پہ دوڑے

اغراق ہے یاں کچھ نہ تعلق شعرا کی

کافی ہے یہ تعریف کہ قدرت ہے خدا کی

\_\_\_\_\_ (مراثی انیس جلد اول صفحہ ۳۹۸، صفحہ ۳۹۹۔ شیخ غلام علی لاہور)

رستم تھا درع پوش کہ پاکھر میں راہوار جرار بردبار سبک رو وفا شعار

کیا خوش نما تھا زین طلا کار و نقرہ کار اکسیر تھا قدم کا جسے مل گیا غبار

خوش خو تھا خانہ زاد تھا دلدل نژاد تھا

شبیر بھی سخی تھے فرس بھی جواد تھا

\_\_\_\_\_ (مراثی انیس، جلد چہارم صفحہ نمبر ۲۳۵۔ شیخ غلام علی لاہور)

تبغ ایسی فرس ایسا کہ آندھی بھی جہاں گرد بجلی کی بھی تھی گرمی بازار جہاں سرد

پھرتا تھا ترپتا ہوا ہر سو دم ناورد ہوتا تھا پسینے سے تجل عطر گل ورد

بوئے تن رنگین نگار آگئی گویا

آیا وہ جدھر باو بہار آگئی گویا

کیا وصف لکھوں اشہب سرور کے قدم کا سرپٹ ہے رواں حال یہ ہے رخس قلم کا



پوئی تھی قیامت کی طرارہ تھا ستم کا      تھرا گیا اُس صف کو یہ اُترا تو وہ چمکا  
حیرت زدہ ششدر و دلگیر تھے آہو  
اُڑتا تھا یہ اور آہوئے تصویر تھے آہو

کھینچی جو کبھی نظم میں اُس رخس کی تصویر      ٹکڑے ہوئی ہر مصرعہ پچیدہ کی زنجیر  
مضمون کا بندھا رنگ نہ اُس میں کسی تدبیر      اُڑ اُڑ گئی کاغذ سے سیاہی دم تحریر  
رنگِ رُخِ قرطاس بھی فق ہاتھ میں دیکھا  
چھپکی جو پلک سادہ ورق ہاتھ میں دیکھا

زیبا ہے جو کہینے کہ ہوا کا تھا وہ گھوڑا      تھا وسعتِ عالم کا بھی میداں اُسے تھوڑا  
مشرق میں لیام اُسے مغرب سے جو چھوڑا      جب ہل گئی راکب کی کمر پڑ گیا کوڑا  
ممکن تھا کہ فوجیں اُسے ٹوکیں توڑ کے وہ  
چمکار کے حضرت ہی جو روکیں توڑ کے وہ

وہ رشکِ صبا خاک پہ کس طرح رکھے گام      ہوئے جو فلک سیر زمیں سے اُسے کیا کام  
خوش قامت و خوش رو و خوش انداز و خوش انجام      تھا نعل در آتش کہیں دم بھر تھا نہ آرام  
دھرتا ہوا لاشوں پہ قدم جاتا تھا گھوڑا  
دامانِ جراحت کی ہوا کھاتا تھا گھوڑا

نعلِ آئینہ رنگ ایسے کہ آئینہ بھی شرمائے      برہم ہوا اگر شکل و رنگ اُس میں نظر آئے  
ہر دم جو گندھی چوٹیوں کا دام نہ الجھائے      نتراک کے پکھولے ہوئے چرخ پہ اُڑ جائے  
ششدر ہوں فلک زینِ جواہر کی چمک پر  
سم رکھ دے ابھی جا کے سر سبزِ فلک پر

(مراثی انیس، جلد دوم صفحہ ۷۰۔ شیخ غلام علی لاہور)

ہاتھوں سے کہا آج دکھا دو ہمیں طاقت قدموں سے کہا بڑھ کے نہ ہٹنا کسی صورت

ہم ہوں گے نہ دنیا میں پہ انصاف رہے گا

اس جنگ کا غل قاف سے تا قاف رہے گا

گھوڑے نے کہا جان ہے جب تک تو ہوں ہمراہ طاقت ہے کہ تو پشت پہ ہے اے شہ ذی جاہ

ہاتھوں سے صدا آئی کہ اے فاطمہؑ کے ماہ ہم قوتِ خیر شکنی رکھتے ہیں واللہ

قدموں نے کہا سر پہ جو آ رہے بھی چلیں گے

وہ کوہِ گراں ہیں کہ کبھی ہم نہ ٹلین گے

(مراثی انیس، جلد دوم صفحہ ۲۸، شیخ غلام علی لاہور)

یہ سن کے لگی پیٹنے سر زینبِ مضطر و اس شہ پہ جھکا چار صفیں باندھ کے لشکر

تیروں کی ہوئی مار چلے نیزہ و خنجر یا شیرِ خدا کہہ کے دھنسنے فوج میں سرور

ٹاپوں سے پیادوں کو پکھل جاتا تھا گھوڑا

بجلی سا ہراک صف سے نکل جاتا تھا گھوڑا

اک صف سے گئے دوسری صف سے نکل آئے دہنے سے گئے بائیں طرف سے نکل آئے

لڑ بھڑ کے ہراک تیغ بکف سے نکل آئے گھر کر مددِ شاہِ نجف سے نکل آئے

اک برق گری اڑ کے جدھر آ گیا گھوڑا

جب باگ ہلی برجھیوں پھرا گیا گھوڑا

جس رخ کو سواروں کا رسالا نظر آیا دم میں وہیں اسپِ شہ والا نظر آیا

برجھی بھی نظر آئی نہ بھالا نظر آیا سب شام کا لشکر تہہ و بالا نظر آیا

گھوڑے تو الف ہو کے سواروں پہ گرے تھے

اسوار پیادوں کی قطاروں پہ گرے تھے

(مراثی انیس، جلد دوم صفحہ ۳۲، شیخ غلام علی لاہور)

وہ شہسوارِ دوشِ محمدؐ کی راہ، و ماگ کسا ٹھہرے دھوب میلا کہ وہ سب سے آگ

تلوار کیا فرس کو بھی تھی شامیوں سے لاگ ایک ایک کو پکار رہا تھا کہ بھاگ بھاگ  
زور اس سے چل سکے گا نہ رستم نہ گیو کا

اس پیل تن کی ٹاپ طمانچہ ہے دیو کا  
پھرتا تھا کیا صفوں میں فرس جھوم جھوم کے سُرعَت بلائیں لیتی تھی منہ چوم چوم کے  
پامال تھے پرے سپہ شام و روم کے غل تھا یہ غول میں پسرِ سعدِ شوم کے  
رخش ایسا روم ورے میں نہیں شام میں نہیں

یہ شوخیاں تو گردشِ ایام میں نہیں

(مراثی انیس، جلد دوم صفحہ ۴۱۱، شیخ غلام علی لاہور)

اللہ ری شان واہ رے حملے جناب کے خاک اڑ گئی جدھر گئے گھوڑے کو داب کے  
دکھلا دیئے وعا میں چلن بوتاب کے فتراک تھے کہ پر فرسِ لا جواب کے

پتلی جدھر سوار نے پھیری یہ مڑ گیا

اُترا براق بن کے پری ہو کے اڑ گیا

(مراثی انیس، جلد دوم صفحہ ۴۱۱، شیخ غلام علی لاہور)

فرما کے یہ گھوڑے کو جورانوں میں دبا یا شبِ دیزِ نظر کیا کہ ہوانے بھی نہ پایا  
روبا ہوں کے انبوہ پہ اک شیر سا آیا اللہ ری سرعت کہ ہرن ہو گیا سایہ

غل تھا کبھی یوں آگ سے پارا نہیں اڑتا

اس شان سے جنگل میں چکارا نہیں اڑتا

ملعونوں کو ٹاپوں سے کچلتا ہوا آیا ہر سو دلِ کفار کو ملتا ہوا آیا

انبوہ میں اڑ اڑ کے سنہلتا ہوا آیا غصے سے کنوتی کو بدلتا ہوا آیا

سب زیر قدم جرات و سرعت کا چلن تھا

اس غول میں تھا شیر تو اس صف میں ہرن تھا

ساتھ اس کے خیال شہزادوں کے تھک جائے      چتون وہ کہ شیروں کی نگہ جس سے جھپک جائے  
 صحیحہ جو وہ کرتا تھا تو ہٹ جاتے تھے گھوڑے  
 ہر صف میں اُلف ہو کے اُلٹ جاتے تھے گھوڑے

مشرق سے جو راکب اُسے ہاں کہہ کے اُڑائے      عقل حکما دنگ ہو سرعت وہ دکھائے  
 ”ہے“ سے الف ہاں ابھی یاں وصل نہ پائے      مغرب سے یہ خورشید فلک جا کے پھر آئے

دھوکا پر پرواز کا ہے دامنِ دیں پر  
 طاؤس ہوا پر ہے تو بجلی ہے زمیں پر

ہیں صانعِ قدرت نے کفل سانچے میں ڈھالے      ہے پیار سے گردن میں عنان ہاتھوں میں ڈالے  
 کہتے ہیں رکابوں کو جو ہیں دیکھنے والے      ہیں دو مہِ نوزین کے دامن کو سنبھالے  
 گردن پہ عجب حُسن سے یال اس کی پڑی ہے  
 گویا کہ پری کھولے ہوئے بال کھڑی ہے

یہ تاحدِ امکاں صفتِ عقل رسا جائے      بالائے فلک صورتِ شہدیز دعا جائے  
 کہ سارے دریا کی طرف مثلِ سدا جائے      دریا پہ جو دوڑاؤ تو مانند ہوا جائے  
 سیر اس کی اگر چشم کو منظور نظر ہو  
 آنکھوں میں پھرے یوں کہ نہ پتلی کو خبر ہو

اُڑ جانے میں رنگِ رُخِ عاشق سے سُبک خیز      کاکل وہ کہ زلفِ سرِ لیلیٰ سے دلاویز  
 پوئی میں غزالوں کے طراروں سے کہیں تیز      آقا کے ارادے کو سمجھتا تھا وہ مہمیز  
 جو سایہ آہو نہ قرار اس کو کہیں تھا  
 راکب نے جدھر آنکھ سے دیکھا یہ وہیں تھا

(مراثی انیس، جلد سوم صفحہ ۲۱۸۔ شیخ غلام علی لاہوری)

لڑتا تھا وہ نہنگِ محیطِ دلاوری      کرتی تھی تیغِ قلزمِ خوں میں شناوری

ہوتے تھے قتل کوئی و شامی و خیمیری اڑتا تھا رخس یوں کہ اڑے جس طرح پری

غل طاروں میں تھا کہ عجب راہوار ہے

تخت ہوا پہ آج سلیمان سوار ہے

صرصر سے تیز تر تھا وہ اسپِ جتہ فر یکساں تھا اس کو صورتِ خورشید دشت دور

پانی پہ تھا جو موج تو آتش میں تھا شرر گیتی نورد و برق تک و آسماں سفر

ٹاپوں سے سرکشوں کی صفیں پامال تھیں

زیں آفتاب تھا رکابیں ہلال تھیں

طے کی جو راہ بحر تو بر سے نکل گیا مانند خیر لشکرِ شر سے نکل گیا

آیا ادھر سے گر تو ادھر سے نکل گیا پٹلی کے گرد پھر کے نظر سے نکل گیا

سرعت میں تھا ہرن تو دعا میں ہنر تھا

پستی میں سیل تھا تو بلندی میں آبر تھا

مثل نگاہ فوج کی صف سے نکل گیا غلطاں گہر تھا اک کہ صدف سے نکل گیا

وہ گر پڑا یہ جس کی طرف سے نکل گیا اک تیر تھا کہ صاف ہدف سے نکل گیا

فر فر رواں ادھر سے دم جست و خیز تھا

اُلٹا پھرا ادھر سے تو رُفر سے تیز تھا

(مراثی انیس، جلد سوم صفحہ ۲۵۲، شیخ غلام علی لاہور)

ہیں یال کے بال ایسے کہ شرمندہ ہو سنبل ہم سر نہ ہو کا کل سے کبھی حور کی کا کل

اسوار ہے اُس کا پر صاحبِ دُلدُل کیسے جو ملک اس کو نہیں جائے تا مل

ہے دوشِ محمدؐ کا مکین خانہ زیں پر

اس ناز سے رکھتا ہی نہیں پاؤں زمیں پر

دوروز سے لب نشہ ہیں پر راکب و رہوار چکار کے فرماتے ہیں یہ سید ابرار

دریا میں تجھے لے چلوں اے اسپ وفادار تو پی لے کہ مانع نہ ترے ہوں گے ستمگار  
 اعدا کو نہیں ہے کسی پیاسے سے عداوت  
 گر ہے تو محمدؐ کے نواسے سے عداوت

کہتا ہے وہ رہوار بصد اشک فشانہ آقا کے توب ترنہ ہوں اور میں پیوں پانی  
 صدقے ترے اے حیدر کرار کے جانی صورت ہے مجھے حشر میں دلدل کو دکھانی  
 پیاسا تو ہوں لیکن فرس شاہ اُم ہوں  
 عباسؑ کے گھوڑے سے بھی کیا صبر میں کم ہوں

رودیتے تھے مرکب سے یہ سن کر شہِ خوش خو گھوڑے کی بھی آنکھوں سے ٹپک پڑتے تھے آنسو  
 تانے ہوئے نیزے چلے آتے تھے جہا جو ہاں تیر چلیں شہ پہ یہی شور تھا ہر سو  
 لب خشک تھے آنکھیں شہِ مظلوم کی نم تھیں  
 اک دم کے لیے سینکڑوں تلواریں علم تھیں

(مراثی انیس، جلد چہارم صفحہ ۲۹۔ شیخ غلام علی لاہور)

رہوار تھا تلوار سے چلنے میں یہ کچھ تیز شمشیر جو بجلی تھی تو آندھی تھا وہ شبدیز  
 تھے حور کے گیسو کی طرح بال دل آویز واقف ہی نہ تھا وہ کہ کسے کہتے ہیں مہبیز

عالم پر پرواز کا تھا دامنِ زیں پر  
 دریا پہ وہ تھا موج تو بجلی تھا زمیں پر  
 صرصر تھا کبھی گاہ نسیمِ سحری تھا طاووسِ فلک سیر دم جلوہ گری تھا  
 بن بن کے اٹھانے میں قدمِ کبکِ دری تھا کاوے میں جو پر کار تو اڑنے میں پری تھا  
 رفتار کو کب اپنی دکھاتا تھا کسی کو  
 سایہ بھی نہ اُس کا نظر آتا تھا کسی کو

تھا گاہ کشاں چوٹیوں سے حلقہ گر دن سم بدر سے اور نعلِ مہِ نو سے بھی روشن

آہو سے بڑی آنکھ مگر شیر سی چٹون      ٹاپ اُس کی طمانچہ تھا اجل کا پئے دشمن  
مست مئے نخوت جو وہ مغرور ہوئے تھے  
شیشوں کی طرح کاسہ سر چور ہوئے تھے

\_\_\_\_\_ (مراثی انیس، جلد چہارم صفحہ ۳۱۴، شیخ غلام علی لاہور)

کیا اسپ فلک سیر کی سرعت کا لکھوں حال      میدان میں وہ تھا گرم عناب برق کی تمثال  
تھے حور کی کاکل کی طرح مشک فشاں بال      پہنچے نہ صبا اُس کے کبھی گرد کے دنبال  
سائے سے بھی کچھ آگے بوقت تنگ و دو تھا  
سم بدر تھے ہر نعل درخشاں مہ نو تھا  
جب تیغ سے تیروں کو قلم کرتے تھے شبیرؑ      جانا تھا اشارے میں کہاں داروں پہ جوں تیر  
پے کر کے انھیں پھیرتے جب رخِ شہِ دلگیرؑ      آتا تھا پیادوں پہ سواروں کی صفیں چیر  
سیماب کی صورت نہ قرار اُس کو کہیں تھا  
کرتے تھے جہاں قصدِ شہِ دین یہ وہیں تھا

\_\_\_\_\_ (مراثی انیس جلد سوم صفحہ ۴۰۷)

### ذوالجناح فرات میں:

کرتا ہے علم سیفِ زباں راوی پر غم      لڑتے ہوئے دریا پہ جو پہنچے شہِ عالم  
تھے گھاٹ جو روکے ہوئے واں سیکڑوں اظلم      اک حملے میں اُن سب کو کیا درہم و برہم  
آئی جو ہوا اسپ شہِ تشنہ دہاں کو  
لٹکا دیا پانی پہ نظر کر کے دہاں کو  
حضرت نے جو دیکھا کہ بہت تشنہ ہے رہوار      ٹھکرا کے اُسے ڈال دیا نہر میں اک بار  
فرمایا کہ سیراب ہواے اسپ وفادار      پر چھا ہے ابھی گھیر نہ لیں پھر کہیں کفار

اور میں تو کبھی پانی سے لب تر نہ کروں گا

پیاسے موئے عباسؑ، میں پیاسا ہی مروں گا

بے جاں ہوئے پانی سے تڑپ کر علی اکبرؑ ہاتھوں پہ مرے نقشہ دہن مر گئے اصغرؑ

دم توڑتی ہے خیمے میں پیاسی مری دختر اے گھوڑے تو منصف ہو میں پانی پیوں کیونکر

اب دل کو مرے ساغر کوثر کی ہوس ہے

اور حلق کو آبِ دمِ خنجر کی ہوس ہے

راکب کی جو تقریر سنی گھوڑے نے ساری اک ندی ہوئی آنسوؤں کی چشموں سے جاری

رورو کے یہ کی عرض کے اے عاشق باری سیراب ہوں میں اور نہ بچھے پیاس تمھاری

حضرت کی طرح آب سے بے زار ہوں آقا

میں بھی نہ پیوں گا کہ وفادار ہوں آقا

رونے لگے یہ سُن کے شہِ بیکس و بے پر پھر سوچ کے کچھ پانی بھرا چلو کے اندر

چاہا جو نبی شہ نے کہ لبِ خشک کریں تر چلا کے یہ تب کہنے لگا ایک ستم گر

پانی سے ابھی حلق نہ تر کیجئے حضرت

گھر لگتا ہے ہاں جلد خبر لیجئے حضرت

تاراج ہوا اہلِ حرم کا زر و زیور سیدانیاں خیمے سے نکل آئی ہیں باہر

یہ سنتے ہی شاہِ دو جہاں ہو گئے مضطر اُس پانی کو بس پھینک دیا نہر کے اندر

لے تیغِ دو دم ہاتھ میں گھوڑے پہ سنبھل کر

خیمے کو لگے دیکھنے دریا سے نکل کر

گھر سیدِ مظلوم کا سالم نظر آیا مطلق اثر، اُس شامی کی باتوں کا نہ پایا

عباسؑ کے لاشے کو جو دیکھا تو سنایا اے بھائی! خبر لو ہمیں اعدا نے ستایا

گھر ہو گیا ویراں علی اکبرؑ گئے مارے



اٹھ کر ہمیں پُرسا دو کہ اصغر گئے مارے

(مراثی انیس جلد دوم صفحہ ۳۳۹)

## ذوالجناح سے وقتِ عصر امام حسینؑ کی گفتگو

آقا شہید ہوتا ہے گھوڑے کو ہے یہ غم      حربوں سے شاہِ دین کو بچاتا ہے دم بدم  
فرماتے ہیں حسینؑ کہ اے ذوالجناح تھم      پھر میں اتر پڑوں گا ہٹایاں سے گردم

وعدہ ہے خون میں بھرنے کا ربِ قدیر سے

اللہ اب بچا نہ مجھے تیغ و تیر سے

سینے پہ اب چڑھے گا مرے شمر روسیاء      تجھ سے نہ دیکھا جائے تو جاسوئے خیمہ گاہ  
دودن سے میرے ساتھ ہے بے دانہ و گیاہ      شرمندہ تجھ سے ہوں بہت اے میرے خیر خواہ

عادل کا سامنا ہے شہِ مشرقین کو

مارا ہو گر کبھی تو بجل کر حسینؑ کو

کہتا ہے رو کے شاہ سے اسپِ وفا شعار      جب تک ہے دم قدم کو نہ چھوڑے گا جاں نثار  
رخصت کے وقت مجھ پہ جو حضرت ہوئے سوار      بنتِ علیؑ نے مجھ سے کہا تھا بہ حالِ زار

پھر ایک بار ڈیوڑھی پہ لانا حسینؑ کو

اے ذوالجناح ! چھوڑ نہ آنا حسینؑ کو

دودن سے خود حضور ہیں بے آب و بے طعام      میں کیا کہوں اے حسینؑ سیکنہ ہے تشنہ کام  
بچپن سے میرے حال پہ شفقت رہی مدام      میں کس زباں سے شکر کروں اے شہِ انام

برسوں چڑھے ، پہ دل سے اُتارا کبھی نہیں

تقصیر پر بھی آپ نے مارا کبھی نہیں

(مراثی انیس، جلد دوم صفحہ ۴۳۷-۴۳۸، شیخ غلام علی لاہوری)

## ذوالجناح وقتِ عصر

آوازِ غیب سنتے ہی تھرا گئے امام کی ذوالفقارمیان میں اور روک لی لگام  
گردن پھرا کے منہ کو لگا تیکنے خوشحرام فرمایا تجھ سے ہوتا ہے رخصت یہ تشنہ کام

رک جا کہ خاتمہ ہوا جنگ و جدال کا

اب سر چڑھے گا نیزے پہ زہرا کے لال کا

پہنچی جو ضرب پھٹ گئے زخمِ تنِ حسینؑ سب خاک و خون میں بھر گیا پیراہنِ حسینؑ  
سرخاک پر پلکنے لگا تو سنِ حسینؑ سجدے کو سونے قبلہ جھکی گردنِ حسینؑ

اعدانے کائنات کا دفتر الٹ دیا

نیزوں سے لاشِ شہ کو زمیں پر الٹ دیا

\_\_\_\_\_ مرآئِ انیس جلد اول (شیخ غلام علی لاہور، صفحہ ۵۰)

حربے ہزار ہا کسے روکے کسے بچائے بے یار و آشنا کسے ڈھونڈے کسے بلائے

دکھ میں سپر ہو کون حمایت کو کون آئے کیا وقت ہے نبی کے نواسے پہ ہائے ہائے

بھٹکتے ہیں زیں پہ منہ سے لہو ڈال ڈال کے

گھوڑے سے غش میں کون اتارے سنبھال کے

گھوڑے سے گاہِ غش میں ادھر کو ادھر بھٹکے تیغیں چلیں جدھر گوشہ بحر و بر بھٹکے

سیدھے کبھی ہوئے کبھی پکڑے جگر بھٹکے تھامی کبھی ایال کبھی زین پر بھٹکے

صدمہ جو تھا بہن کے نکلنے کا شاہ کو

گردن پھرا کے دیکھتے تھے خیمہ گاہ کو

\_\_\_\_\_ (مرآئِ انیس جلد اول صفحہ ۲۲۶-۲۲۷ شیخ غلام علی لاہور)

نیزہ لگا جو پشتِ مبارک پر آن کر سر رکھ دیا حضور نے گھوڑے کے یال پر

جب آکے سامنے سے لگا گرز گاؤ سر دلدل کی پشت پر بھٹکے سلطانِ نامور

سنجھلے جو سانس لینے کو گھوڑے پہ جھوم کے

زہرا بلائیں لینے لگی شانے چوم کے

چلائیں سر کو پیٹ کے لٹہ کوئی آئے گھوڑے سے گرتا ہے مرا بچہ کوئی اٹھائے

ہے کون میرے نازوں کے پاس لے کو جو بچائے سولہ پہر کی پیاس میں یہ رنج ہائے ہائے

یاور نہیں جو کوئی سنبھالے حسین کو

اے ذوالجناح تو ہی بچالے حسین کو

اے ارض کر بلا مرا بچہ ہے بے گناہ اے دشت نیوا مرا بچہ ہے بے گناہ

اے نہر علقمہ مرا بچہ ہے بے گناہ اے دہرے وفا بچہ ہے بے گناہ

گھیرا ہے ظالموں نے مرے نور عین کو

اے ذوالفقار تجھ سے میں لوں گی حسین کو

(مراثی انیس۔ جلد اول صفحہ ۲۲۷۔ شیخ غلام علی لاہور)

کہہ کر یہ سخن میان میں شہ نے رکھی تلوار سب اسلحہ گھوڑے پہ رکھا کھول کے اک بار

راہوار لگا رونے تو بولے شہ ابرار اس میرے بزرگوں کے تبرک سے خبردار

رور کے تو اس وقت نہ ٹکڑے مرادل کر

کوڑا کبھی مارا ہو جو تجھ کو تو بجل کر

اب جا کے مراحل نہیں جائے گا دیکھا قاتل ترے اسوار کے سینے پہ چڑھے گا

ڈیوڑھی پہ کھڑا ہو جیو تو روک کے رستا تا دیکھے نہ سر کلتے مرا دختر زہرا

کہہ دیجو بہن سے کہ تبرک یہ دیا ہے

اور گھر سے نکلنے کو تمہیں منع کیا ہے

رو کر کہا گھوڑے نے اے عاشق باری حضرت نے چھڑی پھول کی مجھ کو نہیں ماری

آقا تری کس منہ سے کروں شکر گزاری اور آج تو ہے آخری حضرت کی سواری

مجھ سے یہ نہ ہوگا کہ میں منہ موڑ کے جاؤں

حضرت کو مصیبت میں یہاں چھوڑ کے جاؤں

مولا مجھے منہ اپنا ہے دلدل کو دکھانا      خدمت میں محمدؐ کی ہے یاں سے مجھے جانا

پھر مجھ کو وفادار کہے گا نہ زما      فرمائیں گے فردوس میں یہ آپ کے نانا

دشمن ہوئی سب خلق یہ قدرت ہے خدا کی

گھوڑے نے بھی پیارے سے ہمارے نہ وفا کی

بچپن سے ہوئے آپ مری پیٹھ پہ اسوار      بوڑھا ہوا اب زندگی مجھ کو نہیں درکار

اسوار نہ ہو اور رہے خلق میں راہوار      ہے کون مرا قدر شناس اے شہ ابرار

حضرت نہیں جاتے ہیں نہ گھر جاؤں گا میں بھی

سر اپنا پٹک کر یہیں مر جاؤں گا میں بھی

اے اہلِ عزا اشک بہانے کی یہ جا ہے      روباہوں میں تنہا پسر شیر خدا ہے

تلواریں ہزاروں ہیں اور اک خشک گلا ہے      اور سامنے لاشہ علی اکبرؑ کا پڑا ہے

فرماتے ہیں بابا کو بچاتے نہیں اکبرؑ

ہم گھوڑے سے گرتے ہیں تم آتے نہیں اکبرؑ

(مراثی انیس۔ جلد اول صفحہ ۳۱۴۔ شیخ غلام علی لاہور)

دیکھا شہِ والا نے ہزاروں کو جو بے دم      جوش آگیا رحمت کا ہوا غیظ و غضب کم

دل دکھنے لگا دیدہ حق ہیں ہوئے پُرئم      بس میان میں صابر نے رکھی تیغِ شر مردم

صدمہ ہوا امت کے لیے جانِ حزیں پر

روتے ہوئے گھوڑے سے اتر آئے زمیں پر

ہرنے پہ رکھے آپ نے سب کھول کے ہتھیار      فرمایا کہ رخصت ہو بس اے اسپِ وفادار

پوچھے جو خبر بھائی کی زہنہ جگر افکار      کہہ دیجو کہ اب خلق ہے اور خنجرِ خونخوار

تم قصد نکلنے کا نہ کچھ ابھی گھر سے  
واں فاطمہ لٹی ہوئی روتی ہیں پسر سے

در پر نکل آئے جو عصا تھام کے سجاد کہنا مری جانب سے کہ اے بیکس ونا شاد  
اب آ نہیں سکتے کہ ہمیں گھیرے ہیں جلاد بابا کی وصیت نہ بھلانا یہ رہے یاد  
مشکل ہے جو کچھ سہل ہوئی جاتی ہے بیٹا  
بچوں سے خبردار کہ فوج آتی ہے بیٹا

ماں بہنوں کی تم رکھیو خبراے مرے پیارے یہ قافلہ رائڈوں کا حوالے ہے تمہارے  
چادر کوئی زینب کے نہ سر پر سے اُتارے سیلی کوئی نادان سیکہ نہ کو نہ مارے  
گھٹ جائے گام جان نکل جائے گی تن سے  
ننھا سا گلا اُس کا بچا لچو رسن سے

(مراثی انیس، جلد دوم صفحہ ۷۱، شیخ غلام علی لاہور)

فرما کے یہ شمشیر شرر ریز کو روکا روکا اُسے کیا شعلہ سر تیز کو روکا  
بے کل تھا مگر اسپ سبک خیز کو روکا کس پیار سے چکار کے شہدیز کو روکا  
فرمایا کہ اُمت کا بھلا ہوتا ہے گھوڑے  
راکب ترا اب تجھ سے جدا ہوتا ہے گھوڑے

(مراثی انیس، جلد دوم صفحہ ۹۲، شیخ غلام علی لاہور)

یہ کہتے تھے حضرت جو لگا پشت پہ بھالا قریبوس پہ تھرا کے گرے سید والا  
جبریل نے قدموں سے رکابوں کو نکالا اور ہاتھوں کو گردن میں ید اللہ نے ڈالا  
غش ہو گیا طاری جو شہ عرش نشین پر  
بس ٹیک دیا گھوڑے نے گھٹنوں کو زمیں پر

مرکب سے جدا ہو کے جوڑے شہ ابرار گردِ شہِ دین اُٹھ کے لگا پھرنے وہ رہوار  
فرمایا کہ منزل پہ تو پہنچا ترا اسوار رخصت ہو کہ سر آترے تو ہم بھی ہوں سب بار

اب تیغ لیے ذبح کو جلا د بڑھے گا

قاتل ترے اسوار کی چھاتی پہ چڑھے گا

نیزے کی سواری ہے اب اور فاطمہؑ کا لالہ الفت ہے تجھے دیکھ سکے گا نہ مرا حال  
ٹاپوں کے تلے لاش مری ہوئے گی پامال زینبؑ نہ نکل آئے کہیں کھولے ہوئے بال

سجادؑ کو آگاہ مرے حال سے کر دے

جا بانوئے بے کس کو رنڈاپے کی خبر دے

اب آئیں گے خیمے کے جلانے کو ستم گار کہہ دیجو بہن سے کہ سیکنہ سے خبر دار  
سجادؑ سے کہنا کہ میں صدقے ترے بیمار گر بیڑیاں پہنائیں تو کچھ کچھ نہ تکرار

خاصاں خدا کے لیے ایذا و محن ہے

بندھو ایو گردن کہ یہ دادا کا چلن ہے

گھوڑے کو شہ دیں نے یہ پیغام دیا جب مقتل سے چلا سر کو پکلتا ہوا مرکب  
خالی اسے دیکھا تو لگی سپینے زینبؑ یاں قبلہ عالم پہ عدو ٹوٹ پڑے سب

زخمی تھا سراپا نہ کہاں زخم لگے تھے

تبیغیں وہیں لگتی تھیں جہاں زخم لگے تھے

(مرآئی انیس، جلد سوم صفحہ ۲۱۹-۲۲۰، شیخ غلام علی لاہور)

چلائی اٹھ کے خاک سے نانا مدد کو آؤ بھائی مرا ہے تیغ تلے یا علیؑ بچاؤ

اماں خدا کے واسطے تشریف جلد لاؤ یا مجتبیٰ حسینؑ کو آغوش میں اٹھاؤ

ہے ہے کوئی نہیں جو سنبھالے حسینؑ کو

اے ذوالجناح تو ہی بچالے حسینؑ کو

اے ذوالجناح سبط نبیؑ میں ترے نثار بچپن سے میرے بھائی نے تجھ کو کیا ہے پیار

قاتل ترے اسوار کی چھاتی پہ ہے سوار تیرے سوا نہیں کوئی اس وقت غم گسار

میں بنتِ فاطمہ ہوں جو بھائی کو پاؤں گی  
تیرے سُموں کو آنکھوں سے اپنے لگاؤں گی

(مراثی انیس، جلد سوم صفحہ ۲۵۔ شیخ غلام علی لاہور)

سناں وہ سینے سے سبطِ نبیؐ نے جب کھینچی  
کلچہ ٹکڑے ہوا خوں کی بھی ندی  
غش آیا پھر نہ سنھلنے کی شہ کو تاب رہی  
قدم رکابوں سے اور ہاتھ سے لگام چھٹی

جدا جو گھوڑے سے وہ نامدار ہونے لگا

تو ذوالجناح بھی گردن جھکا کے رونے لگا

ابھی زمیں پہ گرے تھے نہ ذوالجناح سے شاہ  
کہ آئی فاطمہ زہرا کی یہ صدا ناگاہ  
خبر حسینؑ کی لو جلد آ کے یا ابتاہ  
خدا کے شیر کو بھی لیتے آئیو ہمراہ

دُہائی ہے مرا پیارا زمیں پہ گرتا ہے

خدا کے عرش کا تارا زمیں پہ گرتا ہے

کوئی نہیں مرے بچے کا تھامنے والا  
ہر ایک زخم سے بہتا ہے خوں کا پرنا  
کوئی لگاتا ہے تیر ستم کوئی بھالا  
بڑے دُکھوں سے اُسے فاطمہؑ نے تھاپالا

شہید لال مرا بے گناہ ہوتا ہے

مدد کرو کہ مرا گھر تباہ ہوتا ہے

پکاری فاطمہؑ پھر ذوالجناح کو اک بار  
سوارِ دوشِ رسولؐ خدا ہے تجھ پہ سوار  
گرے کہیں نہ تری پشت سے مرادلدار  
دو زانو خاک پہ آہستہ بیٹھ جا راہوار

خدا نہ کردہ جو یہ نیم جاں زمیں پہ گرا

یقین سمجھ لے کہ بس آسماں زمیں پہ گرا

یہ تیری پیٹھ کا بچپن سے چڑھنے والا ہے  
اسے رسولؐ نے آقا نے تیرے پالا ہے  
یہ برگزیدہٗ محبوبِ حقِ تعالیٰ ہے  
مگر فلک نے مصیبت میں اس کو ڈالا ہے

زمیں پہ گر کے جو غلطاں بگرد ہووے گا  
مرے حسین کے زخموں میں درد ہووے گا

تو جانتا ہے یہ چڑھتا ہے دوش احمد پر بنا تھا عید کے دن اس کا اونٹ پیغمبر  
برائے سجدہ معبود جب جھکاتے تھے سر سوار ہوتا تھا پشت نبیؐ پہ یہ دلبر  
خدا کے دوست سے ایسا پیار کرتا تھا  
نہ سر اٹھاتا تھا جب تک نہ یہ اترتا تھا

سنی جو گھوڑے نے یہ بنتِ مصطفیٰ کی صدا تو گھٹنے ٹیک کے تازی زمیں پہ بیٹھ گیا  
اُتر کے ریتی پہ گھوڑے سے دلبر زہرا لہو میں ماہی بے آب سا تڑپنے لگا  
وہ کیسو خاک سے اس بن کی اٹ گئے سارے  
بدن کے زخم تڑپنے سے پھٹ گئے سارے

(مراثی انیس، جلد سوم صفحہ ۲۶۲۔ شیخ غلام علی لاہور)

ساتھ اسوار کے زخمی ہے سراپا رہوار کئی سوتیر ہیں گردن سے بھی پہلو سے بھی پار  
یال سے خون کی بوندیں ہیں ٹپکتی ہر بار نہ کھڑے ہونے کی طاقت ہے نہ تابِ رفتار  
تیر جب لگتا ہے کچھ کہہ تو نہیں سکتا ہے  
پھیر کر منہ شہ والا کی طرف تکتا ہے

شاہ فرماتے ہیں اے میرے رفیق و ہدم ہے مجھے اپنے عزیزوں کے برابر تراغم  
ہم سے تو چھٹتا ہے اب تجھ سے جدا ہوتے ہیں ہم مر کے بھی تجھ کو نہ بھولوں گا میں خالق کی قسم  
خلق سے سوئے عدم کوچ کی تیاری ہے  
آخری اب ترے آقا کی سواری ہے

دیکھ لے تیری طرح میں بھی ہوں زخمی واللہ فائدہ مجھ پر بھی ہے اور تو بھی ہے، بے داند و گاہ  
ہے اگر تشنہ دہانی سے ترا حال تباہ تین دن گذرے ہیں پانی سے نہیں ہوں آگاہ



تو زباں خشک جو منہ پھیر کے دکھلاتا ہے

پس ساقی کوثر کو حجاب آتا ہے

عرض کرتا ہے یہ گھوڑا کہ میں حضرت پہ نذا پیاس کا میری نہ غم کھائیے ہرگز مولا

تشنہ لب اکبر و اصغر مومے پانی نہ ملا کیا میں معصوم سیکنہ سے بھی پیاسا ہوں سوا

پھیر کر منہ کو جو تکتا ہوں الم ہے مجھ کو

خاک پر گر نہ پڑیں آپ یہ غم ہے مجھ کو

آپ بچپن میں کبھی مجھ پہ جو ہوتے تھے سوار بازو تب آپ کے پکڑتے تھے رسول مختار

تھی تقید قدم آہستہ اٹھائے رہوار پشت سے تیری کہیں گر نہ پڑے یہ دلدار

تیر پڑتے ہیں لگا جاتا ہے بھالا کوئی

آپ کا آج نہیں تھامنے والا کوئی

روکے کہنے لگے رہوار سے شاہ دو جہاں اب تو بیکس ہوں میں وہ چاہنے والے ہیں کہاں

سر پہ نانا ہیں نہ بابا ہیں نہ آب ہیں اتناں دوست سب گلشن ہستی سے گئے سوائے جناں

یاس و اندوہ سے ہے فرق توانائی میں

کوچ دنیا سے ہے کس عالم تنہائی میں

(مراثی انیس، جلد سوم صفحہ ۲۶۶ شیخ غلام علی لاہور)

دل میں اس وقت لگا سوچنے زخمی رہوار راکب دوش نبی پشت پہ میری ہے سوار

خاک پر گر جو پڑے گا یہ شہ عرش وقار روکے فرمائیں گے محشر میں رسول مختار

بیٹھنے کا نہ ذرا رنج اٹھایا تو نے

خاک پر میرے نواسے کو گرایا تو نے

خاک پر بیٹھ گیا وہ فرس تیز قدم تڑپے گھوڑے سے جدا ہو کے شہنشاہ ام

گرد آکر لگے تلواریں لگانے اظلم ننگے سر پیٹتے خیمے سے نکل آئے حرم

رو کے چلاتی تھی زینبؓ کہ یہ کیا کرتے ہو

تن سے کیوں سر مرے بھائی کا جدا کرتے ہو

(مراثی انیس، جلد سوم صفحہ ۲۶۔ شیخ غلام علی لاہور)

یہ کہہ کے بس ٹھہر گئے سلطانِ کربلا ماتھے پہ ہاتھ پھیر کے گھوڑے سے یہ کہا

بس تو مری سواری کا حق کر چکا ادا تیرا سوار ہوتا ہے بس تجھ سے بھی جدا

یہ بات کہہ کے شاہِ حجازی نے رو دیا

حضرت کے منہ کو دیکھ کے تازی نے رو دیا

(مراثی انیس، جلد چہارم صفحہ ۳۳۹۔ شیخ غلام علی لاہور)

جھک جاتے تھے ہرنے پہ جو غش میں شاد ابرار منہ پھیر کے آقا کی طرف تکتا تھا ر ہوار

چکار کے فرماتے تھے شیرِ دل افکار اب خاتمہٴ جنگ ہے اے اسپ و فادار

اُتریں گے بس اب تجھ سے چھٹا ساتھ ہمارا

نے پاؤں ترے چلتے ہیں نے ہاتھ ہمارا

زخمی ہے نہیں اب تری تکلیف گوارا گرتے ہیں سنبھلنے کا ہمیں اب نہیں یارا

کیا بات تری خوب دیا ساتھ ہمارا آپہنچا ہے منزل پہ ید اللہ کا پیارا

تو جس میں پلا ہے وہ گھراک دم میں لٹے گا

بچپن کا ہمارا ترا اب ساتھ چھٹے گا

گھیرے ہیں عدو خیمے تلک جانہیں سکتے کھوئی ہے جو طاقت اسے اب پانہیں سکتے

مشکل ہے سنبھلنا تجھے دوڑا نہیں سکتے پہلو ترے مجروح ہیں ٹھکرا نہیں سکتے

حیوان کو بھی دکھ ہوتا ہے زخموں کے تعب کا

میں در در سیدہ ہوں مجھے درد ہے سب کا

کس طرح دکھاؤں کہ ترے زخم ہیں کاری میں نے تو کسی دن تجھے قہقہی نہیں ماری

گھوڑے نے سنیں درد کی باتیں جو یہ ساری دوندیاں اشکوں کی ہوئیں آنکھوں سے جاری

حیواں کو بھی رقت ہوئی اس لطف و کرم پر

منہ رکھ دیا مڑ کر شہ والا کے قدم پر

گردن کو ہلایا کہ مسجانہ اُترئیے دم ہے ابھی مجھ میں مرے آقا نہ اُترئیے

تلواریں لیے گرد ہیں اعدانہ اُترئیے سب فوج چڑھی آتی ہے مولانا اُترئیے

اے وائے ستم صدر نشیں خاک نشیں ہو

حسرت ہے کہ مر جاؤں تو خالی مرازیں ہو

شہ نے کہا تا چند مسافر سے محبت وہ تو نے کیا ہوتا ہے جو حق رفاقت

بتلا تو سنہیلنے کی بھلا کون ہے صورت نے ہاتھ میں نے پاؤں میں نے قلب میں طاقت

بہتر ہے کہ اُتروں، نہیں تیورا کے گروں گا

پھٹ جائیں گے سب زخم جوش کھا کے گروں گا

ہے عصر کا ہنگام مناسب ہے اُترنا اس خاک پہ ہے شکر کا سجدہ ہمیں کرنا

گو مرحلہ صعب ہے دنیا سے گزرنا سجدے میں کئے سر کہ سعادت ہے یہ مرنا

طاعت میں خدا کی نہیں صرف تن و سر کا

ذی حق ہیں ہمیں اس کے کہ ورشہ ہے پدرا کا

اُترا یہ سخن کہہ کے وہ کونین کا والی خاتم سے گلئیں گر گیا زیں ہو گیا خالی

اس دکھ میرا نہ یاد رتھے نہ مولا کے موالی خود ٹیک کے تلوار کو سنہیلے شہ عالی

کپڑے تن پر نوروں کے سب خوں میں بھرے تھے

اک ہاتھ کو رھوار کی گردن پہ دھرے تھے

منہ یال پہ رکھ رکھ کے یہ فرماتے تھے ہر بار جاڈیوڑی پہ اے صاحب معراج کے رھوار

اب ذبح کریں گے ہمیں اک دم میں سترگار زینب سے یہ کہنا کہ سیکینہ سے خبر دار

رہنا وہیں جب تک مراسم تن سے جدا ہو  
لے جائیو بانو کو جدھر حکم خدا ہو

(مراثی انیس جلد اول صفحہ ۲۹)

برچھی آکر کوئی پہلو میں لگا جاتا ہے مارتا ہے کوئی نیزہ تو غش آجاتا ہے  
بڑھتے ہیں زخم بدن زور گھٹا جاتا ہے بند آنکھیں ہیں سر پاک جھکا جاتا ہے  
گرد زہرا و علیؑ گریہ کنناں پھرتے ہیں  
غل ہے گھوڑے سے امام دو جہاں گرتے ہیں

گرتے ہیں قطرہ خون زخم جبین سے پیہم دست مجروح سے کھنچ سکتے نہیں تیرستم  
فکر ہے بخشش امت کی کچھ اپنا نہیں غم کرتے ہیں شکر خدا شکر زباں سے ہر دم  
ہے عبا تیروں سے غربال قبائلگوں ہے  
ہونٹ یا قوت سے زخمی ہیں دہن پُر خون ہے

زیں سے ہوتا ہے جدا دوش محمدؐ کا مکیں چمنِ فاطمہؑ کا سرو ہے مائل بہ زمیں  
برچھیاں گرد ہیں اور بیچ میں ہیں سرور دیں ہے یہ نزدیک گرے مہر نبوت کا نگلیں  
پاؤں ہر بار رکابوں سے نکل جاتے ہیں  
یا علیؑ کہتی ہے زینبؑ تو سنجھل جاتے ہیں

لاکھ تلواریں ہیں اور ایک تنِ اطہر ہے ایک مظلوم ہے اور ظالموں کا لشکر ہے  
سیکڑوں خنجر فولاد ہیں اور اک سر ہے نہ کوئی یار نہ ہدم نہ کوئی یاور ہے  
باگ گھوڑے کی لگتی ہے اٹھا سکتے نہیں  
سامنے اہل حرم روتے ہیں جا سکتے نہیں

(مراثی انیس جلد اول صفحہ ۲۸۱ تا ۲۸۲)

فاتے میں دیر تک جوڑے شاہِ تشنہ کام غرقِ عرق تھے کانپ رہا تھا بدن تمام

ہاتھوں سے چھوڑ دی تھی جور ہواری لگام آنکھیں تھیں بند ہانتا تھا سپ تیر گام  
 غش میں سوارِ دوشِ نبی کا یہ حال تھا  
 بے تھامے خود فرس سے اترنا محال تھا

دیکھا جو یہ کہ بھاگ گئے رن سے حیلہ ساز تلوار رکھ کے میان میں بولے شہِ حجاز  
 مہلت ہے اے حسینؑ پڑھو عصر کی نماز یہ آخری ہے بندگی رب بے نیاز  
 فکرِ نجات اُمتِ خیر البشر کرو  
 سوکھی زباں کو ذکرِ الہی میں تر کرو

ناگاہ سونے لاشِ پسر جا پڑی نظر چلائے دل کو تھام کے سلطانِ بحر و بر  
 اکبر! اٹھو کہ گھوڑے سے گرتا ہے اب پد سوتے ہوتم دھرے ہوئے رخسارہ خاک پر  
 بھولے پد کو نیند میں قربان آپ کے  
 آؤ نماز عصر پڑھو ساتھ باپ کے

(مرثیہ انیس جلد اول صفحہ ۳۸۰)

سن کر یہ صدا آپ نے تلوار کو روکا تلوار کو کیا برق شر بار کو روکا  
 بے چین تھا پر اسپ وفادار کو روکا گردوں کی طرف دیکھ کے رہوار کو روکا  
 فرمایا کہ جینے سے دل اب تنگ ہے گھوڑے  
 تھم جا کہ بس اب خاتمہ جنگ ہے گھوڑے

اب سینے کو وقف تیر و تیر کریں گے اب طاعتِ معبود کی تدبیر کریں گے  
 اب عصر کی نیت میں نہ تاخیر کریں گے اب سجدہ باری تیر شمشیر کریں گے  
 ایذا ہو کہ دکھ سہل ہے سب راہِ خدا میں  
 سردے کہ بس اب جائیں گے درگاہِ خدا میں

عاشق کو نہیں دوری معشوق گوارا سر جلد کٹاؤ یہ ہے خالق کا اشارا

مشتاقِ اجل ہے اسد اللہ کا پیارا اب خنجر بے آب ہے اور حلق ہمارا  
طالب ہوں رضا مندئی رپّ دوسرا کا  
صد شکر کہ وقت آگیا وعدے کی وفا کا  
یہ کہہ کے رکھی میان میں شبیر نے تلوار حکم شہ والا سے کھڑا ہو گیا رہوار  
بجلی جو تھمی ہونے لگی تیروں کی بوچھاڑ دو لاکھ کے زرنے میں گھرے سید ابرار  
مجروح ہوا صدر بھی زخمی ہوا سر بھی  
چلنے لگیں تیغیں بھی سانیں بھی تیر بھی

(مرثیٰ انیس جلد اول صفحہ ۴۰۳)

حسینؑ ذوالجناح سے زمین پر آگئے:

جھکنا تھا کہ تیغوں کے برابر سے چلے وار قدموں سے رکائیں بھی جدا ہو گئیں اک بار  
جب گرنے لگا خاک پہ وہ پیکس و ناچار زہرا کی صدا آئی کہ یا حیدر کرار  
گھیرا ہے لعینوں نے اکیلا اسے پا کر  
گرتا ہے مرا لال مدد کیجئے آ کر  
گھوڑے نے جو دیکھا کہ سنبھلے نہیں زین پر بس بیٹھ گیا ٹیک کے گھٹنوں کو زین پر  
زخموں سے جو تھا چورتن سبط پیبر غش ہو گئے رہوار سے ریتی پہ اتر کر  
افراطِ جراحت سے بدن رشک چمن تھا  
سب فوج کے حربے تھے اور اک شاہ کاتن تھا

(مرثیٰ انیس جلد سوم صفحہ ۲۳۴)

ذوالجناح کی آمد درخیمہ پر

دیکھا یہ ذوالجناح کا سیدانیوں نے حال خالی ہے زین اور ہے ماتھا لہو سے لال  
گردن پہ اس طرح سے ہے کھری ہوئی ایال جس طرح کھولتے ہیں زین کا سوگوار بال

روتا ہے یوں وہ غم میں شہ نامدار کے

جیسے پسر کو روتی ہے ماں دھاڑیں مار کے

دنیا نظر میں بیبیوں کے ہوگئی سیاہ سمجھے یہ سب کہ قتل ہوا فاطمہؑ کا ماہ

عابد پکارے ہائے غضب گھر ہوا تباہ چلائی بنت فاطمہؑ اے ذوالجناح شاہ

بتلا سوار دوش پیسیر کو کیا کیا

ہے ہے مرے غریب برادر کو کیا کیا

زیں سے مرے رسول کا پیارا کہاں گرا دودن کی بھوک پیاس کا مارا کہاں گرا

وہ عرش کبریا کا ستارا کہاں گرا آقا ترا امام ہمارا کہاں گرا

سایہ ہے کچھ کہ لاش ہے جلتی زمین پر

نختے یہ کس کے خون کے ہیں تیری زین پر

سر خاک پر پلک کے پکارا وہ راہوار سیدانہو چھڑ گیا مجھ سے مرا سوار

جلدی اتار لو یہ تیرک یہ ذوالفقار کٹتا ہے واں گلوئے شہنشاہ نامدار

زہراً قریب لاش پسر خاک اڑاتی ہے

خیبے میں جاؤ لوٹنے کو فوج آتی ہے

(مراثی انیس جلد اول صفحہ ۲۲ شیخ غلام علی لاہور)

ذوالجناح جنت میں بھی امام حسینؑ کی سواری میں ہوگا

دو روز سے تھا راکب و رہوار کو فاقہ حضرت کو تھا غم گھوڑے کا گھوڑے کو غم آقا

روتے تھے وفاداری پہ اُس کی شہ والا شبیرؑ کا منہ دیکھ کے رو دیتا تھا گھوڑا

چکار کے شاباش اسے فرماتے تھے حضرتؑ

کس پیار سے گردن سے لپٹ جاتے تھے حضرتؑ

فرماتے تھے گھوڑے سے بصدگریہ وزاری کی بھوک میں اور پیاس میں تو نے مری ماری

کل ہونگے نہ زخمت ہے بس التجھ سے ہماری آج آخری یہ ہے ترے آقا کی سواری  
 خوش ہو تو کہ رتبہ ترے راکب کا بڑھے گا  
 سرتن سے جو اترے گا تو نیزے پہ چڑھے گا  
 وہ کہتا تھا میں آپ کی مظلومی کے صدقے غم یہ ہے کہ آپ آج جدا ہوتے ہیں مجھ سے  
 پر بھول نہ جانا مجھے تب شاہ یہ بولے کیا مجھ کو وفادار سمجھتا نہیں گھوڑے  
 مر کر بھی نہ مجھ کو ترے بن چین پڑے گا  
 فردوس میں بھی تو ہی سواری مری دے گا  
 گھوڑے سے یہ کہتے تھے کہ پھر فوج نے گھیرا منہ سید بے کس نے ہزاروں سے نہ پھیرا  
 پر ضعف سے آنکھوں تلے آتا تھا اندھیرا دل کہتا تھا اب حال بہت غیر ہے میرا  
 اُس وقت بھی حیدر کی طرح لڑتے تھے شبیر  
 جو لوکتا تھا شیر سے جا پڑتے تھے شبیر

(مراثی انیس جلد سوم صفحہ ۴۰۸)

پڑا جو سایہ گیسوئے پچدار حسینؑ تو ذوالجناح یہ سمجھا کہ تازیانہ ہوا  
 (انیس کے سلام صفحہ نمبر ۸۱)

شہیدوں کے اسپ وفادار عاشور کے بعد:

۱۱ محرم کو اشقیاء جب نیزوں پر شہیدوں کے سر رکھ کر لے چلے اور اہل حرم کو ناقوں پر  
 کھلے سر سوار کیا تو کر بلا کے شہیدوں کے گھوڑوں کو بھی باندھ کر ساتھ لے چلے۔  
 میرا نیس نے بیکسوں کے قافلے میں ان زخمی گھوڑوں کی منظر کشی اس طرح کی ہے:-  
 چچے ان لوگوں کے مقتولوں کے کوتل گھوڑے تسمے باگوں کے کٹے گردنوں پر تیر لگے  
 زین ڈھلکے ہوئے اور خوں میں سر اسر ڈوبے بال سے ان کے ٹپکتے تھے لہو کے قطرے  
 گردنیں ڈالے ہوئے چپکے چلے جاتے تھے



آنسو، اُن گھوڑوں کی آنکھوں سے بہے جاتے تھے

(مراثی انیس..جلد اول..ص ۳۱۷)

میر انیس کی نظر میں شبیہ ذوالجناح:

دلِ دل بنا کے لاتے ہیں وہ سب پچشم تر مجلس کے لوگ پیٹتے ہیں اٹھ کے اپنا سر  
چھینیں لہو کی زین پر اور تیر ادھر ادھر ہرنے سے وہ لگتی ہوئی تیغ اور سپر

غش آتے ہیں کلیجوں پہ شمشیر پھرتی ہے

آنکھوں میں ذوالجناح کی تصویر پھرتی ہے

(مراثی انیس..جلد اول..ص ۲۹۴)



## ذوالجناح سے غالب کی عقیدت

عجم کا وہ مقولہ کہ عورت، تلوار اور راہوار ہمیشہ بے وفا ہوا کرتے ہیں۔ شوہر کے بعد زوجہ کسی دوسرے کی رفیق زندگی اور مقتول کے بعد اس کی تیغ پر قاتل کا قبضہ اسی طرح گھوڑا کبھی کسی کے زیرِ ران، کبھی اس پر کوئی اور سوار، ہمیشہ راکب بدلتے ہوئے نظر آئیں گے۔ اسد اللہ خان غالب نے مذکورہ بالا ضرب المثل کو مدحِ اہل بیت کی منزل پر پہنچ کر منقلب کر دیا اور یہ حکایت واقعاتِ غالب میں موجود ہے کہ ان کے دروازے پر کسی نے دستک دی۔ پوچھا کون۔ جواب ملا میر حامد۔ اندر آنے کے اجازت اور صاحب سلامت ہو کر حاضری کا سبب زبان پر آیا۔ میر صاحب سے اس مصرعے پر مصرع نہیں لگتا تھا۔ اسپ وزن و شمشیر وفادار کہ می دید۔ انتھک کوششوں کے بعد سید مرزا کے در پر آیا۔ جس طرح بلا تشبیہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ شیخ مفید کے درس میں آئے تھے مصرعہ سنتے ہی مرزا غالب نے کارخانہ الوہیت سے فیض حاصل کیا اور جوشِ ولا میں جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے ٹہلنے لگے اور بلند آواز سے بڑے ہی دلورہ انگیز لہجے میں کئی بار کہا :-

اسپ وزن و شمشیر وفادار کہ می دید      واللہ علیٰ دید ، علیٰ دید ، علیٰ دید  
غالب

میر حامد حاضر جوابی اور خدا داد صلاحیت سخن دیکھ کر اچھل پڑے اور گوہر مراد لے کر

گھر آئے۔ یہی وہ اشعار ہیں جو ان اشعر حکمہ۔ اور بقول نواب صدیق حسن خاں مشہور مؤلف اشعراء تلامیذ الرحمن (شع ۱، نجمن صفحہ ۱۱ طبع بھوپال ۱۲۹۲ھ)۔ شاعر براہ راست اللہ کے شاگرد ہیں اور بنا بر تخریر علامہ بونی شیخ احمد بن علی متونی ۶۲۲ھ۔ ان اللہ سرّاً مکنوننا ینظہرہ علی لسان الشعراء و قیل ان اللہ نوراً “تختیة مفاتیح لسان الشعراء (ملاحظہ ہو شمس المعارف و لطائف العوارف، ج ۲ صفحہ ۷۰ طبع مصر)

خدا کے کچھ بند بھید ہوتے ہیں جو شاعروں کی زبان پر (بعض اوقات) ظاہر ہوتے ہیں، یہ تھی حدیث نبویؐ حضرات اہل سنت کے یہاں کی اور دوسری حدیث مفہوم یہ ہے کہ جو مال غیر ہے خدا کا چھپا ہوا ایک نور ہوا کرتا ہے اور اس کی کئی شاعروں کی زبان ہے۔ ان غیر شیعہ کتب کے حوالوں سے واضح ہوا کہ نور الہی کے لئے غیبت بھی ہے اور غالب اس محل پر ترجمان قدرت تھے۔ شعرائے ارباب ادب کے سامنے تشنہ تشریح نہیں اور مراد شاعر کی یہ ہے کہ قاطعہ زہرا کی وفاداری، اطاعت، ذوالفقار کا دوام، وہ عجب اوصاف ہیں جو سیرت علویہ میں مسلم ہیں۔ علیؑ کی عورت نہ بے وفا تھی نہ تلوار نہ گھوڑا ہر عنوان ایک مستقل موضوع سخن ہے جس پر بحث اپنے مقام پر ہو سکتی ہے۔ غالب کو ڈلڈل سے اتنی عقیدت ہے کہتے ہیں:-

طبع کو الفتِ ڈلڈل میں یہ سرگرمی شوق

کہ جہاں تک چلے اس سے قدم اور مجھ سے جبین

یعنی اس قدر شوق ہو کہ جب تک ڈلڈل قدم رکھے یعنی چلے میں اپنی پیشانی کو اس

کے لیے فرش کر دوں۔

بیچو دموبانی لکھتے ہیں:-

”اس سے قدم اور مجھ سے جبین“

اس ٹکڑے پر ادب اردو کو جہاں تک ناز ہو بجا ہے۔

غالب کے عہد میں دہلی کے لوگ ذوالجناح کو دُلْدُل کے نام سے ہی موسوم کرتے تھے، یوپی کے دیہاتوں میں عاشور کے جلوسوں میں اب تک عوام ذوالجناح کو دُلْدُل کے نام سے پکارتے ہیں، غالب نے اپنے قصیدوں میں دُلْدُل کی عقیدت میں بہت سے اشعار کہے ہیں:-

ہے دو عالم صیدِ اندازِ شہِ دُلْدُل سوار  
یاں ، خطِ پرکارِ ہستی ، حلقہٴ فزاک ہے

دشتِ تسخیر ہو ، گر ، گردِ خرامِ دُلْدُل  
بالِ رعنائی دُم ، موجِ گلبدِ قبا  
نعلِ در آتش ہر ذرہ ہے تیغِ کُہسار  
گردشِ کاسہٴ سُم ، چشمِ پری آئینہ دار  
گردہ اس کی بھریں شیشہٴ ساعت میں اگر  
ہر نفسِ راہ میں ٹوٹے ، نفسِ لیل و نہار  
نرم رفتار ہو جس کو یہ وہ برقِ گداز  
رفتنِ رنگِ حنا ہے تپشِ بالِ شرار  
ہے سراسر رویِ عالمِ ایجاد اُسے  
جیبِ خلوت کدہٴ غنچہٴ میں ، جولانِ بہار  
جس کے حیرت کدہٴ نقشِ قدم میں ، مائی  
خونِ صدرِ برق سے باندھے بلفِ دستِ نگار

وصفِ دُلْدُل ہے مرے مطلعِ ثانی کی بہار  
گردِ درہ ، سُرْمہ کشِ دیدہٴ اربابِ یقیں  
جنتِ نقشِ قدم سے ہوں میں اُس کا گلچیں  
نقشِ ہر گام ، دو عالمِ صفہاں زیرِ نگین  
اُس کے جولان میں نظر آئے ہے یوں دامنِ زیں  
برگِ گل کا ، ہو جو طوفانِ ہوا میں عالم  
فکر کو حوصلہٴ فرصتِ ادراک نہیں  
اُس کی شوخی سے بہ حیرت کدہٴ نقشِ خیال  
اگر آئینہ بنے حیرتِ صورتِ گر چیں  
جلوہٴ برق سے ہو جائے نگہ ، عکسِ پزیر

## میر مونس کے مرثیوں میں ذوالجناح کی تعریف

کس دبدبے سے رن پہ شہ بے وطن چڑھے گویا جہاد پر شہ خیر شکن چڑھے  
 رہوار وہ کہ جس پہ رسولِ ذمن چڑھے بعد از نبی حسین چڑھے یا حسن چڑھے  
 صرصر ہے بوئے گل ہے نسیم صبح ہے  
 اڑنے کا اس کے کیا ہے عجب ذوالجناح ہے

دوشِ رسولِ حق کا جور اکب سوار ہے رکھنا زمیں پہ اُس کو قدم ناگوار ہے  
 کلنی سے اوجِ بالِ ہما آشکار ہے جتنا ہے اُس کا ساز جواہر نگار ہے  
 گرتی ہے ضو سے دھوپ میں بجلی زمین پر  
 زہرا کے آفتاب کا جلوہ ہے زین پر

طبع رواں ہے تنگ صفاتِ سمند میں سو خوبیاں ہیں اسپِ سلیمان پسند میں  
 رم میں ہرنِ نخل ہیں چکارے زغند میں پارا بھرا ہوا ہے ہر اک جوڑ بند میں  
 کرتا ہے سیر گنبدِ نیلی رواق کی  
 گھوڑا چڑھا ہوا ہے نظر پر براق کی

اسوار نے اشارہ مڑگاں جدھر کیا اُس صف کو توڑ کرو ہیں زیر و زبر کیا  
 آنکھوں میں گہہ چھپا کبھی پٹلی میں گھر کیا حضرت پہ گرد آئی تو دم کو چنور کیا  
 کیونکر نہ ہوئے پاس ادب اُس جناب کا  
 ہے صدر زیں پہ لختِ جگر بوترا ب کا

میرزا عشق

## مرثیہ

درحال ذوالجناح

بند.....۱۳۴

شہرت جہاں میں اپنے کیت قلم کی ہے ۱ | تحریر مدح حور ملائک شیم کی ہے  
پیش نگاہ شکل بہار ارم کی ہے | تعریف ذوالجناح امام اُمم کی ہے  
کیونکہ نہ اُس فرس کو شرافت حصول ہو  
جس کا سوار راکب دوش رسولؐ ہو

گھوڑوں میں بے نظیر ہے یکتا ہے ذوالجناح ۲ | دل سے فدائے سید والا ہے ذوالجناح  
دشت بلا کا مرحلہ پیما ہے ذوالجناح | کیونکہ نہ ہو حسینؑ کا گھوڑا ہے ذوالجناح  
دیکھو تو مرکب شہ گردوں وقار کو  
ایسا ہی رخس چا پئے ایسے سوار کو

مشہور ہے کہ ہوتے ہیں رہوار بے وفا ۳ | پر تھا نہ اسپ سید ابرار بے وفا  
ہوتا نہیں انیس و وفادار بے وفا | دیتے ہیں ساتھ کب دم پر پیکار بے وفا  
وہ مر کے ساتھ منزل آخر میں دے گیا  
گویا چھپا کے غلد میں آقا کو لے گیا

اب ذوالجناح شہ کی حکایت بیاں کروں <sup>۴</sup> منظور ہے کہ صورت و سیرت بیاں کروں  
 حسن و خرام پیاس کی شدت بیاں کروں افسانہ ہائے روز شہادت بیاں کروں  
 نقشہ دکھاؤں اسپ شہ مشرقین کا  
 پھر جائے سب کی آنکھوں میں گھوڑا حسین کا

کیوں آہوئے عتقن اُسے کہہ کے خطا کریں <sup>۵</sup> آہونہ اُس سے آنکھ چڑائیں تو کیا کریں  
 پنچیں نہ اُس کے رم کو طرارے بھرا کریں اہل تبار ناقہ آہو فدا کریں  
 یہ وہ ہرن ہے زور چھپے جس کے پاؤں میں  
 آنکھیں لڑائے شیر سے تیغوں کی چھاؤں میں

پیشک ہے پست فہم جو اُس کو ہما بتائے <sup>۶</sup> رہوار شہ کو اوج مراتب سے کیوں گرائے  
 کیونکر یہ راہوار ہما پر شرف نہ پائے ہے رحم دل شکار کرے اُس تخواں نہ کھائے  
 پھر پھر کے گرد جانب چرخ کہن گیا  
 یہ سچ ہے ہما اسی کے تصدق میں بن گیا

جھکتا ہے اس سے تو سن بدخوئے آسماں <sup>۷</sup> اُس کے ہلال نعل ہیں ابروئے آسماں  
 ہے ذوالجناح قوت بازوئے آسماں نقش قدم میں آئینہ بروئے آسماں  
 نازاں جو مہر پر فلک بے حجاب ہے  
 اس کا سوار فاطمہ کا آفتاب ہے

قربان پائے رخس صبا گام ہے صبا <sup>۸</sup> اس وجہ سے بشر اسے کہتے ہیں بادپا  
 ہے باغ امتحان میں یہ جھونکا نسیم کا روز ازل سے اس کی ہوا خواہ ہے صبا  
 جب زین اڑا ہوائے بہشت بریں لگی  
 مضمون یہ وہ ہے جس کو ہوا تک نہیں لگی

بجلی میں گرمیاں ہیں مگر خوبیاں کہاں ۹ یہ خو یہ بو یہ شکل یہ تاب یہ تواں کہاں  
 برق اس کی پیروی میں گری ہے کہاں کہاں ہر چند ذوالجناح شہِ دیں یہاں کہاں  
 پر ہو جو ذکرِ پاک فرس کی رکاب کا  
 کہ دیں تڑپ ؟؟؟ ؟؟؟

اس سے نہیں ہے طائرِ سیما کو مثال ۱۰ ہو کیوں نہ بیقرار کے ہے عاشقِ جمال  
 کرتا ہے جست دیکھ کے رہوارشہ کی چال خاکہ سُم فرس کا اُتر پائے کیا مجال  
 اُس کے غبارِ راہ سے اکسیر گرد ہے  
 زریں تمام دامنِ دشتِ نبرد ہے

طاؤس کا شرف یہ ہمایوں رکاب ہے ۱۱ خود اپنے پاؤں دیکھ کے اُس کو حجاب ہے  
 ہر پر میں نقوش سے ایک آب و تاب ہے خطِ غلامی فرس لاجواب ہے  
 لب داغِ ذوالجناح کی الفت میں کھائے ہیں  
 یہ آئینے خدا نے پروں پر بنائے ہیں

کہیئے اُسے دلہن تو دلہن میں کہاں یہ بات ۱۲ رہوارشہ بنی ہے سمٹ کے خوشی کی رات  
 پر ہے عروسِ جملہ خوبی یہ خوش صفات گھونگھٹ ہے اس کا دامنِ سلطانِ پاک ذات  
 کی بھوک پیاس میں شیرِ افگنی رہی  
 ؟؟؟؟ ؟؟؟؟ ؟؟ بنی رہی

کس سے مثال دیں کوئی ایسا ہے کب حسین ۱۳ انسان یا فرشتہ ہے شہدِ یز شاہِ دیں  
 گھوڑا حسین کا ہے فقط یہ تو ہے یقیں اس کے سوا بس اور ہمیں کچھ خبر نہیں  
 پوچھے جو کوئی ہے فرس تیز گام کیا  
 کہہ دیں خموشِ قدرتِ حق میں کلام کیا



لکھتے ہیں اب یہ فارس مضمارِ اعتبار <sup>۱۳</sup> بیٹھے تھے ایک روز رسولِ فلک شعار  
تھا پر تو جبیں سے مکاں آفتاب زار تھے کالجوم گرد رفیقانِ ذی وقار

جلوہ حسینؑ کا بھی بر مصطفیٰ میں تھا

تارا علیؑ کا پہلوئے عرشِ خدا میں تھا

آکے وکیل شاہِ یمن نے کیا سلام <sup>۱۵</sup> کی عرض ہاتھ باندھ کے یاسیدِ انام  
ہے میرے بادشاہ کا خدمت میں یہ پیام دن رات اشتیاقِ زیارت میں ہے غلام

بھیجا ہے راہوارِ پسندِ رسولؐ ہو

اے شہسوارِ دیں مرا ہدیہ قبول ہو

آیا ہوں اس کو چھوڑ کے پاسِ ادب سے دور <sup>۱۶</sup> آئے ملاحظہ میں اجازت جو دیں حضور  
شائستہ ہے غریب ہے گھوڑا مثالِ حور جب یہ سنا تو بولے حسینؑ ملکِ شعور

کہتا ہے فرطِ شوق وہیں جا کے دیکھیے

ہنس کے کہا رسولؐ نے بلوا کے دیکھیے

پھر صاحبِ براق نے گھوڑا کیا طلب <sup>۱۷</sup> آیا عجیبِ حسن سے وہ صاحبِ ادب  
بے اختیار کہنے لگے واہ واہ سب ہے قابلِ سواری شائبہِ عرب

آیا نہ اُس کو دیکھ کے چین اٹھ کھڑے ہوئے

ایسے خوشی ہوئے کہ حسینؑ اٹھ کھڑے ہوئے

آیا جھکا کے سر کو محمدؐ کے روبرو <sup>۱۸</sup> جیسے پئے سلام ہو خم کوئی نیک خو  
دربارِ مصطفیٰؐ میں ہوا شور چار سُو ہے کیا بہارِ جلد سیہ رنگ و مشک بو

ہے درفشائِ عرق سے بدنِ راہوار کا

کلڑا ہے ابرِ رحمتِ پروردگار کا

محوِ ملاحظہ تھے ابھی سید البشر ۱۹ یوں مرکب و سوارگی باہم لڑی نظر  
پہچانے جیسے عاشق و معشوق یک دگر بڑھنے لگے حسین ادھر ذوالجناح ادھر

وقفہ و فور شوق سے کرتے نہ تھے حسینؑ

آغوشِ مصطفیٰ میں ٹھہرتے نہ تھے حسینؑ

سمجھے جو شاہِ یثرب و بطحا پسند ہے ۲۰ فرمایا کیوں حسین یہ گھوڑا پسند ہے  
کی عرض ہم کو مرکب یکتا پسند ہے ارشادِ مصطفیٰ نے کیا کیا پسند ہے

حاضر ہے بیقرار نہ زنبہار ہو جیے

آپ اٹھ کے میرے دوش پہ اسوار ہو جیے

کی عرض کیوں دیا ہمیں نانا یہ راہوار ۲۱ گویا ہوئے رسولؐ کہ ہاں میں ترے ثمار  
کی اٹھ کے بس حسینؑ نے تسلیم چند بار نانا سے پھر لپٹ گئے شبیرؑ نامدار

پوچھا کہ ہوں سوار نہیں تاب شوق سے

بولے رسولؐ غیرتِ مہتاب شوق سے

تھے پانچ چھ برس کے حسینؑ ملک سیر ۲۲ بچپن کا حُسن پیار کی باتیں جبینِ قمر  
تعویذوں میں بھرے ہوئے روح القدس کے پر سر پر عمامہ چھوٹا سا باندھے ہوئے کمر

گھوڑے کی سمت محو ادب جان کر بڑھے

دامنِ قبائے سبز کا گردان کے بڑھے

آیا قریبِ اسپ جو زہرا کا نونہال ۲۳ گردن جھکا کے بیٹھ گیا اسپِ خوشحال  
تھامی سوارِ دوشِ محمدؐ نے اُس کی یال دستِ ملک میں آگے حورِ جاناں کے بال

خالق کرے نصیب یہ انصار نے کہا

بسم اللہ آپ احمدِ مختار نے کہا

رونقِ فزائے زینِ قمر مرتقا ہوا <sup>۲۳</sup> بیٹھے سنبھل کے شاہِ فرس اٹھ کھڑا ہوا  
سب نے کہا پکار کے فضلِ خدا ہوا دیکھو سوارِ فاطمہ کا ماہ لقا ہوا

مرکب ہے خوب راکبِ ذیشان بھی خوب ہے

سچ ہے پری بھی خوب سلیمان بھی خوب ہے

سبطِ نبی نہیں فرسِ ذی شعور پر <sup>۲۵</sup> گویا چراغِ خانہ زہرا ہے طور پر  
سرور ہیں زینِ اسپِ رسولِ غیور پر جنت کا پھول ہے سبدِ پشتِ حور پر

رہوار پر ہے جلوۂ سلطانِ کربلا

یہ نوح ہیں وہ کشتیِ طوفانِ کربلا

بالائے چرخِ عیسیٰ گردوں وقار ہیں <sup>۲۶</sup> دلدل پر آج بادشہ ذوالفقار ہیں  
بامِ جناں پر آدمِ عالی تبار ہیں محبوبِ حق براقِ پر اسدم سوار ہیں

مرغوب ہے فلک کا نظارا رسول کو

معراج ہوگی آج دوبارہ رسول کو

ہے کیا بلند قامتِ اسپِ شہِ جلیل <sup>۲۷</sup> سب دیکھ لیں کہ زینتِ طوبا ہیں جبرئیل  
گلگوں ہے شکلِ کھتِ فردوسِ بے عدیل ہیں ناقہ بہشتِ بریں پر مگر خلیل

بولا کوئی یہ رازِ خفی اب جلی ہوئے

صد شکرِ زیبِ تختِ خلافتِ علیٰ ہوئے

ٹہلا تمام صحن میں گھوڑا قدم قدم <sup>۲۸</sup> ہر سو پھرا اشارۂ شہ میں وہ برقِ دم  
دیکھا کیا حسین کو مڑ مڑ کے دمدم شہزادہ جہاں کا نیا تھا حشمِ خدم

تھے ملتفتِ حسین جو اُس خوشخرام پر

چکارتے تھے پیار سے ہر ایک گام پر

تھے سامنے رسولؐ نگہبان تھے ملک ۲۹ وہ باگ ہاتھ میں وہ رخ پاک کی چمک  
رہوار تھا بلند قد و غیرتِ فلک پہنچے نہ پائے شاہِ رکابِ سمند تک

گرنا تھا ایک دن فرس لاجواب سے

پہلے ہی تھے جدا قدمِ شہِ رکاب سے

کیا ذوالجناح پر رُخِ شہ کا جمال تھا ۳۰ چہرہ گلِ علیؑ کا بشارت سے لال تھا  
انجام کا حبیبِ خدا کو خیال تھا تھا زرد روئے پاک قلق کا یہ حال تھا

آنسو رواں تھے چشمِ رسالتِ مآب سے

تھا دامنِ جنابِ مشابہِ سحاب سے

اُس وقت اور حالِ پیہر ہوا تباہ ۳۱ سینہ ملا زمین سے جھکا مرکبِ سیاہ  
اُترا خوشی خوشی اسد اللہ کا وہ ماہ تعریف کی ہر ایک نے اے شہسوارِ واہ

خدا م رہوار کو ٹہلا کے لے گئے

گھر میں نبی حسینؑ کو بہلا کے لے گئے

اصطبلِ مصطفیٰؐ میں رہا بس وہ راہوار ۳۲ گھوڑوں میں تھا رسولؐ کا اُس پے زیادہ پیار  
لیل و نہار ابلق ایام تھا ثار ہیکلِ نبیؐ کبھی کبھی زینِ گہرنگار

بنوا دیا نبیؐ نے جو درکار ہو گیا

گہنا عروس کے لیے تیار ہو گیا

جب مر گئے رسولؐ زمانا بدل گیا ۳۳ سامانِ راحتِ شہ والا بدل گیا  
چھوٹا وطن بھی رنگ کچھ ایسا بدل گیا اصطبلِ کا رسولؐ کے نقشِ بدل گیا

گھوڑوں کے بھی مکان پریشان ہو گئے

پریاں گئیں تباہ پرستان ہو گئے

شہ پرستم جو اہلِ ستم نے کیے شروع ۳۴ مشرق سے اپنے مہر علی نے کیا طلوع  
دل مغربِ بلا کی طرف ہو گیا رجوع آخر غروب ہونے کی جا پر ہوا وقوع

مولا قریبِ ماہِ محرمِ بلا میں تھے

پہلی کو بادشاہِ زمنِ کربلا میں تھے

پانی مسافروں کو نہ ممکن ہوا وہاں ۳۵ کیا تشنگی تھی آلِ محمدؐ کو الاماں  
گویا بغیر آبِ ترپتی تھیں مچھلیاں تھے ذوالجناح سے یہ کلامِ شہِ زماں

بچپن کے جاں نثار بہت غیرِ حال ہے

پر تیری پیاس کا مجھے صدمہ کمال ہے

ناگہ ہوئی تمام شبِ صبحِ کارزار ۳۶ کی بانوے سحر نے عیاں زلفِ زرنگار  
یعنی شعاعِ شمس ہوئی رن میں آشکار گھوڑوں پہ اُس طرف ستم آراہوئے سوار

ہر ایک ادھر بھی تیغِ کمر سے لگا چکا

گھوڑا حضور کا درِ دولت پہ آچکا

نکلے محل سے آپ جو اُٹے ہوئے نقاب ۳۷ رہوار پر سوار ہوئے شاہِ لا جواب  
آآ کے پاس غازیوں نے تھام لی رکاب گھوڑوں کو دے رہے تھے ادھر آبِ بے تجاب

تھا ضعفِ ذوالجناح کو دودن کی پیاس سے

منہ دیکھتے تھے حضرتِ شبیرؑ یاس سے

اندا نے طورِ جنگِ شہِ کربلا کیے ۳۸ اِس سمت بھی دلیروں نے عزمِ وعا کیے  
جا جا کے سرِ نثارِ امامِ ہدا کیے پس ظہر تک عزیز و موالی لڑا کیے

تھی دو پہرِ قریب کہ سب قتل ہو گئے

شبیرؑ جاگتے رہے جانبا ز سو گئے

مردے لٹا رہے تھے برابر شہ انام ۳۹ خاک اُڑ رہی تھی اور کھلا تھا سر امام  
تھا ساتھ ذوالجناح شہنشاہِ تشنہ کام چلا رہی تھی لیکے سیکنہ پدر کا نام  
غش آرہے تھے فاطمہ کے نور عین کو

سیدانیاں پکار رہیں تھیں حسینؑ کو

اُس دھوپ میں یہ شکل شہ خوشحال تھی ۴۰ آنسو ٹپک رہے تھے طبیعت ٹڈھال تھی  
بیٹھے جہان لہو سے زمین رن کی لال تھی تلوار بیقرار تھی پڑ گرد ڈھال تھی

صدے مسافری میں ہزاروں گذر گئے

حضرت کی گود میں علی اصغرؑ بھی مر گئے

لاشا لگائے سینہ سے بیٹھے شہِ زمن ۴۱ آہستہ رن میں لاش کو رکھا دمِ سخن  
تر تھا لہو سے ننھی سی میت کا پیر بہن خود قبلہ رو کھڑے ہوئے سلطان بے وطن

دیکھا کسی کو پاس نہ شاہِ انام نے

تہا پڑھی نماز شہ تشنہ کام نے

پڑھ کر نماز آپ نے کی دیر تک دعا ۴۲ لاشہ اٹھا کے گوشہ مرقد میں رکھ دیا  
گل سا بدن زمیں کی حرارت سے گرم تھا تربت بنا چکے تو کہا شکر اے خدا

اٹھے لحد کی خاک چھڑائی سلاح سے

پھر کے لپٹ گئے شہ دیں ذوالجناح سے

بولے کہ یادگار مسافر کا حال ہے ۴۳ اے ذوالجناح اب ہوں انتقال ہے  
میرے لیے تباہ سیکنہ کا حال ہے ہو آؤں بیقرار محمدؐ کی آل ہے

یہ کہہ کے اہل بیتؑ میں تہا گئے حسینؑ

ڈیوڑھی میں ذوالجناح کو ٹھہرا گئے حسینؑ

زینبؓ کی پڑ گئی جو نظر پٹینے لگیں ۴۴ دیکھا لہو میں شاہ کو تر پٹینے لگیں  
رو کے تمام تشنہ جگر پٹینے لگیں ۴۵ باٹو یہ کہہ کے سینہ و سر پٹینے لگیں

صاحب بتائیے علی اصغرؑ کو کیا کیا

کس یاس سے کہا انھیں نذر خدا کیا

زینبؓ پکاریں حق کے فدائی غضب ہوا ۴۵ ڈوبے ہوئے ہو خون میں بھائی غضب ہوا  
آنے کی گھر میں بار نہ پائی غضب ہوا ۴۶ بولے ہوئی ہے گھر کی صفائی غضب ہوا

لاشوں کے اہتمام و سر انجام میں رہے

خواہر ہم آج صبح سے اس کام میں رہے

یہ میرے پیرہن میں برادر کا خون ہے ۴۶ کچھ اس میں سینہ علی اکبرؑ کا خون ہے  
سب سے زیادہ گردن اصغرؑ کا خون ہے ۴۷ اس خون میں ہر ایک گل تر کا خون ہے

پہنچے وہ خدمت شہ بدر و حنین میں

جن غازیوں کا خون ملا تھا حسینؑ میں

گھر آج میہمان کا جل جائے گا بہن ۴۷ دنیا سے اب یہ محو اجل جائے گا بہن  
دم تن سے کوئی دم میں نکل جائے گا بہن ۴۸ گردن کٹے گی قلب سنبھل جائے گا بہن

آیا ہوں اس لیے کہ سیکنہ سے دور تھا

وقت اخیر آپ سے ملنا ضرور تھا

میں نے جو کچھ کہا نہ کسی نے ذرا سنا ۴۸ ایسا بھی اس جہان میں کوئی ماجرا سنا  
اب ہے قریب مرگ پے آشنا سنا ۴۹ خواہر معاف کیجئے میرا کہا سنا

جز ذوالجناح کوئی نہیں بارگاہ میں

خنجر کی باڑھ پھرتی ہے میری نگاہ میں

پھر آئے سوئے عابد بیمار نوحہ گر غش میں پڑے تھے حضرت سجاد نامور  
بیٹھے سر بانے سبط نبی تھام کے جگر فرمایا نبض دیکھ کے ہشیار ہو پسر

اٹھو گلے ملو سوئے ملکِ عدم چلے

اے لال ہم کو دیکھ لو دنیا سے ہم چلے

کچھ ہوش میں جو حضرت سجاد آگئے دیکھا پدر کو ابرِ غم و یاس چھا گئے  
بالکل عرق میں عابدِ مضطر نہا گئے سارے نشاں اپنی یتیمی کے پا گئے

چھائے تھے ابرِ ضعف دلِ رشک ماہ پر

تکیے سے سر اٹھا کے دھرا پائے شاہ پر

گردن میں شہ کی ڈال دیے دستِ رعشہ دار سب عضو جل رہے تھے یہ شدت سے تھا بخار  
جھک کے کیا امامِ غریب الوطن نے پیار تفریض کر دیے انھیں اسرار کردگار

بیہوش فرطِ رنج سے وہ ناتواں ہوئے

راہی پئے جہادِ امامِ زماں ہوئے

چلائے سب کہ شاہِ حجازی کہاں چلے اے موجدِ غریبِ نوازی کہاں چلے  
زہرا و مصطفیٰ کے نمازی کہاں چلے گھر سے سفر میں سیدِ غازی کہاں چلے

اب کیا کریں گے آہ ہمیں ساتھ لے چلو

ہم سب کے بادشاہ ہمیں ساتھ لے چلو

جو پاؤں پر گریں انھیں سمجھا کے رو دیا لازم ہے تمکو صبر یہ فرما کے رو دیا  
مانند ابرِ ادھر سے ادھر جا کے رو دیا بیہوشوں کے اضطراب سے گھبرا کے رو دیا

کیا جلد جلد شاہِ زمن سب سے مل چکے

ڈیوڑھی میں آئے حضرت زینب سے مل چکے



رو کے نگاہ کی فرس بے مثال پر ۵۴ فرمایا ہاتھ پھیر کے گھوڑے کی یال پر  
 نرغہ ہے ذوالجناح محمدؐ کی آل پر مائل ہے اپنی طبع بھی اس دم جدال پر  
 منظور یہ نہیں کہ زیادہ لڑے حسینؑ  
 تجھ میں نہ زور ہو تو پیادہ لڑے حسینؑ

گردن اٹھا کے خوش وہ پری زاد ہو گیا ۵۵ بولا کہ ذوالجناح کا دل شاد ہو گیا  
 کلمہ عجیب لطف کا ارشاد ہو گیا آئی مراد رنج سے آزاد ہو گیا  
 گوضعف ہے قلق سے پسینے میں غرق ہوں  
 پر آپ ہوں سوار تو آقا میں برق ہوں

تھی آرزو کہ رن میں ادھر اور ادھر پھروں خوش خوش میان خنجر و تیغ و تیر پھروں  
 دیکھے نہ کوئی اور میں پیش نظر پھروں ۵۶ کہیے تو سینہ عمر سعد پر پھروں  
 ہو جلد کارزار ذرا باگ لیجئے  
 چمکا کے ذوالفقار ذرا باگ لیجئے

ڈھالیں گریں سیاہ ہو صحرائے کیں کارنگ بدلوں سموں کی ضرب سے فوج بلعین کارنگ  
 یا شاہ ایک دم میں کہیں ہو کہیں کارنگ ۵۷ بدلا ہو آسمان کی طرح سے زمیں کارنگ  
 ٹاپوں سے میری درد سمحوں کے جگر میں ہو  
 کہیے تو کاسہ سر اعدا کمر میں ہو

چوتھے فلک پر اڑ کے ابھی جائے ذوالجناح عیسیٰؑ کے پاس آپ کو پہنچائے ذوالجناح  
 فرمائیے جہاں وہیں ہو آئے ذوالجناح ۵۸ بیمار کی وطن سے خبر لائے ذوالجناح  
 کیوں لے چلوں مدینے میں فرمائیے حضور  
 نانا کی قبر پاک سے مل آئیے حضور

کیونکہ نہ فیض پائے مبارک سے ہوں دلیر ۵۹ رکھ دوں میں پاؤں سر پر اگر پاس آئے شیر  
رکھیں قدم رکاب میں حضرت یہی ہے دیر آقا کروں گا تو سن پیر فلک کو زیر

توڑوں گا میں حصار صف بدخصال کا

ہوں راہوار فاتح خیبر کے لال کا

جس دم ہوے سوار چلے سید ام ۶۰ پائی خبر سروں کو لگے پیٹنے حرم  
سجاد غش سے چونک کے بولے ہواستم کیوں پیٹتے ہو جلد بتاؤ خفا ہے دم

باٹو پکاریں کیا کہوں پیارے غضب ہوا

مرنے چلے ہیں باپ تمہارے غضب ہوا

تھے عازم جہاد ادھر شاہ داد رس ۶۱ ناگاہ سر جھکا کے رکا شاہ کا فرس  
گویا ہوے حسین ابھی تھی بہت ہوس اس وقت کیوں ہوا تجھے چلنے میں پیش و پس

روتا ہے کس لیے کوئی صدمہ گذر گیا

اے ذوالجناح خیر تو ہے کیوں ٹھہر گیا

کی عرض اُس نے کیا کہوں اے فاطمہ کے لال ۶۲ فرمائیں آپ میں نہ چلوں یہ تو ہے مجال  
لیکن قدم اٹھاؤں نہیں میری یہ مجال مجھ پر غضب کا وقت ہے سلطان خوشحال

دفع ملال کی کوئی صورت نکالے

گرتا ہوں کانپ کے مجھے مولا سنبھالیے

پچھے تو پھر کے دیکھیے سلطان مجرور ۶۳ گھبرا کے بادشاہ دو عالم نے کی نظر  
دیکھا فرس کے پاؤں سے لپٹا ہے وہ قمر ہے کچھ عجیب حالت سجاد نامور

چہرا ہے زرد ہانپتے ہیں فرش خاک ہے

سر پر نہیں کلاہ گریبان چاک ہے

پھیلا کے ہاتھ ہو گئے خم سید جلیل ۶۴ لپٹے گلے سے باپ کے بس عابد عقیل  
کی عرض دم نکلنے میں عرصہ ہے اب قلیل میں مر چکا ہوں آپ نہ سمجھیں مجھے علیل

مرنے کو شاہِ یثرب و بطحا نہ جانیے

مردے کو گھر میں چھوڑ کے بابا نہ جانیے

مرتا ہوں میں چلے ہیں امامِ زمن کہاں ۶۵ سیدانیاں کریں گی تلاشِ کفن کہاں  
پانی برائے غسلِ غریب الوطن کہاں بابا بنے گی قبر پے خستہ تن کہاں

مر کے بھی بخت کی یہ بُرائی نہ جائے گی

بستر سے اپنی لاش اٹھائی نہ جائے گی

شہ نے کہا بہت ابھی صدمے اٹھاؤ گے ۶۶ تم قید ہو کے آہ سوئے شام جاؤ گے  
خالق سے اجر صبر کا اے لال پاؤ گے زندہ رہو گے خانہ زہرا بساؤ گے

سر جسم سے ملا کے ہمیں دفن کیجیو

تم معجزے سے آ کے ہمیں دفن کیجیو

لوٹیں گے میرے گھر کو ستمگر نہ بولنا ۶۷ آنا نہ غیظ میں مہ انور نہ بولنا  
چھینیں تمہیں ہٹا کے جو بستر نہ بولنا گو بے ردا ہوں زینبِ مضطر نہ بولنا

شکوہ نہ بخت سے نہ سپاہِ جفا سے ہے

بیٹا معاملہ ہمیں اپنے خدا سے ہے

لو الوداع بیکس و ناشاد الوداع ۶۸ رخصت ہو مل کے باپ سے سجاد الوداع  
اب میں ہوں اور خنجر فولاد الوداع مہمان ہے یہ کشتہ بیداد الوداع

سجاد مل کے شاہِ خوش اقبال سے چلے

جھک کے کیا سلامِ عجب حال سے چلے

دردا میان اہلحرم آکے گر پڑے ۶۹ بالائے خاک صحن میں تیورا کے گر پڑے  
ہم ہو گئے یتیم یہ فرما کے گر پڑے زینبؓ پکاریں کیا ہے جو تھرا کے گر پڑے  
رو کے کہا کہ بال پریشان کیجئے

اب ماتم حسینؑ کا سامان کیجئے  
ناموس شاہ نالہ وآہ و بکا میں تھے تنہا حسینؑ لشکرِ اہل جفا میں تھے  
تلوار چل رہی تھی ستنگر بلا میں تھے ۷۰ اسپ و ذوالجناح و تیغ علیؑ کی ثامیں تھے  
دو ہو کے جو گرا وہیں پامال ہو گیا  
گھوڑے کے پاؤں تیغ کا منہ لال ہو گیا

پہنچے نہ تیغ شاہ کو چمکے ہزار برق ۷۱ بنتا ہے عکس تیغ دو دم بار بار برق  
ششیر کے خیال میں ہے بیقرار برق تھا ذوالجناح ابر سیہ ذوالفقار برق  
ہر ایک ابر و برق سے ڈر کے گذر گیا  
رورو کے مر گیا کوئی جل جل کے مر گیا

گھوڑے میں خوب صورتیاں ہیں عجب عجب ۷۲ زینت میں ہے دلہن فرس سید عرب  
کہتا ہے دل کہ جمع ہیں ارباب فہم سب ہاں ذوالجناح شہ کا سراپا بیاں ہو اب  
تعریف حسن مرکب شاہ ہڈا سنا  
اٹھ کر کہیں دلہن کا سراپا نیا سنا

کیا یال ہے حسینؑ کے گھوڑے کی واہ واہ ۷۳ ہر ایک کو ہے کیسے جانناں کا اشتباہ  
پلکیں ہیں مہر چشم فرس باعث پناہ ہیں خنجروں کی امن میں وہ آہوئے سیاہ  
آنکھوں کو لوگ کہتے ہیں طوس و عراق کے  
دیکھو یہ دونوں تارے ہیں چشم براق کے

ہیں کیا ہی گوشِ اسپ شہ نامدار کے کچھ شک نہیں شگونے ہیں نخل بہار کے  
 استادہ کب ہیں گوش بھلا راہوار کے نکلے ہیں کوہ طور سے پھل ذوالفقار کے  
 آلودہ عرق ہے جبیں شک گذر گیا

ما تھا نئی دلہن کا ستاروں سے بھر گیا

آئے جو پاس خوف جلا دے پُرگس شفاف شکل آئینہ ہے گردن فرس  
 حوروں کو بھی گلے سے لگانے کی ہے ہوس حصن حصین حسن و تجلی ہیں پیش و پس

جھکتا ہے چرخ اس کے قرینے کو دیکھ کے

پریوں کے دل تڑپتے ہیں سینے کو دیکھ کے

طاؤس بن گیا جو ذرا کھنچ گئی لجام بولا مثال شیر ہوا دشمنوں کا کام  
 ہے ذوالجناح شہ کی زباں غیرت حسام کیا دل قریب ہے دہن اسپ تیز گام

دندان راہوار میں کثرت ہے نور کی

الماس کے نگینے ہیں مٹھی میں حور کی

اعداد پر اس نے عرصہ ہستی کیا ہے تنگ ظاہر ہیں سب رگیں تہ جلد سیاہ رنگ  
 شب سے عیاں ہیں خط شعاعی عدد ہیں دنگ ہے کوہ سے قوی کمر اس کی میان جنگ

یکتا ہے پشتِ اسپ شرافت گواہ ہے

پشت و پناہ سبط رسالت پناہ ہے

ہیں قطرہ عرق سب رونق شکم جگنو سیہ گھٹا ہیں چمکتے ہیں دمبدم  
 لیتا یہ ٹھوکروں سے رکابوں کی سب کے دم ہوتا نہ درمیان جو شہ تشنہ کا قدم

کیا زین نقرئی بھی جواہر نگار ہے

شب سے ظہور جلوہ صبح بہار ہے

منہ صاف دیکھ لیجئے پہلو کو دیکھیے ۷۹ ہے کیا یہ سمند کے زانو کو دیکھیے  
معشوق سوگوار کے بازو کو دیکھیے طور نشست سید خوشخو کو دیکھیے

ہے طرفہ نقل رخس کا اسلوب زیر پا

دیکھے ہلال ابروئے محبوب زیر پا

لشکر میں شکل صاعقہ وہ دمبدم گیا ۸۰ کاووں میں روندروند کے اعدا کو تھم گیا

شق ہو گئی زمین جہاں پاؤں جم گیا جب سوے چرخ اسپ امام ام گیا

پایا یہ اوج رخس امام جلیل نے

دی پاس سے پروں کو ہوا جبرئیل نے

افلاک پر پھرا فرس شاہ بحر و بر تھی دھوپ سے پسینے میں زلف حسین تر

قطرے ٹپک رہے تھے عرق کے ادھر ادھر ۸۱ فضل خدا سے ہیں وہی کوکب سپہر پر

رکھتے ہیں یاد زلف شہ پاک ذات کو

تارے اسی سبب سے نکلتے ہیں رات کو

گھوڑے کا حوصلہ دم جنگ و جدل بڑھا ۸۲ دس بیس بیس کے مر گئے جب بر محل بڑھا

پامالی سپاہ کو مثل اجل بڑھا ہمراہ اسپ تیغ سر آقن کا پھل بڑھا

اعدا کو اسپ و تیغ کی آفات نے لیا

مجرم کے ساتھ مرگ مفاجات نے لیا

نکلے ادھر سے چار سنگرزبوں شیم ۸۳ گھوڑا اڑا کے آئے حضور شہ ام

بولے کہ ہیں جہاں میں فقط چار شخص ہم لاکارے تیغ تول کے شاہ فلک حشم

شہرہ ہے چار سمت محمدؐ کا لال ہوں

سلطان شرق و غرب و جنوب و شمال ہوں

تم کون ہو بتاؤ کرو جنگ میں نہ دیر ۸۴  
 اُن میں سے ایک شخص پکارا کہ ہوں میں شیر  
 دی دوسرے لعین نے صدایا شدہ دلیر  
 ہوں لا جواب میں نے کیا سرکشوں کو زیر

بولا یہ شومی کہ تکبر سے مت ہوں

رستم سے تیغ چھین لوں وہ تیز دست ہوں

چوتھے نے بھی کمال تکبر سے دی صدا ۸۵  
 مجھ سا جہاں میں قدر انداز کب ہوا  
 یہ کہہ کے گرد آگئے وہ بانی جفا  
 یک دفعہ وار سب نے کیے تھی نہ کچھ حیا

شمشیر و تیر نیزہ و گرز گراں چلے

حفظ خدا نے راہ میں روکا کہاں چلے

دشمن کی تیغ آتے ہی نزدیک سر پھری ۸۶  
 جو آفت آئی پاس رُکی اور ادھر پھری  
 چاروں طرف امامِ زمن کی نظر پھری  
 وار اُن کے رد ہوئے شدہ دین کی سپر پھری

تیغ دو سر کا مثل علی وار کر دیا

سب کو علی کی تیغ نے بیکار کر دیا

چاروں کے زخم لگ گئے طرفہ مزا ہوا ۸۷  
 گھبرا کے ایک ایک سے بولا یہ کیا ہوا  
 چلائی موت میری بن آئی بھلا ہوا  
 جاؤ گے اب کہاں کہ بُرا سامنا ہوا

کیا بھاگتے نظر شبہ والا سے لڑ گئی

اُٹھے نہ پاؤں موت کی زنجیر پڑ گئی

اپنے کو جس نے شیر کہا تھا دمِ جدال ۸۸  
 اُس کی طرف غضب میں بڑھا فاطمہ کالال  
 فرمایا تو تو شیر ہے دل کو ذرا سنبھال  
 ہم شیر کو سمجھتے ہیں رو بہ دمِ قتال

خوش ہوتے ہیں دلیر دلیروں سے کھیل کے

بچے یہاں بہلتے ہیں شیروں سے کھیل کے

اپنے کو تو نے شیر کہا اس لیے مگر ۸۹ ڈر جائے نام سے اسد اللہ کا پسر  
لے روک ذوالفقار علیٰ کو اٹھا سپر مارا جوشہ نے ہاتھ ہوا غل ادھر ادھر

دو کر دیا عدو کو امام دلیر نے

مارا ہے شیر حیدر و صفر کے شیر نے

اپنے کو جس لعین نے بتایا تھا لا جواب ۹۰ حیرت سے تھا خموش وہ ہانہم و بے حجاب  
تیور بدل کے اُس سے کیا شاہ نے خطاب ہشیار ہو کہ چلتی ہے تیغ ابوتراب

باقی ہے کچھ غرور بد اختر جواب دے

ہے تو تو لا جواب سنگر جواب دے

کہتے ہیں لا جواب ہمیں ہیں جوانل ہوش ۹۱ یہ کہہ کے آگیا پسر فاطمہ کو جوش  
سن سے چلی حسام شہنشاہ مہر دوش دو ہو کے وہ میان جہنم گیا خوش

چلائی فتح شہرہ جنگ امام ہے

ہیں آپ لا جواب یہاں کیا کلام ہے

تھا جس شتی کا قول کہ ہیں تیز دست ہم ۹۲ ہاتھ اُس کے ایک ہاتھ میں شہ نے کیے قلم  
بیک قضانے اُس سے کہا تھام کے قدم اب تو چلا سقر میں ید اللہ کی قسم

کیا ہاتھ آگیا شہ بیکس خفا ہوئے

کیسا ہے تیز دست ترے ہاتھ کیا ہوئے

چوتھے عدو کی سمت بڑھے شاہ قلعہ گیر ۹۳ تھا اُس کا قول ہوں قدر انداز بے نظیر  
لکارے شاہ گوشہ نشین کیوں چلے نہ تیر ترکش کے منہ کو دیکھ کے شرما گیا شریہ

ڈر کے کہا گناہ کیا تھا سزا ہوئی

ابرو کمان فاطمہ زہرا خطا ہوئی



رکھی یہ سن کے سامنے حضرت نے ذوالفقار ۹۴ قتلِ عدو کو لیس ہوئے شاہِ نامدار  
کھینچی کماں اُتار کے شانے سے ایک بار چلے سے تیر کو جو ملایا ہوئی پکار

کب تیر ہے کمانِ شہِ نوحِ خصال میں

رکھا قمر نے خطِ شعاعی ہلال میں

حسنِ کششِ سبھوں کے دلوں میں سا گیا ۹۵ چلا کماں کا گوشِ منور تک آ گیا  
کانپا ہر ایک زاغِ کماں خوف چھا گیا تاکا جو دلِ عدو کا پیامِ قضا گیا

بولا نکل کے تیر نشانے سے پار ہوں

چلا کے مرغِ دل نے کہا میں شکار ہوں

سن سے خدنگِ سیدِ خوشخو نکل گیا ۹۶ شہبازِ مرگ جوڑ کے بازو نکل گیا  
ہو کے دلِ عدو میں ترازو نکل گیا تیر شہاب توڑ کے پہلو نکل گیا

گذری سری بھی جسمِ عدوئے اللہ سے

غل تھا پری نکل گئی کوہِ سیاہ سے

وہ سہم کے گرا تو بنے شاہِ دیں پناہ ۹۷ تھا شورِ سیدِ قدرِ اندازِ واہ واہ  
ناوک کہاں گیا نہیں کھلتا خدا گواہ ہے مستحبِ شکارِ بی بی اے علی کے ماہ

اب تک تاسی شہِ عالی جناب ہے

پیشکِ جیبی سے تیر لگانا ثواب ہے

تھا چار سمتِ جراتِ شبیر کا بیاں ۹۸ ہرجا ہوا حسین کی شمشیر کا بیاں  
باہم کماں کشوں نے لیا تیر کا بیاں آپس میں تھا یہ لشکر بے پیر کا بیاں

مارے عجیب چار جواں گوجن میں ہیں

کیونکر نہ ہو حسین بھی تو نچتین میں ہیں

بولا سپاہ سے پسر سعد زشت کار ۹۹ یوں تو نہ قتل ہونگے کبھی شاہ نامدار  
 ماں فاطمہ ہے باپ علی شیر کردگار گھوڑا ہے اسپ خاص نبی تیغ ذوالفقار  
 یہ فوج کیا خفا جو شہ نیک ہو گئے

تو دم میں آسمان و زمیں ایک ہو گئے  
 دوڑی تمام فوج ہزاروں میں گھر گئے زخمی ہوئے حسین سواروں میں گھر گئے  
 واحسرتاہ ظلم شعاروں میں گھر گئے ۱۰۰ گلگوں قبائے فاطمہ خاروں میں گھر گئے  
 گھوڑے کا دم وفور حرارت سے چڑھ گیا  
 حضرت کی آنکھیں بند ہوئیں ضعف بڑھ گیا

دیکھا جو حال سید ابرار شمر نے کھویا لحاظ احمد مختار شمر نے  
 کی شکل رنج حیدر کرار شمر نے ۱۰۱ آکے لگائی پاس سے تلوار شمر نے  
 فرق حسین گردن تو سن سے مل گیا  
 زہرا کی قبر کانپ گئی عرش ہل گیا

گھوڑے سے شش میں کہنے لگے شاہ مشرقین لے ذوالجناح اب ہے دم رخصت حسین  
 زخموں سے ہے ضعیف دل فاتح حنین ۱۰۲ آثار نزع ہیں کسی پہلو نہیں ہے چین  
 تنہا کا ساتھ آج دم احتضار دے  
 لے ذوالجناح بیٹھ کے مجھ کو اتار دے

دنیا سے عزم کوچ کا غمخوار ہو چکا ۱۰۳ جینے سے دل حسین کا بیزار ہو چکا  
 رخصت ہو ساتھ یار وفادار ہو چکا بیوؤں میں جا تمام یہ ناچار ہو چکا  
 سیدانیاں اگر مجھے پوچھیں کدھر گئے  
 کہنا خدا کی راہ میں شبیر مر گئے

گھوڑے نے روکے شہ سے کہا آہ کیا کروں ۱۰۴  
 گھیرے ہوئے ہے فرقہ گمراہ کیا کروں  
 کیونکر اُتاروں فاطمہؑ کے ماہ کیا کروں

ہوگی اذیت آپ جو اُتریں گے زین سے

یا شاہِ دیں نکلتے ہیں شعلے زمین سے

بالائے خاک بیٹھ گیا کہہ کے آہ آہ ۱۰۵  
 زخموں میں خاک بھر گئی حالت ہوئی تباہ  
 لکے زمیں پر قدم شاہِ دیں پناہ  
 گردن میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھا علیؑ کا ماہ

مڑ مڑ کے رخسار تکنے لگا اضطراب سے

طاقت نہ تھی کہ پاؤں نکالیں رکاب سے

دیکھا جو منہ کو پھیر کے روئے شہِ انام ۱۰۶  
 گھوڑا سمجھ گیا شہِ والا ہوئے تمام  
 گھبرا کے سر پکٹنے لگا اسپِ خوشحرام  
 آئے جو ہوش میں تو یہ گویا ہوئے امام

خیمے جلے دم آلِ محمدؐ کے گھٹ گئے

مضطر ہے کیوں حسینؑ کے ناموس لٹ گئے

روکے عجیب درد سے کہنے لگا سمند ۱۰۷  
 سامانِ یاد ہیں کہ لرزتے ہیں بند بند  
 بچپن میں آپ نے جو کیا تھا مجھے پسند  
 مجھ پر ہوئے تھے جلوہ نما شاہِ ارجمند

یوں پاؤں تا رکاب نہ جاتے کسی طرح

اُس روز بھی میں بیٹھ گیا تھا اسی طرح

وہ شانِ آپ کی وہ زمانہ رسولؐ کا ۱۰۸  
 ہر مرتبہ گلے سے لگانا رسولؐ کا  
 پڑھنا دعائیں دیکھتے جانا رسولؐ کا  
 شفقت سے مجھ کو پاس بلانا رسولؐ کا

ہوتے جو آج کیسویں پڑخوں سنوارتے

اس حال میں گلے سے لگا کے اُتارتے

افسوس ہے کہ آج رسول خدا نہیں اعدا کو پاسِ روحِ محمدؐ ذرا نہیں  
شبیّر نے کہا تجھے معلوم کیا نہیں <sup>۱۰۹</sup> کوئی بزرگ آج بھی مجھ سے جدا نہیں  
بھائی بھی ہیں بتول بھی حیدر بھی ساتھ ہیں

بازو ہیں میرے اور پیمبرؐ کے ہاتھ ہیں

یہ میرا حال دیکھ کے اُن کا ہے غیر حال اپنا سنبھالنا بھی پیمبرؐ کو ہے محال  
یہ کہتے ہی اُترنے لگا مرتضیٰ کا لال <sup>۱۱۰</sup> پہلو کی سمت اور جھکا اسپ خوشخصال  
گھوڑے نے کس ادب سے اُتارا حسینؑ کو  
قاتل نے تیغِ ظلم سے مارا حسینؑ کو

زینبؓ پکاریں مر گئے بھائی ستم ہوا رن سے سدائے فاطمہ آئی ستم ہوا  
مارا گیا خدا کا فدائی ستم ہوا <sup>۱۱۱</sup> بیٹی ہوئی ہے گھر کی صفائی ستم ہوا  
سرکٹ گیا بدن مہ زہرا کا سرد ہے  
پہلو کا درد بھول گئی دل میں درد ہے

باجوں کا شور محو طرب دشمن حسینؑ چاروں طرف ہجوم زمیں پر تن حسینؑ  
تھے فکر میں کہ لوٹے پیرا ہن حسینؑ <sup>۱۱۲</sup> پر مثل شیر غیظ میں تھا تو سن حسینؑ  
لٹنے دیا نہ اُس نے لباس و سلاح کو  
تلواریں مارتے تھے عدو ذوالجناح کو

گھیرے تھے ذوالجناح شہ دین کو نیزہ دار مارے سموں سے گھوڑے نے کتنے ہی بدشعار  
دی بڑھ کے ابنِ سعد نے آواز ا یکبار <sup>۱۱۳</sup> دیکھو تو کس خیال میں ہے شہ کا راہوار

بولے نہ کوئی اسپ شہ نیک اساس سے

ہٹ آؤ لاشہ شہ والا کے پاس سے

ہٹ ہٹ کے جو وہاں سے کھڑے ہو گئے عدو لاشے کے گرد پھرنے لگا اسپ نیک خو  
چوما لہو بھرا ہوا مظلوم کا گلو ۱۱۴ صحیحہ کیا کبھی کبھی سوکھی بدن کی بو

تڑپا لہو میں حقِ محبت ادا کیا

رو رو کے پائے شاہ پر آنکھیں ملا کیا

نالے کبھی تھے لاش کے پاس آہ اے حضور ہے خون میں بھی پھولوں کی باس آہ اے حضور  
درد آنکھی نہ آپ کی پیاس آہ اے حضور ۱۱۵ مٹی میں بھر رہا ہے لباس آہ اے حضور

چھوڑا ہے مجھ کو گریہ و زاری کے واسطے

آقا جیوں میں کس کی سواری کے واسطے

ہو کے خفا کیا نہ اشارا حضور نے زیور سے مجھ کو روز سنوارا حضور نے  
کوڑا تمام عمر نہ مارا حضور نے ۱۱۶ مجھ سے کیا کبھی نہ کنارا حضور نے

حضرت شہید ہو گئے تقدیر پھر گئی

آقا گلے پر آپ کے شمشیر پھر گئی

صدے سے ذوالجناح کو اپنی نہ تھی خبر تینوں سے کٹ کے زین جھکا تھا ادھر ادھر  
طاؤس جیسے ضعف سے ڈالے ہوئے ہو پر ۱۱۷ روتا پھرا ہر ایک طرف کو وہ خوش سیر

دریا میں اضطراب سے آخر اتر گیا

پایا نہ پھر نشان کہ گھوڑا کدھر گیا

لکھتے ہیں یوں بھی راویِ حالِ غم و بلا جس وقت شمر کاٹ چکا شاہ کا گلا  
مقتل سے ذوالجناح تڑپتا ہوا چلا ۱۱۸ آیا محل میں تو سن سلطان کر بلا

گھوڑے کے گرد جمع محمدؐ کی آل تھی

پیشانی اُس کی خون شدہ دیں سے لال تھی

بس دیکھتے ہی صورت مرکب لپٹ گئیں بوائے حسینؑ آنے لگی سب لپٹ گئیں  
 ۱۱۹ بکھرا کے بال حضرت زینبؑ لپٹ گئیں  
 تھا حشر دختران علیؑ جب لپٹ گئیں

دیکھا پدر کا خون سیکنہ نے زین پر

لپٹی سموں سے لوٹ رہی تھی زمین پر

غل تھا غریب صابر و شاکر کہاں گیا دین رسولؐ پاک کا ناصر کہاں گیا

۱۲۰ مظلوم نینوا کا مسافر کہاں گیا دو تین تڑپوں کا مجاور کہاں گیا

جنگل میں تین روز کے پیاسے کو کیا کیا

گھوڑے بتا نبیؐ کے نواسے کو کیا کیا

اُس نے کہا کہ حشر ہوا میرے سامنے آقا کو میرے ذبح کیا میرے سامنے

۱۲۱ تر ہو گئی لہو سے قبا میرے سامنے تڑپا کیے امام ہدا میرے سامنے

جیتا ہے ذوالجناح قضا کر گئے حسینؑ

میں آج بے سوار ہوا مر گئے حسینؑ

سیدانو شہید ہوئے شاہ مشرقین ماتم کرو کہ مر گئے زہراؑ کے نور عین

۱۲۲ پھر بانوئے خزین سے کہا بس کرو نہ بین اے بنت بادشاہ عجم مونس حسینؑ

آتی ہے فوج لوٹنے کو ہوشیار ہو

حاضر ہوا ہوں لینے کو جلدی سوار ہو

رکھیں زیادہ بانوئے سلطان کربلا پہلے نقاب میں رُخ انور چھپا لیا

۱۲۳ کیا شرم تھی نقاب پر اوڑھی سیہ ردا موزے پہن کے سب سے ملیں وامصیبتا

تھا حشر اہل بیتؑ رسالت مآب میں

رکھا قدم علیؑ کی بہو نے رکاب میں

بولی سیکینہ تھام کے دامان کہاں چلیں اس وقت ہم کو چھوڑ کے اماں کہاں چلیں  
 زینبؓ نے دی صدام افغان کہاں چلیں ماتم نشین سید ذیباں کہاں چلیں  
 رنجِ فراق دیتی ہو کس حال میں ہمیں

بھابھی چلی ہو چھوڑ کے اس حال میں ہمیں

ہے رونقِ غم شہِ دیں گر رہو گی تم ہم بھائی کہہ کے روئیں گے وارث کہو گی تم  
 زینبؓ کے ساتھ قید کے صدمے سہو گی تم سلطان بے وطن کی عزادار رہو گی تم  
 ماتم کی صف بچھائیں گے سوئیں گے ایک جا  
 ہم تم سحر کو بیٹھ کے روئیں گے ایک جا

چلائیں رو کے بانو سلطان حق شناس وارث ہوا شہید بہت ہے مجھے ہر اس  
 حضرت نہ رو کیے کہ نہایت ہوں بے حواس ہے میری آبرو کا ضرور آپ کو بھی پاس  
 کب چھوڑتی ہوں صورت بیگانہ آپ کو  
 معلوم مجھ حزیں کا ہے افسانہ آپ کو

یہ کہہ چکیں تو بنتِ علیؑ کو کیا سلام باہر وہاں سے لے کے چلا تو سن امام  
 ناگاہ آ کے تھام لی سجادؑ نے لگام بولے چلے گا ساتھ یہ بیمار تشنہ کام  
 گھوڑا چلا جھکائے ہوئے سر حجاب سے  
 لپٹے ہوئے تھے عابد بیکس رکاب سے

جلدی پہنچ گیا کسی جنگل میں راہوار نکلا نقاب ڈالے ہوئے ایک شہسوار  
 رخ سے ضیائے نیر اعظم تھی آشکار آیا وہ سوئے بانوئے مغموم دل و نگار  
 کھینچی عنان لپیٹ کے نیزے میں دور سے  
 آہستہ ذوالجناح چلا کس شور سے

سجاؤ کو یہ دیکھ کے باقی رہی نہ تاب ۱۲۹ پوچھا کہ آپ کون ہیں فرمائیے شباب  
صورت دکھائیے پے زہرا و بوتراہ جس دم ہٹائی چہرہ پُر نور سے نقاب  
کیا دیکھتے ہیں بادشہ مشرقین ہیں  
بیکس غریب کشتہ خنجر حسینؑ ہیں

فرمایا السلام علیک اے نختہ سر ۱۳۰ بیمار کربلا نے کہا ہو کے نوحہ گر  
رن میں ہوئے ہیں ذبح ابھی شاہ محروبر یہ سن کے مسکرائے کہا اے دل و جگر  
دیکھا نہیں یہ تم نے کتاب اللہ میں  
زندہ ہیں جو شہید ہوئے حق کی راہ میں

بس ذوالجناح کو شہہ دلگیر لے گئے تھی مصلحت کہ تابع تقدیر لے گئے  
بانو کو ساتھ حضرت شبیرؑ لے گئے ۱۳۱ شاہ دلیر صاحب شمشیر لے گئے  
سچ ہے کہ اس جگہ نہیں موقع کلام کا  
ہے معجزہ حسین علیہ السلام کا

اس حال میں یہ اور روایت ہے جانگزا ۱۳۲ وقت زوال دھوپ میں آقائے کی قضا  
آیا جو ذوالجناح قریب حرم سرا اٹھا در امام سے مڑ کے زہے وفا  
بیوؤں کا حال دیکھ کے صدمہ گذر گیا  
لکرا کے سر زمیں سے یہ تڑپا کہ مر گیا

گھوڑے کی لاش بیچ میں تھی گرد سوگوار ۱۳۳ منہ اس کا دیکھ دیکھ کے کہتی تھیں بار بار  
گھوڑے تڑے سوار کے صدقے تڑے شار تلواریں کھائیں نیزے ہوئے پہلوؤں سے پار  
تو مر گیا حسینؑ کے محبوب ذوالجناح  
آقا کا تونے ساتھ دیا خوب ذوالجناح



بس عشق ہے یہ عرض کہ سرور مدد کرو اے شہسوار دوش پیہر مدد کرو  
 اے تشنہ کام کشتہ خنجر مدد کرو دشمن ہیں سینکڑوں شہ صفر مدد کرو  
 تڑپیں میانِ حشر جو سب اضطراب سے  
 لپٹا ہوا ہو عشقِ تمھاری رکاب سے

---

علامہ سید ضمیر اختر نقوی:

## ذوالجناح ایک معجزہ ہے

عجاز تھی یہ آخری رزمِ شہِ والا      تھے تن پہ بہت زخمِ مگر دل کو سنبالا  
زرغے میں جو تھا فاطمہ کی گود کا پالا      میداں میں وہ کی جنگ پرے تھے نہ رسالا

جنگِ گاہ میں اس تیغ نے لینے نہ دیا دم

بھاگی سپہِ شام تو کونے میں لیا دم

اک معجزہ تھی تیغِ علی کی ہمہ دانی      اک معجزہ ہے ناقہِ صالح کی کہانی

رد کردی جب اُس قوم نے خالق کی نشانی      کچھ سرزنش اُن کی ہو یہ اللہ نے ٹھانی

ناقے سے جو وہ مائل انکار ہوئے تھے

خود قہرِ الہی کے طلبگار ہوئے تھے

ناقے سے پھرے تھے کہ نبوت سے پھرے تھے      یہ کفر تھا اللہ کی آیت سے پھرے تھے

تھا شرک پہ اصرار کہ وحدت سے پھرے تھے      جاہل تھے کہ عرفانِ حقیقت سے پھرے تھے

انکار تھا اُس قوم کو عصمت کے اثر سے

سورج کے تو پہلو میں تھے باغی تھے سحر سے

اسرارِ نبوت ہی کا اک راز تھا ناقہ      کیا پیشِ خدا لائق اعزاز تھا ناقہ  
 خود اپنی جگہ عدل کی آواز تھا ناقہ      خَلَقِ جن و انس کا اعجاز تھا ناقہ  
 عصمت سے پیہر کی جو منسوب ہوا تھا  
 ناقہ نہ تھا اک مظہرِ انوارِ خدا تھا

ناقے کی طرح آیتِ اللہ ہے دُلْدُل      مجملہٴ رمزِ شہِ ذبیحہ ہے دُلْدُل  
 ہر گام پہ مولا کے جو ہمراہ ہے دُلْدُل      صاحب کے ہر انداز سے آگاہ ہے دُلْدُل  
 ذیشان ہے حامی ہے شہِ ہر دوسرا کا  
 ذی رتبہ ہے ناصر ہے یہ منصورِ خدا کا

اللہ نے قرآن میں قسم کھائی ہے اُس کی      آیات میں تعریف نظر آئی ہے اُس کی  
 لفظوں میں نہ ہو قید وہ زیبائی ہے اُس کی      اللہ کو حد درجہ ادا بھائی ہے اُس کی  
 ہر وصف کا حامل ہے یہ امکاں سے زیادہ  
 ہے معرفتِ شہِ اسے انساں سے زیادہ

تھا اشہبِ شبیر بھی دُلْدُل ہی کا پیرو      کی نصرتِ سرور میں اسی طرح تنگ و دو  
 سرشارِ مئے عشق، سبگ گام، سبک رو      ہر سُم پہ تصدق ہوا جاتا تھا مہِ نو  
 منھ تاروں کے بھی تالیشِ اقدام سے فق تھے  
 یہ سُم کے نشاں تھے کہ چراغِ رہِ حق تھے

یہ خوب سمجھتا ہے امامت کے اشارے      شفقت کی نگاہوں میں محبت کے اشارے  
 الطاف کی تھپکی سے عنایت کے اشارے      اظہارِ تشکر میں یہ خدمت کے اشارے  
 تنہائی میں مولا سے وہ کچھ راز کی باتیں  
 سمجھے گی نہ دنیا یہ ہیں اعجاز کی باتیں

بچپن سے یہ تھا وقفِ شہنشاہِ دو عالم وہ پانچ برس کے تھے یہ تھاسن میں ذرا کم  
 دکھلاتا تھا کیا کیا نہ اسی وقت سے چم خم وہ سُم تھے کہ گرد اُس کی تھی اعدا کے لیے سُم  
 راہی تھا رہِ حق کا وفادار تھا گھوڑا

دیوانہ شبیرؑ تھا ہشیار تھا گھوڑا

ہنگامہٴ جنگاہ میں بھرتا تھا طرارے آنکھوں میں چمک فخر کی ٹاپوں میں شرارے  
 وہ جوش وہ بل ابروؤں پر غیظ کے مارے وہ ناز وہ انداز وہ عشوہ وہ اشارے

پُشتی پہ جو ہیں ہاتھ شہِ عرش نشیں کے

ٹاپوں سے ہلا دیتا ہے طبقوں کو زمیں کے

جعقرؑ کی قسم نصرتِ شبیرؑ پہ تیار خلبے میں تھا وہ منبرِ شہِ رزم میں رہوار  
 لشکر میں تھا ہمز تو تنہائی میں دلدار راحت میں مصاحب تھا مصیبت میں مددگار

زخمی ہوئے شبیرؑ تو اعدا سے لڑا تھا

یہ ناقہٴ صالحؑ سے بھی رُتے میں بڑا تھا



# نوحے در حال ذوالجناح

متین دہلوی

## نوحہ

بولی سیکنہ پھوپھی آیا ہے اب ذوالجناح  
 تیروں سے غربال ہے دیکھو تو کیا حال ہے  
 صورت طاؤس ہے زیت سے مایوس ہے  
 باگیں کٹائے ہوئے خوں میں نہائے ہوئے  
 صاف ہے یہ آشکار مارا گیا ہے سوار  
 چشم سے خونباری ہے تن سے لہو جاری ہے  
 شکل پر پڑمرگی چہرے پہ افسردگی  
 خیر و خبر باپ کی لایا ہے اب ذوالجناح  
 بال ہیں خوں میں بھرے آیا ہے اب ذوالجناح  
 کیسا مثال پری آیا ہے اب ذوالجناح  
 خاک ہے منہ پر پڑی آیا ہے اب ذوالجناح  
 شکل ہے کیسی بنی آیا ہے اب ذوالجناح  
 چھائی ہوئی مردنی آیا ہے اب ذوالجناح  
 پوچھو تو اٹھ کر کوئی آیا ہے اب ذوالجناح

صورت حیواں ہے گو سیرت انساں ہے وہ

کھوتا ہوا غم سے جی آیا ہے اب ذوالجناح

(بیاض نوحہ جات متین دہلوی، صفحہ ۲۵۳-۲۵۲)

## نوحہ

بولی سیکنہ اے پھوپھی ڈلڈل تو ہے بابا نہیں  
 بس اب تو لو میں لٹ گئی ڈلڈل تو ہے بابا نہیں

اب ہم تو قیدی بن چکے دیکھیں خدا اب کیا کرے  
 بس اب قیامت آچکی دُلڈل تو ہے بابا نہیں  
 لڈلہ دوڑو اب کوئی دیکھو تو کیا اُن پر بنی  
 بیٹی تصدق ہوگئی دُلڈل تو ہے بابا نہیں  
 مل کر سدھارے تھے ابھی شاید ہوئی اک گھڑی  
 اتنے میں یارب کیا بنی دُلڈل تو ہے بابا نہیں  
 دنیا مجھے اندھیر ہے کچھ حال دل کا غیر ہے  
 یہ کیا غضب ٹوٹا ابھی دُلڈل تو ہے بابا نہیں  
 میں تو نہ مانوں گی کبھی بہلاؤ کچھ کہہ کر کوئی  
 بیشک پھری اُن پر چھری دُلڈل تو ہے بابا نہیں  
 چلائی پھر اے فوج کیس بابا بھی ہے میرا کہیں  
 تشویش ہے مجھ کو بڑی دُلڈل تو ہے بابا نہیں  
 کہہ دو اگر تم پاس ہوں گھوڑے سے اترے آپ کیوں  
 بیٹی ہے کہہ کر رو رہی دُلڈل تو ہے بابا نہیں  
 کیوں اے مہتین سب شہ کا گھر کیا کہتا ہوگا الحذر  
 یہ بات جب ہوگی سنی دُلڈل تو ہے بابا نہیں  
 (بیاض نوحہ جات مہتین دہلوی، صفحہ ۲۵۳-۲۵۴)

## نوحہ

لڈلی ہے شہ کی دلربا دُلڈل سے اپنے باپ کے  
 ہوتی نہیں ہرگز جدا دُلڈل سے اپنے باپ کے

لٹی سموں سے کہتی تھی گو جان جائے اب مری  
 چھوٹوں جو میں اب دخل کیا دلدل سے اپنے باپ کے  
 راحت ہے صدقہ ہوں اگر اس خون بھری تصویر پر  
 صرفہ نہیں ہے جان کا دلدل سے اپنے باپ کے  
 ملنے کو ہے دل چاہتا بابا کے لاشے سے مرا  
 میں جاؤں گی لے کر پتا دلدل سے اپنے باپ کا  
 پیاسا ہے یہ پانی نہیں اس ملک میں ملتا کہیں  
 ہے شرم مجھ کو کبریا دلدل سے اپنے باپ کے  
 بولی کوئی کہہ دو ذرا غافل پڑے سوتے ہو کیا  
 آؤ ملو زین العباد دلدل سے اپنے باپ کے  
 آئی چھڑانے جب پھوپھی بولی کہ رہنے دو ذری  
 دل کھول کر مل لوں ذرا دلدل سے اپنے باپ کے  
 آخر مصیبت قید کی آئے گی سر پر اے پھوپھی  
 میں بات تو کر لوں ذرا دلدل سے اپنے باپ کے  
 کیا حال لکھوں اے مٹیں جس طرح شہ کی ناز نہیں  
 چھوٹی تھی باجوڑ و جہا دلدل سے اپنے باپ کے

(بیاض نوحہ جات متین دہلوی، صفحہ ۲۵)

## نوحہ

بولی سیکنہ بتا بابا مرے کیا ہوے گھوڑے میں تجھ پر خدا بابا مرے کیا ہوے  
 زخمی ہیں یا قید ہیں زندہ ہیں یا مر گئے بول بجکم خدا بابا مرے کیا ہوے

گھوڑے میں صدقے گئی لوں گی بلائیں تری      صدقہ نبیؐ کا بتا بابا مرے کیا ہوے  
 دل ہے دھڑکتا مرا ہول مجھے آتے ہیں      روتا ہے تو کیوں کھڑا بابا مرے کیا ہوے  
 بول خدارا تو ہی اور نہیں یاں کوئی      پوچھوں میں کس سے بھلا بابا مرے کیا ہوے  
 یاں سے گئے جب پدرتجھ پہ ہوئے تھے سوار      خالی ہے تو کیوں کھڑا بابا مرے کیا ہوے  
 ہاتھوں کو مل کر کبھی کہتی تھی وہ غمزدی      ہاے مرے کبریا بابا مرے کیا ہوے  
 آکے سرہانے کبھی کہتی تھی سجاد سے      تم کہو زین العبا بابا مرے کیا ہوے  
 کہتی تھی گہم پیٹ سر لوگو بتاؤ مجھے      ڈھونڈتا ہے دل مرا بابا مرے کیا ہوے  
 جیتے وہ ہوتے اگر کہتی میں عباس سے      دیکھو تو جا کر چچا بابا مرے کیا ہوے  
 یاد یہ جب آگیا گلڑے میں دل ہوا      دختر شہ نے کہا بابا مرے کیا ہوے  
 (بیاض نوحہ جات متین دہلوی، صفحہ ۲۵۲-۲۵۵)

عصمت لکھنوی:

کہتے تھے رو رو حرم آیا ہے یہ ذوالجنح  
 ہے ہے ہوا کیا ستم آیا ہے یہ ذوالجنح  
 پوچھے کوئی اس سے جا گھوڑے تو سچ سچ بتا  
 خوں میں بھرے کیوں قدم آیا ہے یہ ذوالجنح  
 باگیں تری ہیں کئی زین بھی تو ہے پھنا  
 اور تو ہے چشم نم آیا ہے یہ ذوالجنح  
 گھوڑے مجھے سچ بتا کیا ہوا راکب ترا  
 تجھ کو ہے شہ کی قسم آیا ہے یہ ذوالجنح  
 بولی سیکنہ یہ تب ہو گیا لوگو غضب



مرگئے شاہِ اُمم آیا ہے یہ ذوالجناح  
 کہنے لگی بانو آہ گھر ہوا میرا تباہ  
 کہتی تھیں یہ دم بہ دم آیا ہے یہ ذوالجناح  
 بانو نے رو رو کہا کیا ہوا میرے خدا  
 تازہ ہوا اک اور غم آیا ہے یہ ذوالجناح  
 بانو کا تھا یہ بیاں توڑو مری چوڑیاں  
 لوگو ہوئے رائڈ ہم آیا ہے یہ ذوالجناح  
 عصمتِ خستہ جگر پیٹے نہ کیوں اپنا سر  
 سر ہوا شہ کا قلم آیا ہے یہ ذوالجناح  
 (بیاضِ عصمت، ص ۵۴-۵۵)

مہ جبین بیگم

نوحہ

راہوار شاہ والا مقتل سے آرہا ہے  
 مظلوم کا عمامہ زیں پر ہے بے قرینہ  
 زینب کا سر کھلا ہے سر پیٹ کر ہے کہتی  
 کس کی سنانی ہم کو گھوڑے سنا رہا ہے  
 بابا کہاں ہیں مرے کیوں خالی آرہا ہے  
 ہالی سیکنڈ لپٹی قدموں سے کہہ رہی تھی  
 پڑ سے کو جا رہا ہے خوں میں نہا رہا ہے  
 تلوار اور سپر کو مولا کی لارہا ہے  
 کس کی سنانی ہم کو گھوڑے سنا رہا ہے  
 بابا کہاں ہیں مرے کیوں خالی آرہا ہے  
 (جدید بیاض، اوّل، صفحہ ۴۳)

کوثر:

نوحہ

ہائے اے مولا بڑے صدمے اٹھائے آپ نے  
 دکھ پہ دکھوں کو کھلا دیا ہے

تیر و نیزے سینکڑوں فالتے ہیں کھائے آپ نے      کر دیے قربان ہم پہ اپنے جائے آپ نے

کیوں نہ روئیں ہم تجھے اے کشتہ تیغ و سنین

وا حسینا وا حسینا وا حسینا وا حسین

پوچھتا ہوں آپ سے لیکن میں اے اہل عزا      ذوالجناح شاہ کا کیوں زین تھا ڈھلکا ہوا

سخت ہے مضمون کیونکر میں کروں اس کو ادا      تھام لو ہاتھوں سے دل کو اے شیعانِ باوفا

میں سبب تم کو بتاؤں تم کرو یہ شور و شین

وا حسینا وا حسینا وا حسینا وا حسین

زخم کھائے جب کھڑے تھے رن میں شاہدیں پناہ      اکبر و عباس سوتے تھے میانِ قتل گاہ

پاس سے چاروں طرف شبیر کرتے تھے نگاہ      کون تھا گھوڑے سے جو ان کو اتارے آہ آہ

جمع دشمن ہو رہے تھے شاہِ دیں کے جانین

وا حسینا وا حسینا وا حسینا وا حسین

اب کہوں کس منہ سے اترے کس طرح شد ہدا      واسطے رونے کو اے کوشیہ کافی ہے یہاں

زین ڈھلکا اور تھرائے زمین و آسماں      جتنے تھے جن و ملک کرتے تھے یوں آہ و بکا

مومنو روؤ گریے گھوڑے سے شاہِ مشرقین

وا حسینا وا حسینا وا حسینا وا حسین

(جدید بیاض، اوّل، صفحہ ۸۸)

فرمانِ حسن:

نوحہ

خون میں ڈوبا ہوا یہ مرکبِ شبیر ہے

اس کا راکب مر گیا ہے اس لیے دلگیر ہے

سر سے تا پایاں وحسرت کی یہ اک تصویر ہے  
 اس کا راکب راکبِ دوش پیسیر تھا کبھی  
 آج ہے وہ خاک پر اور حلق پر شمشیر ہے  
 یہ سنانی دینے کو جاتا ہے خیمہ کی طرف  
 لینے والی اس کا پُرسا شاہ کی ہمشیر ہے  
 منھی بچی پوچھتی ہے مرے بابا کیا ہوئے  
 پشت خالی کیوں تری اے اسپ باتو قیر ہے  
 یہ عمامہ ہے شہیدِ کربلا کا پشت پر  
 اور یہ لٹکی ہوئی شہیر کی شمشیر ہے  
 (جدید بیاض، اول، صفحہ ۸۹)

## نوحہ

کس حال پریشان سے خیمے میں در آیا شہیر کا دلڈل  
 زینب کو عجب شان سے ہے نظر آیا شہیر کا دلڈل  
 گردن کٹی باگیں کٹیں رنجوں سے بدن چور ہے اس قدر مجبور  
 لکراتا ہوا سر کو در خیمے پہ آیا شہیر کا دلڈل  
 خون تازہ جبین پر تھا ملا شاہ کے غم میں تا سمجھے یہ زینب  
 ماں جائے کو ہے میرے گنوا کر کدھر آیا شہیر کا دلڈل  
 دیکھا جو سکیٹنے نے وہ شہیر کا گھوڑا کیا پوچھا نہ ہوگا  
 اے بی بیوکس واسطے ہے خون میں تر آیا شہیر کا دلڈل  
 سُم اپنے پکلتا تھا زمیں پر بصد اندوہ شہیر کے غم میں

راکب کی شہادت کی تھا لے کر بزمِ شہیر کا دلڈل

زیں خالی جو دیکھا تو سیکنہ نے بصدغم ممکن ہے کہا ہو

بابا کو مرے چھوڑ کے ہے ہے کدھر آیا شبیر کا دُڈل

(جدید بیاض، اوّل، صفحہ ۹۰)

عترتِ ہلوری:

### نوحہ

خیمہ شبیر پر تھی صدا راہوار کی میں سنانی لایا ہوں سید ابرار کی  
 کربلا میں دیکھیے پھول سب مرجھا گئے یا نبیؐ یہ شان ہے آپ کے گلزار کی  
 فاطمہ زہرا کے چاند لگ گیا تجھ کو گہن زیر نیزہ تھی صدا زینبؑ لاچار کی  
 اے فلک کیا قہر ہے ظلم کی کچھ حد بھی ہے سر برہنہ آل ہو احمد مختار کی

پشت پر سجاؤ کے ڈرے لگائیں اہل کیس

منصفو یہ ہو دوا صاحب آزار کی

(جدید بیاض، اوّل، صفحہ ۹۰)

### نوحہ

سردار کہاں ہے بے یار کہاں ہے اے رخسِ پیہر ترا اسوار کہاں ہے  
 باگیں ہیں کٹی خون میں سب زین بھرا ہے لختِ جگر احمد مختار کہاں ہے  
 پالا تھا جسے فاطمہؑ نے پیس کے چلی وہ تشہ دہن بیکس و بے یار کہاں ہے  
 گھوڑے ترے واری میں غریبوں کو بتا دے ہم بیکسوں کا قافلہ سالار کہاں ہے  
 اے گھوڑے تجھے صاحب دلدل کی قسم ہے بتلا دے وہ اللہ کا مددگار کہاں ہے  
 زینبؑ نے کہا گھوڑے کی گردن سے لپٹ کر بتلا مرا بھائی مرا غنخور کہاں ہے  
 لے چل ہمیں سر پینے کو لاش پہ جلدی آلودہ بہ خون شہ کا تن زار کہاں ہے

(جدید بیاض، اوّل، صفحہ ۹۱)

## نوحہ

ہے خیمہ شاہ میں غل یہ پیا شبیر کا دُلڈل آتا ہے  
 زینب نے ہے پھینگی سر سے ردا شبیر کا دُلڈل آتا ہے  
 باگیں ہیں کٹی اور زین ہے ڈھلا عمامہ پرخوں اس پہ دھرا  
 کس شان سے دیکھو اہلِ عزا شبیر کا دُلڈل آتا ہے  
 فضہ نے صدادی ہائے ستم مارے گئے رن میں شاہِ اُمم  
 شہزادی کا میری راج لٹا شبیر کا دُلڈل آتا ہے  
 مارا گیا زہرا کا دلبر اے بی بیو آؤ ڈیوڑھی پر  
 فضہ نے کہا با آہ و بکا شبیر کا دُلڈل آتا ہے  
 یہاں شیرِ خدا بھی روتے ہیں محبوبِ خدا بھی روتے ہیں  
 اور بنتِ علیٰ کا سر ہے کھلا شبیر کا دُلڈل آتا ہے  
 (جدید بیاض، اڈل، صفحہ ۹۲)

قیصر:

## نوحہ

آیا ہے بعدِ قتل شہنشاہِ دیں پناہ سرور کا ذوالجناح  
 سر تا قدم ہے خون میں آلودہ آہ آہ سرور کا ذوالجناح  
 خون بہہ رہا ہے جسم سے زخموں سے چور چور ہے پیاس کا دُور  
 باگیں کٹی ہیں الٹا ہے زین حال ہے تباہ سرور کے ذوالجناح  
 سن کر صدائے اسپِ سکینے جگر فگار، دوڑی بہ حال زار

لپٹی سموں سے کہہ کے بتادے پچے اللہ سرور کے ذوالجناح  
 مقتل میں چھوڑ آیا ہے تنہا یہ کیا کیا اے اسپ باوفا  
 گھیرے ہے چار سمت سے کفار کی سپاہ سرور کے ذوالجناح  
 کیونکر گرا زمین پہ وہ آسماں وقار اے شاہ کے راہوار  
 کس طرح اُترا خاک پہ وہ عرش بارگاہ سرور کے ذوالجناح  
 مقتل سے پھر کے آئے نہ سردار بحر و بر لایا ہے کیا خبر  
 پیاسے ہی ذبح ہو گئے کیارن میں بے گناہ سرور کے ذوالجناح  
 تجھ پر سوار ہو کے گئے تھے ابھی ابھی آفت یہ کیا ہوئی  
 میداں سے بابا جان پلٹ کر نہ آئے آہ سرور کے ذوالجناح  
 مقتل سے شہ کے آنے کا گھر میں ہے انتظار ہر دل ہے بیقرار  
 اپنے پدر کی ڈیوڑھی پہ میں تک رہی ہوں راہ سرور کے ذوالجناح  
 اٹھاسروں سے سایہ شہ دل ہوئے دو نیم بچے ہوئے یتیم  
 اماں کی مانگ اُجڑ گئی میں ہو گئی تنہا سرور کے ذوالجناح  
 دینا حضور شاہ میں قیصر کا یہ پیام کہنا میرا سلام  
 پھر کر بلا بلائیں گے کب شاہ دیں پناہ سرور کے ذوالجناح  
 (پیام عزا) (جلد دوم) ص ۲۱۲، ۲۱۳

زماں اکبر آبادی:

## نوحہ

نوحہ سیکنہ کا تھا آیا ہے لو ذوالجناح خون میں ڈوبا ہوا آیا ہے لو ذوالجناح  
 روتا ہے یہ زار زار مر گیا شاید سوار حال تو دیکھو ذرا آیا ہے لو ذوالجناح

تیر ہیں کیسے لگے خون میں ہیں سب بھرے دینے پتہ باپ کا آیا ہے لوزوالجنح  
 روتا ہے دے کر صد اعظم یہ کیا ہو گیا مر گئے شاہ ہدا آیا ہے لوزوالجنح  
 خیمہ میں کہرام ہے حشر کا ہنگام ہے کرتی ہے زینبؓ بکا آیا ہے لوزوالجنح  
 کہتے ہیں زین العبا بابا میرا کیا ہوا کیا یہ سب ہو گیا آیا ہے لوزوالجنح  
 رکھو قلم اب زماں لرزاں ہے سارا جہاں  
 ہو نہیں سکتا بیاں آیا ہے لوزوالجنح

(پاکستان پیچٹن، صفحہ ۱۶)

اوسط اکبر آبادی:

## نوحہ

در خیام سے فضلہ نے یہ سنایا ہے لہو میں ڈوبا ہوا ذوالجنح آیا ہے  
 ڈھلی ہے زین ہیں باگیں کٹی ہوئی ساری تبرکات حسینؓ شہید لایا ہے  
 پکاری بالی سکینہ لپٹ کے گھوڑے سے تو میرے بابا کو کس جا پہ چھوڑ آیا ہے  
 کہا یہ گھوڑے نے رو کر حسینؓ قتل ہوئے ہمارے آقائے جنگل میں گھر بسایا ہے  
 لعین کاٹ چکا جب سر حسینؓ غریب غضب کیا ہے کہ نیزہ پہ پھر چڑھایا ہے  
 کہا یہ روکے سکینہ نے اے پھوپھی اماں یتیم ہوگی قسمت نے یہ دکھایا ہے  
 بہار گلشن زہرا کو ہائے لوٹ لیا نبی کے لال کا مقتل میں خوں بہایا ہے  
 حسینؓ کے تن پیکس کو کر دیا پامال نشان پیچٹن پاک کو مٹایا ہے

خوش اے علی اوسط کہ تاب ضبط نہیں

حسینؓ ہی نے تو اسلام کو بچایا ہے

(پاکستان پیچٹن، صفحہ ۱۷)

## ذوالجناح

اے ذوالجناح اے شہ پیکس کے راہوار

تجھ پر ہوا ہے راکب دوش نبی سوار

تاریخ میں بہت ہیں فسانے رقم ترے گہرے ہیں خاک دہریہ نقش قدم ترے

ہے چشم معرفت تری تشنہ لہی کا راز انسانیت کو ہے تری حیوانیت پہ ناز

اے ذوالجناح اے شہ پیکس کے راہوار

تجھ پر ہوا ہے راکب دوش نبی سوار

ساتھی شہید ظلم کا راہ خدا میں تھا تو پیش پیش معرکہ کربلا میں تھا

یوں جان دی حیات کا پیغام بن گیا منجملہ شعائر اسلام بن گیا

اے ذوالجناح اے شہ پیکس کے راہوار

تجھ پر ہوا ہے راکب دوش نبی سوار

خدمات کربلا کے سبب کیا سے کیا ہوا ایسا تو ہو رسول کا تحفہ دیا ہوا

اصطبل میں حسین کے پلنا ہوا نصیب تجھ کو خدا کی راہ پہ چلنا ہوا نصیب

اے ذوالجناح اے شہ پیکس کے راہوار

تجھ پر ہوا ہے راکب دوش نبی سوار

زنجی سوار تھم نہ سکا جبکہ زین پر آہستگی سے تو نے اُتارا زمین پر

پامال کرنے آیا جو لاشے کو تھم گیا تو شیرِ ساحسین کے قدموں پہ جم گیا

اے ذوالجناح اے شہ پیکس کے راہوار

تجھ پر ہوا ہے راکب دوش نبی سوار



کی تو نے پہلے مرثیہ خوانی حسینؑ کی آیا حرم میں لے کے سنانی حسینؑ کی  
 غمخوار اور کون تھا ایسا حسینؑ کا تو نے دیا غریبوں کو پُرسا حسینؑ کا  
 اے ذوالجناح اے شہ بیگس کے راہوار  
 تجھ پر ہوا ہے راکب دوشِ نبیؐ سوار  
 انساں کا ننگ ہے جو سبقِ آدمی نہ لے مردہ ہے قوم تجھ سے اگر زندگی نہ لے  
 گوشتِ خاک سے بھی ہے کم کائناتِ حتم نقشِ قدم پہ تیرے تصدقِ حیاتِ حتم  
 اے ذوالجناح اے شہ بیگس کے راہوار  
 تجھ پر ہوا ہے راکب دوشِ نبیؐ سوار

محسنِ اعظم گڑھی:

## نوحہ

تو حیواں ہے مگر بے رحم انسانوں سے بہتر ہے  
 ترا نقشِ قدم رنگیں گلستانوں سے بہتر ہے  
 تو وہ مرکب ہے جس سے آدمی طرزِ وفا سیکھے  
 ترا ذکرِ وفا باطل کے انسانوں سے بہتر ہے  
 پڑھیں نانا کا کلمہ اور نواسے پر ستم ڈھائیں  
 تو حیواں ہے مگر ان مرتبہ دانوں سے بہتر ہے  
 زمانہ کی نگاہوں میں تو اک ادنیٰ سا مرکب ہے  
 مگر ناعاقبت اندیشِ فرزانوں سے بہتر ہے

خوشا قسمت رہا مظلوم کے قدموں سے وابستہ

یہ تیری زندگی خونخوار انسانوں سے بہتر ہے  
 حسینؑ ابنِ علیؑ کی بزم کا ہر ایک پروانہ  
 چراغِ محفلِ باطل کے پروانوں سے بہتر ہے  
 زمین کربلا پر یہ تیرا کہہ کر ٹھہر جانا  
 یہ ویرانہ تو ہے لیکن گلستانوں سے بہتر ہے  
 یزیدِ روسیہ سے مرکبِ شہیہ کا کہنا  
 مری تشنہ لہی ان تیرے پیانوں سے بہتر ہے  
 کہاں تو اور کہاں یہ جاں نثارانِ شہِ والا  
 میں کیسے مان لوں تو ان مسلمانوں سے بہتر ہے  
 جہاں سے ظلم و استبداد کا فرمان جاری ہو  
 زمینِ گرمِ محسن ایسے ایوانوں سے بہتر ہے  
 (ہفت روزہ شیعہ لاہور (حسین نمبر) ص ۲۰۲)

سید فدا بخاری

## ذوالجناح

اے ذوالجناح سید ابرار السلام  
 اے نیکس و شہید کے غمخوار السلام  
 سردارِ اہلِ خلد ہیں اسوار السلام  
 شہیہ سے امام کے راہوار السلام  
 تھا کربلا میں ناصرِ خیر الانام تو

شبیر نیک نام کا ادنیٰ غلام تو  
ہے دلدل حسین علیہ السلام تو

کرب و بلا میں شہ کے مددگار السلام

زرغہ تھا ابنِ فاتح بدر و حنین پر  
فرزند بوتراب شہ مشرقین پر  
تو رو رہا ہے سر کو جھکائے حسینؑ پر

مولائے دو جہاں کے عزادار السلام

جب زین سے حسینؑ گرے فرشِ خاک پر  
یورش تھی کفر کی شہ اندوہناک پر  
جو تیر آیا تو نے لیا جسمِ پاک پر

آقائے دو جہاں کے فداکار السلام

شہزادیوں نے دیکھا تھا جب راہوار کو  
حلقہ میں لے کے پوچھتی تھیں سوگوار کو  
کس جا پہ چھوڑ آیا تو اپنے سوار کو

زینبؑ پکاری شہ کے وفادار السلام

یہ سن کے قتل گاہ کی جانب چلا گیا  
اس کی وفا کا شور ہے اب تک مچا ہوا  
نہرِ فرات میں وہ فدا غرق ہو گیا

شبیرؑ سے شہید کے غمخوار السلام

ڈاکٹر ماجد رضا عابدی:

## ذوالجناح

جب خیمے سے مقتل کو چلے شاہِ مدینہ  
راہوار سے لپٹی ہوئی کہتی تھی سکیٹہ

لے لے چلے بابا کو کہاں اے ذوالجناح  
اے ذوالجناح اے ذوالجناح

روتی ہے میری پھوپھی ماں اے ذوالجناح

پانی چچا جان مرے لینے گئے تھے ، وہیں  
تین شب و روز ہوئے پیاس بجھی ہی نہیں

میں ہوں ابھی تشنہ دہاں اے ذوالجناح

عمو کو دریا کی طرف لے گیا تھا مرتجز  
خیمے میں واپس انھیں پھر لانا نہ سکا مرتجز

سر پہ لگا گرز گراں اے ذوالجناح

بیٹھ کے میمون پہ قاسم سوئے میداں گئے  
گھوڑوں کی ٹاپوں سے وہ پامال وہیں پر ہوئے

مٹ گیا شبر کا نشان اے ذوالجناح

لے کے گیا تھا علی اکبر کو بھی اُن کا عقاب  
قتل وہ رن میں ہوئے اور مٹ گیا اُن کا شباب

وہ بھی گئے سوئے جناں اے ذوالجناح

تو مرے بابا کو جو میدان میں لے جائے گا

سوچ ذرا قتل سے کیا اُن کو بچا پائے گا  
 اے شہِ مُرسل کے نشان اے ذوالجناح  
 سبطِ نبیؐ حضرت شیبّرؑ کی بیٹی ہوں میں  
 غور تو کر آج ترے قدموں سے لپٹی ہوں میں  
 مت سوئے مقتل ہو رواں اے ذوالجناح  
 کھول دیئے بال پھینچی زینبؑ و کلثومؑ نے  
 کیسے بچے اُن کی ردا بابا اگر مر گئے  
 خیموں سے اُٹھے گا دھواں اے ذوالجناح  
 دادا علیؑ کی تجھے دیتی ہوں قسم ذوالجناح  
 پہلے ہی ٹوٹے ہیں بیتِ رُح و الم ذوالجناح  
 اور نہیں تاب و توں اے ذوالجناح  
 تو جو اٹھائے گا قدم دیکھ میں مرجاؤں گی  
 بابا اگر چھوڑ گئے تو میں کدھر جاؤں گی  
 راہِ نجف کی ہے کہاں اے ذوالجناح  
 آنسو بہاتی تھی سکیئہؑ بصد آہ و بکا  
 اشکِ بے گھوڑے کی بھی آنکھ سے ماجدِ رضا  
 تھا یہ سکیئہؑ کا بیاں اے ذوالجناح

## رباعیات در وصف ذوالجناح

سید حیدر حسن ناظم شکار پوری

دنیا کے یہ راہواروں میں اشرف ٹھہرا      سرعت کا خزانہ اس کا مصرف ٹھہرا  
لونا جو ذرا ادھر سے فر فر چل کر      تو اشہب شبیر بھی زرف ٹھہرا

ہر کبک دری جو ہے غلام اس کا ہے      راکب شہ دوسرا امام اس کا ہے  
اُڑ کر نہ اُڑائے کیسے پریوں کے ہوش      جب اصل میں ذوالجناح نام اس کا ہے

ممتاز نہ کیسے اسپ سرور ہو جائے      جب اس پہ سوار شاہِ صفر ہو جائے  
گر سرسری چال سے چلے یہ چالاک      تو مات سراسر اس سے صرصر ہو جائے

مثل اپنا یہ رہوار رکھتا ہی نہیں      سیماب روش قرار رکھتا ہی نہیں  
کیوں فخر کرے نہ شہ کا مرکب بن کر      جڑ اُن کے کوئی سوار رکھتا ہی نہیں

پارے میں بھی یہ وصف نہ ہم پاتے ہیں      کچھ سرسری سرعت یہاں دکھلاتے ہیں  
اللہ رے ذوالجناح شہ کی تعریف      ہنگام رقم حرف اُڑے جاتے ہیں

دکھلائے بہار اپنی تو گلشن ہے یہ      رشکِ گہرِ آبرو کا معدن ہے یہ  
کیوں نہ پھر دم رفتار فلک سیر نہ ہو      ابنِ شہ لولاک کا تو سن ہے یہ

نقاش اگر چاہیں کہو کیا کھینچیں      سیماب روش کا کیا سراپا کھینچیں  
دراصل ہوا ہے بادپائے شبیر      پھر کیسے بھلا ہوا کا نقشہ کھینچیں

سلام

گو تھے نہ ذوالجناح شہ بحر و بر کے پر      مثل پرند جاتا تھارن میں اُبھر کے پر  
بے پر ہوا پہ اڑتا تھا جو ذوالجناح شہ      پریوں کو کب ملے ہیں بھلا اس اثر کے پر

### صنعتِ توشیح

ذ ..... ذہن اب ہے رواں سوے رہوار  
جس کے راکب تھے حیدر کرار  
و ..... وہ بھی تھا ذوالفقار کا ہمدم  
شرق و غرب اس کے تھے یہ چند قدم  
ا ..... آفریں اُس کو کہتی تھی صرصر  
مثل رف جو چلتا تھا فرفر  
ل ..... لوگ اُس کا جو نام لکھوائیں  
حرف کاغذ سے سارے اڑ جائیں  
ج ..... جان پریوں کی تھا وہی گھوڑا  
سایہ راکب کا اُس کو تھا کوڑا  
ن ..... نفس محبوب حق کا تھا مرکب  
کیوں نہ پاتا براق کا منصب  
ا ..... آفتاب شرف تھا وہ رہوار  
کس طرح ہو نہ مطلع انوار  
ح ..... حکم شیر خدا کا تھا محکوم  
مرجا ذوالجناح تھا موسوم



نواں باب

تاریخ میں کچھ مشہور گھوڑے



## ..... ﴿نواں باب﴾ .....

- ۱۔ قبیلہ بنی کلاب میں گھوڑوں کی اہمیت
- ۲۔ محمدؐ و آل محمدؐ کی شہسواری کے چند مناظر
- ۳۔ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی کرامات
- ۴۔ گھوڑے کو آرام و آسائش میں رکھا جاتا ہے (حضرت امام صادقؑ)
- ۵۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہسواری کا منظر
- ۶۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی صابرا نہ زندگی میں لجام فرس پر برکلی کا ہاتھ، غیر ضروری مسئلے کے جواب پر مجبور کرنا
- ۷۔ حسینؑ سوار دوشِ رسولؐ ہیں
- ۸۔ حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور گھوڑے کا مکالمہ
- ۹۔ سرکش گھوڑا بھی امام حسن عسکری علیہ السلام کا مطیع ہو گیا
- ۱۰۔ اس گھوڑے کو شام سے قبل ہی فروخت کر دو
- ۱۱۔ گھوڑے کی اہمیت حضراتِ آئمہؑ معصومین کی نظر میں

## تاریخ میں کچھ مشہور گھوڑے

قبیلہ بنی کلاب میں گھوڑوں کی اہمیت:

عامر بن الطفیل ہجرت سے ستر سال قبل پیدا ہوا اور ہجرت کے گیارہ سال قبل وفات پائی۔ اپنے زمانے کا عظیم ترین بہادر تھا۔ اُس کا پورا نام عامر بن الطفیل بن مالک بن جعفر العامری تھا۔ یہ بہت مشہور شاعر اور نثری تھا۔ اس کے نامور گھوڑے کا نام مرثوق تھا۔ عامر بن الطفیل حضرت اُمّ البتینِ مادرِ حضرت ابوالفضل العباس بن علی کے خاندان کے ایک تاریخی بہادر کا نام ہے۔ ایک دوسرے بہادر عتاب بن ورقاء کے گھوڑے کا نام بھی یہی تھا۔

عتاب کی وفات ۷۷ھ میں ہوئی تھی یہ یربوعی تھی تھا۔ یہ مُصعب بن زبیر کی طرف سے اصفہان کا گورنر تھا۔

حضرت فاطمہ بنتِ حزام (اُمّ البتین) کے اجداد میں طفیل بن مالک کے مشہور گھوڑے کا نام فرزل تھا اور یہی نام حذیفہ بن بدر کے گھوڑے کا بھی تھا جو تیز رفتاری میں ضربِ المثل ہے۔ حذیفہ ایامِ جاہلیت کی ایک معروف شخصیت کا نام ہے۔

محمد و آلِ محمدؐ کی شہسواری کے چند مناظر:

گھوڑے پر سوار ہونا اولادِ حضرت ابراہیم کا طرہ امتیاز اور وہ خصوصیت تھی جو تمام قبائل عرب میں کسی کو حاصل نہ تھی اور ان کے ذاتی کمالات کا ورثہ صرف ان کی اولاد ہی

کو نہیں بلکہ حلقہ عقیدت کے تمام مخلصین نے شاگرد بن کر پایا اور اس طبقے کے فنی کمالات کے مظاہرے دشمن پر عدو برق بن کر گرجنے اور چمکنے لگے۔ کسب کمال سے جہاں قدر افزا حلقے میں انسان عزیز جہاں ہوتا ہے وہاں تنگ نظر افراد میں اس کی وجہ سے حسد کی آگ بھی شعلہ ور ہو جاتی ہے۔ سخی سے کینہ بہادر سے عداوت، فصیح سے دشمنی، عالم سے بغض، ماہر فن سے کینہ، نئی بات نہیں۔ متوکل عباسی کے بعد اس کے بیٹے منصر باللہ نے ایک قہر آلود اور انوکھا حکم دیا جو پہلے کے حکام جور کے ظلم آفریں تو ان میں سے کہیں زیادہ سخت اور نفرت خیز تھا ابھی تک دوستدار ان علی کو حکومت سے وظیفہ نہیں ملتا تھا، وہ عہدوں پر لائے نہیں جاتے تھے حقوق شہری سے محروم تھے۔ ناقابل برداشت ٹیکس ان پر عائد تھے۔ تمدن و معاشرت میں ان سے ترک موالات تھا۔ نو وار و حاکم منصر باللہ نے محبان علی کے لئے قانون بنایا۔ لایر کب فرساً ان طرف من الا طراف (الزراع والتخاصم صفحہ ۸۱ طبع مصر) وہ گھوڑے پر سوار ہو کر شہر اور اطراف سے نہ نکلیں تھی الدین مقریزی شافعی نے انسانی ہمدردی سے اقرار کیا ہے۔ "لم یسمع فی الجور نظیرھا"۔ اس حکم کی مثال کسی ظالم کی سوانح عمری میں نہ ملے گی گھوڑے پر سوار ہونا شیعوں کے لیے قانونی جرم تھا جس قوم نے اس کسمپرسی میں زندگی بسر کی ہو اس کا باب ماضی کس قدر تاریک تھا اور وہ اموی و عباسی دور سے زندہ رہ کر کس طرح باقی رہی۔ وہ اہم سوالات ہیں جن کے جواب عقل سلیم ہر دور میں دیتی رہی ہے۔

ایام عزاکا جلوس اور ذوالجناح ہماری مشکلات کی وہ تصویر ہے جس کو جاری رکھنے اور باقی دیکھنے میں قومی ارتقا اور ملی بلندی اور آثار رفتہ کا احیا ہے۔ دوسری قومیں اپنے دینی راہنما کی ساریوں کی جو قدر کر چکی ہیں وہ صفحہ تاریخ سے محو نہیں ہو سکتا۔ شیخ محمد سبان نے بزم یزید کا وہ واقعہ جو تمام مقاتل میں لکھا ہے وکان بالمجلس رسولاً

قیصر فقال متعجبا ان عندنا فی خزانا فی ریحنا فرحماد عبسی

و نحن نحج اليه كل عام من لاقطارو نعظمه كما تعظمون كعبتكم فا  
 شهد انكم على باطل (اسعاف الراغبين في سيرة المصطفى وآل بيته الطاهرين، صفحہ ۱۷، طبع  
 مصر) دربار میں قیصر روم کا سفیر بھی تھا (اس نے سر حسین اور اسیروں کی جگر سوز مصیبتیں  
 اور تباہ حالی دیکھ کر) کہا بڑے تعجب کی بات ہے ہمارے خزانے میں کلیسائے حاضر  
 حضرت عیسیٰ کے گدھے کے ٹم (کی یہ عزت ہے کہ) ہم ہر سال دور دور سے سفر  
 کر کے حجاج کی طرح زیارت کو آتے ہیں اور وہ عظمت ہماری نظر میں ہے جو تم اپنے  
 کعبے کی حرمت کرتے ہو۔ میں گواہ ہوں کہ تم باطل پر ہو۔ وکیل روم اپنی گفتگو میں کہہ  
 گیا کہ حضرت عیسیٰ کے گدھے کے قدم کی ہم عزت کرتے ہیں اور تم نے چشم و چراغ  
 رسول، ان کی طیب و طاہر اولاد کی قدر نہ کی۔ سفیر مذکور کا اسلام لانا بھی تاریخی حقیقت  
 ہے جو ناقابل انکار ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی کرامات:

ملا عبد الرحمن جامی ”شواہد النبوة“ میں لکھتے ہیں:-

روایات صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جب آپ سواری کرتے وقت گھوڑے کی  
 رکاب میں پاؤں رکھتے تو تلاوت قرآن شروع کرتے اور دوسری رکاب میں پاؤں  
 رکھتے تو ختم کلام مجید کر لیتے۔ دوسری روایت کے مطابق آپ گھوڑے پر پوری طرح  
 بیٹھنے سے پہلے قرآن کریم ختم کر لیتے تھے۔ یہ معجزہ حضرت داؤدؑ کو بھی حاصل تھا۔

گھوڑے کو آرام و آسائش میں رکھا جاتا ہے: (حضرت امام صادقؑ)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:-

کیا تم گدھے کو نہیں دیکھتے کہ، کیونکر بار برداری کا کام کرتا ہے اور وہ یہ بھی دیکھتا  
 ہے کہ خچر اس سے زیادہ کام کرتا ہے لیکن گھوڑا آرام و آسائش میں رکھا جاتا ہے۔

شریف نسل کا گھوڑا، تلواروں اور نیزوں میں اپنے مالک کی طرح گھس جاتا ہے اور اپنی جان کا خوف نہیں کرتا۔ (توحید الائمہ، ص ۱۳۵)

افسوس! رسول اللہ کی سواری کا گھوڑا (ذوالجناح) جس پر روزِ عاشورہ امام حسینؑ سوار تھے، وہ تین دن کا بھوکا پیاسا کر بلا کی تیز دھوپ میں اپنے آقا کی نصرت کر رہا تھا۔ لشکرِ بید کا یہ ظلم انسانوں اور حیوانوں پر یکساں تھا۔  
میرا نہیں کہتے ہیں:-

گرمی سے فرس میں بھی نہ وہ تیز تگی تھی  
پیاسے تھے حسینؑ آگ زمانے کو لگی تھی

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہسواری کا منظر:

حضرت آیت اللہ علامہ شیخ مفید علیہ رحمۃ ”تذکرۃ الاطہار“ میں لکھتے ہیں:-

ایک شخص عمر بن خطاب کی اولاد میں سے مدینہ میں رہتا تھا جو حضرت ابوالحسن موسیٰ کو اذیت پہنچاتا اور جب آپ کو دیکھتا تو گالیاں بکتا اور حضرت علیؑ کو برا بھلا کہتا تو آپ کے کچھ ہم نشینوں نے آپ سے عرض کیا ہمیں اجازت دیجئے ہم اس فاجر کو قتل کر دیتے ہیں تو آپ نے انہیں سختی سے منع کیا اور بہت جھڑکا پھر آپ نے عمری کے متعلق سوال کیا تو ذکر ہوا کہ وہ مدینہ کی ایک طرف زراعت کرتا ہے پس آپ سوار ہو کر اس کی طرف گئے اور اسے اس کے کھیت میں دیکھا تو آپ گھوڑے پر سوار اس کے کھیت میں چلے گئے اس پر عمری چیخ و پکار کرنے لگا کہ ہماری زراعت کو خراب نہ کرو۔ لیکن حضرت اس کے کھیت کو روندتے ہوئے اس تک پہنچ گئے اور اس کے پاس اپنی سواری سے اتر کر بیٹھ گئے اور اس سے کشادہ روئی سے پیش آئے اور ہنستے رہے اور اس سے فرمایا کہ تو نے اس زراعت پر کتنا خرچہ کیا ہے؟ کہنے لگا کہ سو دینار، آپ نے فرمایا کہ تجھے اس سے کتنی آمدنی کی امید ہے؟ وہ کہنے لگا کہ دو سو دینار حاصل

ابوالحسنؑ نے ایک تھیلی نکالی جس میں تین سو دینار تھے اور فرمایا یہ تیرا کھیت بھی اپنی حالت پر رہے اور خدا تجھے اس میں سے اتنا رزق دے کہ جتنے کی تجھے امید ہے راوی کہتا ہے کہ پس عمری کھڑا ہو گیا اور اس نے آپؐ کے سر کا بوسہ لیا اور آپؐ سے سوال کیا کہ اس کی کوتاہی سے درگزر فرمائیں پس ابوالحسنؑ اس کے سامنے مسکراتے رہے اور واپس آگئے راوی کہتا ہے کہ آپؐ مسجد میں گئے اور وہاں عمری کو بیٹھے ہوئے دیکھا جب اس نے آپؐ کو دیکھا تو کہنے لگا کہ۔

خدا بہتر جانتا ہے کہ جہاں اپنی رسالت کو قرار دیتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے ساتھی اس کی طرف کو پڑے اور کہنے لگے کہ تو بتا، تیرا کیا معاملہ ہے؟ تو تو اس کے علاوہ کچھ کہا کرتا تھا، راوی کہتا ہے کہ اس نے کہا، تم نے سن لیا ہے جو کچھ میں نے اب کہا ہے اور وہ حضرت ابوالحسنؑ کو دعائیں دینے لگا پس وہ اس سے جھگڑتے تھے اور وہ ان سے الجھتا تھا اور جب حضرت اپنے گھر واپس آئے تو آپؐ نے اپنے ان ہم نشینوں سے فرمایا کہ جنہوں نے آپؐ سے عمری کے قتل کرنے کی اجازت چاہی تھی کہ کون سی چیز بہتر تھی جو تم نے ارادہ کیا تھا یا جو میں نے ارادہ کیا میں نے اس کی اتنے مال سے اصلاح کر دی جو تمہیں معلوم ہے اور اس سے اس کے شر اور بدی کی کفایت بھی کر لی۔ (الارشاد)

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی صابرانہ زندگی میں لجامِ فرس

پر برہمکی کا ہاتھ، غیر ضروری مسئلے کے جواب پر مجبور کرنا:

برہمکی خاندان کے ایک شخص نے امام رضاؑ کے قیامِ خراسان کے زمانے میں جبکہ آپ گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہے تھے عنانِ اسپ پر ہاتھ ڈال کر پوچھا کہ آپ فلاں فلاں دو شخصوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ امامؑ نے تسبیحاتِ اربعہ پڑھی۔ بظاہر یہ مراد تھی کہ وہ ذکرِ خدا میں مشغول سمجھ کر طالبِ جواب نہ ہو۔ اس نے اظہارِ رائے پر

اصرار کیا اور آپؑ نے یہ زلزلہ اُگلن جواب دیا کانت لنا اممنا صلوات و

علیہا ساخطہ ولم یاتنا بعد موتہا خبرانہا رضیت عنہما (انوارِ نعمانیہ صفحہ ۱۶ طبع ایران) ہماری ایک مادرِ گرامی (حضرت فاطمہ زہراؑ) پیکرِ صلاح و سداد تھیں جو رحلت کر چکی ہیں درآں حالیکہ ان دونوں سے ناراض تھیں۔ ان کی وفات کے بعد کوئی خبر موصول نہیں ہوئی کہ وہ راضی ہوئیں۔

امام رضاؑ اور امام حسن عسکریؑ کے لئے حکومت کی طرف سے سرکش راہوار پر بیٹھنے کی تجویز اور آپ کا شیریراہوار کو قابو میں رکھنا ایک طفلِ نو عمر کا حکومتِ مامون میں روبرو امام ضامن و ثامن سرکش گھوڑے پر بہرکتِ درو دسوار ہونا اور معصوم کی طرف سے نظرِ استحسان تاریخی حقائق ہیں جو کتب مناقب میں موجود ہیں ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے جو علمائے اہل سنت کا بیان کردہ ہے۔ روایت ہے کہ ایک عورت حضرت امیر کے پاس آئی حضرت اس وقت اپنے گھر سے نکل کر گھوڑے پر سوار ہو رہے تھے ایک پاؤں رکاب میں رکھا تھا کہ اس عورت نے عرض کیا میرا بھائی ۶ سو دینار چھوڑ کر فوت ہوا ہے مگر لوگوں نے مجھے ایک دینار دیا۔ میں آپ سے اپنا حق اور انصاف چاہتی ہوں آپ نے فی الفور جواب دیا کہ تیرے بھائی کے دو بیٹیاں ہوں گی اس نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا دو ٹکٹ یعنی ۴۰۰ دینار ان کو ملے۔ تیرے بھائی کے ماں بھی ہوگی جس کو سدس یعنی سو دینار پہنچے اور اس کی زوجہ بھی ہوگی اس کو ۵۰ دینار ملے ہوں (شمن) پھر فرمایا تیرے بارہ بھائی ہیں عورت نے تسلیم کیا۔ فرمایا دو دو دینار بھائیوں کو ملے۔ ایک دینار تیرا حق ہے تو اپنا حق پا چکی۔

(مطالب السؤل محمد بن طلحہ شافعی صفحہ ۹۸ طبع مطبع جعفری لکھنؤ، ارجح المطالب صفحہ ۱۵۴)

علمائے عراق میں محمد تقی تستری نے اس واقعے کو قضایا حضرت امیرالمومنینؑ کے ذیل میں محتاج تاویل قرار دیا ہے اور تقسیم چونکہ فقہ امامیہ کے خلاف ہے اس لئے فقہائے شیعہ نے مصادرِ غیر سے ماخوذ قضیے کی زد نہیں کی اور تشنہ تحقیق و سند چھوڑا۔ یہ

واقعہ یہودی کے علم ہندسہ پر گفتگو سیرت حضرت امیرؓ میں مسئلہ رکابیہ سے مشہور ہیں۔ علامہ شیخ سلیمان بلخی قندوزی ینابیح المودۃ میں لکھتے ہیں کہ حضرت امیرؓ رکاب میں قدم رکھ رہے تھے کہ یہودی نے پوچھا وہ کون سا عدد ہے جس کی نو کسرین نصف ٹکٹ ربح خمس سدس سبع ثمن عشر پر کی جائیں اور سب صحیح ہوں آپؓ نے برجستہ فرمایا کہ ہفتے کے دنوں کو سال کے ایام میں ضرب دو جو حاصل ضرب ہو وہی مقصود ہے۔ یہودی اسلام لایا ویسفی هذه المسئلة المسئلة الركابيہ (ینابیح المودۃ صفحہ ۷۵) فاضل نجفی نے کشکول بہائی کے حوالے سے اس واقعے کو مع اپنے حل اور تشریح کے اس اضافے کے ساتھ نقل کیا ہے کہ آپؓ نے اضراب ایام سبوعك فی ایام سنتك فرمانے سے پہلے فرمایا اخبرتك تسلم تو اسلام لائے گا اگر میں جواب دوں۔

(نضایائے امیر المؤمنینؓ صفحہ ۹۶ طبع نجف، ۱۹۵۰ء)

ان واقعات کو منظر عام پر لانے سے مقصود یہ ہے کہ شبیبہ ذوالجناح سے ہماری مجالس اور جلوس عزائم میں صرف واقعہ شہادت کی یاد تازہ نہیں ہوتی بلکہ خاندان رسالت کا باب ماضی سامنے آجاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر گھوڑوں کو باطل کی کامیابی کا ملزم قرار دیا جائے تو حمایت حق میں وہ ممدوح ہوں گے یہی وجہ ہے کہ دعائے سات میں ہے واغرقت فرعون و جنودہ و مراکبہ فی الیم یعنی فرعون کو مع لشکر مع گھوڑوں کے روڈ نیل میں غرق کر دیا۔

اگر افواج کفر کے راہوار قعر ذلت میں گرے تو جنود عقل و ایمان کے اسپ مجسمہ وفا، پیکر خیر اور اس قدر احساسات میں قوی کہ سوار تشنہ لب ہے تو وہ بھی بے آب اور اس قدر با وفا کہ ان کے بعد پھر کوئی پشت با وفا پر نہ بیٹھ سکا۔

جنگ خیبر میں اور جنگ نہروان میں حضرت علیؓ ”ذلدل“ پر سوار تھے، اس لیے مولانا کو ”شاہ ذلدل سوار“ بھی کہتے ہیں۔ غالب نے ذلدل سے عقیدت مندی کا اظہار اپنے



مشہور قصیدے میں کیا ہے:-

طبع کو الفتِ دُلْدُل میں یہ سرگرمی شوق

کہ جہاں تک چلے اُس سے قدم اور مجھ سے جبین

غالب کہہ رہے ہیں حضرت علیؑ سے مجھے اتنی محبت ہے کہ اُن کے دُلْدُل کا جہاں قدم

پڑے میں وہاں اپنی جبین رکھ دوں۔“

قدیم ہندوستان کے تجربہ کار اور جہاں دیدہ اہل قلم میں منشی محبوب عالم ایک کثیر

الاشاعت روزانہ اخبار کے مدیر نے ذوالجنح کے جو معنی بتائے ہیں وہ انھیں کے

لفظوں میں ملاحظہ ہوں۔

”شیعوں کا دستور ہے کہ وہ محرم کی آٹھویں کو حضرت عباسؑ کے

نام کا اور دسویں کو امام حسین علیہ السلام کے نام کا گھوڑا جو اسی کام

کے واسطے سدھایا جاتا ہے اور اس پر کوئی سواری نہیں کرتا بڑے

بڑے شہروں میں نہایت بھیڑ بھاڑ کے ساتھ ماتم کرتے ہوئے

نکالتے ہیں اس کو ذوالجنح اور دُلْدُل کہتے ہیں۔ اس گھوڑے پر

ایک پگڑی، تیر اور تلوار رکھی ہوتی ہے اور ایک سفید کپڑا (جس پر

شہاب کی چھبیشیں خون کی علامت ظاہر کرنے کے واسطے دے دیتے

ہیں) پڑا ہوتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا شہسوار شہید ہوا اور

یہ گھوڑا رنج و غم کے ساتھ الٹا اپنے گھر آیا۔

(اسلامی انسائیکلو پیڈیا از ایڈیٹر بیہ اخبار لاہور صفحہ ۳۲۵)

حسینؑ سوارِ دوشِ رسولؐ ہیں:

اور سب سے قطع نظر کرنے کے بعد خود کردارِ رسولؐ مسلمانوں پر حجت ہے۔ فخر بشر

مرسلؑ اپنے نواسوں کی خاطر بروز عیدِ اونٹ بنے اور صحابہ کی تہنیتِ نعم الجمل جملگما کیا

اچھا شتر ہے تم دونوں کا۔ اس صدا کو رسولؐ نے بدلوادیا۔ منظور الہی تھا کہ یہ کہو نعم  
الراکبان بڑے اچھے سوار ہیں۔ رسولؐ کی مدح سے آل رسولؐ کی تعریف بہتر قرار  
پا چکی یہ حدیث بھی متواتر ہے جس کو ایک جماعتِ علمائے نقل کیا ہے۔ ویلی کی الفاظ  
ہیں نعم الجمل جملکما ونعم العدلان انتما عن جابر رخت علی  
النبیؐ وهو یمشی علی ادبعہ علی ظہرہ الحسن والحسین وهو  
یقول ذلك ترجمہ: بڑا اچھا اونٹ ہے تمہارا اے حسینؑ اور بہت ہی عادل ہیں  
تمہارے سوار۔ حضورؐ کا یہ مقولہ جابر انصاری کی روایت میں ہے، وہ خدمتِ رسولؐ میں  
جب حاضر ہوئے تو آپؐ نو اسوں کو پشت پر لئے ہوئے چاروں ہاتھ پاؤں ٹیک کر  
زمین پر چل رہے تھے۔ شعرانی نے مزید توضیح کی ہے کان یرکب الحسن  
والحسین علی ظہرہ ویمشی علی یدیہ درجلیہ ویقول نعم الجمل  
جملکما لہم اجدلان انتما ورمط بما فعل ذلك بینہما وہم علی الارض  
وکان ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یقول ورایت رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم وقد اخذ بید الحسن بن علی ووضع رجلیہ علی  
دکبیتہ ویقول ترق عین بعد حرقہ حرقہ ترجمہ:- حسینؑ پشت ہوئی پر  
تھے اور وہ حضرت دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں سے چل رہے تھے اور فرماتے تھے کیا  
عمدہ اونٹ ہے تمہارا اور کتنے اچھے سوار ہو تم دونوں۔ بسا اوقات دونوں بچوں کے ساتھ  
وہ حضرت اس طرح پیش آتے تھے اور خود زمین پر رہتے تھے اور ابو ہریرہ یہ کہتے ہیں کہ  
میں نے پیغمبر کو یوں دیکھا کہ حسینؑ بن علی کا ہاتھ آپؐ کے ہاتھ میں اور قدم کاندھے پر  
اونٹ کی ایسی بولی بولتے ہوئے یا بچوں کو عورتیں جو لوری دیتی ہیں وہ کلمات زبان پر  
جاری کر رہے تھے (۱) فردوس الاخبار دیلمی مخطوطات کتب خانہ آصفیہ دکن صفحہ ۲۱۳  
(۲) کشف الغمہ شعرانی جلد ۲ صفحہ ۳۶-۳۲۲ طبع مصر (۳) ارجح المطالب صفحہ ۳۲۸۔

۳۵۷ (۲) مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۲۲۰ طبع مصر (۵) حدیقتہ الحقیقتہ والشریعتہ  
الطریقۃ حکیم سنائی غزنوی صفحہ ۱۳۳ طبع بمبئی (۶) مشکوٰۃ المصابیح شیخ ولی الدین خطیب  
طبع بمبئی صفحہ ۳۲۲، ۱۳۷ء (۷) ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ حافظ محبت الدین  
احمد بن عبداللہ البطری صفحہ ۱۲۲، ۱۲۳ طبع قاہرہ ۱۳۵۶ھ (۸) احسن الانتخاب معیشت  
سیدنا ابی تراب شاہ علی حیدر قلندر کا کوری شریف ضلع لکھنؤ صفحہ ۱۵۶ (۹) آب حیات  
شمس العلما محمد حسین آزاد صفحہ ۳۸۰ (۱۰) شمع انجمن نواب صدیق حسن خان بھوپال۔  
سحابی استر آبادی ایک شاعر تھے جن کی تعریف میں صدیق حسن نے کافی حصہ لیا۔  
۱۰۱۰ھ میں ان کی وفات ہے ان کا یہ شعر نواب نے نقل کیا ہے۔

معنی سورۃ حم بدل پردہ کشود بر سر دوش محمدؐ چو حسن گشت سوار  
یہ شعر بلا اختلاف درج کیا ہے اور میر خلیق اس محل پر کہتے ہیں :-

جب آپ روٹتے ہیں تو مشکل سے منٹے ہیں اچھا سوار ہو جئے ہم اونٹ بنتے ہیں  
ذوالجناح مظلوم کر بلا کی سواری کی شبیہ ہے اور یہ حق ہم کو لاتعداد دلائل و براہین  
سے حاصل ہوا ہے اور جلوسِ عزائمیں دُلہل کی شان دیکھ کر راکب دوشِ رسولؐ کا تصور  
یقینی ہے جو عین عبادت ہے۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور گھوڑے کا مکالمہ:

علامہ مجلسی ”بحار الانوار جلد ۹“ میں لکھتے ہیں :-

احمد بن ہارون کا بیان ہے کہ: میں حضرت ابوالحسن امام علی نقی علیہ السلام کے گھر  
کے خیمے میں بیٹھا ہوا آپؐ کے ایک غلام کو پڑھا رہا تھا کہ آپؐ اپنے گھوڑے پر سوار  
ہو کر تشریف لائے۔ ہم احتراماً کھڑے ہو گئے اور آپؐ کی طرف پیش قدمی کی۔ لیکن  
ہمارے پہنچنے سے پہلے آپؐ گھوڑے سے اتر پڑے اور اپنے گھوڑے کی لگام خیمے کی  
ایک طناب میں اٹکا دی اور خیمے کے اندر تشریف لے آئے اور ہمارے ساتھ بیٹھ گئے۔

پھر فرمایا، اے احمد! میں نے کب جاؤں گے؟  
 میں نے کہا، آج شب ہی میں روانگی کا ارادہ ہے۔  
 آپ نے فرمایا، ایک خط لکھتا ہوں، فلاں تاجر کو دے دینا۔  
 میں نے عرض کیا، بہت اچھا۔ لکھ دیجئے۔  
 آپ نے غلام سے کاغذ اور دوات طلب فرمایا۔  
 وہ غلام کاغذ اور دوات لانے کے لیے گیا۔  
 اسی دوران آپ کے گھوڑے نے ہنہانا اور دم ہلانا شروع کیا۔  
 آپ نے اس سے فارسی زبان میں گفتگو شروع کی اور فرمایا۔ کیوں پریشان ہو۔  
 وہ دوبارہ ہنہانیا۔

آپ نے اُسے ہاتھ سے تھپتھپایا، اور فارسی زبان میں فرمایا، لجام چھڑالے باغ  
 کے ایک گوشے میں جا اور وہیں اپنی ضروریات (پیشاب اور لید) سے فارغ ہو کر آجا  
 اور اسی مقام پر آ کر کھڑے ہو جانا۔

گھوڑے نے اپنا سر اٹھایا، لجام چھڑائی اور باغ کے ایک گوشے میں خیمے کی پشت  
 کی طرف ایسی جگہ چلا گیا کہ کسی کی نظر اُس پر نہ پڑے۔ وہیں اُس نے پیشاب اور لید  
 کیا، پھر اپنے مقام پر واپس آ کر کھڑا ہو گیا۔

یہ سب کچھ دیکھ کر خدا ہی جانتا ہے کہ میرے دل پر کیا اثر ہوا، دل میں شیطان نے  
 وسوسہ ڈالا۔

آپ نے فرمایا، اے احمد! اللہ تعالیٰ نے محمدؐ و آلِ محمدؐ اور داؤدؑ اور آلِ داؤدؑ کو جو کچھ  
 عطا فرمایا ہے اس کے پیش نظر جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کو بڑی بات نہ سمجھو۔  
 میں نے عرض کیا: فرزندِ رسول! آپ نے سچ فرمایا، مگر یہ بتائیے کہ اس نے آپ  
 سے کیا کہا تھا، اور آپ نے اس کا کیا جواب دیا؟

آپؐ نے فرمایا، گھوڑے نے مجھ سے کہا، آقا! اٹھیے اور سوار ہو کر گھر چلیے تاکہ میں فارغ ہو جاؤں۔

میں نے پوچھا، مگر تم کو اس قدر عجلت اور پریشانی کیوں درپیش ہے؟  
اس نے کہا، میں تھک گیا ہوں۔

میں نے کہا کہ یہاں پر مجھے ایک کام ہے۔ یعنی مدینہ ایک خط لکھ کر بھیجنا ہے اس سے فارغ ہو کر چلوں گا۔

اس نے کہا، مگر مجھے پیشاب وغیرہ کی حاجت درپیش ہے اور آپؐ کے سامنے یہ کام کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔

میں نے کہا، اچھا اس باغ کے ایک گوشے میں جا کر فارغ ہو جاؤ، پھر اس نے وہ کیا جو تم نے دیکھا۔ (بخاری الانوار)

سرکش گھوڑا بھی امام حسن عسکری علیہ السلام کا مطیع ہو گیا:

احمد بن حارث قزوینی کا بیان ہے کہ میں اپنے والد کے ساتھ سرمن رائے میں رہتا تھا۔ وہاں میرے والد حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصطلیل میں نعل بند تھے۔

عباسی حکمران مستعین کے پاس ایک گھوڑا تھا، جس کے قد کی بلندی اور خوبصورتی میں کوئی اس کا مثل نہ تھا۔ مگر وہ نہ تو اپنی پشت پر زین کسے دیتا اور نہ منہ میں لگام لگانے دیتا تھا۔ تمام گھوڑوں کو سدھانے والے جمع ہو گئے۔ سب نے اپنی اپنی تدبیر کی مگر کوئی بھی اس کی پشت پر سواری نہ کر سکا۔

مستعین باللہ کے بعض مصاحبوں نے کہا، آپ اپنا آدمی بھیج کر حضرت حسن بن الرضا (امام حسن عسکری) علیہ السلام کو کیوں نہیں بلا لیتے۔ کیونکہ یا تو وہ اس پر سوار ہو جائیں گے ورنہ یہ گھوڑا ان کا کام تمام کر دے گا۔

مستعین نے آدمی بھیج کر حضرت ابو محمد علیہ السلام کو بلاوا، اور میرے والد بھی آپؐ

کے ساتھ مستعین کے پاس گئے۔

جب آپ مستعین کے گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا، کہ گھر کے صحن میں وہ گھوڑا موجود ہے۔ آپ نے اپنا ہاتھ اس گھوڑے کی پشت پر رکھا اور ہاتھ رکھتے ہی گھوڑے کو پسینہ آگیا آپ آگے بڑھے اور مستعین کے پاس پہنچے۔

اُس نے آپ کو خوش آمدید کہا اور بولا، ذرا آپ اس گھوڑے کے منہ میں لگام لگادیں۔

آپ نے میرے والد سے فرمایا، جاؤ اس کو لگام لگا دو۔

مستعین نے کہا، نہیں، بلکہ میں چاہتا ہوں کہ آپ ہی لگام لگادیں۔

آپ نے فرمایا، اچھا، اگر تم یہی چاہتے ہو تو میں ہی اس کو لگام لگائے دیتا ہوں۔

یہ کہہ کر آپ اٹھے اپنی چادر ایک طرف رکھی اور بڑھ کر اُس گھوڑے کے منہ میں

لگام لگادی، اور واپس آکر اپنی جگہ بیٹھ گئے۔

مستعین نے کہا، ذرا اس کی پشت پر زین بھی تو کس دیں۔

آپ نے میرے والد سے فرمایا، جاؤ اس پر زین کس دو۔

مستعین نے کہا، نہیں زین بھی آپ ہی کس دیں تو بہتر ہوگا۔

آپ پھر اٹھے اور اُس پر زین کس کر پلٹ آئے۔

مستعین نے کہا، کیا آپ اس پر سوار بھی ہو سکتے ہیں؟

آپ نے فرمایا، کیوں نہیں۔

یہ کہہ کر آپ بڑھے، اور گھوڑا بھی چپ چاپ کھڑا رہا۔ آپ بلا مزاحمت اس پر سوار

ہو گئے، اُس کی ڈلکی چال پر ڈالا، تو وہ بہترین رفتار سے چلنے لگا۔ پھر آپ اتر کر واپس

آگئے۔

مستعین نے کہا، اس پر آپ کو امیر المؤمنین نے بٹھایا۔

حضرت ابو محمدؓ نے میرے والد سے فرمایا، جاؤ اس گھوڑے کی لگام پکڑو اور لے چلو۔ وہ اُس کی لگام پکڑ کر لے آئے۔ (مناقب جلد ۴ صفحہ ۴۳۸، مختار الخراج)

اس گھوڑے کو شام سے قبل ہی فروخت کر دو:

(امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا)

علی بن زید بن علی بن الحسین بن زید بن علی سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میرے پاس ایک گھوڑا تھا جس پر مجھے بہت ناز تھا اور اکثر مجلسوں اور صحبتوں میں، میں اس کا تذکرہ کیا کرتا تھا۔

ایک دن میں اس پر سوار ہو کر حضرت ابو محمد امام حسن عسکریؑ کے گھر پہنچا۔

آپؑ نے پوچھا، وہ گھوڑا کہاں ہے؟

میں نے کہا، وہ آپؑ کے دروازے پر کھڑا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، اگر کوئی گا بک ملے تو اس کو شام ہونے سے پہلے ہی فروخت کر دو۔

اس میں دیر نہ کرو۔

آپؑ ابھی یہیں تک کہنے پائے تھے کہ کوئی آگیا اور بات کٹ گئی۔

راوی کا بیان ہے کہ میں اس فکر میں وہاں سے اُٹھ کر چلا اور جا کر اپنے بھائی سے

اس کا تذکرہ کیا۔

اُنھوں نے کہا، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں کیا رائے دوں۔

میں ابھی اسی پس و پیش میں تھا کہ شام ہو گئی۔ مغرب کی نماز سے فارغ ہوا تو

سائیس دوڑا ہوا آیا، اور بولا: آپ کا گھوڑا ابھی ابھی ایک بیک مر گیا۔

اب میری سمجھ میں آیا کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام نے اسی امر کی

طرف اشارہ کیا تھا۔

دوسرے دن میں حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا

اور دل میں یہ کہہ رہا تھا کہ کاش آپ اس گھوڑے کی جگہ کوئی دوسرا گھوڑا دے دیتے۔  
مگر میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی آپ نے فرمایا، ہاں ہاں میں اس گھوڑے کی جگہ  
تخصیص دوسرا گھوڑا دیتا ہوں۔

یہ کہہ کر آپ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ میرا کمیت رنگ کا گھوڑا انھیں دے دو۔  
پھر مجھ سے فرمایا، یہ تمہارے اُس گھوڑے سے بہتر ہے اس کی عمر بھی طویل ہے اور  
اس کی چال بھی اچھی ہے۔ (مختار الخراج صفحہ ۲۱۴)

اعلام الوری، ارشاد اور کافی میں بھی علی بن زید سے اسی کے مثل روایت ہے۔  
(اعلام الوری صفحہ ۳۵۲، ارشاد صفحہ ۳۲۳، کافی جلد ۱ صفحہ ۵۱۰)

گھوڑے کی اہمیت حضراتِ آئمہ معصومین کی نظر میں:

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں:-  
جو شخص گھوڑا پالے اور ہم اہل بیت کے خروج کا منتظر ہو اور ہمارے دشمنوں کو وہ  
گھوڑا دکھا دیکھا کر غصہ دلائے تو اللہ تعالیٰ اُس گھوڑے کی روزی بہم پہنچاتا ہے اور اُس  
شخص کا سینہ کشادہ کرتا ہے اور اُس کی آرزوئیں اور حاجتیں بر لاتا ہے۔

(تہذیب الاسلام.. ص ۴۹۸)

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس شخص کے ہاں ایسا سُرنگ  
گھوڑا ہو جس کی پیشانی پر چھوٹا یا بڑا سفید ٹیکا ہو وہ اچھا ہے اور اگر پچکلیان ہو تو میرے  
نزدیک اور بھی اچھا ہے، جس گھر میں ایسا گھوڑا ہو گا افلاس و پریشانی اُس گھر میں نہ آئے  
گی اور جب تک وہ گھوڑا صاحبِ خانہ کی ملکیت میں رہے گا اُس گھر میں ظلم راہ نہ  
پائے گا۔ (تہذیب الاسلام ص ۳۹۹)

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص علی الصبح اپنے گھر سے یا  
کسی دوسرے کے گھر سے نکلے اور پچکلیان سُرنگ گھوڑا اُس کو نظر آئے اور اُس پر نظر



پڑ جائے تو اُس دن خوش قسمتی ہی خوش قسمتی پیش آئے گی اور جتنی اُس کی پیشانی کی سفیدی زیادہ ہوگی اتنی ہی خوش حالی اور خوش نصیبی زیادہ ہوگی اور اگر کوئی شخص کسی کام کے لیے جائے اور اس قسم کے گھوڑے پر اُس کی نظر پڑے تو وہ حاجت پوری ہوگی۔

(تہذیب الاسلام ص ۴۹۹)

حضرت رسول خدا سے منقول ہے کہ گھوڑے کا مبارک ہونا یہ ہے کہ اُس کا رنگ سُرنگ ہو یا عقیق یمنی رنگ ہو اور پیشانی سفید ہو اور تین ہاتھ پاؤں سفید ہوں یعنی داہنے ہاتھ میں سفیدی نہ ہو۔ (تہذیب الاسلام... ص ۵۰۰)

حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ میرے گھوڑے یا سچر نے کبھی ٹھوکر نہیں کھائی (سکندر ری نہیں کھائی) کیونکہ میں نے سوار ہو کر کسی کی کھیتی کو پامال نہیں کیا۔

(تہذیب الاسلام... ص ۵۰۹)

جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام رکاب میں پاؤں رکھتے تھے تو یہ فرماتے

تھے:-

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ۝ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا  
لَمُنْقَلِبُوْنَ (سورہ زخرف.. آیت ۱۳)

”پاک و پاکیزہ ہے وہ خدا جس نے ان چوپایوں کو ہمارا مطیع کیا حالانکہ ہم میں ان کے زیر کرنے کی طاقت نہ تھی اور ہم سب کی بازگشت خدا کی طرف ہے۔ حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ جب رکاب میں پاؤں رکھو تو ذکر خدا کرو اور یہ کہہ لو (مندرجہ بالا آیت پڑھو) (تہذیب الاسلام ص ۵۰۶)

(پی آئی اے کا جہاز جب پرواز کے لیے تیار ہوتا ہے یہی آیت تلاوت کی جاتی ہے)



دسواں باب

تاریخ اسلام میں  
ذوالجناح کی اہمیت  
(خطابت کے نادر شہ پارے)

## .....﴿ دسواں باب ﴾.....

- ۱۔ تاریخ اسلام میں ذوالجناح کی اہمیت (عماد الدین حسین، عمادزادہ اصفہانی)
- ۲۔ ذوالجناح کا جواز قرآن سے (علامہ شیخ عبدالعلی ہروی)
- ۳۔ اوصاف ذوالجناح (مولانا سید محمد مجتبیٰ نوکانوی)
- ۴۔ کربلا کے وفادار گھوڑے (مولانا سید حسن ضیاء مروہوی)
- ۵۔ شبیبہ ذوالجناح (مولانا نذیر حسین قمر وزیر آبادی)
- ۶۔ احوال ذوالجناح (مولانا سید محمد تقی بخاری)
- ۷۔ شہادت امام حسینؑ پر وفادار ذوالجناح کا اظہارِ غم (مولانا سید نجم الحسن کراروی)
- ۸۔ ذوالجناح (مولانا سید علی نقی نقوی لکھنوی)
- ۹۔ ذوالجناح (مولانا علی حضور غنچنی)
- ۱۰۔ ذوالجناح یا مرتجز (علامہ سید محمد جعفر الزمان نقوی البخاری)
- ۱۱۔ ذوالجناح سبطِ بیہیمہ (علامہ طلیس ترمذی کربلائی)

# تاریخ اسلام میں ذوالجناح کی اہمیت

تحریر:- عماد الدین حسین، عمادزادہ اصفہانی، ایران

روزِ عاشورہ حضرت عباسؓ ”مُرْتَجَز“ پر سوار تھے، حضرت علی اکبرؓ  
 ”عقاب“ پر، حضرت قاسمؓ ”میون“ پر اور امام حسینؓ ”ذوالجناح“  
 پر سوار تھے۔

جس زمانے میں حضرت عبدالمطلبؓ خانہ کعبہ کے محافظ تھے بزرگانِ مکہ اور قریش کی ایک جماعت کے ہمراہ سیف بن ذی یزن، بادشاہ یمن کے پاس برائے تہنیت تشریف لے گئے۔ بہار کا موسم تھا اور فضا معتدل تھی۔ سیف نے حضرت عبدالمطلبؓ اور اُن کے ہمراہیوں کا استقبال شایانِ شان کیا۔ ایک روز سیف نے حضرت عبدالمطلبؓ کو بلایا اور تنہائی میں گفتگو کی اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ سے ایک راز کے متعلق جس کو میں نے آج تک کسی پر ظاہر نہیں کیا بات چیت کروں مگر شرط یہ ہے کہ آپ اس بات کا عہد کریں کہ جب تک میں زندہ ہوں آپ اس راز کو کسی پر افشاء نہ کریں گے اور اس کی حقیقت سے مجھ کو مطلع کریں گے۔ حضرت عبدالمطلبؓ نہایت توجہ سے سیف کے کلام کو سنتے رہے۔ سیف نے کہا کہ میں نے توریت اور زبور میں دیکھا ہے اور اپنے بزرگوں سے سنا کہ مکے میں قریش کے خاندان میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو خوب صورت اور اچھے قد و قامت والا ہوگا اور کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت ہوگی اور بادل اس کے سر پر سایہ کرے گا اور کاندھوں کے درمیان دو جملے لکھے ہوں گے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ محمد رسول اللہ“ اور وہ قیامت کے دن شفیع

بزرگ ہوگا۔

دوسری نشانی اُس کی یہ ہے کہ اس کے ماں اور باپ فوت ہو جائیں گے اور اس کے دادا اور چچا اس کی پرورش کریں گے۔ میں نے اُس کی یہ صفات بنی اسرائیل کی کتابوں میں دیکھی ہیں۔ کیا آپ نے اس مسئلے کے متعلق کسی سے سنا ہے؟ حضرت عبدالمطلبؑ نے جواب دیا، ہاں وہ میرا پوتا محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔ وہ پیدا ہو گیا ہے اور اب اس کی عمر چھ سال کی ہے۔

سیف نے حضرت عبدالمطلبؑ کو گواہ بنایا اور کہا کہ میں اس پر ایمان لاتا ہوں۔ اس راز کو یہودیوں سے مخفی رکھیے گا کیونکہ وہ اس کے دشمن ہیں اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میری زندگی وفا کرے گی تو میں مع اپنے لشکر اور خدام کے مدینے میں جو اس کا پایہ تخت ہوگا اور جہاں وہ مدفون ہوگا اس کی نصرت کے لیے بسر و چشم حاضر ہوتا۔ میں یہ تحفے اس کے لیے بھیجتا ہوں اور اس سے میرا سلام کہہ دیجئے گا۔

حضرت عبدالمطلبؑ اور اُن کے ساتھیوں کو سیف نے اس قدر تحفے از قسم سونا چاندی، سواری کے گھوڑے، اونٹ اور کپڑے دیئے کہ وہ سب مال دار ہو گئے، ان میں دو بیٹی چادریں، دو اونٹ و خیر اور چند گھوڑے آنحضرتؐ کے لیے بھیجے اور ایک گھوڑے کی بہت تعریف کی اور کہا کہ اس کا نسب اس گھوڑے تک پہنچتا ہے جس کا نام ”ازرتح جنوب“ تھا اور تمام عربستان میں اس کا نظیر نہ تھا، اس گھوڑے کا نسل نامہ بھی دیا ہے۔ علامہ مجلسی نے بحار کی چھٹی جلد میں اس گھوڑے کا ذکر تفصیل سے کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کا نام عقاب تھا۔ سرکارِ دو عالم کے پاس ۲۰ گھوڑے تھے جن میں کچھ آنحضرتؐ نے خریدے اور کچھ لوگوں نے بطور ہدیہ پیش کئے تھے اور ان گھوڑوں میں سے تین آنحضرتؐ کی وفات کے بعد تک زندہ رہے یعنی ایک عقاب دوسرا ثجر، تیسرا جناح جو ذوالجناح کے نام سے مشہور تھا۔ ان گھوڑوں نے غزوں میں سختیاں اور نبوت

دولایت کا بارگراں اٹھایا۔ کہتے ہیں کہ سرور کائنات جس گھوڑے پر سوار ہوتے تھے اس کے دانت اور جسمانی قوت باقی رہتی تھی اور یہ تین گھوڑے بالخصوص رسول خدا کی سواری میں رہتے تھے۔ آنحضرت کی وفات کے بعد حضرت علیؑ ان پر سوار ہوئے اور جنگ صفین میں بالخصوص سوار ہوئے تھے۔

عقاب پانچ سال کا تھا جب ہدیے میں آیا اور ۵ سال رسالت مآب کی سواری میں رہا اور ۳۰ سال حضرت علیؑ اور ۱۰ سال حضرت حسنؑ اور ۱۰ سال حضرت حسینؑ کی سواری میں رہا اور روز عاشور اس کی عمر ۱۲ سال کی تھی۔

مؤرخین نے مُرتجز اور ذوالجناح کی بھی مفصل تاریخ لکھی ہے۔

حضرت امام حسینؑ نے کچھ گھوڑوں کو جو حضرت کو ہدیے میں ملے تھے یا خود خریدے تھے، جو انان بنی ہاتم جو آپ کے ہمراہ کر بلا گئے تھے ان میں تقسیم کر دیئے تھے ان میں سے عقاب کو حضرت علی اکبر کو، مُرتجز کو حضرت عباسؑ کو اور میمون کو حضرت قاسمؑ کو دیا اور ذوالجناح کو اپنی سواری میں رکھا۔ مُرتجز کا رنگ نقری تھا، عقاب کا رنگ سرخ تھا اور ذوالجناح کا رنگ حنائی تھا اور پیشانی پر سفید ٹیکا تھا۔ چونکہ گھوڑا با وفا جانوروں میں سے ہے یہ گھوڑے سب گھوڑوں سے زیادہ با وفا تھے۔ روایت میں ہے کہ ان گھوڑوں نے روز عاشور اس قدر گر یہ کیا اور اپنے سر کو زمین پر اتنا پٹکا کہ مر گئے۔

حضرت عباسؑ جو بلند تھے مُرتجز پر سوار ہو کر با شان و شوکت میدان میں آتے تھے اور آپ اور آپ کا گھوڑا سب سے بلند رہتے تھے لیکن روز عاشور آپ نے مار دین صدیف کو قتل کر کے اُس کے گھوڑے ”طاویہ“ پر قبضہ کر لیا اور اس پر سوار ہوئے اور اپنے گھوڑے کو ہنکا کر خیموں کی طرف واپس کر دیا۔ یہ طاویہ وہی گھوڑا ہے جو ”روز سباب مدائن“ حضرت امام حسنؑ کی سواری میں تھا اور دشمنوں نے آپ کا سب مال و اسباب لوٹ کر آپ کے گھوڑے طاویہ پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔

# ذوالجناح کا جواز قرآن سے

علامہ شیخ عبدالعلیٰ ہروی (لاہور)

ذوالجناح قرآن سے ثابت ہے، شبیہ ذوالجناح شعائر اللہ ہے، ذوالجناح کو یوسہ دینا احسن ہے، ذوالجناح نکالنا باعث خیر و برکت ہے۔ عاشور کے دن جلوس میں ایسے آؤ جیسے ابھی میدانِ کربلا سے آئے ہو۔

بہترین شے اعمال روز عاشور میں ذوالجناح کا نکالنا ہے۔ نفسِ عمل اگر اغراضِ شخصیہ و دیگر مفاسد و منا کر سے خالی ہو موجب تذکر ہے۔ کیونکہ اس کی ایک صورتِ اصلیہ واقعہ روز عاشور موجود ہے کہ خالی ذوالجناح خبر لے کر خیمہ گاہ میں حاضر ہوا تھا مگر جب اس کو بطور اسبابِ تماشا نکالا جائے مقصودِ اصلی سے خارج ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ بعض حضرات لباسِ فاخرہ پہن کر ذوالجناح کے ہمراہ جاتے ہیں۔ سگاریا سگریٹ منہ سے لگے ہوئے ہوتے ہیں، اور اغراضِ شخصیہ بھی شامل ہوتی ہیں۔ یہ باتیں بہت بُری ہیں اور مخل و مفرغرضِ اصلی ہیں۔ یہ عزاداری و سوگواری کا دن ہے نہ تماشا روزِ زینت کا۔ روز عاشور تماشا نہ تھا قیامتِ صغریٰ پہنچی۔ کیا یہ تماشا تھا کہ باپ بیٹوں کو خون میں نہایا ہو ادیکھ رہا تھا، مائیں اپنے جگر کے ٹکڑے پاش پاش دیکھ رہی تھیں، بہنیں بھائیوں کے ذبح ہونے کا نظارہ کر رہی تھیں۔

اگر ہم ذوالجناح لے کر غرضِ اصلی کے حاصل کرنے کے لیے جائیں تو بہتر ہے ورنہ اگر سیر و تماشا کی غرض سے ہے تو بہت بُرا ہے۔ ہم کو ذوالجناح اس طرح نکالنا چاہیے اور ہماری صورت ایسی ہونی چاہیے کہ جو بے خبر لوگ سیر و تماشا کی غرض سے

آتے ہیں وہ بھی ہم کو دیکھ کر ایسے متاثر ہوں کہ ہمارے ساتھ شریک ہو جائیں اور تماشا  
بھول جائیں۔

## ذوالجناح کا جواز قرآن سے:

ذوالجناح وغیرہ کے بنانے اور نکلنے کا جواز قرآن سے ثابت ہے اور آیہ ذیل  
اس پر ”وال يعلمون له ما يشاء من محاريب و ثنا و جفان كالجواب  
وقدور الراسيات رسباع“ یعنی بنی جان حضرت سلیمانؑ کو محراب ہائے عبادت  
انبیائے سابقین اور ان کی تمثالیں بنا کر دیا کرتے تھے اور حضرت سلیمانؑ بغرض تذکرہ  
بنوایا کرتے تھے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ تذکرہ (یاد) کی غرض سے تمثالیں  
وغیرہ بنوانا جائز ہے اور فعل پیغمبر لہذا ذوالجناح بنانا، شبیرہ روضہ امام حسینؑ وغیرہ بنانا جائز  
ہے مگر غرض وہی ہونی چاہیے جو پیغمبر یعنی حضرت سلیمانؑ کی تھی یعنی محض تذکرہ کی غرض  
سے بنائے جائیں نہ کہ عبادت کے واسطے مطلب صرف یہ ہو کہ ہماری ساری توجہ کر بلا  
کی طرف منعطف رہے اور اس خونی منظر کی اصلی تصویر آنکھوں میں پھر جائے۔ ان  
تمثالوں کو اگر کوئی صاحب اثر سمجھے کہ یہ بذا تھا ہمارے واسطے کچھ کر سکتی ہیں یا اثر رکھتی  
ہیں تو وہ مرتکب فعل حرام ہے اور گنہگار۔ یہی وجہ بُت پرستوں کی مذمت کی ہے کہ وہ  
نفسِ تمثال و تصاویر کو صاحب اثر جانتے تھے اور جانتے ہیں۔ اول اول حضرت  
اور یسٰ کے شاگردوں نے بغرض تذکرہ انبیا علیہم السلام کی تصویریں اور پھر تمثالیں  
بنائیں۔ ایک مدت کے بعد لوگوں نے ان کو عبادت میں داخل کر لیا اور ان کی پرستش  
کرنے لگے۔ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے تک اس کا رواج ہو گیا تھا اسی واسطے حضرت  
ابراہیمؑ اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں ”ما هذا التماثيل التي انتم لها  
عاكفون“۔ یعنی یہ تمثالیں کیا ہیں تم جن کے گرد ہورہے ہو۔ تمام بُت پرست ان  
بتوں کو خدا نہیں جانتے تھے بلکہ نفسِ تمثال کو عند اللہ شفیع جانتے ہیں لیکن چونکہ خود ساختہ



پتھر قابلِ شفاعت نہیں ہو سکتے اس لیے ان کو مشرک کہا گیا کہ وہ ان کو مظاہرِ صفاتِ خدا جانتے تھے مگر رفتہ رفتہ ان کو معبود بھی کہنے لگ گئے اور لفظ ”الہ“ اُن پر بولا جانے لگا۔ غرض ان تماثیل کی دو صورتیں ہیں۔ ایک جائز یعنی جبکہ محض تذکرے کے واسطے ہوں۔ دوسری ناجائز جبکہ ان کو صاحبِ اثر و حقیقی شفع سمجھا جائے

مسئلہ تعظیم:

اب رہا یہ امر کہ جن چیزوں کو بغرض تذکر بنایا جائے ان کی تعظیم بھی جائز ہے یا نہیں؟ ہاں صاحبِ خیر و برکت اشیا کی تعظیم جائز ہے اور قرآن اس پر شاہد ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے۔ ”ان الصفا و المروۃ من شعائر اللہ بے شک کہ وہ صفا و مروہ شعائرِ الہیہ سے ہیں و البدن جعلنہا من شعائر اللہ، قربانی کے اونٹ کو ہم نے شعائر سے قرار دیا ہے۔ پھر فرماتا ہے ”وَمَنْ يَعْظُمْ شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب“ یعنی جو شعائرِ اللہ کی تعظیم کرے تو یہ بات اس کے دلی تقویٰ کی نشانی ہے لیکن تعظیم کے یہ معنی نہیں جو ہندوستان میں عام طور پر خیال کئے جاتے ہیں یعنی سامنے جھکنا، سرنگوں ہونا، سجدہ کرنا۔ جن شعائر کی تعظیم کا خدا نے حکم دیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو سجدہ کیا جائے یا ان کے سامنے سرنگوں ہوں اور نہ ایسا کیا جاتا ہے بلکہ تعظیم کے یہ معنی ہیں کہ انھیں دیکھ کر خدا کو یاد کریں اور اس کا ذکر کریں جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ ”فاذکر واسم علیہا“ یعنی اس پر اس خدا کا ذکر کرو۔ شعائر کے معنی علامات و نشانیاں ہیں۔ پس شعائرِ اللہ وہ خاص نشانیاں ہیں جہاں ذکرِ الہی کا حکم ہے اور جہاں اور جن سے خدا کی یاد تازہ ہوتی اور عظمت پیدا ہوتی ہے۔ ہر شے کی تعظیم اس کی شان کے موافق ہوتی ہے۔ مسجد کی تعظیم یہ ہے کہ وہاں عبادتِ خدا بجالائی جائے اور عبادت و ذکرِ خدا کے علاوہ اور کاموں سے اجتناب کیا جائے، اس کو پاک و صاف رکھا جائے۔ و قس علی ذالکم

## مس کرنا و بوسہ دینا:

جس طرح اشیائے متبرکہ کی تعظیم جائز ہے اسی طرح ان کو مس کرنا، بوسہ دینا بھی نامشروع نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی الصباح اصطلب میں تشریف لے جاتے تھے اور گھوڑوں کی پیشانی پر ہاتھ پھیرتے تھے اور فرماتے تھے "الخیل معقودۃ بنوا صیہا الخیر الی یوم القیامۃ" یعنی گھوڑوں کی پیشانی سے تاقیامت خیر وابستہ ہے۔ پس جس میں خیر و برکت ہو اس کی تقبیل اور اس پر ذکر خدا کرنا منع نہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب جہاد پر گھوڑے بھیجتے تھے تو ان کی گردنوں اور ٹانگوں وغیرہ پر ہاتھ پھیرتے تھے اور مس کرتے تھے۔ "اذ عرض علیہ بالعشی الصافنات الجباد فقال انی اجبت حب الخیر عن ذکر ربی حتی توارت بالحجاب ردوہا علی فطقق مسحا بالسوق والاعناق" ایک ایک گھوڑا حضرت سلیمانؑ پر پیش کیا جاتا تھا اور حضرت ان کی گردن اور ٹانگوں پر ہاتھ پھیرتے جاتے تھے۔ غرض باخیر و برکت اشیاء کو مس کرنا درست و مباح ہے اور فعل انبیاء علیہم السلام و علی ہذا القیاس۔ بوسہ دینا یا تو بوجہ محبت ہوتا ہے جیسا کہ ماں باپ بیٹے کا منہ چومتے ہیں۔ اس کی تعظیم کے لیے ایسا نہیں کرتے بلکہ بوجہ محبت اور کبھی بوسہ تبرکاً و تمیناً دیا جاتا ہے جس طرح کہ قرآن اور جلد قرآن کو بوسہ دیتے ہیں۔ جلد قرآن معمولی چمڑہ ہوتا ہے مگر قرآن کی جلد کہلانے اور قرآن کے ساتھ ملحق ہونے سے وہ بھی بابرکت ہو گیا کہ اس کو چومتے اور بوسہ دیتے ہیں۔ اسی طرح غلاف خانہ کعبہ سے ملحق ہونے سے بابرکت ہو گیا اور اس کو بوسہ دینا، مس کرنا مستحب ہے کیونکہ خانہ کعبہ محل خاص نزول رحمت پروردگار ہے بلکہ اشیائے متبرکہ کہ ایک اثر بھی رکھتی ہیں اور ایسے ہی ان کو مس کرنا اور بوسہ دینا دیکھو قصہ سامری۔

سامری قوم فرعون سے تھا۔ جب قوم کے غرق ہونے کا حکم ہوا اور بنی اسرائیل کو

حکم ہوا کہ وہ دریا سے گزر جائیں اور دریا شق ہو گیا۔ ایک سوار بنی اسرائیل کے آگے آگے چلنے لگا تاکہ وہ خائف نہ ہوں۔ سامری نے دیکھا اس سوار کے گھوڑے کے سُموں کے نیچے کی خاک متحرک ہے اور ایک کیفیت حاصل رکھتی ہے سمجھا کہ اس میں کچھ اسرار ہے اور اس سوار کے گھوڑے کے سُموں کے نیچے کی کچھ خاک اٹھا کر اپنے پاس رکھ لی اور بنی اسرائیل دریا سے گزر گئے۔ پھر جب اس کے نفس نے بہکا یا اور حضرت موسیٰ کی غیبت میں اس نے ایک سونے کا ٹھٹھرا بنایا تو اس میں وہی خاک ڈالی تو اس سے ایک آواز پیدا ہو گئی۔ "عجلا جسد الہ خوار" اور جب اس سے دریافت کیا گیا کہ یہ کون سا لہ متحرک کیوں ہے؟ اور بولتا کیوں ہے تو اس نے جواب دیا۔ "قبضت قبضۃ من اثر الرسول" کہ میں نے رسول (قاصد مراد جبرئیل) کے نشان قدم کی خاک ایک مٹھی بھر کر اٹھائی تھی اس کو میں نے اس میں ڈال دیا تو یہ بولنے لگا۔ یعنی وہ سوار جو بنی اسرائیل کے آگے آگے تھا حضرت جبرئیل تھے اور ان کے گھوڑے کے سُموں کے نیچے کی خاک متحرک تھی اور اس کا یہ اثر ہوا کہ دھات کا جسم بولنے لگا گویا یہ اثر تھا برکت قدم حضرت جبرئیل کا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو چیزیں کسی باخیر و برکت سے منسوب اور ان سے متعلق ہیں وہ بھی باعث خیر و برکت و صاحب اثر ہو جاتی ہیں لہذا وہ چیزیں جو پیغمبر خاتم النبیین و افضل المرسلین اور ان کی اولاد طاہرین، مخدوم جبرئیل امین کی طرف منسوب اور ان سے متعلق ہیں وہ کیوں باعث خیر و برکت و صاحب اثر نہ ہوں گی اور یہ برکت و اثر دراصل منسوب الیہ کا اثر ہو گا نہ حقیقتاً اس شے منسوب کا۔ جب جبرئیل کے گھوڑے کے پیر کی خاک میں اثر ہے تو قدم ذوالجناح میں کیوں نہ ہو گا۔ حضرت رسول کافر جسے ذوالجناح کہتے ہیں اس کا اصلی نام مرتجز تھا۔ حضرت اکثر اسی پر سوار ہوتے تھے۔ روز عاشورا امام مظلوم اول نافعہ قصویٰ پر سوار ہوئے اور جس وقت حضرت کا چاروں طرف سے دشمن نے احاطہ کر لیا اس وقت

حضرت نے اس مرتبہ یعنی ذوالجناح کو طلب کیا اور اس پر سوار ہوئے اور یہ وہی مرتبہ ہے جس نے حضرت کی سُنائی خیمہ اہل حرم میں پہنچائی ہے۔ اسی طرح علم و نشان جو ان علموں کی شبیہ ہیں خود ایک اصلیت رکھتے ہیں اور جب علم نبوی کی طرف منسوب ہوں تو بہت ہی متبرک ہو جاتے ہیں اس لیے اُن کو مس کرنا اور بوسہ دینا ناروا نہیں ہے۔

بہر حال کل روزِ عاشورہ کی عزاداری گزشتہ محرم کے نوروز کا نتیجہ ہے چاہئے کہ کل تمہاری حالت ایسی ہو کہ گویا ابھی میدانِ کربلا سے آئے ہو اور دیکھنے والے تمہاری حالت سے متذکر ہوں اور عبرت پکڑیں وجعلناہم ائمة یہدون بامرنا الماصبروا صبراً لئلا یفترقوا منکم من بعدکم وہ دن ہے کہ امام مظلوم نے تمام اوصافِ نبوی و جملہ فرائض و احکام کو بجالا کے اور کر کے دکھلایا ہے تاکہ لوگ جان لیں کہ امامت و خلافت خاندانِ نبوی ہی سے مخصوص ہے۔

(”مواظف حنفیہ“ مطبوعہ لاہور ۱۹۱۲ء صفحہ ۱۵۸ تا ۱۶۲)

# اوصاف ذوالجناح سید الشہداء

مولانا سید محمد مجتبیٰ نوگانونی (فقہ، صدر الافاضل)

اوصاف ذوالجناح سید الشہداء، امام کا وارد کر بلا ہونا، ذوالجناح کا  
خبر شہادت خیمے میں لانا، راکب و مرکب کا میدان حشر میں آنا

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي كِتَابِ الْمَجِيدِ وَخَطَابِهِ الْحَمِيدِ  
وَالْعَادِيَّاتِ ضَبْحًا فَالْمُورِيَّاتِ قَدْحًا فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا فَأَوْسَطْنَ بِهِ  
جَمْعًا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ۔ اقدس باری ارشاد فرماتا ہے کہ عادیوں کے  
سر پٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جو تھنوں سے فرائے لیتے ہیں پھر پتھر پر ٹاپ مار  
کر چنگاریاں نکالتے ہیں پھر صبح کو چھاپا مارتے ہیں تو دوڑ دھوپ سے غبار بلند کر دیتے  
ہیں پھر دشمن کی فوج میں گھس جاتے ہیں ان تمام صفات والے گھوڑوں کی قسم کہ انسان  
اپنے پروردگار کا ناشکرا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت غزوة ذات السلاسل کے متعلق  
امیر المؤمنین کے گھوڑوں کی شان میں نازل ہوئی ہے لیکن چونکہ قسم ایسی چیز کی کھائی  
جاتی ہے جو صفات خاصہ اور کمالات فاضلہ میں اعلیٰ ترین مرتبے پر فائز ہو اس لیے ممکن  
ہے کہ اس کلام میں نظر قدرت کسی ایسے گھوڑے کی طرف بھی ہو جو صفات و کمالات  
میں ان گھوڑوں سے کہیں برتر ہو جس کے اوصاف میں عقول بشریہ عاجز ہوں۔ حکمائے

گھوڑوں سے عمر میں دو چند، قوت میں وہ چند، فہم و فراست میں صد چند اپنے سوار کی مزاج شناسی میں ہزار چند ہو اور جس کی مثال روئے زمین پر نمل سکے۔

پری سے بڑھ کے چھب اس کی دلاویز نگاہ چشمِ قدسی سے سبک خیز  
سبک رفتار شوخی کے علاوہ نہ پائے وہم جس کو وہ چھلاوہ  
پری سے خوب تر آنکھوں کا جو بن زیادہ شیر سے خوں ریز چتون  
اسد بیت فلک پیکرِ قمر شمس عنائیں دونوں جوڑہ سنبلہ دم  
سمندر فکر اس کے سامنے لنگ فضائے وہم اس کے سامنے تنگ

اگر اور گھوڑوں پر اصحابِ رسول اور عام مجاہدین سوار ہوئے ہوں تو اس کی پشت پر رسول و امام جلوہ فگن ہوئے ہوں اس کو یہ شرف بھی حاصل ہو کہ جیسے اس کا راکب راکبِ دوشِ رسول ہو اس کو یہ فخر بھی حاصل ہو کہ جیسے اُس کا سوار تین دن بھوکا پیاسا رہا ایسے ہی وہ بھی رہا۔ اس میں یہ بھی صفت ہو کہ جیسے مومنین اس کے راکب کو یاد کر کے روتے ہیں اور یہ موجب ثواب ہے اسی طرح اسے بھی یاد کر کے روتے ہیں اور یہ بھی باعثِ اجر ہے۔ اس کی ماہیت کوئی کیا سمجھ سکتا ہے اور معجزہ کب کسی کی سمجھ میں آتا ہے۔ یہ گھوڑا اپنے مالک کا اس قدر ہمدرد ہے کہ اثنائے سفرِ مصیبت اثر میں ہر منزل پر کھٹکتا ہے مگر مالک کی مرضی پر چلتا ہے، جانتا ہے جہاں جانا ہے وہیں جا کر رُک گیا۔ سید الشہداء اترے اور دوسرے گھوڑے پر سوار ہوئے مگر وہ بھی آگے نہ بڑھا سکی کہ سوارِ دوشِ رسول نے چھ گھوڑے بدلے۔ اب لشکرِ حسینیٰ اور لشکرِ حُرّ میں رد و بدل ہونے لگی۔ زمیندارانِ حاضر یہ دنیوا آگئے۔ حضرت نے وہاں کے باشندوں سے پوچھا کہ اس زمین کا کیا نام ہے انہوں نے نام نہیں بتلایا شاید یہ خیال ہو کہ نام کر بلاں کر آپ کی دل شکنی ہوگی اور دخترانِ علی وفاطمہ ملول ہوں گی کہنے لگے سَسْرٌ وَلَا نَسْتَلُّ يَا بَنِ رَسُولِ اللَّهِ آپ اس کا نام نہ پوچھیے آگے تشریف لے جائیے۔ حضرت نے ان کو

قسم دے کر نام پوچھا اور بہت اصرار کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ صحرائے نینوا ہے فرمایا  
اسے کچھ اور بھی کہتے ہیں عرض کیا اسے شیط فرات بھی کہتے ہیں فرمایا اور کوئی نام بھی ہے  
اب وہ لوگ مجبور ہو گئے اور کہا کہ یا حضرت اسے کربلا بھی کہتے ہیں **فَعِنْسَةَ ذٰلِكَ**  
**نَنَفْسِ الصَّعْدَاءِ وَبِكِي بُكَاةٍ سَدِيدًا** فرزندِ ہرہ نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور  
بہت روئے پھر وہاں سے ایک مٹھی خاک اٹھائی اور اپنی جب میں سے بھی کچھ خاک  
نکالی دونوں کو سونگھا اور فرمایا کہ جب میں پیدا ہوا تھا تو اسے جبرئیل امین میرے نانا کے  
پاس لائے تھے اور کہا تھا کہ یہ مقتلِ حسینؑ کی خاک ہے میں دیکھتا ہوں کہ یہ دونوں  
مٹیاں ایک دوسرے سے ملتی ہیں:-

**فَفِي هَذِهِ يَأْقَوْمٌ قَلِيلٌ وَ مَصْرِعِي وَهَتُّكَ حَرِيمِي عَاجِلًا لَا مَوْجِلًا**  
**أَيُّهَا النَّاسُ** میرا مقتل اور مقامِ شہادت یہی ہے اور میرے اہل حرم یہیں بے پردہ  
ہوں گے۔

اس گھوڑے میں یہ وصف بھی تھا کہ جناب عباسؑ تو اس کی رکاب تھا ماہی کرتے  
تھے مگر چند اور بزرگواروں کا رکاب تھا ماٹا قابلِ عبرت ہے۔ ایک تو وہ زمانہ تھا جب  
حسینؑ آغوشِ رسولؐ میں پل رہے تھے اور جناب رسالت مآبؐ نے آپ کو گود میں لے  
کر اس پر سوار کیا بلکہ اسی وقت وہ گھوڑا اپنے نورِ نظر کو مرحمت فرمایا اور دوسرا وہ وقت  
ہے کہ حسینؑ آخری رخصت کے بعد میدان کو جا رہے ہیں اب کون رکاب تھا۔  
انصار اور فہما کام آچکے ہیں، بدن زخموں سے چور ہے، تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں،  
قوت جواب دے چکی:-

کرنا سوار کون شہِ مشرقین کو زینبؑ نے آ کے تھا مار کا بہ حسینؑ کو  
اللہُ اکبر عجیب ہمدرد اور وفادار گھوڑا تھا آخری وقت ہے سید الشہداء نے رہوار سے  
وصیت فرمائی کہ اے اسپ باوفا جب میں شہید ہو جاؤں تو میرے خون سے اپنی پیشانی

رنگین کر کے میرے قتل کی خبر خیمے میں پہنچا دینا یہ کہتے کہتے غش کر گئے۔ شمر نے استین چڑھائی گلشن زہرا پامال ہوا چاہتا ہے، سینہ دبا، شمر نے العطش العطش کی نہایت محزون و نحیف آواز سنی۔ اہل حرم درخیمہ سے سرو پا برہنہ نکلے یکا یک آواز آئی اَلَا قُتِلَ الْحُسَيْنُ بِكَرْبَلَاءِ اَلَا ذُبِحَ الْحُسَيْنُ بِكَرْبَلَاءِ اے اہل زمین و آسمان خبردار فرزندِ رسول زمین کر بلا پر شہید کر دیا گیا۔ گھوڑے نے وصیت حسین ادا کرنے کے لیے پیشانی رنگی، روتا ہوا درخیمہ پر آیا اور کھڑا ہو کر خاک اڑانے لگا چونکہ جناب زینبؓ اس کی آواز پہنچتی تھیں، جناب سیکنہ سے رو کر فرمایا کہ اے بیٹی تمہارے باپ کے گھوڑے کی آواز رہی ہے دیکھو شاید بھتا تمہارا راستے پائی لائے ہوں۔ جناب سیکنہ اٹھیں دیکھا کہ گھوڑا تو واقعی حضرت کا ہے مگر بدن زخمی اور سُرخ ہے۔ باگیں کٹی ہوئی ہیں، زین ڈھلکا ہوا ہے عزادار گھوڑے کا یہ حال کیوں تھا زخمی تو اس لیے تھا کہ حضرت پر چاروں طرف سے وار ہو رہے تھے جو وار حضرت کے جسم سے بچ جاتا تھا وہ بدن ذوالجناح پر پڑتا تھا، ادھر حضرت کے جسم کا خون بہہ بہہ کر اُس پر آ رہا تھا اور اس کے زخموں سے بھی خون جاری تھا اس لیے جسم سُرخ ہو گیا تھا اور باگیں تلواروں کے واروں سے کٹ گئی تھیں مگر زین ڈھلکنے کی کیا وجہ عرض کروں اتنا اشارہ کافی ہے کہ نہ تو حضرت میں اُترنے کی طاقت تھی نہ کوئی اُتارنے والا تھا پس سوچ لیجئے کہ جس کا کوئی سہارا نہ ہو وہ کیوں کراترے گا:-

بلند مرتبہ شاہے ز صدر زیں اُفتاد اگر غلط نہ کنم عرش بر زمیں اُفتاد  
یہ دیکھ کر جناب سیکنہ نے مقنعہ سر سے پھینک دیا اور رو کر آواز دی کہ اے  
پھوپھی فریاد ہے قَدْ قُتِلَ الْحُسَيْنُ وَقَدْ ذُبِحَ الْحُسَيْنُ بابا شہید ہو گئے بس  
ایک وصف اس گھوڑے کا اور عرض کرتا ہوں اس کے بعد مجلس ختم۔ مہمان حسینؓ اس  
گھوڑے میں یہ بھی خصوصیت ہے کہ جس طرح اس کا سوار حشر میں آئے گا اسی طرح



ہی وہ بھی آئے گا۔ نہر المصاب میں ہے کہ جب روز قیامت ہوگا تو سید الشہدا کا گھوڑا اس حال سے عرصہ محشر میں آئے گا کہ خون میں تر، جسم زخمی، زین ٹھکا ہوا، آتے ہی درگاہ باری میں فریاد کرے گا کہ خداوند میرے ظالموں سے میرا عوض لے۔ اب راکب کا محشر میں آنا سنیے لکھا ہے کہ جناب سیدہ عرصہ قیامت میں آکر عرض کریں گی رَبِّ اَذْنِي الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ خداوند امیرے حسن حسین کو دکھا دے اُس وقت دونوں صاحبزادے آئیں گے مگر مظلوم کربلا کی یہ کیفیت ہوگی کہ گلے سے خون جاری ہوگا کیا عجب ہے کہ ناطقہ زہرا کی نظر میں معرکہ کربلا پھر آجائے اور معصومہ کو زانوئے شمر و سینہ حسین یاد آجائے یہ دیکھتے ہی آپ ایک چیخ ماریں گے اور یہاں یہ عرش پکڑ کر عرض کریں گی کہ بارالہا میرے اور حسین کے قاتلوں کے درمیان انصاف فرما اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيُّ مَنَقَلَبٍ يَنْقَلِبُوْنَ ۝

(ریاض الشہداء، زینت المجالس مطبوعہ ۱۹۳۲ء صفحہ ۳۰ تا ۳۰۴)

# کربلا کے وفادار گھوڑے

اقتباس از

کتاب ”صبح شہادت“ مطبوعہ ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء

تصنیف: مولانا سید حسن ضیا امر وہوی

لشکرِ امام حسینؑ میں گھوڑوں کا ذکر:

اب ہم بعض گھوڑوں کا ذکر کرتے ہیں جو اس معرکہ میں مجاہدانِ اسلام کی رانوں میں تھے۔ یہ تمام گھوڑے بھی اسی تین دن کی بھوک و پیاس کا حصہ لیے ہوئے تھے پھر ایسی چستی و چابکی سے اس مرحلہ جہاد راہِ خدا کو طے کیا کہ جو دنیا میں انہیں کا کام تھا نہ کسی اور کا جس کے باعث وہ امتیاز خاص رکھنے کے لائق ہیں اور بالضرور مومند من اللہ مانے جانے کے قابل ہیں۔

تعیین زمین کربلا کے وقت میں تائیدِ نبیؐ کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ یومِ ورود کربلائے معلیٰ پائے اسپ اُس زمین پر پہنچا تو ہر چند حضرت گھوڑے کو ایڑ دیتے تھے مگر ایک قدم آگے نہ بڑھتا تھا جس سے کہ چہ راہوار امام ابرار نے تبدیل فرمائے کسی گھوڑے نے آگے قدم نہ اٹھایا۔ اگر یہ تائیدِ نبیؐ نہیں تھی تو کیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ ان راہواروں کو منجانب اللہ یہ حکم تھا کہ امام زمانہ کو مقتل پر پہنچا کر ایک قدم آگے نہ بڑھائیں چونکہ امام حسین علیہ السلام کے مقتل کی زمین یعنی کربلا غیر آباد تھی اور کوئی

نشان خاص اُس کا میز نہیں تھا اس لیے الہام قلبی کے امتیاز سے گھوڑوں کو حکم ہوا کہ اس سرزمین سے آگے قدم نہ بڑھائیں گویا زمین کر بلا کا تعین سب سے پہلے انہیں راہواروں کے ذریعہ سے ہوا ہم نے تو جہاں تک تحقیق کیا اور جہاں تک ہماری نظر ہے معلوم ہوتا ہے کہ لشکر امام حسین علیہ السلام کے گھوڑے بھی حضرت کی تشنگی میں شریک رہے ہیں اور باوجود اس تشنگی و گرسنگی کے انہوں نے کوئی دقیقہ نصرت فرزندِ رسولؐ میں اٹھا نہیں رکھا۔

مجملہ ان راہواروں کے ہم ایک گھوڑے کا تذکرہ کرتے ہیں جو یقیناً فرات تک پہنچا اور پانی میں داخل ہوا مگر ہماری نظر سے نہیں گذرا کہ اُس گھوڑے نے ایک قطرہ بھی پانی کا پیا ہو۔ ہمارے سامنے اس وقت یہ چار کتابیں موجود ہیں بحار الانوار، روضۃ الشهداء، مصائب الابرار ترجمہ بحار الانوار، ناخ التوارخ ان سب کتابوں میں کہیں یہ تذکرہ نہیں ہے کہ اس گھوڑے نے فرات میں داخل ہو کر ایک قطرہ پانی بھی پیا ہو۔ یہ گھوڑا حضرت ابی الفضل العباس علیہ السلام کا ہے جس کی نسبت متواتر منقول ہے کہ وہ محرم کو عین حرب میں داخل فرات ہوا۔

حضرت عباسؓ کے اسپ و فادار کا ذکر:

روک کر شیر نے شہدیز صدام کی لجام دی یہ آواز کہ آگاہ ہو اے لشکرِ شام  
سُن لو لایا ہوں میں فرزندِ بیبر کا پیام تم سے فرماتے ہیں اس طرح امام ابنِ امام  
دشمنی آلِ محمدؐ سے جو کرتے ہو تم  
پرسش حشر سے ہرگز نہیں ڈرتے ہو تم (ضیا)

یہ سن کر پانچ سو پیادہ حملہ آور ہوئے حضرت عباسؓ نے سپر سامنے لے کر اور نیزہ کو گوشِ اسپ پر رکھ کر حملہ کیا۔ ۸۰ آدمیوں کو داخلِ جہنم کیا اور بقیہ متفرق ہو گئے اسی اثناء میں سواروں نے گھیرنا چاہا مگر آپ نے گھوڑے کو ایڑ دی۔

راہ دریا کی مجھے آج بتا دو اے خضر لہلہاتے ہوئے سبزے کو دکھا دو اے خضر  
 پیاس ہے آب خنک جلد پلا دو اے خضر زور قی طبع مری پار لگا دو اے خضر  
 نہ تو گرداب سے ڈر ہونہ خطر موجوں سے

جیسے چلتا ہوا گھوڑا نہ رُکے موجوں سے

گھوڑا کس موج سے دریا کی طرف جاتا ہے لہریں آتی ہیں ہوا نہر کی جب کھاتا ہے  
 جھومتا مثل نسیم سحری آتا ہے دل سوے آب خنک دیکھ کے لپچاتا ہے  
 چاہ ظاہر ہوئی جاتی ہے تگ و دو ہو کر  
 نہر کی سمت وہ جاتا ہے سبک رو ہو کر

جبکہ عباسِ دلاور پہ کھلا فوج کا حال آگیا ابنِ ید اللہ کو بھی اُس وقت جلال  
 ہاتھ قبضے پہ رکھا کھینچی تیغ قتال دوسرے ہاتھ میں لی شانہ پُزور سے ڈھال  
 اسپ گلوں کو اشارہ جو کیا غازی نے

عزم افلاک پہ جانے کا کیا تازی نے

تیغ کا شور کہ گھوڑے کے طرارے لکھوں گرچہ کب اس کی شانہ ہوئے گی بارے لکھوں  
 موجیں وہ اُس کی کہ اندازہ پیارے لکھوں دل کی خواہش تو یہی ہے کہ وہ سارے لکھوں

طرز بے ساختہ جو اُس کے بدن میں پائی

نہ پری میں وہ سجاوٹ نہ دلہن میں پائی

وہ سبک رو ہے کہ پھولوں پہ چلے مثل صبا آنکھ پر پھول کے دھرتا ہوا جائے کفِ پا  
 نقشِ پا کا نہ تن گل پہ نظر آئے پتا گل یہ سمجھے کہ دہن باد صبا نے چوما

سبکی اس نے زمانہ میں عجب پائی ہے

بلبلیں سمجھیں کھلے پھول بہار آئی ہے

غرض اس لڑائی میں کشتوں کے پشتہ کردئے اور سپاہ مخالف نے راہ گریز اختیار کی

حضرت عباسؓ نے گھوڑا پھر نہر میں ڈال دیا اور مشک کو پانی سے بھر لیا۔ چونکہ بہت پیاسے تھے پانی میں ہاتھ جس وقت بھیکے فوراً طبیعت کی خواہش ہوئی چلو میں پانی بھر کر چاہا کہ لب خشک کو تر کریں سوزش جگر کو بجھائیں فوراً تصور گذرا کہ سردار کو نین امام حسین علیہ السلام تین دن کے پیاسے ہیں اہل حرم میں شور مچا ہے ننھے ننھے بچے تشنگی سے بیتاب ہیں حمیت مانع ہوئی دریا سے پیاسے نکل آئے۔

ساتھ ہی ساتھ ہم یہ بھی دکھلاتے ہیں کہ اُن کتابوں میں جن کا نام ہم نے اوپر لیا ہے کسی کتاب میں بھی یہ تذکرہ نہیں ہے کہ راہوار حضرت عباسؓ نے اس نہر سے ایک قطرہ پانی بھی پیا ہو چونکہ واقعہ امام حسینؓ کے گھوڑے کے جزیات بھی تذکرہ جات میں آئے ہیں لہذا قیاس ہوتا ہے کہ اگر یہ گھوڑا پانی پیتا تو ضرور اس کا تذکرہ آتا پس یہ راکب و مرکب بہ حیثیت لشکری ایسی ہیں جو دنیا کے شفع و تر میں امتیاز خاص رکھتے ہیں۔ اب ہم ایک اور گھوڑے کی حالت دکھلاتے ہیں جس کو موید من اللہ ماننا پڑے گا اور اس روایت میں دو گھوڑوں کی نسبت تائید غیبی ثابت ہوتی ہے ایک گھوڑا جناب امام حسین علیہ السلام کا اور دوسرا گھوڑا جناب علی اکبر علیہ السلام کا۔

### عقاب:

ہم اس مقام پر شہادت حضرت علی اکبرؓ کی حالت دکھلاتے ہیں۔ بعد شہادت حضرت عباسؓ حضرت علی اکبرؓ نے اجازت میدان قتال چاہی حضرت علی اکبرؓ حسب روایات اسلامی بہت زیادہ مشابہ تھے صورت و سیرت میں جناب پیغمبر خدا صلعم سے جس وقت اہل عرب مشاق جمال احمدیؐ ہوتے تھے تو حضرت کی زیارت سے تسکین حاصل کرتے تھے شجاعت موروثی میراث میں پائی تھی اٹھارواں سال عمر شریف کا تھا غرض ایسے خوش جمال جوان رعنا تھے جن کی مثال دشوار ہے۔ تمام عرب میں بلکہ جمیع

جس وقت امام حسین علیہ السلام کو تنہا دیکھا نہایت غمگین ہوئے اور امام حسین علیہ السلام سے عرض کی کہ اے پدر بزرگوار مجھے رخصت میدانِ قتال مرحمت فرمائیے۔ اس سوال کے سننے سے اہل بیتؑ میں کہرام مچا ہوا گیا۔ صدائے و امحمداء و اعلیاء اہل حرم میں بلند ہوئی غرض امام حسین علیہ السلام نے عجب و غریب بے نظیر صبر و تحمل سے کام لیا صاحبِ روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے علی اکبرؑ کو صلاح جنگ اپنے دست مبارک سے پہنائے۔ مغفر فولادی سر پر رکھا وزرہ اپنے جسم کی اور کمر بند جو جناب علی مرتضیٰ کی یادگار تھا باندھا اور اسپ عقاب پر سوار کیا۔

الغرض جناب علی اکبرؑ وار و میدانِ قتال ہوئے اور جمال باکمال سے ظاہر ہوتا تھا کہ پیغمبر خدا پر یکا کر آئے ہیں۔ حضرت نے رجز بکمال فصاحت شروع کیا۔

انا ابن علی ابن الحسين بن علی من عصبته جدا بینہم النبى  
بالجملہ جناب علی اکبر علیہ السلام نے اس قدر قتال کیا کہ فوج مخالف تنگ آگئی اور مینہ و میسرہ و قلب لشکر میں تزلزل پڑ گیا اور شور و اویلا چہار جانب سے بلند ہوا اور تمام لشکر پریشان ہو گیا۔

طارق ملعون ہتھیاروں میں لدا ہوا میدان میں پہنچا اور فوراً نیزہ ہیچہ خطمی کا وار جناب علی اکبرؑ پر کیا حضرت نے اُس کے نیزہ کے وار سے بچ کر ایک نیزہ حوالہ طارق کیا جو دو بالشت پشتِ نجس سے باہر نکل گیا طارق گھوڑے سے گر گیا جناب علی اکبرؑ نے اسپ عقاب اُس پر دوڑایا اور سُم اسپ سے داخل دوزخ ہوا۔

ابن سعد نے پریشان ہو کر محکم ابن طفیل و ابن نوفل کو ایک ایک ہزار سوار دے کر حملہ کا حکم دیا۔ ایک پیاسے کے مقابلے کے لیے اس قدر نامرد بھیجے جاتے ہیں سوار جناب علی اکبرؑ تک پہنچے جناب نے اُن سے مقابلہ کیا اور شیرِ غرآن کی طرح جس طرف رُخ کیا بھاگ پڑ گئی۔ غرض تمام سواروں کو قلب لشکر تک بھگا دیا۔ اور مثل شیرِ غضبناک

کل فوج مخالف پر حملہ آور ہوئے جس سمت شاہزادہ کو نین جاتے تھے وہ صف کی صف بھاگتی نظر آتی تھی اور عجیب شور قیامت برپا تھا۔ الغرض اسی حالت میں پیاس غالب ہوئی فریاد العطش بلند فرمائی امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا اے بیٹا کچھ غم نہ کرنا ابھی ابھی حوض کوثر سے سیراب ہو گئے کہاں تک لڑ سکیں وہ لاکھوں یہ اکیلے جس طرف جاتے ہیں دوسری جانب سے فوج بڑھ آتی ہے۔ ضعف غالب ہوتا جاتا ہے چوبیس پہر کی پیاس سے زبان پر کانٹے ہو گئے ہیں تمازت آفتاب مارے ڈالتی ہے۔ اس پر بھی جس صف کی طرف بڑھے سھراؤ کر دیا آخر اسی گھمان میں نیزہ ابن سمرہ و بروایتے تیغ منقذ ابن مرہ عدی کاری لگے۔ آواز دی یا ابتاہ ادرکنی۔ اے پدر بزرگوار پہنچے۔ لشکر گرد گرد ہو گیا اور برابر زخم کاری لگنے شروع ہو گئے۔ جناب علی اکبرؑ نے یال گھوڑے کی پکڑ لی اور گھوڑے کی گردن میں اپنے ہاتھ ڈال دئے اُس وقت ایسی حالت تھی کہ جس طرف کو گھوڑا جاتا تھا اشتیاء امت برابر ضربیں لگاتے تھے گھوڑے نے بکمال جان بازی اُس گروہ سے نکل کر امام حسین علیہ السلام کے خیمہ گاہ کی جانب رخ کیا اور جنگل کی راہ اختیار کی۔ تھوڑی دور پہنچ کر جناب علی اکبرؑ پشت زین سے زمین پر تشریف لائے گھوڑے نے گھومنا شروع کیا۔

اب امام حسین علیہ السلام کی حالت سنئے کہ جس وقت حضرت علی اکبرؑ نظروں سے غائب ہوئے اور آواز یا ابتاہ ادرکنی گوش زد ہوئی بیتاب ہو کر دوڑے اور ہر طرف نعرہ کرتے تھے اور نہ پاتے تھے یہاں تک کہ جب ایک طرف حضرت جاتے تھے تو دوسری طرف سے آواز علی اکبرؑ آتی تھی اور جب اُس طرف جاتے تھے تو نہ پاتے تھے آخر کار اسی کشاکش میں اسپ امام حسین علیہ السلام نے جنگل کا رخ کیا اور بے اختیار حضرت کو جنگل کی طرف لے گیا تھوڑی دور پہنچ کر حضرت نے دیکھا کہ گھوڑا جناب علی اکبرؑ کا موجود ہے اور علی اکبرؑ اُس پر بیٹھے ہیں۔ بیتاب ہو کر نعرہ یا علی یا علی

پکارتے تھے حضرت نے چاہا کہ اُس گھوڑے کو پکڑ لیں گھوڑا جنگل کو بھاگا امام حسینؑ اُس کے پیچھے تھے آخر کار گھوڑا ایک مقام پر پہنچ کر ٹھہر گیا۔ حضرت نے دیکھا کہ جناب علی اکبرؑ اپنے خون میں غلطاں زمین گرم پر پڑے ہوئے ہیں اور ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی باپ کو اُس کے بیٹے کی یہ حالت نہ دکھلائے۔ امام حسین علیہ السلام اپنے گھوڑے سے اتر کر بالین پر بیٹھ گئے اور پیشانی نورانی پر دست حق پرست پھیرنے لگے۔ جناب علی اکبرؑ نے آنکھیں کھولیں دیکھا کہ امام مظلوم تشریف رکھتے ہیں عرض کرنے لگے۔ اے پدرِ بزرگوار آپ دیکھتے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کیا کہتے ہو کیا چیز دکھلاتے ہو اور میں کیا دیکھوں۔

حضرت علی اکبرؑ نے عرض کیا اے بابا دیکھئے کہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں اور دو قدح شربت بہشت حضرت کے ہاتھ میں ہیں۔ ایک مجھے دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے علی اکبرؑ یہ تم پو اور دوسرا تمہارے باپ کے لیے ہے کہ وہ بھی ابھی ابھی بہت پیاسے میرے پاس آنے والے ہیں۔ یہ کہہ کر راہی جنت ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

امام حسین علیہ السلام یکہ و تنہا پیری کے زمانہ میں جو ان بیٹے کی لاش کو اٹھا کر اسپِ عقاب پر رکھ کر درخیمہ پر لائے۔ پر دگیان عصمت و طہارت ماں بہنیں یہ بیاں اُس نوجوان کی لاش کے گرد عجیب شان سے روتی تھیں جس سے ہر دیکھنے اور سننے والے کا کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ منقول ہے کہ جناب زینبؑ خاتون اس صدمہ جاناکا سے خیمہ سے باہر نکل پڑیں تھیں۔

اب دیکھنے کے لائق یہ بات ہے کہ اسپِ عقاب کی وہ جاناکا جس سے اُس نے حضرت علی اکبرؑ کو فوج مخالف کے درمیان سے علیحدہ کیا اور پھر جنگل کی طرف لے گیا اور پھر امام حسین علیہ السلام کو اس عنوان خاص سے لاکر علی اکبرؑ کا نشان دیا اگر تائید نبی



نہیں تھی تو کیا تھا۔

اسی طرح امام حسین علیہ السلام کو حضرت کے گھوڑے نے جو راہ بیابان دکھلائی اور اسی طرف لے کر بھاگا جس طرف جناب علی اکبرؓ جنگل میں ریگ گرم پر پڑے تھے کس طرح تائیدِ نبی سے خالی ہو سکتا ہے۔ پس یہ گھوڑے بمصدق والعادیات قسم کھانے کے لائق ہیں۔

ذوالجناح:

رخصت ہوے ہر ایک سے سلطانِ عرش جاہ آئے درِ خیام پہ حضرت باشک و آہ  
دیکھا نہ ہیں عزیز نہ خادم نہ ہے سپاہ کچھ سوچ میں کھڑا تھا محمدؐ کا رشک ماہ

خواہش یہ تھی امام علیہ السلام کی

تھامے رکاب آکے کوئی خوش خرام کی

لکھا ہے یہ کتاب سیر میں بہ حالِ زار آئی درِ خیام پہ تب ایک سو گوار  
کہتی تھی ہائے تیری غریبی کے میں نثار کس سوچ میں ہے اے مرے نانا کی یادگار

خادم نہیں ہے پاس پہ یہ نوحہ گر تو ہے

کوئی نہیں یہ زینبِ خستہ جگر تو ہے

بھینا رکاب تھامنے آؤں جو حکم ہو گھوڑے پہ تم کو آکے چڑھاؤں جو حکم ہو  
زہرا کا آج صبر دکھاؤں جو حکم ہو ہاتھوں سے تم کو آکے گنواؤں جو حکم ہو

پیدا ہوئی ہوں رنج و مصیبت کے واسطے

حاضر بہن ہے آخری خدمت کے واسطے

یہ کہہ کے نکلی خیمے سے زہرا کی لاڈلی تھرائی غم سے قبرِ علیؑ روضہ نبی  
ہلتے تھے دشت نام مصیبت پہ شاہ کی قدسی صدا یہ دیتے تھے دورو کے اس گھڑی

شیرِ خدا کے گھر کی صفائی ہے قہر ہے

زینبؓ رکاب تھانے آئی ہے قہر ہے

زینبؓ نے بڑھ کے تھامی رکابِ امام دیں گھوڑے پہ تب سوار ہوئے سیدِ نبین  
تھرایا چرخِ دشت کی ہلنے لگی زمیں ایسا ستمِ زمانہ میں ہر گز ہوا نہیں

کیوں چرخِ بے مدار یہ کیا کج ادائی ہے

زینبؓ رکاب تھانے بھائی کی آئی ہے (ضیاء)

آخر الامام ہمام وارد میدانِ قتال ہوئے اور نیزہ زمین پر گاڑ دیا اور جز آغاز

فرمایا:-

خَيْرَةَ اللّٰهِ مِنَ الْخَلْقِ اَبِي ثُمَّ اُمِّي فَانَا بِنِ الْخَيْرَتَيْنِ  
فِيضَةٌ قَدْ خَلَقْتَ مِنْ ذَهَبٍ فَانَا الْفِضَةُ وَاَنَا ابْنُ الذَّهَبِيْنَ  
فاطمة الزهراء اُمِّي وابي وارث الرُّسُلِ اِمَامُ الثَّقَلَيْنِ

امام مظلوم نے قریب بیس اشعار کے پڑھے اور اپنا شرف اور مظلومیت اور واجب  
الاطاعت ہونا ثابت کر دیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے قوم جفا کار اُس خدائے قادر سے  
ڈرو جو رات سے دن نکالتا ہے اور جو مردہ کرتا ہے اور جو زندہ کرتا ہے اور جو روزی دیتا  
ہے اور جان لیتا ہے اگر دینِ خدا پر اقرار کرتے ہو اور جناب محمد مصطفیٰ پر جو میرے جد  
بزرگوار ہیں ایمان لائے ہو مجھ پر ستم مت کرو اور یہ بیدار گوارا نہ کرو۔

ہاں ضیا سرورِ عالم کی لڑائی دکھلا ہاتھ کی ابنِ ید اللہ کے صفائی دکھلا  
ہر طرف لشکرِ اعدا میں دہائی دکھلا ساری مخلوق کو ہاں شانِ خدائی دکھلا

شیرِ نر آگیا رو باہوں کے اب مسکن پر

ناخدا کشتیِ امت کا چڑھا ہے رن پر

صاحبِ مجالس المؤمنین لکھتے ہیں کہ امام علیہ السلام اُن اشقیاء میں سے چُن چُن کر

مارتے تھے باوجودیکہ کوئی کوئی شخص حضرت کی زد پر آجاتا تھا لیکن پھر بھی حضرت اُس کو

چھوڑ دیتے تھے اسی حالت میں کسی نے اس امر کا سوال کیا آپ نے فرمایا کہ جن اشخاص کو میں چھوڑتا ہوں اُن کی نسلوں میں مومنین پیدا ہونے والے ہیں۔

یہ حالت اب ظاہراً معلوم ہوتی ہے کیونکہ انھیں شہروں میں جن کی بہت سی تعداد نے لشکر مخالف کو اس مقدار پر پہنچایا تھا وہ سب کے سب شہر مومنین سے بھرے ہوئے ہیں۔ بصرہ، ساباط، واسط، عمارہ، کویت، موصل، حلہ، بابل وغیرہ جو ملک عراق کے شہر ہیں اُن میں غالب آبادی کا حصہ مومنین ہیں اور یہ قیاس ہوتا ہے کہ یہ لوگ جو اب موجود ہیں انہیں لوگوں کی اولاد ہیں اور پوری پیشینگوئی امام حسین علیہ السلام کی اب ثابت ہے۔ میں نے خود آغا سید ناصر صاحب مجتہد بصرہ کی مجلس میں یہ تذکرہ سنا ہے کہ اب ملک عراق میں بصرہ سے نجف اشرف تک جس قدر دیہات اور شہر ہیں اُن میں غالب آبادی مومنین کی ہے اور یہ امر پچشم خود میں نے دیکھا کہ کشتی چلانے والے تک بھی یہی لوگ ہیں بازاروں میں دکان دار یہی مذہب رکھتے ہیں بصرہ سے نجف اشرف پندرہ منزل ہے اس کے درمیان کی آبادی بالکل مومنین کی ہے پس صاف امام حسینؑ کی پیشین گوئی کا نقشہ موجود ہے۔

غرض امام حسین علیہ السلام جس طرف منہ کرتے تھے بکریوں کے گلہ کی طرح فوج یزیدی بھاگتی نظر آتی تھی۔

حضرت کے مصاف سے میدان صاف ہو گیا۔ راہ دریا کی طرف رغبت ہوئی گھوڑے کو ایڑ دی اور فرات کا رخ کیا۔ فوج مخالف نے جب یہ دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام داخل فرات ہوئے ہیں تو نہایت خائف ہوئے کہ اگر ایک جرمہ آب حضرت نے نوش جان فرمایا تو ہم میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑیں گے۔ تمام فوج گھیر کر لب آب جمع ہو گئی اور صفیں باندھ لیں اور درمیان آب فرات اور امام حسینؑ حائل ہو گئے اور عمر ابن الحجاج جو چار ہزار سوار کمانداروں کے ساتھ محافظ نہر

فرات تھے چلانے لگے کہ اے فوج والو ہرگز نہ چھوڑنا کہ امام حسینؑ داخل فرات ہوں لشکر چہا طرف سے اُمنڈنے لگا اور امام حسین علیہ السلام پھر مصروف کارزار ہوئے اور اس قدر قتال کیا کہ مخالفین کی سپاہ سے اس ایک حملے میں چار سو اشخاص کو فی التار کر دیا، فوج میں کھلبلی پڑ گئی۔ صفوف لشکر ٹوٹ گئیں راستہ بالکل صاف ہو گیا حضرت داخل نہر فرات ہوئے اُس وقت چونکہ نہایت ہی تشنہ تھے چاہا کہ لب خشک تر ہوں مگر گھوڑے کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ اے اسپ با وفا تو بھی پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں۔ قسم بخدا اُس وقت تک میں تو پانی نہ پیوں گا جب تک تو سیراب نہ ہو۔ حسب روایت ناخ التوارخ معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑا ان کلمات کو نہایت فراست سے سُن رہا تھا منہ پانی سے اوپر اٹھا لیا جس کا مطلب یہ تھا کہ اے فرزند رسولؐ خدا یہ ہرگز ممکن نہیں ہے کہ میں آپ کے بغیر پانی میں منہ ڈال سکوں۔ یہ ملاحظہ فرما کر امام حسین علیہ السلام نے ایک چلو میں پانی بھرا اور فرمایا ہاں اے اسپ وفادار تو بھی پانی پی اور میں بھی پیتا ہوں۔ ناگاہ وہ کف دست حضرت کا جو پانی سے بھرا ہوا تھا خون سے بھر گیا۔

غرض مشیت ایزدی میں حضرت کے اُس فاقہ شکنی کا وقت جنت میں آب کوثر سے قرار پایا تھا۔

ایک دوسری روایت اس مقام کی یہ ہے کہ جس وقت فوج شہر نے دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام نے چلو میں پانی بھر کر پینے کا ارادہ کر لیا تو ایک مکار نے باواز بلند صدا دی کہ اے حسینؑ آپ تو یہاں پانی پی رہے ہیں اور فوج خیمہ اہل حرم میں گھس کر تاراج کر رہی ہے۔ امام حسینؑ اس کی صدا کے سنتے ہی پانی پھینک کر نہر فرات سے پیاسے نکل آئے اور تلوار کھینچے ہوئے خیمہ کی سمت روانہ ہوئے۔ راہ میں فوج مخالف سے بڑی کارزار کی اور سب کو پراگندہ کر کے خیمہ اہل حرم تک پہنچے دیکھا کہ اُس ملعون کا وہ قول جھوٹا تھا اور پانی نہ پینے کی غرض سے یہ فقرہ کہا گیا تھا۔

پس آخر مرتبہ حضرت نے اہل بیتؑ کو وداع فرمایا حضرت زینبؑ و اُم کلثومؑ، سیکنہ اُس خستہ حالی میں حضرت کے گردائیں اور اُن کی پریشانی اور دل بستگی کی تصویر کی تقریر کوئی شخص تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اُن بے چاریوں پر کیا مصیبت پڑی ہوئی تھی آخر کار حضرت نے اُن سب کو وداع فرمایا۔

نیزہ ستم کا ہو گیا چھاتی کے وار پار ہر زخم تن سے چلتی تھی پیہم لہو کی دھار ہرنے پہ ڈنگ گاتے تھے سلطان باوقار گھوڑے سے وقت عصر گرے شاہ نامدار

تھرایا عرشِ فاطمہؑ زہرا کے بین سے

چھوٹی رکاب پائے شہِ مشرقین سے

آخر الامر فرزند رسولؐ بگر گوشہ بتول، جلتی زمین پر پہلوئے راست کی طرف گر گیا۔

زمین پر گر کر پھر حضرت سنبھل بیٹھے۔

ایک عجب مصیبت جو پچھلے مصائب سے بھی بڑی چڑھی ہے اور تمام مظالم کا مجموعہ ہے یادگار مصیبت ہے اس حالت کو حضرت زینبؑ خاتونِ دیکھ رہی تھیں۔ اُدھر امام حسین علیہ السلام گھوڑے سے گرے اُدھر وہ معظّمہ خیمہ سے بے تحاشہ نکل پڑیں اور صدائے وَاخَاةٌ وَاوَسِيْدَاةٌ وَا اَهْلٌ بِيْتَاةٌ کہتی تھیں اور فرماتی تھیں اے کاش آسمان زمین پر گر پڑتا اے کاش پہاڑ پھٹ کر بیابانوں میں ٹکرے ٹکرے ہو جاتے پس ابنِ سعد بد نہاد کی طرف منہ پھیر کر فرمایا۔ عمر ابنِ سعد تقتل ابو عبد اللہ اے ابنِ سعد ابو عبد اللہ قتل ہو رہے ہیں اور تو دیکھ رہا ہے۔ منقول ہے کہ اس کلمہ نے ابنِ سعد پر ایسا اثر کیا کہ منہ پھیر کر رونے لگا اور کچھ جواب نہ دیا اور اُس موقع سے ہٹ گیا۔

اللہ اکبر یہ سخت وقت ہے شمر ملعون سینہ پر سوار ہے زخموں سے چور ہیں کچھ لمحہ حیات کے باقی ہیں قتل کے لیے تلوار کھینچ چکی ہے ہاتھ پاؤں، طاقت سب کے سب جواب دئے ہوئے ہیں۔ ایسی حالت میں آپ فرماتے ہیں اے شمر آج کیا روز ہے وہ

ملعون بولا جمعہ روز عاشورہ۔ حضرت نے فرمایا یہ وقت کیا وقت ہے۔ کہا وقت نماز و خطبہ جمعہ۔ حضرت فرماتے ہیں اے شمر اس وقت خطیبان امت محمدیہ منبروں پر میرے جدا مجد کے نام کا خطبہ پڑھ رہے ہوں گے۔ اور میرے جدا مجد پر درود بھیجتے ہوں گے اور تو میرے ساتھ یہ معاملہ کرتا ہے اے شمر اسی سینے پر رسول خدا صلعم سر مبارک رکھتے تھے تو اُس پر بیٹھا ہوا ہے اور اسے گلے پر حضرت بوسہ دیتے تھے جس پر تو تلوار پھراتا ہے۔ حالانکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ روح زکریا پیغمبر میرے داہنے اور روح یحییٰ معصوم میرے بائیں موجود ہیں۔ اے شمر میرے سینے سے اٹھ کھڑا ہو کہ وقت نماز ہے تاکہ میں رو قبلہ نماز ادا کروں۔ اور چونکہ مجھ کو میرے پدر بزرگوار سے میراث پہنچی ہے لہذا نماز میں جو چاہے کر۔

ہٹ جا میں خود ہوں چاہتا حق کے وصال کو سجدہ میں ذبح کجیو زہرا کے لال کو یہ سن کر شمر ملعون سینہ اقدس سے علیحدہ ہوا۔ حضرت میں باوجود اس ضعف کے عبادت خدا کے لیے اس قدر طاقت آگئی کہ رو قبلہ بیٹھ کر نماز میں مشغول ہو گئے۔

امام مظلوم کی خبر شہادت خیمہ اقدس میں بذریعہ اس گھوڑے کے پہنچی اور یہ خدمت بھی اسی کے تعلق سے چنانچہ صاحب الامر علیہ السلام نے زیارت ناحیہ میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ فرسك شهاداً الی خیامك قاصداً محمداً باکیاً جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت کو آپ کے گھوڑے نے خبر شہادت پہنچائی اور آپ کا بھیجا ہوا خبر شہادت پہنچانے کو درخیمہ تک آیا پھر گھوڑا روتا ہوا اور ہمہ کرتا ہوا آیا اس سے بھی اُس گھوڑے کا شرف خاص پایا جاتا ہے۔

امام مظلوم نے ایک حملہ میں چار سونا بکارتی التارکے اور داخل فرات ہوئے اُس وقت بھی کسی روایت میں نہیں پایا گیا کہ ایک قطرہ پانی کا راہوار فرزند احمد مختار نے پیا ہو بلکہ صاحب نسخ التوارخ نے ایک روایت لکھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس

گھوڑے نے بالقتصد پانی نہیں پیادہ لکھتے ہیں کہ ابن شہر آشوب نے ابی مخنف سے روایت کی ہے کہ چار ہزار فوج بسر داری اعور سلمیٰ و عمر ابن الحجاج محافظ فرات تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے ایک حملہ کیا اور تمام مقوف لشکر کو پراگندہ کر کے داخل فرات ہوئے اور اپنے اسپ باوقاسے فرمایا۔ انت عطشان و انا عطشان واللہ لا نذقت الماء حتی تشرب یعنی اے راہزور و فادار تو بھی تشنہ ہے اور میں بھی جگر کباب ہوں میں تو اُس وقت تک پانی نہ پیوں گا جب تک تو سیراب نہ ہوگا۔ ان کلمات کو سننے کے وقت یہ ظاہر طور سے معلوم ہوتا تھا کہ گھوڑا ان کلمات کو سن کر سمجھ رہا ہے یہ سن کر گھوڑے نے پانی سے سر اٹھالیا۔ جس کا مطلب صاف یہ تھا اور وہ گھوڑا گویا بزبان بے زبانی کہہ رہا تھا کہ یا بن رسول اللہ جب تک آپ پانی نہ نوش جان فرمائیں گے میں ہرگز نہ پیوں گا یہ معلوم کر کے امام حسین علیہ السلام نے ایک چلو پانی کا بھر اور چاہا کہ لب خشک تر ہوں ناگاہ ایک مکار نے کہا کہ اے حسین تم پانی پیتے ہو اور اہل حرم کے خیمہ میں فوج داخل ہو کر لوٹ رہی ہے۔ بجز داستماع آپ نے پانی پھینک دیا اور پیاسے فرات سے برآمد ہوئے اور گھوڑا بھی اسی طرح پیاسا نکل آیا اب اس مقام سے اس گھوڑے کا شرف معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ موند من اللہ ماننے کے لائق ہے۔

پانچواں امر یہ ہے کہ یہ گھوڑا باوجود یکہ تین دن کا بھوکا پیاسا تھا مگر اُس گرمی اور تمازت آفتاب میں ایسی جرات کے ساتھ تعین جہاد تھا جس کی نظیر وہ خود ہی ہے۔

### مقام خیلہ:

امام حسین علیہ السلام کے حملہ کی نسبت یہ مشہور ہے کہ ایک مقام تک حضرت نے کئی حملوں میں تعاقب فوج یزید کا کیا۔ وہ مقام جہاں تک تعاقب کیا گیا وہ خیلہ ہے خیلہ ایک مقام اب تک موجود ہے اور وہ روضہ شاہ شہید سے ڈھائی تین کوس کے فاصلہ پر راہ کوفہ میں ہے یہ مقام اُس وقت تک اسی طرح مشہور ہے کہ امام حسین علیہ السلام

اپنے حملہ میں اس مقام تک تعاقب فرماتے تھے اور حضرت کے معجزہ کے یادگار میں یہ شرف خداوند تعالیٰ نے اس مقام کو دیا ہے کہ اب تک اس مقام پر ایک چھوٹا درخت خرما کا برابر اس وقت سے اس وقت تک موجود رہتا ہے جب ایک درخت کی عمر تمام ہوتی ہے تو دوسرا درخت اسی مقام پر قدرت خدا سے پیدا ہو جاتا ہے۔ نہ اس مقام پر کوئی دوسرا درخت پیدا ہوتا ہے اور نہ وہ نشانی موقوف ہووے۔

بس اب سوچنے کے لائق یہ بات ہے کہ حضرت کے حملہ کے دباؤ سے جب لشکر میں بھاگڑ پڑی ہوگی تو چونکہ سلسلہ فوج اور متعلقین فوج کا اور آئینہ روند کی کشمکش سے ضرور کوفہ کے دروازہ تک اثر اس کا پہنچ سکتا ہے۔

ایسی حالت میں اس گھوڑے کی جانبازی قیاس سے باہر ہے اور اس کو حقیقت میں سوائے تائیدِ غیبی کے اور کچھ کہہ نہیں سکتے۔ بس ایسے گھوڑے ایسے جہاد میں ہر طرح کے شرف اور عزت سے ممتاز ہو سکتے ہیں اور لائقِ قسم کھانے کے ہیں۔

چھٹا شرف اس گھوڑے کا یہ ہے کہ جس وقت امام مظلوم نہایت زخمی ہو گئے اور تیروں اور نیزوں اور شمشیروں کے زخموں کی کوئی انتہا نہ رہی جس کی تعداد حسب اندراج کتب تواریخ و مقاتل ایک ہزار نو سو پچاس زخم تک منتهی ہوتی ہے جس کو صاحبِ ناسخ التواریخ نے بھی لکھا ہے۔ تب گھوڑے نے محض بنظر سہولت اپنے اگلے سوسوں کو زمین پر ٹیک دیا اور فرزند رسول اللہ کی رعایت کے سبب اور زخموں کی تکلیف کے خیال سے باسانی پشت زین سے زمین پر پہنچا۔ یہ شرف بھی اس بے زبان کا تائیدِ غیبی کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔

گھوڑے کا جہاد:

ساتواں شرف اس گھوڑے کا یہ ہے کہ حسب روایت ناسخ التواریخ بعد قتلِ امام حسینؑ پسر سعد نے گھوڑے کی گرفتاری کا حکم دیا تو وہ گھوڑا اس قدر لڑا کہ جا



کو اپنے ٹاپوں سے فی التار کیا اور کسی طرح نہ گرفتار ہوا آخر کار اُس کی گرفتاری کے خیال سے باز آئے تب گھوڑے نے اپنی پیشانی کو خون میں رنگین کر کے خیمہ کے دروازہ پر پہنچ کر اہل حرم کو مطلع کیا۔ بہر حال جہاد علیحدہ بھی اس گھوڑے کا ثابت ہے جس سے شرف اُس کا پورا ثابت ہوتا ہے۔

آٹھواں شرف اس گھوڑے کا یہ ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کو لاش حضرت علی اکبرؓ کی طرف لے گیا جو جنگل میں پائی گئی اور جس کا پتہ امام حسین علیہ السلام کو اسی کے ذریعہ سے معلوم ہوا۔ بس اب ہم صاف کہہ سکتے ہیں کہ ایسے گھوڑے ہی اپنے امتیاز خاص کے سبب قسم کھانے کے لائق ہیں۔ (صحیح شہادت، جلد اول، ص ۶۱، ۱۲۳ تا ۱۲۴)

## مجلس شبیه ذوالجناح

مولانا نذر حسین قمر وزیر آبادی (لاہور)

عام طور پر شبیہ ذوالجناح اور تعزیے کو بُت پرستی کا نام دے کر اس کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے اور اس طرح عوام کو اس سے متنفر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لہذا ضروری ہے کہ اس صورت حال کا جائزہ لیا جائے تاکہ عوام کے سامنے صحیح تصویر آجائے۔

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل نکات کا جائزہ لینا مناسب ہوگا۔

۱۔ تصویر ۲۔ مجسمہ ۳۔ پرستش ۴۔ تعظیم

### تصویر کا جواز:

جہاں تک تصویر کے جائز ہونے کا تعلق ہے تو اس پر گفتگو کرنے کی اگرچہ چنداں ضرورت نہ تھی کہ مسلمان کی اکثریت اس کے جواز کی قائل ہے تاہم چند لوگ چونکہ ہنوز اس کے جائز ہونے کو مشکوک سمجھتے ہیں لہذا اس کا مختصر سا تنقیدی جائزہ غیر مناسب نہ ہوگا۔

یہ بات ہر ایک کے علم میں ہوگی کہ جو لوگ تصویر کے عدم جواز کے قائل ہیں ان کی تصاویر بھی آئے دن اخبارات میں چھپتی رہتی ہیں اس کا ان کے پاس کیا جواب ہے۔

یہ وہی حضرات بہتر جانتے ہیں۔

## حضرت عائشہ کی تصویر:

مولانا اور لیس کاندھلوی نے زرقائی کے حوالے سے لکھا ہے۔ ”جامع ترمذی میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس آئے اور یہ کہا کہ اللہ عزوجل نے آپ کا نکاح حضرت ابو بکر کی بیٹی سے کر دیا اور جبرائیل کے ساتھ عائشہ کی ایک تصویر بھی تھی جو مجھ کو دکھلائی اور کہا کہ آپ کی بیوی ہیں۔ یہ مضمون صحیحین کی روایتوں میں بھی آیا ہے۔“

(سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۲۲۲)

یہی روایت تفسیر مواہب الرحمن کی اکیسویں جلد کے ص ۱۵۸ پر موجود ہے۔  
تجب ہے کہ خدا اور جبرئیل تو تصویر کو جائز سمجھیں اور مگر اس کے خلاف فتوے صادر کرتے پھریں۔

یہی روایت مشکوٰۃ کی تیسری جلد کے صفحہ ۲۸۳ پر بھی موجود ہے۔ اس روایت کے بعد تصویر کے عدم جواز کی رٹ لگائے جانا حقیقت کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔

## قرآن اور تصاویر و مور تیں:

يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَّكَارِبٍ وَتَمَاثِيلٍ وَجِفَانٍ

كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رُئِيسِيَّتٍ (پ ۲۲ سبأ آیت نمبر ۱۳)

بناتے اس کے واسطے جو کچھ چاہتا۔ قلعے اور تصویریں اور لگن جیسے

تالاب اور دیگیں چولہوں پر جمی ہوئی۔

(ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن سنی)

اسی قرآن مجید کے حاشیے پر لکھا ہے۔

”عہد سلیمانی میں نبیوں وغیرہ کی مور تیں پتیل کی ڈھالی گئی تھیں۔ ان کی شریعت

پرستی کی جڑ کاٹنے کے لیے اس کی ممانعت ہوگئی۔“

(حاشیہ قرآن ترجمہ محمود الحسن سنی ص ۱۶۷)

علامہ جلال الدین سیوطی ابن ابی حاتم کی روایت جو انہوں نے عطیے سے نقل کی

لکھتے ہیں:

قال محاريب القصور والتمائيل الصور-

انہوں نے کہا کہ محاریب سے مراد محلات اور تمائیل سے مراد

صورتیں (تصویریں ہیں) (تفسیر درمنثور، ج ۵ صفحہ ۲۲۸ مطبوعہ مصر)

صاحب کشف اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

والتماثيل صور الملائكة والنبين والصالحين

تمائیل سے مراد فرشتوں، انبیاء اور صالحین کی صورتیں ہیں۔

(کشف ج ۳ ص ۵۷۲ طبع مصر)

اب مولانا محمود الحسن سنی کا یہ کہنا کہ ”عہد سلیمانی میں تو یہ جائز تھیں مگر شریعت اسلامیہ میں ان کی ممانعت ہوگئی۔“ نہ معلوم یہ ذہنی اختراع کیوں ہے؟ قارئین کرام ہی بہتر منصف ہو سکتے ہیں کہ اسے تجاہل عارفانہ کہنا چاہیے یا کتب تفسیر و احادیث سے عدم واقفیت اس لیے کہ اہل سنت کی افضل ترین حدیث کی کتاب ”صحیح البخاری“ میں تو یہاں تک درج ہے۔

عن عائشة قالت كنت العب بالنبات عند النبي

وكانت لي صواحب يلعين معي-

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں اپنی سہیلیوں کے ہمراہ حضور کے پاس

گرویاں کھیلا کرتی تھی (بخاری ج ۱ ص ۲۹ مطبوعہ مصر)

اور صحیح مسلم میں ہے:

عن عائشة انها كانت تلعب بالنبات عند رسول الله

عليه وسلم قالت وكانت تاتيني صواحبى فكن  
 ينقمعن من رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت  
 فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يسربهن لى  
 حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ وہ گڑیوں سے کھیلتی تھیں حضور  
 کے پاس۔ انہوں نے کیا میری ہجولیاں آتیں اور رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر غائب ہو جاتیں تو آپ ان کو میرے پاس بھیج  
 دیتے۔ (مسلم ج ۶ ص ۹۱ مطبوعہ کراچی)

اگر شریعت محمدیہ میں تصاویر اور مورتیاں جائز نہ تھیں تو حضرت عائشہ کا گڑیوں کے  
 ساتھ کھیلنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اور یہ بھی نہیں کہ وہ چوری چھپے ایسا کیا کرتی تھیں بلکہ حضور  
 کے پاس کھیلا کرتی تھیں۔ اگر اس کی ممانعت ہوتی تو حضور ضرور بالضرور ان کو منع  
 فرماتے۔

### حضرت عائشہ اور ذوالجناح:

کتب اسلامیہ میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ حضرت عائشہ کے پاس صرف گڑیاں ہی  
 نہیں تھیں بلکہ ان کے پاس گھوڑے کا مجسمہ بھی تھا۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں ہے۔

عن عائشة قدم رسول الله من غزوه تبوك او حين  
 وفى سهوتها ستر فهبّت ریح فكشف تاحية السقر  
 عن بنات عائشة فقال ما هذا يا عائشة قالت بناتى  
 ورأى بينهن فرسالة جنایا من رقاع فقال ما هذا  
 الذى ارى وسطهن قالت فرس قال وما هذا الذى  
 عليه قالت جناحان قال فرس له جناحان قالت اما

## سمعت ان السليمان خيلا لها اجحة قالت فضحك

(باب عشرہ النساء جلد دوم، فصل ۲ مشکوٰۃ ص ۹۷)

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ حضور جب تبوک یا حنین سے واپس تشریف لائے تو حضرت عائشہ کے گھر میں ایک پردہ لٹکا ہوا تھا، اچانک ہوا جو چلی تو وہ پردہ ہٹا۔ حضور کی نظر مبارک عائشہ کی گڑیوں پر پڑی۔ حضور نے پوچھا کہ اے عائشہ! یہ کیا ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ میری گڑیاں ہیں۔ ان گڑیوں کے درمیان ایک گھوڑا رکھا ہوا تھا۔ اس میں پر لگے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ درمیان میں میں کیا دیکھ رہا ہوں تو حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ یہ گھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا مگر یہ گھوڑے پر پر کیسے؟ اس پر عائشہ نے عرض کیا کہ کیا آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان نبی کے گھوڑوں کے پر تھے۔ اس جواب پر حضور بہت ہنسے۔

اب آپ خود ہی اندازہ کیجئے کہ یہ لوگ تو جاندار اور بے جان چیزوں کی تصاویر کے بھی حامی نہ تھے۔ مگر اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ کے گھر میں اور حضور کی موجودگی میں گڑیاں اور گھوڑے کا مجسمہ نظر آتا ہے اور گھوڑا بھی پروں والا رکھا ہوا تھا اور پروں والے گھوڑے ہی کو ”ذوالجناح“ کہتے ہیں۔

اُمّ المؤمنین کے گھر میں تو ذوالجناح کا مجسمہ ہے جسے حضور نے بھی منع نہیں فرمایا بلکہ ہنس کر خاموش ہو گئے اور یہ اُمّ المؤمنین کے ماننے والے اسی ذوالجناح کے خلاف دھواں دار تقاریر کرتے ہیں۔ نہ جانے یہ حضرات حضرت عائشہ کو کیا منہ دکھائیں گے؟ حالانکہ جو شبیہ ذوالجناح شبیہ حضرات لے کر چلتے ہیں وہ نہ تو کسی گھوڑے کی تصویر ہوتی ہے اور نہ کوئی مجسمہ بلکہ اسی کی نوع کا زندہ گھوڑا ہوتا ہے جس پر چادر وغیرہ ڈال کر امام

کے گھوڑے کی شبیہ تیار کی جاتی ہے۔ اب اس کو ناجائز قرار دینے والے ذرا حضرت عائشہ کے ہاں ذوالجناح کے محسّے کو بھی دیکھ لیا کریں۔

اگر کوئی انبیاء اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصاویر کا ذکر پڑھنے کا خواہش مند ہو تو اُسے مشہور سنی بزرگ حافظ ابو نعیم کی کتاب ”دلائل النبوة“ کے صفحہ نمبر ۹ کو دیکھنا چاہئے۔ بخوف طوالت اسے یہاں درج نہیں کیا جا رہا۔

### شبیہ ذوالجناح کا ایک اور ثبوت:

قلب و ذہن اگر زنگ آلود نہیں ہو چکے اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں جواب نہیں دے چکیں تو پھر سوچ کر اس نتیجے پر پہنچنا کوئی مشکل کام نہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے ذبح ہونے والے مینڈھے کی یادگار قائم رکھنے کے لیے دوسرے مینڈھوں اور دنبوں وغیرہ کو ذبح کیا جاتا ہے اور احباب نے اس چیز کو خاص طور پر ملاحظہ کیا ہوگا کہ ان ذبح ہونے والے دنبوں وغیرہ کو سجایا بنایا جاتا ہے۔ ان پر رنگ برنگے کپڑے اور چادریں وغیرہ ڈال کر گلی کوچوں اور بازاروں میں لے کر ان کو چلایا جاتا ہے۔ نہ تو اس کو کوئی بدعت قرار دیتا ہے اور نہ کوئی اس کے عدم جواز کا فتویٰ دیتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ میلاد النبیؐ کے سلسلے میں نکالے جانے والے جلو سوں میں آپؐ کیا کچھ نہیں دیکھتے۔ بیل گاڑیاں جھنڈیوں سے مزین نکالی جاتی ہیں۔ اونٹ، گھوڑے اور خچروں پر چادریں ڈال کر اور پھولوں ہاروں کے ساتھ سجایا کر انہیں جلوس کی شکل میں گھمایا پھرایا جاتا ہے مگر کیا خیال جو کسی کی زبان پر اعتراض کھلے اور کوئی اس کی شرعی حیثیت پر گفتگو کرے تو اُسے وہابی اور خارجی کہہ کر خاموش کر دیا جاتا ہے۔ مگر افسوس کہ اگر کوئی محب آل محمدؐ سید الشہداء کے اسپہ و فادار کی نوع کے گھوڑے پر چادر ڈال کر اُسے بازاروں میں لے کر چلے تو ایسے کرنے والے کی ہر ممکن مزاحمت کی جاتی ہے اس کا سماجی مقاطع کیا جاتا ہے، اسے بدعتی اور نہ جانے کن کن القاب سے نوازا جاتا ہے،

دارالافتاویٰ حرکت میں آجاتے ہیں، گلی کوچوں میں واقع مساجد جو خالص عبادت گاہ ہیں ہوتی ہیں ان میں نصب لاؤڈ اسپیکرز آگ اگلنے لگتے ہیں اور اسی طرح زہر آلود تخریبی تقاریر کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہی گھوڑے ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں چلیں پھریں تو کوئی اعتراض نہیں لیکن ادھر آپ نے کسی گھوڑے کو امام حسینؑ کی طرف منسوب کر کے باہر نکالا تو پھر آپ کی خیر نہیں۔ کیا یہ مخصوص اور منفی طرز عمل اس امر کا غماض نہیں کہ دشمنی گھوڑے سے نہیں بلکہ نسبت سے ہے۔

فتدبرو ایما اولی الالباب (ثبوت ماتم مطبوعہ ۱۹۸۳ء صفحہ ۳۶۲۹)



## مجلس

## احوال ذوالجناح

مولانا سید محمد تقی بخاری (لاہور)

جب حضرت امام حسینؑ میدانِ کارزار میں پہنچے اور آپ نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ جب دریا میں پہنچے تو گھوڑے کی باگ چھوڑ کر فرمایا۔ ”اے گھوڑے تو بھی پیاسا ہے میں بھی پیاسا ہوں۔ واللہ اے گھوڑے جب تک تو نہیں پئے گا حسینؑ بھی نہیں پئے گا۔ جب گھوڑے نے یہ کلام حضرت کا سنا۔ شَالَ رَاسَهُ وَلَمْ يَشْرَبْ كَأَنَّهُ فَهْمٌ كَلَامُهُ تُوِئِسَ بِلِسَانِهِ سَرَّهَلَايَا غَوِيَا حَضْرَتِ كَلَامُ كَوْسَجِّهَ كَمَا هِيَ أَوْرُ عَرَضِ كِي يَابِنِ رَسُولِ اللّٰهِ يَهْنِي هُو كَا كَهْ فَرْزَنْدِ سَاتِي كُو تُو پِيَا سَارِهِي أَوْرِ مِي پَانِي پِيُوِي۔ حضرت مقامِ تامل ہے کہ حیوان بے زبان تو یہ پاسِ حرمتِ رسولؐ کرتے اور کلمہ گوئے رسولِ خدا پانی پیتے اور بہاتے تھے اور جسمِ فرزندِ رسولِ خدا پر عرضِ آبِ تیروں کا مینہ برساتے تھے۔

فَقَالَ الْحُسَيْنُ أَثَرْتُ فَا نَا اِثْرَبُ حَضْرَتِ نِي فَرْمَا يَا اِي بَا وَا قَانِي تُو بِي مِي بِي پِي تَا هُوِي۔ فَمَدَ الْحُسَيْنُ يَدَهُ فَغَرَفَ مِّنَ الْمَاءِ بِسِ دَسْتِ مِهْرَا كِه بُوْهَا كِه پَانِي چَلُو مِي لِيَا أَوْرِ چَا هَا كِه پِيِي۔ فَقَالَ فَارَسُ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ۔ اِي كِ شَقِي دَشْمَنِ نِي كِهَا اِي عَبْدِ اللّٰهِ تُو پَانِي پِي تِه هُو أَوْرِ هَا اِي اِي بِي تِ لُ كِه گِي۔ بَسِ حَضْرَتِ نِي پَانِي هَا تِه سِي پِي كِه كُرَانِ لَعِينُوِي پُرْ هَمْلَه كِيَا۔ حَضْرَتِ شِيْرُ غَضْبَنَا كِي مِثْلِ جُو سَا مَنِي آ تَا تَهَا اِي كِ

تلوار میں اُسے فی التار کرتے تھے۔

احوالِ ذوالجناحِ سید الشہداء:

نَقَلَ اَنَّ لِرَسُولِ اللّٰهِ فَرَسًا فَاِذَا جَاءَ بَيْنَ يَدَيْهِ الْحُسَيْنِ فَيَنْظُرُ  
اِلَيْهِ نَظْرًا مَلِيًّا. منقول ہے کہ ایک گھوڑا جناب رسولِ خدا کی سواری کا تھا جس وقت  
وہ سامنے جناب امام حسینؑ کے آتا تھا تو حضرت بنظرِ شفقتِ غور سے دیکھتے تھے۔

وَعِيْنَاهُ تَمْتَلِيَانِ بِهٖ وَمَوْعًا۔ اور حضرت امام حسینؑ کی آنکھوں میں آنسو بھر  
آتے تھے۔ ایک دن جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا۔ اے میرے پارہ جگر تو اسے غور  
سے کیوں دیکھتا ہے۔ اے نور دیدہ تو اس کو اتنا کیوں پیار کرتا ہے۔ آیا تیرا جی اس پر  
سوار ہونے کو چاہتا ہے۔ قال نعم۔ جناب امام حسینؑ نے عرض کی۔ میں آپ کے  
اس گھوڑے کو نہایت پیار کرتا ہوں اور جی چاہتا ہے کہ میں اس پر سوار ہو جاؤں۔ اُس  
وقت آپ کا سن مبارک چھ برس کا تھا فطلب رسول اللہ الفرس۔ پس جناب  
رسولِ خدا نے فرمایا کہ اُس گھوڑے کو لاؤ، ثم جاء و جلس و وضع يديه  
ورجليه على الارض۔ یہ سن کے وہ گھوڑا آہستہ آہستہ امام مظلومؑ کے پاس آیا اور  
زمین پر بیٹھ گیا اور ہاتھ پاؤں زمین پر پھیلا دیئے۔ گویا وہ بھی مشتاق تھا کہ دلیر زہراؑ مجھ  
پر سوار ہو۔ پس جناب امام حسینؑ اُس پر سوار ہوئے۔ سب اصحاب خوش ہو گئے۔ ثم  
بكى رسول اللہ بكاءً شديداً في بَلَّتْ لِحِيْتَهُ بِالدموع۔ سب تو خوش  
ہو گئے مگر جناب رسولِ خدا کچھ یاد کر کے رونے لگے اور اس شدت سے روئے کہ تمام  
ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ فقالوا يا رسول اللہ ما يبكيك اصحاب یہ  
حال دیکھ کے حیران ہو کے پوچھنے لگے یا رسول اللہ اس وقت رونے کا کیا سبب ہے۔  
یہ تو مقامِ خوشی ہے کہ آپ کا پارہ جگر پہلے پہلے گھوڑے پر سوار ہوا۔

فَقَالَ ابْكِي لِلْحُسَيْنِ۔ حضرت رو کے بولے۔ آہ میں حسین مظلوم کے حال پر

روتا ہوں ”مانسی انظر ان امی الحسين بعد ما اصاب علی جسده  
 جراحات کثیرة“ کاد ان يقع علی الارض مجند ذالك ملبس هذا  
 الفرس“۔ آہ آہ گویا میں دیکھتا ہوں کہ بعد قتل عزیز و انصار کے میرا فرزند حسین تن تنہا  
 تین دن کا پیاسا ظالموں میں فریاد کرتا ہے اور ہر طرف سے تیرو نیزے چلتے ہیں اور  
 تلواریں اُس کے جسم نازنیں پر پڑتی ہیں تا آنکہ یہ چور چور ہو کر چاہتا ہے کہ زمین پر  
 گرے تو اُس وقت یہ گھوڑا اسی طرح بیٹھ گیا ہے جیسا کہ اس وقت تم نے دیکھا اور یہ  
 میرا نور نظر زمین پر گر کے بے ہوش ہو گیا ہے۔ فعند ذالك بکی الحاضرون  
 بکاء شدیداً۔ یہ حال سن کر تمام حضار مجلس بے قرار ہو کر رونے لگے۔ راوی کہتا ہے  
 کہ جب وہ وقت آیا کہ جس کے خیال میں رسول خدا روتے تھے اور جناب امام حسینؑ  
 زخمی گھوڑے پر چھومتے تھے کہ ناگاہ ایک شقی نے اس زور سے نیزہ مارا کہ قریب تھا کہ  
 گھوڑے سے گریں پھر سنبھل گئے۔ مگر گھوڑے نے یہ حال دیکھا بہت رویا اور ہاتھ  
 پاؤں زمین پر پھیلا کر بیٹھ گیا اور وہ حضرت خانہ زین سے زمین پر آئے۔ ابو مخنف  
 وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت گھوڑے سے زمین پر گرے تو تین ساعت منہ  
 کے بل سنگریزہ ہائے زمین گرم پر پڑے رہے اور سر اقدس پر زخم بے شمار لگے تھے کہ سر  
 زمین سے اٹھانہ سکتے تھے بلکہ کبھی بے ہوش ہو جاتے تھے اور جب ہوش میں آتے تھے  
 تو با آواز ضعیف و نحیف فرماتے ویلکم قتلتم انصارنا واقربائنا ظلمی  
 الظلماء فاردتم ان تقتلونی۔ وائے ہوتم پر تم نے میرے انصاروں اور عزیزوں  
 کو پیاسا قتل کیا اور اب میرے قتل کا آرادہ کرتے ہو لیکن اے ظالموں میں بہت پیاسا  
 ہوں تھوڑا سا پانی مجھے پلا دو پھر قتل کرنا۔

راوی کہتا ہے کہ اُس وقت حال امام مظلوم کا یہ تھا کہ دونوں ہونٹ خشک ہو گئے تھے

اور بار بار زبان مبارک کو چباتے تھے اور فرماتے تھے افسوس میں نہایت پیاسا ہوں آیا

تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ مجھے شدت تشنگی میں پانی پلائے، تم نہیں جانتے کہ میرے بابا ساقی کوثر ہیں۔ فقال رجل من عسكر عمر ابن سعد يا حسين هيهات هيهات والله لا اذقت منة قطرة حتى تذوق الموت۔ ایک شقی سنگ دل جواب میں اُس مظلوم کے لشکر عمر سعد سے بولا بہت دشوار ہے اے حسین کہ ہم تمہیں پانی دیں قسم ہے خدا کی کہ ایک قطرہ نہ دیں گے یہاں تک تم ایسے ہی پیاسے مر جاؤ۔

جب حضرت امام حسینؑ کو اشقیاء نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور تیروں کی بارش کرنا شروع کی تو راوی کہتا ہے۔ فتقدم يشرب فرمى السهم فوق ففى فيمه۔ تو حضرت دریا کی طرف آئے کہ پانی پییں۔ ایک شقی نے تیر دہن شریف پر مارا۔ پس شمر يكارا "وآئے ہو تم پر جلد حسینؑ کو قتل کرو ایسا نہ ہو کہ حسینؑ پانی پی لیں"۔ یہ سن کر سنان بن انس لعین نے ایسے زور سے ایک نیزہ سینہ اقدس پر لگایا۔ قریب تھا کہ گھوڑے سے زمین پر گر گریں۔ فقال ايها الجواد اتعف من آنا۔ پس حضرت نے گھوڑے سے فرمایا۔ اے گھوڑے تو پہچانتا ہے کہ میں کون ہوں۔ انا بن فاطمة الزهراء وانا بن على المرتضى۔ اے گھوڑے میں فاطمہ زہرا اور علی المرتضیٰ کا بیٹا ہوں۔ اُس وقت گھوڑا حال حضرت پر رونے لگا۔ فوضع يديه، ورجليه على الارض۔ پس ہاتھ پاؤں پھیلا کے وہ گھوڑا زمین پر بیٹھ گیا ثم وقع الحسين على الارض و غشى عليه پھر وہ راکب دوش رسول خدا پشت زین سے بروئے زمین تشریف لائے اور ظالموں نے آپ پر حملہ کرنا شروع کر دیا۔

# شہادتِ امام حسینؑ پر وفادار ذوالجناح کا اظہارِ غم

مولانا سید نجم الحسن کراروی (پشاور)

شب عاشور گزری، نور کا ترکا ہوا۔ امام حسین علیہ السلام نے نمازِ جماعت ادا فرمائی، حسینؑ کے پسینے پر خون بہانے والے مجاہد کمریں کس کر سامنے آگئے اور عروسِ مرگ سے ہم کنار ہونے کے لیے بڑھتی ہوئی امنگوں سے حکمِ امام کا انتظار کرنے لگے۔ وقت آیا اور اذن ملا۔ مجاہد فدا کارانہ انداز میں قدمِ امام چوم کر آگے بڑھے یکے بعد دیگرے ہنگامِ عصر سے قبل امام عصر پر شہار ہو گئے یہ کنارِ موت میں پہنچے حسینؑ میدان میں تشریف لائے جس طرف نظر اٹھائی نختِ جگر خون میں ڈوبے ہوئے پائے۔ لشکر نے یورش کی بے جان مددگاروں پر نظر اٹھی۔ آواز دی بہادرو! اٹھو تمہارا امام نرغہ میں ہے۔ جواب ملا، مجاہدوں کے لاشے ریگِ گرم پر کروٹیں بدلنے لگے کئی ہوئی گردنوں سے لٹیک کی آواز آئی پھر خاموش ہو گئے دشمن کے وار چلنے لگے، دائیں بائیں نظر کی:-

نہ لشکرے نہ سپاہے نہ کثرت الناس

نہ قاسے نہ علی اکبرے نہ عباسے

آپ نے دفاعی جنگ شروع کی شجاعتِ علویہ کے جوہر دکھائے، ایک ہزار نو سو اکیاون زخم کھا کر زمین پر تشریف لائے سرِ اقدس کا ٹاٹا گیا، وفادار گھوڑے نے فریاد کی۔

جعل یصلح صھیلا عالیاً کے فلک شگاف نعرے لگائے۔

حسینؑ کی شخصیت کا اثر بد بخت انسانوں پر ہو یا نہ ہو مگر جانوروں پر ضرور ہوتا تھا۔  
اسپ وفادار نے وہ تمام فرائض ادا کئے جو اس وقت انسانوں پر عائد ہوتے تھے۔ خود  
رویاء خود فریاد کی اور فریضہ رحمت ادا کیا۔ علامہ شیخ سلیمان قندوزی کہتے ہیں۔

وقف علی بدن المبارک للحسینؑ بقبلة.

باچشم تر حضرت امام حسینؑ کے جسم مبارک کا بوسہ دینے لگا۔ (بیانج المودة صفحہ ۳۴۹)

ذوالجناح کا دورہ:

ایسے جانور کا کیا کہنا جس نے اپنے فریضے کو اتنی وسعت دے رکھی تھی کہ ہر مرنے  
والے کی لاش پر جا کر فریاد کئے بغیر نہ رہ سکا۔

یمشی علی اتضلاء مراحداء بعد واحداء ہر ایک شہید کی لاش پر گیا اور  
اپنے تاسف کا بزبان بے زبانی حال اظہار کیا۔

ذوالجناح کی گرفتاری کا حکم:

ذوالجناح اپنے اوپر عائد کئے ہوئے فرائض کو ادا کر رہا تھا کہ عمر بن سعد نے لشکر  
والوں کو حکم دیا خذوہ واتونی بہ اسے پکڑ کر میرے پاس لاؤ حکم حاکم مرگ  
مفاجات کے برابر ہوتا ہے لشکر تو آ گیا لیکن گرفتار کئے جانے والے جانور کو چونکہ علم تھا  
اور وہ جانتا تھا کہ میرا امام اور حاکم حسینؑ اور ان کی اولاد کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا لہذا اس  
کا آسانی سے گرفتار ہونا بھی مشکل تھا۔

فلما علم طلبہم جعل یلطم برجلہ ویکدم بہہ حتی قتل منهم  
خلقا کثیراً و طرح فرسانا عن ظهر خیر لہم فصاح عمر وقال  
ویلکم بناسک واعنہ

جب ذوالجناح کو محسوس ہوا کہ لوگ مجھے گرفتار کرنا چاہتے ہیں اس نے ہاتھ پاؤں

اور منہ سے حملہ کرنا شروع کر دیا اور کثیر آدمیوں کو ہلاک کر دیا۔ اور عقب سے سواروں کو گھوڑوں پر سے گرا دیا یہ دیکھ کر عمر بن سعد چیخ اٹھا۔ کہ اے بد بختو اگر تمہارے قابو میں نہیں آتا تو جانے دو۔ اس کے فرمان پر لشکر ہٹ گیا گھوڑا جو لاکھوں انسانوں سے بہتر تھا امام علیہ السلام کے جسم مطہر کے قریب آیا۔

ثم يجعل يقبل البدن المبارك المكرم ويمرغ منا عينه با الدم المطهر وبصيهل صهيهلاً عاليأ و توجهه الى الخيمه.

اور امام حسین علیہ السلام کے جسم مبارک کو بو سے دینے لگا اور آپ کے خون پاک میں اپنی پیشانی رکھ دی اور بلند آواز سے فریاد کرتا ہوا خیمہ اطہر کی طرف روانہ ہوا۔

ذوالجناح کی آمد:

ذوالجناح کی آواز حضرت اُمّ کلثومؓ کے گوش زد ہوئی سکیئہ سے فرمایا۔

يا سكيئة انى سمعت صهيل ابيك اظن قد اقاما ياما الحاء

فاخرجى اليه

بٹی میں تیرے باپ کے ذوالجناح کی آواز سن رہی ہوں۔ دیکھو تو کیا وہ پانی لے کر آئے ہیں جناب سکیئہ فوراً باہر آئیں۔

فراثة خاليا من راکبه فهتکت خارها وصاحت

دیکھا کہ ذوالجناح خالی کھڑا ہے بابا جان اس کی پشت پر نہیں ہیں یہ دیکھ کر اس غم زدگی نے فریاد و فغاں کے نعرہ بلند کئے اور حضرت زینبؓ و اُمّ کلثومؓ اپنے بھائی کے غم میں دل خراش نوے کرنے لگیں۔

ذوالجناح کی غرقابی:

غرض کہ امام حسینؓ کا ذوالجناح شہادت کے بعد انتہائی رنج و الم کا شکار ہوا اور اس

نے وہی کچھ کر کے اپنے کو انسانوں سے بہتر ہونے کا ثبوت دیا جو انتہائی پریشانی میں  
 عاقل انسان بھی کر گزرتے ہیں۔ سلطان ترک کے پیر شیخ سلیمان قندوزی لکھتے ہیں  
 عبداللہ ابن قیس کا بیان ہے۔ ثُمَّ غاص فی وسط الفُرات فَلَمَّا يَرَا خَبِرَ  
 وَلَا اَثَرَ كَيْفَ فِي مِثْلِهِ خَبِرَ ذُو الْجَنَاحِ فِرَاتِ كَيْفَ فِي مِثْلِهِ خَبِرَ  
 نشان ہی نہ چلا۔ (بیان بیع المودۃ صفحہ ۵۰ عصر)  
 (نوٹ:- ذوالجنح اب تک زندہ ہے) (بحوالہ سرفراز لکھنؤ محرم نمبر ۳۷۱۳/۱۹۵۳ء)



## مجلس ذوالجناح

مولانا سید علی نقی نقوی لکھنوی

شبیبہ ذوالجناح اس گھوڑے کی تاریخی یادگار ہے جس نے جہادِ کربلا میں اپنی وفاداری سے انسانوں کو محو حیرت کر دیا تھا۔ ابوحنیف اور تاریخِ اعظم کو فی کا کہنا ہے کہ بعد شہادت یہ گھوڑا امام حسینؑ کے جسمِ اطہر کے گرد چکر لگاتا تھا، لاش کو چومتا، ماتھا زمین پر ملتا اور اس قدر زور سے ہنہناتا تھا کہ تمام جنگل گونج اُٹھتا، اپنی پیشانی کو خونِ حسینؑ سے رنگین کیا اور حرم کے خیمہ کی طرف گیا اور بار بار اس دردناک آواز سے ہنہنایا کہ سب کو معلوم ہو گیا کہ مولّا کے شہید ہونے کی سنائی لے کر آیا ہے۔ حرموں میں اس خبر سے قیامت برپا ہو گئی۔ پھر میدانِ جہاد میں آیا جسم شریف کے پاس پہنچا قدموں پر اپنا ماتھا ملنے لگا، پھر اپنی تھوٹھنی اور پیشانی اس قدر زمین پر ماری کہ جان فدا کر دی چونکہ رسولِ خدا کے گھوڑوں میں سے تھا، عمر سعد کی فوج نے زندہ پکڑنا چاہا مگر اس نے دو لٹیاں جھاڑنا اور منہ سے کاٹنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ۲۶ سوار مار گرائے اور ۹ گھوڑے ہلاک کر دیے تحفظِ اسلام کے لیے جس جاندار نے ایسا بے مثل کارنامہ کیا ہو اُس کی یادگار کیوں نہ منائی جائے کیا احسان کا بدلہ احسان نہیں ہوتا؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیاءِ  
 وَالْمُرْسَلِیْنَ وَاللهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ

جس طرح آدمؑ کی اولاد میں خدا نے ایسے انسان پیدا کئے جو اپنی قابل قدر خصوصیتوں کے سبب سے دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اپنا نام چھوڑ جائیں۔ اسی طرح خدا نے کائنات میں دوسری قسم کی چیزوں کے اندر بھی ایسے ایسے نمونے خلق کیے ہیں جن کے اعلیٰ صفات اس جنس کے لیے فخر و ناز کا سبب بن سکیں۔ قدر دانی ہر چیز کی اس کے لحاظ سے ہونی چاہیے۔ ہر گذشتہ چیز جس سے ایسے واقعات کا تعلق ہو جو آئندہ نسل انسانی کے لیے سبق دینے والے ہوں وہ اس کی حقدار ہے کہ اس کی یاد ہمیشہ تازہ رکھی جائے۔

قدر کے قابل صفت ہر شے میں قدر کے قابل ہے۔ اس میں کسی مذہب و ملت کی تفریق نہیں ہے۔ ایک دریا دل صاحب جو دو سخا انسان اپنی خصوصی صفت کے باعث ہر انسان کی محبت کا سبب ہے۔ ایک سچائی پر جان دے دینے والا پُر جگر شخص ہر انسان کی عقیدت کا مرکز ہوتا ہے۔ ایک نیک دل خوش اخلاق آدمی کی ہر ایک تعریف کرے گا۔ یہ تمام انسانی اوصاف ہیں۔ جن کا قدر دان ہر انسان ہے۔ یہ چیزیں مذہب و ملت کے تفرقہ سے بالکل علیحدہ ہیں۔

اسی طرح غیر انسانی جاندار مخلوق میں امتیازی صفات ہر شخص کی توجہ کا باعث ہو سکتے ہیں۔ مہذب اور متمدن جماعتیں یادگار قائم کرتی ہیں۔ اور یاد تازہ رکھتی ہیں ان جانوروں کی بھی جو کسی واقعہ میں نمایاں حیثیت رکھتے ہوں۔

آگرہ کے شاہی قلعہ کے باہر سیاح کو گھوڑے کا مجسمہ ضرور نظر آئے گا۔ سینہ تک زمین کے اندر اور صرف سر و گردن اس کی باہر نمایاں ہیں۔ اس کو جستجو ضرور دریافت

کرنے پر مجبور کرے گی ”یہ گھوڑا کیسا ہے“ اسے معلوم ہوگا کہ یہ گھوڑا ایک بہادر شیر دل انسان کو قلعہ کی بالائی فصیل پر سے لے کر پھاندا تھا۔ اور سین تک ریگ میں دھنس گیا تھا۔ اس سے انسانی ہمت پر کیا اثر پڑتا ہے؟ انسان کے دل پر کون سا نقش قائم ہوتا ہے؟ انسان کو کیا سبق حاصل ہوتا ہے؟ بہر حال ایسا ہی کچھ تھا جسے بطور یادگار مجسمہ کی صورت میں قائم رکھنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔

کم از کم خود انسان کی قدر شناسی ہی ثابت ہوگی۔ کہ وہ جانور کی بھی قدر کرتا ہے۔ اگر اس سے کوئی نمایاں واقعہ رونما ہو جائے۔

اخبار بین طبقہ بے خبر نہیں ہوگا۔ ان واقعات سے جو روزانہ دوسرے ممالک میں ہوتے رہتے ہیں۔ جہاں معلوم ہوتا ہے کہ حیوان بھی قدر کے قابل ہو سکتا ہے۔ اور انسان کی انسانیت اس کی قدر شناسی پر مجبور ہو جاتی ہے۔ حیوانی نسل میں ایسی مخلوق کی کمی نہیں ہے جو اپنی جنس کے اعتبار سے بلند صفتوں کی حامل ہو۔ ایک کتا جو حیرت انگیز وفاداری کا اظہار کرتا ہے۔ اس قابل سمجھا جاتا ہے کہ اس کے مرنے پر اظہارِ غمِ عالم کے لیے ہزاروں روپے صرف کر دیئے جائیں۔ جلسے ہوں اور اظہارِ رنج کیا جائے۔ جاپان کے ملک کا یہ واقعہ ابھی کچھ زیادہ دور نہیں ہوا ہے۔

مذہبی روایات میں اصحاب کہف کے کتے کا قرآن مجید تک میں ذکر موجود ہے اور وہ بھی انہیں خصوصیتوں میں شریک کیا گیا جو اصحاب کہف کے لیے حاصل ہیں۔ وہ جدید دنیا کی جدید تہذیب کا کارنامہ تھا۔ اور یہ قدیم تاریخ کا قدیمی ورق۔ ایک مدت تک عیسائیوں کے گرجاؤں میں اس سُم کی تعظیم ہوئی ہے۔ جو حضرت عیسیٰ کی سواری کے حیوان کا ان کے یہاں سمجھا جاتا تھا۔ اسلام میں اس دنبہ کی یادگار قائم کی گئی جو حضرت ابراہیم کے پاس ان کے فرزند اسمعیل کے فدیہ قربانی کے لیے آیا تھا۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بقرعید میں قربانی کا حکم دے کر اس کو شمیم بنانے کا قانون جاری

کر دیا۔ مسلمانوں کے سوا اعظم نے اس اونٹ اور حمل کی یادگار قائم کی جس پر اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ سوار ہوئی تھیں۔ اور اب تک مصر سے جو عربی تہذیب و تمدن کا گہوارہ بنا ہوا ہے۔ وہ حمل مکہ معظمہ بھیجی جاتی ہے۔

ہندو قوم تو برابر جانوروں کی قدر شناس رہی ہے۔ وہ ہر اس جانور کو جس سے نوع انسان کو فوائد پہنچے ہیں۔ قدر کی نگاہ سے اس حد تک دیکھتی ہے جسے پرستش کی حد تک سمجھا جاسکتا ہے۔

یقیناً انسان کو گذشتہ واقعات کی یاد تازہ رکھنے کے لیے بھی ضرور ہے کہ وہ ان تمام چیزوں کی یاد باقی رکھے۔ جن کے ساتھ ان واقعات کا تعلق ہے۔

عیسائیوں نے غیر جاندار چیز، وہ سولی جس پر حضرت یسوع مسیحؑ کو ان کے خیال میں چڑھایا گیا ہے۔ آج تک صلیب کی شکل میں قائم رکھی ہے۔ جو ہر گرجا میں موجود رہتی ہے۔ اور ہر عیسائی کی گردن میں آویزاں۔ اسلامی روایات میں حضرت ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی جگہ (مقام ابراہیم) مصلیٰ قرار دیا گیا۔ کہ وہاں لوگ نماز پڑھیں، وہ پانی جو عین استلجیل کے پیاس سے جان بلب ہونے کی حالت میں نمودار ہوا تھا۔ چاہ زمزم کے نام سے انتہائی متبرک قرار دیا گیا۔ کوہ صفا اور مروہ جہاں حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں سرگرداں پھری تھیں۔ انہیں سعی کا محل بنا دیا گیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ارکان حج میں شبیہیں قائم کی گئی ہیں۔ ان گذشتہ واقعات کی جواہم ہستیوں کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔

وہ واقعات زندہ رکھنے کے قابل ہیں جو انسانی نسل کے لیے اچھے اچھے سبق دیتے ہوں جو دل میں رحم و کرم کا جذبہ پیدا کرتے ہوں، جو وفاداری اور نیک شعاری کی قدر بتلاتے ہوں۔

یہ واقعات وہ ہوتے ہیں جو اگرچہ کسی خاص قوم یا جماعت ہی میں واقع ہوئے

ہوں۔ لیکن ان کا مفاد اور نتیجہ تمام نسل انسانی کے ساتھ یکساں حیثیت سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لیے ان میں ہرگز کوئی تفریق نہیں ہونی چاہیے۔ وہ ہرگز فرقہ وارانہ حیثیت نہیں رکھتے۔ اور نہ فرقہ بندی کا باعث ہوتے ہیں اگر انہیں فرقہ بندی کے طور پر ادا کیا جائے۔ تو یہ کسی خاص جماعت کی غلطی ہوگی۔ جس سے خود واقعہ کی افادی حیثیت اور ہمہ گیری کو نقصان پہنچے گا۔ اس لیے خود واقعہ اس طرز عمل کا شاکی ہوگا۔

کربلا کا اہم واقعہ جو ۶۱ ہجری میں ۱۰ویں تاریخ محرم کو رونما ہوا وہ اگرچہ مذہبی روایات کے اعتبار سے ایک خاص جماعت یعنی مسلمانوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ لیکن حقیقتاً وہ اپنے نتائج کے اعتبار سے تمام دنیا کی تاریخ کا ایک اہم سبق آموز حقیقہ ہے۔ وہاں تمام انسانی اوصاف و فضائل عملی طور پر پیش کیے گئے ہیں۔ وہاں رحم و کرم، اخلاق و مروت، ثبات قدم اور استقلال تحمل و ضبط نفس، ایثار اور ہمدردی، حق پروری اور حقیقت کو شہیہ سب اور ان کے علاوہ تمام انسانی مکمل صفات تھے جو مجسم طور پر سامنے لائے گئے۔

اس لیے ہرگز کربلا کے واقعہ کی یادگار قائم کرنے اور اس واقعہ سے صحیح سبق حاصل کرنے کے تنہا مسلمان حقدار نہیں ہیں۔ بلکہ تمام بنی نوع انسان اس واقعہ کے اہم نکات اور تعلیمات سے بہرہ مند ہونے کا موقع رکھتے ہیں۔

حسینؑ کی ذات دنیا کے لیے نقطہ اتحاد ہے۔ حسینؑ کی ذات عالم کے لیے مرکز اجتماع ہے۔ حسینؑ کی ذات تمام دنیائے انسانیت کے لیے پیغام حیات ہے۔ حسینؑ کی ذات تمام نسل بشری کے لیے سامان نجات ہے۔

دنیا ہزاروں مسلوں میں اختلاف رکھے۔ آپس میں دست و گریباں ہو۔ مگر جب شہید کربلا حسینؑ کی ہستی سامنے آئے گی۔ یہاں آکر وہ تمام افتراق دور ہو جائیں گے۔ یہاں اختلاف کی گنجائش نہ ہوگی۔ کسی مذہب کا ماننے والا ہو کسی ملت کا پیرو

ہو۔ مذہب سے کام نہیں۔ بالکل لامذہب انسان ہو۔ طبعی ہو، نیچری ہو، دہری ہو، جو بھی ہو۔ لیکن اگر سینہ میں دل اور دل میں احساس رکھتا ہے۔ تو واقعہ کر بلا سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا میں سچ کہتا ہوں کہ حسینؑ کی ذات تمام اختلافات سے بالاتر ہے۔ بھلا شیعہ کیا کہہ سکتے ہیں کہ حسینؑ صرف ہمارے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمانوں کو حق نہیں وہ یہ کہیں کہ حسینؑ صرف ہمارے ہیں، حسینؑ تمام دنیائے انسانیت کے ہیں۔ انہوں نے وہ کام کیا جس نے مٹی ہوئی انسانیت کے نقوش کو ابھار دیا جس نے دم توڑتی ہوئی انسانیت کو نئے سرے سے زندہ کر دیا جس نے انسانیت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو ساحل مراد تک پہنچا دیا۔ انہوں نے اپنی جان دے کر ہمیشہ کے لیے وہ نمونہ قائم کر دیا۔ جس کی پیروی ہمیشہ کے لیے معیار انسانیت رہے گی۔

یقیناً ایسے اہم واقعہ کی یادگار قائم کرنا ہر اس صورت سے جو اس واقعہ کی یاد دہانی رکھنے میں مفید ثابت ہو سکے۔ ایک اہم انسانی فرض ہے، کر بلا میں جس طرح حسینؑ بن علیؑ کے ساتھی انسانوں نے وہ کار نمایاں کیے جس کی مثال صفحہ بتاریخ پر نہیں مل سکتی اسی طرح دوسرے ذی روح مخلوق یعنی جانور کو بھی یہ فخر ہے۔ کہ اس نے اخلاص و وفا کا ایسا نمونہ پیش کیا جو تاریخ میں یادگار رہے گا۔

وہ حسینؑ کا گھوڑا جو ”ذوالجناح“ کے نام سے موسوم تھا۔ اس نے اپنے مالک کا ساتھ اس آخری وقت تک دیا۔ جب کہ کوئی معین و مددگار، کوئی خیر گیر و خیر رساں باقی نہ تھا۔

کسے نہیں معلوم کہ کر بلا میں فرزند رسولؐ کے لیے پانی کا قطرہ ہو گیا تھا۔ بھلا کون کہہ سکتا ہے کہ چھوٹے بچوں کے لیے جس میں علی اصغرؑ کا سا شیر خوار بھی ہولب تر کرنے کے لیے پانی نہ موجود ہو تو گھوڑے پانی سے کیسے سیراب کیے جاسکتے ہوں گے۔

ہرگز نہیں۔ اگر بچوں کے لیے سب سے آخری قطرہ پینے کے پانی کا صرف ہو سکتا ہے تو گھوڑے اس سے قبل کے پیاسے ہونگے۔ اس کے بعد صبح سے سہ پہر کے وقت

تک برابر سید الشہداء کو عرب کی تیز دھوپ گرم ہوا میں خیمہ گاہ سے میدان جنگ تک جو کافی دور تھا، آنا اور جانا، ہر عزیز کی رخصت کے وقت خیمہ کے پاس ہونا اور جانکنی کے وقت میدان جنگ میں اس کے سرہانے یہ تمام آمد و رفت گھوڑے کی پشت پر ہی ہوتی تھی۔ پھر حملے، لڑائی اور وہ قیامت خیز لڑائی جس کی مثال تاریخ میں نہیں ہے۔

سب سے پہلے آغاز جنگ تیروں کی بارش ہی سے ہوا تھا۔ اس کے بعد ظہر سے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ پہلے جب تمام یزیدی فوج نے مجموعی طور پر تیروں کی بارش کی ہے۔ اور ہزاروں نیزوں کی بارشیں ایک ساتھ چلی ہیں۔ تو تاریخ گواہ ہے کہ اس کی سب سے بڑی زد گھوڑوں ہی پر ہوئی تھی۔ چنانچہ فوج حسینؑ کے زیادہ گھوڑے اس میں پے ہو گئے۔ اور اکثر سوار پیادہ ہو گئے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس وقت ”ذوالجناح“ کو کوئی زخم نہیں آیا تھا۔

وہ وقت کہ جب ہزاروں کی فوج کے سیلاب میں ایک تنہا حسینؑ ڈوبتے تھے اور دشمنوں کو منتشر کر کے باہر آتے تھے۔ نیزوں کے حملے بھی تھے اور تلواریں بھی، تیر بھی تھے اور تبر بھی۔ اس وقت کیا گھوڑا حسینؑ کا محفوظ تھا؟ اور کیا دشمنوں کے گھبرائے ہوئے حربے جو بے تابی کے عالم میں پڑتے تھے وہ مرکب کو صاف بچالے جاتے تھے۔

جنگ کا واقف کار یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے۔ کہ اس عظیم الشان جنگ میں گھوڑا حسینؑ کا ایک بہادر جاں نثار اور ایک وفا شعار معین و مددگار کا کام انجام دے رہا تھا۔ وہ یقیناً دشمنوں کو زد پر لاتا تھا۔ وار خالی کرتا تھا۔ اور گرے ہوئے دشمن کو روندنا بھی تھا اور شکستہ بھی کرتا تھا۔

اس گیر دار، اس جنگ و جدال، اس ہنگامہ قتال میں گھوڑے کی پیاس اس کے سینہ کا التہاب، اس کے جلگ کی سوزش اس کے احساس سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر وہ وقت یادگار ہے کہ جب فوج سے میدان صاف ہوا۔ فرات کا دامن بالکل خالی ہو گیا۔ حسینؑ

نہر کے قریب آئے گھوڑا اپنا نہر میں ڈال دیا۔ اور یہ کہا یا اپنے طرز عمل سے ثابت کیا کہ ”اے میرے باوفا تو بہت پیاسا ہوگا۔ یہ پانی موجود ہے۔ اپنی پیاس بجھالے“ اس وقت کوئی نہیں، فرات کی موجیں گواہی دیں گی، ساحل فرات شہادت دے گا کہ گھوڑے نے اپنی گردن اٹھالی تھی۔ اپنا سر بلند کر لیا تھا۔ اپنا منہ بند کر لیا تھا مطلب یہ تھا۔ کہ میں ہرگز پانی نہ پیوں گا۔ جب تک آپ اس پانی سے سیراب نہ ہوں۔

حسینؑ نہر سے باہر نکل آئے اور گھوڑا بھی پیاسا نکلا۔

اب وہ وقت آیا کہ جب گھوڑے کی تمام کوشش جنگ ختم ہو چکی جب اس کی پشت، اس کے راکب سے خالی ہو گئی۔ جب اس کے مالک کو چاروں طرف سے خون آشام دشمنوں کی تلواروں نے گھیر لیا۔ اس وقت اس کے لیے حسینؑ کی سب سے بڑی خدمت کا وقت آیا۔ اس وقت اس نے وہ کام دیا جو اس کے لیے مخصوص ہو گیا۔

اس نے احساس کیا کہ اب مدافعت کا کوئی موقع باقی نہیں ہے۔ جنگ کا میدان دشمنوں سے بھرا ہے۔ اور یہاں کوئی دوست نہیں ہے۔ وہ ابھی جاں نثاری و جان فروشی کر رہا تھا جہاد کے راستہ میں حسینؑ کا ساتھ دے رہا تھا۔ لیکن اب جب کہ اس کا راکب اپنی منزل تک پہنچ گیا۔ جب کہ راستہ کی مسافت ختم ہو چکی جب کہ سواری کا کوئی سوال باقی نہیں ہے تو اس نے خود اپنے اس فرض کا احساس کیا۔ کہ وہ بے کس و بے بس عورتوں کو جو خیموں میں اپنے والی وارث کی خبر کی منتظر تھیں۔ جا کر اپنے مالک کی خبر پہنچا دے۔

اس نے اپنی پیشانی خون میں تری کی۔ وہ سیدھا خیمہ حسینؑ کے دروازہ پر پہنچا۔ اس نے ہنہنا کر اپنی آواز اندر پہنچائی۔ منتظر سیدانیاں اس کی آواز کو سنتے ہی دروازہ پر آگئیں۔ وہ دیکھا جو پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس کا خالی زین۔ اس کی رنگین پیشانی۔ اس کی کٹی ہوئی باگیں۔ اس کا زخمی جسم۔ اس کے جسم میں پیوست تیر وہ سب کچھ کہہ رہے تھے۔ جس کی خبر دینے کو وہ دروازہ پر آیا تھا۔



یہ تھی آخری خدمت جو ”ذوالجناح“ نے انجام دی۔ اور یہ ہے وہ یادگار واقعہ جو اس یادگار جانور کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ یہی وہ یادگار ہے جو حسینؑ ابن علیؑ کی عزاداری کے سلسلہ میں ”ذوالجناح“ کی شبیہ نکال کر قائم کی جاتی ہے۔

”ذوالجناح“ زندہ ہے۔ جب تک حسینؑ کا نام زندہ ہے۔ اپنے راکب کی بدولت وہ بھی ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اور اس کی یادگار ہمیشہ قائم رہے گی۔



مجلس

## ذوالجناح

مولانا علی حضور نجفی

انسانی ذہن کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ جب کسی چیز کو زیادہ عرصہ گزر جائے تو اس چیز کو انسان اپنے ذہن سے اُتار دیتا ہے اور وہ چیز بھول جاتی ہے یہ انسانی بھلائی کے لیے ہے کیونکہ یہ چیز امر مسلم ہے کہ جو چیزیں خواہ وہ خوبیاں ہوں یا وہ کمزوریاں سب کی سب کسی نہ کسی وجہ سے پیدا کی گئی ہوتی ہیں اور جو چیزیں قدرت نے انسان کی فطرت میں داخل کر دی ہیں وہ ضروری طور پر کسی نہ کسی بھلائی پر مبنی ہوتی ہیں۔ چونکہ کسی چیز کو بھلانے کا مادہ قدرت کی طرف سے ودیعت کیا گیا ہے اس لیے اس میں بھی قدرت کو انسان کی بھلائی منظور ہے اور وہ یہ کہ اس طرح انسان اپنے دفاع کو ان تمام چیزوں کی یادداشت سے محفوظ رکھتا ہے۔ جنہیں انسان کے لیے یاد رکھنا ضروری نہیں ہوتا۔ لیکن بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں ہمیشہ یاد رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے آدمی خود محسوس کرتا ہے کہ ان چیزوں کو اسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں وہ قدرتی بات بھی ہوتی ہے۔ جو انسان کو چیزوں کو بھلا دینے کی طرف کھینچتی ہے۔ قدرت کی اس دی ہوئی چیز کے خلاف وہ جنگ تو نہیں کر سکتا البتہ چند ایسے ذرائع اختیار کرتا ہے۔ جن کی مدد سے وہ ان چیزوں کو یاد رکھ سکے چنانچہ ان چند ذریعوں میں سے اس کے لیے ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ اس چیز کو اپنے سامنے بار

بار لائے۔ تاکہ اس چیز کو بھولے نہیں۔ انسانیت کی خاطر حضرت امام حسین علیہ السلام کی قربانی ایک ایسی چیز ہے جس کو دنیا ایسی داستان قرار دیتی ہے جسے انسان کو انسانیت کی خاطر ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔ دلدل بھی امام حسین علیہ السلام کی ان چند چیزوں میں سے ہے جو انسانی ذہن میں انسانیت کے سب سے بڑے محسن کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔

ذوالجناح حضرت امام علیہ السلام کے اس گھوڑے کی یاد دلاتا ہے جس پر ہمارے اور آپ کے آقا و مولانا نے کربلا کے میدان میں سواری کی۔ ذوالجناح کی وہ صورت جس میں وہ برآمد کیا جاتا ہے دراصل حضرت امام حسین علیہ السلام کے گھوڑے کی وہ حالت ظاہر کرتا ہے۔ جبکہ وہ اپنے سوار کے قتل کے بعد مقتل سے خیمہ گاہ کی طرف امام حسین علیہ السلام کی قتل کی خبر لے کر گیا تھا۔ جب امام مظلوم قتل ہوئے تھے تو آپ یکہ و تنہا تھے اور سوائے اس اسپ با وفا کے کوئی آدمی قتل کی خبر خیمے تک پہنچانے کے لیے نہ تھا۔ جب امام حسین علیہ السلام قتل ہو گئے تو اس وفا شعار گھوڑے نے اپنا ماتھا اپنے سوار کے خون میں رنگا اور خیمہ گاہ کی طرف دوڑا۔ جب دور سے اہل بیت نے اس گھوڑے کو خالی آتے دیکھا تو سمجھ گئے کہ اس بے زبان کے سوار کی اور ہمارے والی و وارث کی خیریت نہیں ہے۔ جب نزدیک آ کر گھوڑے نے اپنی خون آلودہ پیشانی دکھائی تو خیموں میں ایک کہرام مچ گیا اور وہ لوگ سمجھ گئے کہ امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے ہیں۔ اس لیے جس وقت شبیہ ذوالجناح برآمد ہوتی ہے تو تھوڑی دیر کے لیے حاضرین یہ ہی محسوس کرتے ہیں کہ اس اسپ با وفا کا سوار شہید ہو گیا ہے اور ان کے آنکھوں کے سامنے کربلا کا وہ خونچکاں منظر پھر جاتا ہے اور شدت غم سے بیتاب ہو کر گریہ وزاری، آہ و بکا اور ماتم میں مشغول ہو جاتے ہیں اس منظر سے متاثر ہو کر وہ اپنے آپ کو میدان کربلا میں کھڑا پاتے ہیں اور ان کا جذبہ یہ ہوتا ہے کہ اگر امام انہیں اجازت دیں تو اپنے آقا پر سے جان فدا کر دیں۔

شبیہ ذوالجناح کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا یہ گھوڑا کسی بہت ہی مظلوم کی یاد تازہ کر رہا ہے سامنے سے دیکھنے میں سب سے پہلے پیشانی نظر آتی ہے جس سے آدم یہ محسوس کرتا ہے کہ یہ خون اس محسن کی شہادت کی اطلاع دے رہا ہے جس کے قتل کی اطلاع دینے والا کوئی بھی نہیں تھا۔ پیشانی سے نیچے سینے کے کپڑے کی سرخی اس خون کا پتہ دیتی ہے جسے اسپ و فاشعار نے جس کی شبیہ یہ ہے اپنے سینے میں مل لیا تھا۔ اس سے نیچے اگلے پیروں کی گھٹنوں تک کی سرخی وہ داستان زبان حال سے دہراتی ہے کہ کس طرح یزیدی لشکر نے انسانی خون سے ہوئی کھیلی تھی۔ شبیہ ذوالجناح کے بائیں طرف ایک خون آلودہ ڈھال اور ایک تلوار ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے سوار نے انسانیت کی حفاظت کی خاطر میدان میں تلوار چلائی اور وعدہ طفلی وفا کرنے کی خاطر ذوالفقار حیدری کو نیام میں کر لیا۔ ذوالجناح کے اوپر کی چادر ہمیں اس بات کا احساس دلاتی ہے کہ اس سوار پر کتنے زخم ہوں گے جس نے تین دن سے پانی کا ایک قطرہ تک پیا نہ تھا اور پھر بھی پیاس کی شدت اور بھوک کی تکلیف میں پیغام حق سنانے میں کسی طرح کی کوتاہی اور جس نے زخموں سے چور ہو کر بھی عبادت الہی میں کسی طرح کی کمی نہ کی۔ بدن زخموں سے چھلنی ہونے کے باوجود اسلام کی بقا کی خاطر کیا کچھ نہ کیا۔ تیروں کی زیادتی ہمیں بتاتی ہے کہ یزید کی فوج کتنی کثرت میں تھی اور یہ چیز ہمیشہ یاد رکھنے والا پیغام دیتی ہے کہ کفر کتنی ہی کثرت سے ہو ایمان کو ڈرنے کی ضرورت نہیں یہ تمام چیزیں ایسی چیزیں یاد دلاتی ہیں۔ جن سے ہم اس پیغام کو ہر سال دہراتے ہیں اور یاد کرتے ہیں۔ جس کی خاطر انسانیت کے محسن اعظم نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تاکہ کہیں وقت کی رفتار اور انسانی ذہن کی کمزوری اس کو زنگ آلود نہ کرے۔ چنانچہ یہ چیزیں اس داستان کو سال بسال سبقتل کرتی رہتی ہیں۔

بعض حضرات اپنی کم علمی کی بنا، پر کبھی یہ سوچتے ہیں کہ یہ ذوالجناح کی مادی شکل

میں تصویر بنانا کس طرح جائز ہے اور اسلام میں اس کی اجازت کس طرح ہے۔  
 میں ان حضرات کی خدمت میں بہت ہی ادب کے ساتھ عرض کروں گا کہ انہوں  
 نے یہ ہی سوال مسجد کے بارے میں کیا ہے کہ مسجد نبوی مدینہ میں موجود ہے تو اس کی  
 مادی نقلیں ہم لوگ ہر جگہ کیوں کرتے ہیں؟ یقینی طور پر وہ اس کا جواب یہ دیں گے کہ  
 اس میں کوئی حرج نہیں۔ میں اس کی تائید کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ مسجد میں جو کہ مسجد  
 نبوی کی نقل ہے ان کے بنانے میں کوئی حرج نہیں اور اسلام کی رو سے یہ جائز ہے اور  
 اس کے بنانے میں (نعوذ باللہ) کسی قسم کا کفر نہیں ہے تو اگر مسجد نبوی کی نقل کرنے میں  
 کوئی حرج نہیں تو پھر اگر ہم شبیہ ذوالجناح بنائیں تو اس میں بھی کسی قسم کا اعتراض نہیں  
 ہونا چاہیے۔ (”شیعہ“ حسین نمبر ۱۳۵۵ھ)



مجلس

## ذوالجناح یا مرتجز

علامہ سید محمد جعفر الزمان نقوی البخاری

ملک یمن کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ یمن اور اس ملحقہ ممالک میں ۱۲ ہزار انبیاء مبعوث فرمائے گئے اور یہی وہ ملک ہے کہ جس میں ملکہ بلقیس بنت شراحیل بن جدن بن سرخ بن حارث بن قیس بن صفی بن سبا کی حکومت تھی اسی سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی وجہ سے اس ملک کا ایک قدیمی نام ملک سبا بھی تھا کہ جسے انگلش میں شیبیا کہتے ہیں (قحطان اس خاندان کا پہلا حاکم تھا) جناب بلقیس یہاں کی ملکہ تھیں اور جناب سلیمان کو ہد ہد نے اطلاع دی تھی آج بھی یمن میں عرش بلقیس کے نام سے اس جگہ کے کھنڈرات موجود ہیں۔ جہاں ان کا قیام تھا۔ آرکیالوجی (Archaeology) کی کیسٹس میں وہ کھنڈرات دکھائے گئے ہیں، اب وہ پتھروں کے بڑے بڑے پلرز (Pillars) کی شکل میں موجود ہیں، یہ واقعہ سب کا سنا ہوا ہے، اس لیے اس ترک کرتا ہوں، ان کے بعد اس ملک پر کئی تبجان نے حکومت کی۔ واضح رہے کہ ماضی میں روم کے ہر حاکم کو قیصر، ہر ایرانی بادشاہ کو کسریٰ، ہر ہندی بادشاہ کو بطلموس، ہر چینی بادشاہ کو خاقان، ہر مصری حاکم کو فرعون، حبشہ کے ہر بادشاہ کو نجاشی اور ہر یمنی بادشاہ کو تبع کہا جاتا تھا۔ یمن پر جن تبجان نے حکومت کی ان میں سے کچھ سباہین خاندان سے تھے، کچھ اباسین خاندان سے اور کچھ کا تعلق حمیری خاندان سے تھا۔ کلی کرب بن زین سب سے پہلا تبع یمن تھا، جس کا شجرہ نسب یہ ہے۔ کلی کرب بن زید بن عمرو

الاذعاد بن ابرهہ بن منار بن رائش بن عدی بن صیفی بن سبا  
(الاصغر) بن کعب (کھف الظلم) بن زید بن سهل بن عمرو بن  
قیس بن معاویہ بن جثم بن عبد شمس بن وائل بن الغوث بن  
قطن بن عریب بن زبیر بن افس بن الہمیسع بن العر نجح حمیر  
بن سبا الاکبر بن یعرب بن یشحب بن قحطان

اس سبا الاکبر کے نام سے سباہین خاندان مشہور ہوا تھا، دراصل حمیر بن سبا کی وجہ  
سے یہ خاندان حمیری بھی کہلاتا تھا، انہیں حمیری کے نام سے شہرت اس لیے ملی تھی کہ اس  
خاندان نے عرب میں سب سے پہلے فخر اور گدھے پر زین رکھ کر سجانے کا آغاز کیا تھا،  
اس سے پہلے گدھے اور فخر پر زین نہیں رکھی جاتی تھی، اور نہ اسے شاہی سواری کی طرح  
سجایا جاتا تھا، چونکہ حمیر گدھے کو کہتے ہیں، اس لیے یہ قبیلہ حمیری مشہور ہوا تھا، ان کے  
گدھے بھی گھوڑوں کی طرح سجائے جاتے تھے اور اس دور میں یہ بات قابل فخر سمجھی  
جاتی تھی۔

کلی کرب کے دادا کو ربیعہ بن نصر نے قتل کیا تھا اور حکومت پر قبضہ کر لیا تھا، اس کے  
بعد تبعان بن اسعد ابی کرب نے اسے قتل کر کے اس سے حکومت واپس لے لی، یہ وہ  
تبع یمن تھا کہ جس کا ذکر میں جناب عبدالمطلب کے واقعات میں تفصیل سے کر چکا  
ہوں، جس کا یہاں اعادہ نہیں کرنا چاہتا، ہاں اتنا بتانا چلوں کہ سب سے پہلے کعبہ پر  
غلاف سی تبع یمن نے چڑھایا تھا، جب اس نے مکہ پر حملہ کیا تو پہلے تو بہت نقصان کیا  
جس کی وجہ سے عرب لوگ اسے برا بھلا کہتے تھے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ:  
لاتسبوا اسعد الحمیری فانہ اول کسی الکعبۃ ولا تسبوا تبعاً فانہ  
کان اسلم تم تبعان یمن اور خصوصاً تبع اسعد ابی کرب حمیری کو برانہ کہو، کیونکہ اس  
نے کعبہ پر غلاف چڑھایا تھا اور وہ اسلام سے پہلے مسلمان تھا جناب ابو مرہ سیف بن

ذی یزان بن صلاح بن مالک کے دادے یعنی تیج یمن صلاح حمیری سے ابرہہ ملعون نے حبشیوں کے ساتھ ساز باز کرتے ہوئے حکومت چھین لی تھی اور انہیں شہید کر دیا تھا، مگر ان کا پوتا سیف بن ذی یزان جس وقت جوان ہوا تھا تو اس نے اپنی حکومت واپس لینے کی کوشش شروع کر دی۔ ابرہہ ملعون نے ۷۰ سال یمن میں حکومت کی، اسے غضب خدا نے گھیرا اور اس ملعون نے کعبہ محترم پر حملہ کیا، اور ابا بیلوں کے ہاتھوں اس کی فوج اور ہاتھیوں کا خاتمہ ہوا، اس کے بعد اس کے بڑے بیٹے یکسوم نے تخت سنبھالا، اس کے بعد اس کے بھائی مسروق بن ابرہہ نے حکومت سنبھالی، اس وقت جناب سیف بن ذی یزان نے قیصر روم کے ساتھ رابطہ کیا اور اپنی حکومت واپس لینے کے لیے اس سے مدد مانگی مگر اس نے انکار کر دیا، اس کے بعد سیف بن ذی یزان نے کسریٰ یعنی ایران کے بادشاہ سے مدد مانگنے کا پروگرام بنایا مگر کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، اس زمانہ میں کسریٰ کی طرف سے کوفہ (حیرہ) عراق کا گورنر نعمان بن منذر تھا، وہ کعبہ کی زیارت کے لیے مکہ مکرمہ آیا تو جناب عبدالمطلبؑ کے پاس مہمان ٹھہرا، حسن اتفاق کہ اسی دن سیف بن ذی یزان بھی جناب عبدالمطلبؑ کے پاس مہمان تھا، کیونکہ ان کے خاندان کے ساتھ بنی ہاشم کے بہت اچھے تعلقات استوار تھے، یہاں جناب عبدالمطلبؑ نے نعمان بن منذر سے سیف بن ذی یزان کی سفارش فرمائی تو اس نے کسریٰ کے تعاون کا وعدہ کیا، بعد ازاں بادشاہ ایران کی مدد سے سیف بن ذی یزان کو پھر اپنے خاندان کی حکومت مل گئی۔

جب یہ برسر اقتدار آیا تو جناب عبدالمطلبؑ اس کے قصر الورد میں مبارک بادی کے لیے بھی تشریف لے گئے تھے۔ یہ کسریٰ پرویز کے والد ہر مز بن نوشیرواں بن قباذ کا زمانہ تھا، جب شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ آیا تو انہوں نے خسرو پرویز کو ایک خط بھی تحریر فرمایا، یہ ۶ ہجری کا واقعہ ہے۔



اس وقت حمیری خاندان میں سے باذان تیج یمن تھا جو سیف بن ذی یزان حمیری کی اولاد میں سے تھا، جس وقت حضور اکرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گرامی نامہ خسرو پرویز کے پاس پہنچا تو اس نے گرامی نامہ کی کوئی عزت نہ کی اور ساتھ ہی بادشاہ یمن باذان کو خط لکھا کہ تجھے معلوم ہوگا کہ عرب کی بنجر زمین میں اللہ کی رحمت کا نزول ہوا ہے، وہاں جناب محمد بن عبد اللہ رسالت کے داعی ہیں اور ایک نئے دین کی ترویج فرما رہے ہیں، تو انہیں گرفتار یا شہید کر کے ان کا سراپہ میری طرف روانہ کر۔

جس وقت یہ خط باذان کو پہنچا تو اس نے یہ خط بعینہ شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا اور عرض کیا کہ آپ مجھے آگاہ فرمائیں کہ اب میں اسے جواب میں کیا لکھوں؟ شہنشاہ انبیاء نے جواباً اسے آگاہ فرمایا کہ تمہیں اب جواب لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، جواب اللہ کی طرف سے آچکا ہے کہ خسرو پرویز کو قتل کر دیا جائے گا اور جس دن تیرے پاس خط پہنچے گا اس کے دو دن بعد اس کے قتل کی خبر تیرے پاس پہنچ جائے گی، یہ فیصلہ آسمانوں پر ہو چکا ہے۔

۱۷ جمادی الاول ۷ ہجری، ۲۱ ستمبر ۶۲۸ عیسوی بدھ کے دن خسرو پرویز قتل ہوا، اور اس کی اطلاع باذان کے پاس حسب فرمان پہنچ گئی۔ اس وقت باذان نے بارگاہ رسالت میں عریضہ لکھا کہ اب میں آپ کا دین قبول کر چکا ہوں۔

باقی انبیاء کا تو یہ معمول تھا کہ جو ان کا دین قبول کرتا تھا اسے وہ اپنا فیملی ممبر سمجھتے تھے، آپ کا میرے اور میری قوم کے بارے میں کیا خیال ہے؟ شہنشاہ انبیاء نے جواباً گرامی نامہ تحریر فرمایا کہ :- انتم منا والینا اهل البیت آپ ہم میں سے ہیں اور ہمارے خانہ زاد ہیں۔

چند دن بعد جناب باذان کا انتقال ہوا تو ان کے بڑے بیٹے شہر بن باذان کو تخت پر بٹھا دیا گیا اور شہنشاہ انبیاء کو جشن تاج پوشی میں شرکت کی دعوت دی گئی، شہنشاہ انبیاء

نے جناب امیر کائنات سے فرمایا کہ اس کی دل شکنی کرنا مناسب نہیں ہے، اب آپ تشریف لے جائیں یا ہم بات تو ایک ہی ہے، لہذا مناسب یہی ہے کہ آپ یمن تشریف لے جائیں۔

ان کے ساتھ شہنشاہ انبیاء نے ابو موسیٰ اشعری، معاذ بن جبل اور خالد بن ولید ملعون کو روانہ فرمایا۔ تمہید اور اصل واقعہ کا پس منظر بیان کرنے کے بعد اب میں مدعا بیان کرتا ہوں کہ جس وقت شہنشاہ معظم امیر کائنات یمن تشریف لے گئے تو شہر بن باذان نے ان کا شایان شان استقبال کیا اور اپنے محل میں لے آیا، شہنشاہ معظم امیر کائنات نے ایک ہفتہ تک یہاں قیام فرمایا اور تمام اہل یمن شہنشاہ تاجدار انبیاء کی اسلامی تعلیمات سے مستفیض ہوتے رہے۔

ایک ہفتہ کے بعد امیر کائنات نے واپسی کا ارادہ فرمایا، جب آپ واپس روانہ ہوئے تو شہنشاہ یمن شہر بن باذان نے بہت سے تحائف بارگاہ میں پیش کئے، ان تحائف میں خاص طور پر ایک گھوڑی بھی شامل تھی، جس کے بارے میں شہنشاہ یمن نے عرض کیا کہ آقا! ہمارا حمیری قبیلہ گھوڑوں کے معاملے میں بہت خوش نصیب ہے کہ عرب کی اعلیٰ ترین نسل کے گھوڑے ہمارے پاس موجود ہیں اور ہم ان کی قدر کرنا بھی جانتے ہیں، اور انہی میں سے ایک گھوڑی یہ بھی ہے امیر کائنات نے فرمایا کہ ہم وہ گھوڑی دیکھنا چاہتے ہیں، شہر بن باذان کے حکم پر اس کا ایک غلام گھوڑی دربار کے باہر لے آیا، امیر کائنات نے باہر تشریف لا کر اس گھوڑی کو دیکھا اور دریافت فرمایا کہ اس کا نام کیا ہے؟ شہر بن باذان نے بتایا کہ اس کا نام ”جھلی“ ہے۔

امیر کائنات نے اس غلام سے فرمایا کہ ذرا اس کو ہمارے سامنے تھوڑا سا دوڑاؤ تاکہ ہم اس کے قدم دیکھیں، اس غلام نے حکم کی تعمیل کی، اسی دوران سرکار امیر کائنات نے نگاہ فرمائی کہ گھوڑی چار قدم چلتی ہے، پھر پیچھے مڑ کر دیکھتی ہے اور پھر فراتقیہ نہایت

ہے، پھر چند قدم آگے چلتی ہے پھر ہنہنا کر پیچھے کی طرف دیکھتی ہے، امیر کائناتؑ نے شہنشاہ یمن کی جانب دیکھ کر فرمایا کہ اس گھوڑی کے انداز بتاتے ہیں کہ جیسے اس کا کوئی بچہ پیچھے رہ گیا ہے۔ کیا واقعی اس کا کوئی بچہ پیچھے ہے؟ اس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ حضور واقعی اس کا ایک بچہ بھی ہے، امیر کائناتؑ نے فرمایا کہ تم نے وہ ساتھ کیوں نہیں دیا؟ شہنشاہ یمن نے عرض کیا کہ حضور ہمیں دینے سے انکار تو نہیں مگر اس کا بچہ بیمار ہے۔ اس لیے ہم نے پیش نہیں کیا، کیونکہ وہ حضور کے شایان شان نہیں تھا امیر کائناتؑ نے فرمایا کہ ہم کائنات کے معالج حقیقی ہیں، ہمیں بتاؤ کہ اسے کیا بیماری ہے؟ شہنشاہ یمن نے عرض کیا کہ حضور! ہمیں خود معلوم نہیں کہ اسے کیا بیماری ہے مگر اس کی عادات بہت عجیب ہیں۔

امیر کائناتؑ نے فرمایا کہ ہمیں تفصیل بتائیں، اس نے کہا کہ آقا! ہمیں یہ تو معلوم نہیں کہ اسے کیا بیماری ہے لیکن جس دن سے پیدا ہوا ہے ہمیشہ اداں رہتا ہے، تین دن تک تو اس نے ماں کا دودھ نہیں پیا تھا، ہر وقت اس کی آنکھوں سے آنسو برستے رہتے ہیں، ہمارے شہر سے باہر ایک ریت کا ٹیلہ ہے جس وقت سخت گرمی ہوتی ہے، گرم لو چل رہی ہوتی ہے، زمین گرمی سے جل رہی ہوتی ہے تو اکثر زوال آفتاب کے وقت وہ شہر چھوڑ دیتا ہے دانہ پانی چھوڑ کر دوڑ جاتا ہے، اس گرم ٹیلے پر جا کھڑا ہوتا ہے، پہلے زمین پر گھٹنے ٹیکتا ہے، پھر اٹھ کھڑا ہوتا ہے، پھر پہلے دائیں پہلو، پھر بائیں پہلو کے بل گرم زمین پر سوجاتا ہے، پھر کھڑا ہو جاتا ہے، مدینہ کی جانب منہ کر کے تین مرتبہ ہنہناتا ہے، پھر دوڑ پڑتا ہے۔ شہنشاہ یمن جب تک یہ تفصیل بتاتا رہا امیر کائناتؑ روتے رہے پھر فرمایا کہ اے شہنشاہ یمن! وہ تو ہمارے کام کا ہے، چلو ہم اس کی زیارت کرتے ہیں، اس نے کہا کہ حضور! وہ اب بھی اس تیلے پر ہوگا، سرکار شہر سے باہر تشریف لائے، ریت کے اس ٹیلے پر دیکھا تو وہ دائیں پہلو کے بل سویا ہوا تھا، سرکار جب اس کے

قریب تشریف لے گئے تو وہ سرکار کی خوشبو محسوس کرتے ہی دوڑ کر حضور کے قریب آکھڑا ہوا۔

امیر کائنات نے اپنی باہیں اس کے گلے میں ڈال دیں، درد کے دریانے صبر کے بند توڑ کر بہنا شروع کیا، امیر کائنات کافی دیر تک اس کے گلے میں باہیں ڈال کر گریہ فرماتے رہے، اسے پیار کرتے ہوئے فرمایا کہ ابھی سے تم نے یہ اطوار اپنا لیے ہیں، ابھی تو وہ وقت بہت دور ہے۔

امیر کائنات نے شہنشاہ یمن سے دریافت فرمایا کہ مجلی کے اس بچے کا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ حضور! اس کا نام ہے ”مرتجز“ یہ نام سن کر امیر کائنات نے فرمایا کہ اے شاہ یمن شہر بن باذان! اگر آپ محسوس نہ کریں تو ہم اسے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں، اس نے عرض کیا کہ آقا! ہر چیز کے آپ مالک ہیں، یہ سارا ملک آپ کا ہے، جو جی چاہے ساتھ لے جائیں۔ امیر کائنات نے فرمایا کہ اس عزت افزائی کے لیے ہم آپ کے شکر گزار ہیں، ہمیں صرف یہ بچہ اپنے چھوٹے شہزادے کے لیے ضرورت ہے، القصہ سرکار امیر کائنات مرتجز کو اپنے ساتھ یمن سے مدینہ لے آئے۔

دستور کے مطابق شہر سے باہر قیام ہوا، تاجدار انبیاء پاک بھائی کی پذیرائی اور استقبال کی خاطر شہر سے باہر تشریف لے آئے، مگر انداز یہ تھا کہ آپ ناقہ پر سوار تھے، پاک حسین شریفین نانا پاک کے ساتھ ناقہ پر سوار تھے، جناب امیر کائنات نے شہنشاہ انبیاء کا استقبال کیا، تحائف پیش کئے، اس وقت کریم کر بلانے پاک بابا کے قریب آ کر عرض کیا کہ بابا جان! جو تحفہ آپ میرے لیے لائے ہیں وہ مجھے عطا فرمائیں۔ امیر کائنات نے گھوڑی مجلی منگوائی، ابھی گھوڑی کچھ دور تھی کہ مرتجز نے ماں کو چھوڑ دیا اور دوڑ کر تاجدار کر بلانے کے قدموں پر منہ رکھ دیا، اس وقت اس کی عجیب کیفیت تھی، کسی وقت قدموں پر منہ لگاتا، کسی وقت سرکار کے ہاتھوں پر آنکھیں لگاتا، جس طرح مدت

سے پچھڑے ہوئے دود دوست ملتے ہیں بالکل اسی انداز میں دونوں ایک دوسرے کو پیار کرنے میں مصروف تھے تاجدار کربلاؑ نے مرتجز کے گلے میں باہیں ڈال کر اسے بہت پیار کیا اور باب تاریخ لکھتے ہیں کہ اس وقت مرتجز کی عمر تین سال تھی

### پہلی سواری:

کچھ دن گزرنے کے بعد امام مظلومؑ نے پاک نانا کی خدمت میں عرض کیا کہ نانا جان آج ہم مرتجز پر سواری کرنا چاہتے ہیں۔ شہنشاہ انبیاءؑ نے فرمایا کہ بیٹے آپ کا راہوار ابھی سواری کے قابل نہیں ہے، تاجدار کربلاؑ نے عرض کیا کہ آج ہم ضرور مرتجز پر سوار ہوں گے شہنشاہ معظمؑ نے فرمایا کہ جیسے آپ پسند کریں، اس وقت پاک نانا اور پاک باباؑ کو ساتھ لے کر امام مظلومؑ مسجد نبوی سے باہر آئے مرتجز کو منگوایا گیا، اس پر زین رکھی گئی، جس وقت مرتجز تیار ہو کر سامنے آیا تو شہنشاہ انبیاءؑ نے فرمایا کہ آئیں، نانا آپ کو سوار کرائے، امام مظلومؑ نے عرض کیا کہ نانا جان آج ہم آپ کے ہاتھوں سوار نہیں ہوں گے۔ امیر کائناتؑ آگے بڑھے اور فرمایا کہ ہم آپ کو سوار کریں، امام مظلومؑ نے عرض کیا کہ بابا جان! ہم آپ کے ہاتھوں بھی سوار نہیں ہوں گے۔ امیر کائناتؑ نے فرمایا کہ بیٹا ابھی آپ کسمن ہیں، ان حالات میں کون آپ کو سوار کرے گا؟ امام مظلومؑ نے فرمایا کہ آج آپ سب پیچھے ہٹ جائیں، سبھی پیچھے ہٹ گئے، امام مظلوم مرتجز کے قریب آئے اور فرمایا کہ مرتجز! تو نے بہت سے مشکل اوقات میں میرا ساتھ دینا ہے، ہم یہ چاہتے ہیں کہ آج اسی انداز میں تو خود مجھے سوار کر کہ جس طرح میں نے زخمی حالت میں کربلا میں سوار ہونا ہے، یہ ایک فقرہ نہیں تھا بلکہ قیامت تھی جو احباب کے دل پر گزر گئی، حکم ملنے کی دیر تھی، مرتجز نے دونوں گٹھنے زمین پر ٹیک دیئے، پروردہ رسولؐ نے سوار ہونے کی کوشش کی، تین مرتبہ کوشش کرنے کے بعد چاروں طرف دیکھا، پھر فرمایا کہ مرتجز! حسینؑ سوار نہیں ہو سکتا۔ مرتجز نے پہلے پیشانی زمین پر رکھی پھر پہلو کے

بل زمین پر سو گیا، کم سنی کے عالم میں کریم کر بلا بہ مشکل مرتجز کی زین پر سوار ہوئے، تاجدار انبیاء نے بیٹے کو اس قدر مشکل سوار ہوتے دیکھا تو رو کر فرمایا کہ میرے مظلوم بیٹے ابھی تو وہ وقت بہت دور ہے، نانا کو ابھی سے کیوں رُلانا شروع کر دیا ہے۔ امام مظلوم گھوڑے پر سوار ہوئے، امیر کائنات نے باگ پکڑی، رسول کریم بیٹے کی کمر میں ہاتھ ڈال کر گھوڑے کے ساتھ چلتے آرہے تھے، اس وقت جناب فضہ نے عرض کیا کہ آقا! آپ گھوڑے کی باگ گھر کی جانب موڑیں، آپ کی پاک والدہ معظمہ چاہتی ہیں کہ آج ہم بھی آپ کو گھوڑے پر سوار دیکھنا چاہتی ہیں۔

پاک مرتجز پر سوار ہو کر کریم کر بلا اپنے گھر کے صحن میں تشریف لائے جب معظمہ کائنات بی بی کی نظر پڑی تو تعظیم کے لیے اٹھیں۔ اور رو کر فرمایا کہ آؤ بسم اللہ میرے کر بلا کے دو مسافر ماں آپ کے دکھوں پر قربان جائے ملکہ شام بی بی نے آ کر مرتجز کی باگ پکڑی، بہن بھائی کی آنکھیں چار ہوئیں، پاک ماں نے رو کر فرمایا کہ میری شرم و حیا کی مالک بیٹی یہ مدینہ ہے، کر بلا کا میدان نہیں ہے، ماں کو وہ مناظر نہ دکھائیں، ماں برداشت نہیں کر سکتی اس وقت ملکہ دو جہاں بی بی مرتجز کے قریب تشریف لائیں اور اس کی گردن پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ مرتجز جس طرح کر بلا میں تم نے میرے لخت جگر کو سوار کرنا ہے، ذرا وہی انداز ہمیں بھی دکھاؤ، مرتجز نے حکم کی تعمیل میں پہلے دونوں گٹھنے زمین پر لگائے اور ابھی وہ پہلو کے بل لیٹنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ آپ نے آگے بڑھ کر گھوڑے کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور روتے ہوئے فرمایا کہ مرتجز ایسا نہ کرنا، دکھی ماں کا دل برداشت نہیں کر سکتا ہے۔

اس کے بعد معظمہ بی بی نے اپنی پاک ردا میں جو ڈال کر فرمایا کہ مرتجز آؤ اور میری ردا ئے تطہیر میں جو کھاؤ، مرتجز نے چادر میں جو کھانا شروع کئے، پاک معظمہ بی بی نے اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ میرے چادر میں جو کھلانے کی لاج رکھنا، کر بلا میں

میرے بیٹے کا خیال رکھنا، میرا بیٹا بہت نازک ہے یاد رکھنا کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ یہی حسین زمنوں سے چور چور ہوگا، بیٹوں اور بھائیوں کی شہادت کے دکھوں اور پاک بہنوں کے پردہ کے درد میں مبتلا ہوگا، تمہاری زین سے اتر نہیں سکے گا، میرے لعل کو آرام سے اُتارنا، بدلتے گئے موسم، آگیا وہ وقت ۶ھ، روزِ عاشور، جمعہ کا دن، جب سورج ڈھل گیا تو امام مظلومؑ کی مختصر سپاہ میں سے یایوں کہوں کہ پورے گھر میں سے یہی دو مسافر باقی رہ گئے، امام مظلومؑ مرتجز کو دیکھتے ہیں اور پاک مرتجز امام مظلومؑ کی جانب دیکھتا ہے، دونوں کے جسم میں سے خون جاری ہے، امام مظلومؑ پاک ہمشیرگان سے آخری وداع کر کے خیام سے باہر تشریف لائے اور گھوڑے کے گلے میں باہیں ڈال کر رونے لگے۔

امام مظلومؑ نے سوار ہونے کا ارادہ کیا، کوچ میں ہاتھ رکھا، ہاتھ کا پھینکے، دائیں بائیں دیکھ کر فرمایا کہ کہاں گئے ہیں میرے جوانانِ رعنا کہ جو ادب و احترام سے مجھے سوار کیا کرتے تھے، خدا جانے سب کو جانے کی جلدی کیوں تھی پاک ہمشیر نے خیمہ کے در پر بھائی کی یہ کیفیت دیکھی تو رو کر فرمایا کہ بھائی اگر میدان میں نہیں جاسکتے تو خیام واپس آجائیں، امام مظلومؑ نے فرمایا کہ پاک بہن! ودعا کریں کہ کوئی بادشاہ کبھی تمہانہ ہو، میں بھائیوں اور بیٹوں کی لاشیں اٹھا اٹھا کر تھک چکا ہوں، راہوار پر سوار نہیں ہو سکتا۔

المختصر جس طرح بھی سوار ہوئے ذوالجناح پر سوار ہو کر امام مظلومؑ میدان میں تشریف لے آئے، تمام واقعات آپ سُن چکے ہیں۔ اب میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جس وقت امام مظلومؑ نے زین پر بیٹھ کر نماز ادا فرمائی تو ظالمین نے یہ سمجھا کہ آپ غش کھا چکے ہیں، سبھی ظالمین نے مل کر حملہ کیا جس کی وجہ سے امام مظلوم کے ہاتھ سے باگ چھوٹ گئی، قدم خود بخود درکابوں سے نکل گئے، مدہم سی آواز آئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ عَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
ظلم کی موسلا دھار بارش میں امام مظلومؑ زین ذوالجناح پر کسی وقت دائیں طرف  
جھک جاتے اور کسی وقت بائیں طرف جھک جاتے تھے۔ اس موقعہ کو قیمت سمجھ کر حرمہ  
ملعون نے تین ہزار تیر اندازوں سے آگے نکل کر کمان میں تیر ڈالا۔ جس وقت اس  
ملعون نے کمان کو کھینچا تو آسمان کانپ اٹھا، زمین کربلا میں زلزلہ آیا، اس نے آگے  
بڑھ کر امام مظلوم کو جناب علی اصغرؑ کا پر سدیا، امام مظلومؑ کا ہاتھ کمر پر آیا، مدینہ کی طرف  
دیکھ کر بے ساختہ فرمایا کہ نانا! تیرا حسینؑ تمہا شہید ہو رہا ہے۔

رکابیں خون سے رنگین ہونے لگیں، اور امام مظلومؑ آگے کی طرف جھکتے چلے گئے،  
ہر طرف سے ظلم کی بارش میں تیزی آئی، تین دن کے پیاسے کو امت آبِ شمشیر و سناں  
پلانے لگی، جس وقت آپ کے ہاتھ سے رکاب چھوٹی اور رکابوں پر قدموں کا دباؤ کم  
ہوا تو پاک ذوالجناح نے محسوس کیا کہ امام مظلومؑ اب زین پر نہیں بیٹھ سکتے، اس نے  
آخری کوشش کی کہ کفار کا گھیرا تھوڑ کر باہر نکل جاؤں اور سوار کو بچالوں مگر وہ کامیاب نہ  
ہوسکا، امام مظلومؑ کی حالت دیکھ کر ظالمین کے حوصلے بلند ہوئے، کئی ہزار تیر بہ یک  
وقت کمانوں سے نکلے، امام مظلومؑ زین میں اپنے آپ کو سنبھال نہ سکے اور مناسب  
مقام پر زین سے اترے، زمین کربلا کی سجدہ گاہ پر سجدہ شکرانہ ادا کرنے کے لیے  
پیشانی رکھی، دس قدم دور جا کر ذوالجناح کو محسوس ہوا کہ میرا سوار اتر گیا ہے، مرتجز فوراً  
واپس مڑا، اس وقت امام مظلومؑ پر غش طاری تھا، سر اظہر سجدہ میں تھا۔ ہر طرف لوگوں کا  
ہجوم تھا، کوئی ظالم اکبر کا پر سدے رہا تھا، کوئی عباسؑ کا افسوس کر رہا تھا اور کوئی اصغرؑ کے  
لیے تعزیت کر رہا تھا۔

اس وقت ذوالجناح پاک نے ایک جگر خراش آواز نکالی اور قوم اشقیاء پر حملہ کیا،  
حتیٰ قتل الفرس اربعین رجلا چالیس ملائین کوئی النار کیا، ظالمین اس



اچانک افتاد سے گھبرا کر بکھر گئے، مرتجز جلدی سے امام مظلوم کے قریب آیا اور دیکھا کہ تاجدار کربلاً کے دونوں ہاتھ زمین پر پھیلے ہوئے ہیں، اور پیشانی زمین پر رکھے فرما رہے ہیں کہ رضاً بقضائہ و تسليماً لامرہ

جب تک سرکارِ مسجد شکر کی حالت میں رہے راہوار نے کسی ظالم ملعون کو آپ کے نزدیک نہیں آنے دیا، کافی دیر کے بعد آپ کے قریب آیا اور خوشبو سونگھنے لگا، جب مرتجز کو یہ احساس ہوا کہ آپ میں رفق جاں ابھی باقی ہے تو قدموں کو چوم کر عرض کی کہ اکبر کے پاک بابا اگر سوار ہو سکتے ہیں تو جلدی سے سوار ہو جائیں کیونکہ آپ کی پاک بہنیں انتظار کر رہی ہیں، آپ کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر راہوار کا احساس ہوا کہ آپ شاید سوار نہیں ہو سکتے، اس وقت اس پ وفادار قریب آ کر بیٹھ گیا اور منہ سے منہ لگا کر کہا کہ معصومہؑ بی بی کے بابا ایک بار کوشش کریں اور کسی طرح سوار ہوں، بیٹیاں آپ کو بلا رہی ہیں۔ سرکار نے فرمایا کہ مرتجز میں بہت تھک چکا ہوں اور بہت کمزور ہو گیا ہوں، اس لیے زین پر سوار نہیں ہو سکتا، اس وقت گھوڑے نے آخری کوشش کی عربی نسل کے گھوڑوں کو اس بات کی خصوصی تربیت دی جاتی تھی کہ اگر کوئی سوار میدان جنگ میں زین سے گر جائے تو وہ اپنے زخمی مالک کو کمر بند سے پکڑ کر اٹھالیتے تھے اور خیمہ میں لے آتے تھے۔

مرتجز نے عرض کیا کہ آقا! اگر اجازت ہو تو حضور کو کمر بند سے پکڑ کر اٹھالوں اور مدینہ لے جاؤں، آپ کو بیمار بیٹی سے ملواؤں، مجھے جلد حکم دیں کہ کیا کرنا ہے کیونکہ سر پراکبر کے قاتل آگئے ہیں۔

امام مظلوم نے سر اٹھا کر راہوار کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ ہم بہنوں کو تنہا چھوڑ کر نہیں جاسکتے، ہماری غیرت یہ گوارا نہیں کرتی، تم ایسا کرو کہ اب خیام میں جا کر مستورات کو ہماری شہادت کی خبر دو۔

کتب مقاتل میں لکھا ہے کہ اس وقت پاک ذوالجناح کی کیفیت یہ تھی۔

ذوالجناح الصہیل والصحیح کا الشعلة الجوالہ وقطع الحاکم  
من حیوة المالك چشم کائنات نے دیکھا کہ ظالمین امام مظلومؑ کے قریب آنے کی  
کوشش کرتے مگر مرتجز اگرچہ اپنے مالک کی زندگی سے ناامید تھا مگر پھر بھی انہیں  
بچانے کے لیے شعلہ جوالہ بنا ہوا تھا، اور ملائین کے گرد چکر لگا لگا کر ان پر حملہ آور ہو رہا  
تھا۔ صاحبانِ مقتل کا بیان ہے کہ مرتجز امام مظلومؑ کو زین سے اُتارنے کے بعد تین مرتبہ  
خیام میں آیا۔

پہلی مرتبہ آمد:

جس وقت امام مظلومؑ نے زین سے اتر کر سجدہ شکر ادا فرمایا تو پہلے تو مرتجز انہیں  
بچانے یا اٹھانے کی کوشش کرتا رہا، مگر جب چار ہزار ملائین یکبار حملہ آور ہوئے تو اس  
نے محسوس کیا کہ اب میں تمہا ان کو نہیں روک سکتا، اس لیے اس نے فوراً خیام کا رخ کیا،  
مورخین کا خیال ہے کہ شاید اس نے یہ سوچا ہوگا کہ خیام میں مظلوم کا اگر کوئی مددگار  
موجود ہے تو اسے بلا لاؤں۔

تمرغ فی دم الحسین وقصد نحو الخیمہ ولہ صہیل مال  
ویضرب بیدہ الارض

یہ فوراً امام مظلومؑ کے خون سے اپنی پیشانی رنگین کر کے خیام کی جانب روانہ ہوا،  
جس وقت یہ خیام کے در پر پہنچا تو زمین پر ٹم مار کر گریہ کرنے لگا۔ جس وقت پہلی مرتبہ  
مرتجز خیام کی طرف روانہ ہوا تو زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ:-

الظلمیة من امة قتلت ابن بنت نبیہم

ظلم ہو گیا ہے کہ ایک بد بخت امت نے اپنے نبیؐ کی پاک دختر کے مظلوم بیٹے کو  
شہید کر دیا ہے، یہ کہتا ہوا خیام کے در پر پہنچا۔

مخدرات عصمت و طہارت نے جب اس کی دردناک آواز سنی تو عالیہ بی بی خود نہ اٹھیں بلکہ۔

فاقبلت علی معصومة صلوة اللہ علیہا وقالت جاء ابوك بالماء  
فاستقبله فخرجت فنظرت الى الفرس عارياً والسرج خالياً وهو  
يعهیل وينبغی صاحبه

انہوں نے معصومہ بی بی سے فرمایا کہ میری بیٹی دروازہ پر جا کر دیکھو، ممکن ہے کہ آپ کے پاک بابا تشریف لائے ہوں۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس موقع پر معظمہ بی بی خود تشریف کیوں نہیں لائیں، جبکہ اس سے پہلے جب بھی ذوالجناح کی آواز سنتے، سب سے پہلے خود ہی تشریف لاتی تھیں، مگر اس مرتبہ خود خیمے میں تشریف فرما رہیں اور معصومہ بی بی کو کیوں بھیجا؟ حقیقت یہ ہے کہ اس کی دو وجوہات ہیں۔

(۱) پہلی وجہ یہ ہے کہ امام مظلوم اس سے پہلے جب بھی تشریف لاتے تو معظمہ بی بی کو علم ہوتا تھا کہ اب پاک بھائی آئے ہیں، مگر اس مرتبہ انہیں علم تھا کہ اب صرف ذوالجناح آیا ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ روایات عرب میں شامل تھا کہ جب بھی کوئی جنگ میں قتل ہو جاتا تھا اور اس کا خالی گھوڑا گھر آتا تو اس کی باگ ہمیشہ بیٹیاں آکر پکڑتی تھیں اور راہواری کی وارث بیٹیاں ہی ہوتی تھیں، اس روایت کو قائم رکھتے ہوئے معظمہ بی بی خود تشریف نہیں لائیں بلکہ انہوں نے معصومہ بی بی کو بھیجا۔ پاک ذوالجناح خیمہ کے در پر پہنچا، معصومہ بی بی نے آکر دیکھا تو زین ڈھلی ہوئی تھی، باگیں ٹوٹی ہوئی تھیں، جسم زخمی تھا، ایال خون آلود تھے، سوار کے فراق میں رورہا تھا، دو قدم چلتا پھر رک کر قتل کی طرف دیکھتا۔

ذوالجناح نے خیام کے دروازہ پر آ کر زمین سے سر ٹکرائنا شروع کیا، کسی وقت سُم  
زمین پر مارتا، کسی وقت جسم کو جنبش دیتا تو جسم میں سے تیر نکل نکل کر زمین پر گرتے رورو  
کر مقتل کی جانب اشارہ کرتا، گویا زبانِ حال سے بتا رہا تھا کہ امام مظلومؑ مظالم اور  
مشکلات میں گھر چکے ہیں۔

جس وقت معصومہؑ بی بی نے ذوالجناح کی یہ حالت دیکھ تو فوراً واپس خیام میں  
آئیں اور رو کر پاک پھوپھی سے عرض کیا کہ پھوپھی اماں! میرے بابا کا راز ہوا تو آ گیا  
ہے مگر میرے بابا نہیں آئے، شاید میں یتیم ہو چکی ہوں، یہ خبر قیامت بن کر خیام پر  
گری۔

فلما سمعن باقی الحزین خرجن فنظرن الی الفرس عاریاً  
والسرج خالیاً فجعلن یلطنن الخدود و یشققن الجیوب حافین  
وینادین و ا محمداه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و اعلیاء علیہ  
الصلوٰۃ والسلام و ا حسینا علیہ الصلوٰۃ والسلام

یہ ایک انتہائی درد انگیز منظر تھا کہ جب سبھی مستورات اپنے اپنے خیمہ سے روتی  
ہوئی باہر آئیں اور آخری قنات کی طرف روانہ ہوئیں، دروازہ کے قریب آ کر دیکھا تو  
مرتجز کی آنکھوں میں آنسو تھے، باگیں ٹوٹی ہوئی تھیں، زین ڈھل چکی تھی، جسم میں  
لا تعداد تیر پیوست تھے، پیشانی امام مظلومؑ کے خون سے رنگین تھی، اس وقت عالیہ بی بی  
نے معصومہؑ بیٹی سے فرمایا کہ آپ جا کر خالی ذوالجناح کی باگ پکڑیں اور اسے اندر  
لے آئیں۔

معصومہؑ بی بی نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آگے بڑھ کر باگ پکڑی اور اسے خیام  
کے اندر لے آئیں، صحن میں پہنچ کر معصوم نے ذوالجناح کی گردن میں باہیں ڈال دیں  
اور روتے ہوئے سوال کیا کہ مرتجز! میرے بابا کیوں نہیں آئے؟

ذوالجناح نے مقتل کی طرف اشارہ کیا، یعنی زبان حال سے بتایا کہ امام مظلوم کو سخت مشکل میں چھوڑ آیا ہوں، اگر ان کی مدد کر سکتی ہیں تو پھر فوراً چلیں کیونکہ اس وقت انہیں مدد کی ضرورت ہے۔

شہزادہ امیر قاسم کی پاک دلہن نے جب گھوڑے کا یہ حال دیکھا تو رو کر بین کیا، ہائے میرا بیسا بابا، یہ کہتے ہی ان پر غش طاری ہو گیا۔

کسی نے ذوالجناح کی باگیں آنکھوں سے لگائیں، کسی نے رکابوں کو بوسہ دیا، مستورات نے ذوالجناح کے گرد حلقہ بنایا، مظلوم کی پاک بیٹیوں نے بڑھ کر ذوالجناح کی باگ پکڑی، مظلوم بابا کا حال پوچھا، کوئی مستور ذوالجناح کے سموں پر ماتھا لگا کر روتی، کوئی آقا کا خون گھوڑے کی پیشانی سے وصول کر کے اپنا سر خضاب کرنے لگتی۔

ہر پاک مستور کی زبان پر ایک ہی سوال تھا کہ مرتجز! ہمیں بتاؤ کہ امام مظلوم کو کہاں اتار آئے ہو؟ ہمارے آقا زین سے کیسے اترے ہیں؟ جس وقت تم وہاں سے روانہ ہوئے تو وہ کس حال میں تھے؟

لوگ کہتے ہیں کہ تم ذوالجناح کا جلوس کیوں نکالتے ہو؟ میں کہتا ہوں کہ پروردگار عالم کی قسم ذوالجناح پاک کا پہلا جلوس بہت کٹھن حالات میں برآمد ہوا تھا۔

آئیے میں بتاتا ہوں کہ کس وقت ذوالجناح کا پہلا جلوس برآمد ہوا تھا۔ آئیے میں بتاتا ہوں کہ کس وقت ذوالجناح کا پہلا جلوس برآمد ہوا تھا۔

جس وقت ذوالجناح نے پہلی مرتبہ خیام میں آپ کی شہادت کی اطلاع دی تو اس وقت پردہ داران توحید نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمیں اپنے شہنشاہ معظم امام زمانہ کی نصرت کرنا چاہیے۔

اس وقت معظمہ کونین جناب عالیہ بی بی نے اختیارات الہیہ کو استعمال کرتے ہوئے خیام کی آخری قنات کو حکم فرمایا کہ نصرت امام کی خاطر اب ہم مقتل گاہ جانا چاہتی

ہیں، تو ہمارے پردہ کی محافظت کے لیے ہمارے آگے آگے چلتی جا، انہوں نے ذوالجناح کی باگ پکڑی اور ایک قدم آگے بڑھایا تو قنات نے بھی چلنا شروع کر دیا۔ مستورات ذوالجناح کے ساتھ مقتل کی جانب روانہ ہوئیں، ذوالجناح کے گرد مستورات نے حلقہ بنایا، تمام مستورات نے سروں میں خاکِ شفا ڈالی۔ فجعلن یلطن الخدود یشققن الجیوب حافین وینارین و امحمداه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ واعلیاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

ہر پاک بی بی منہ پر ماتم کر رہی تھی، اور انہوں نے اپنے سراطہر میں کربلا کی خاک ڈال کر پردہ بنایا ہوا تھا، کسی کے قدموں میں نعلین نہیں تھی، اور بین کرتی ہوئی آرہی تھیں کہ اے نانا پاک! اے بابا پاک! ہمارا اس وقت حال دیکھیں اس حالت میں ذوالجناح کا پہلا جلوس مقتل میں پہنچا، تمام مخدرات عصمت اس مقام تک تشریف لے آئیں جو تزل عالیہ کے نام سے مشہور ہے میں اپنے ماتمی بھائیوں سے گزارش کروں گا کہ آپ بھی ماتمی جلوہوں میں اپنے گریبان چاک کیا کریں، سر میں خاک بھی ڈالا کریں، منہ پر ماتم بھی ضرور کیا کریں اور ماتمی جلوہوں میں جو تیاں نہ پہنا کریں۔

کیونکہ یہ پاک مخدرات عصمت صلوٰۃ اللہ علیہن کی سنت حسنہ ہے اور ہمارے آٹھویں امام علی رضا علیہ السلام نے اس سنت کو سنت امام بنایا ہے، جب محرم الحرام کا چاند نظر آتا تھا تو آپ پورے دس دن نعلین نہیں پہنتے تھے، کیونکہ یہ ان پاک مستورات کی سنت تھی کہ جو ذوالجناح کے ساتھ ساتھ پابرنہ مقتل میں آئی تھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس وقت ذوالجناح کا پہلا جلوس روانہ ہوا ہوگا تو اس وقت جناب عباس کی پاک زوجہ ام الفضل بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے شکستہ علم بھی ضرور اٹھایا ہوگا، جس وقت یہ جلوہ تظہیر کی قنات کے اندر روانہ ہوا تو پاک مستورات نے نوحہ پڑھنا شروع کیا۔

درمیان میں شہنشاہ کا ذوالجناح تھا، اور چاروں طرف امام مظلوم کی ماتم دار

مستورات تھیں، جس وقت یہ ماتمی جلوس مقتل گاہ سے ستر قدم دور تل عالیہ کے مقام پر پہنچا تو یہاں رُک گیا، اس وقت ذوالجناح واپس مقتل کی جانب دوڑا اور امام مظلومؑ کے قریب پہنچ کر عرض کیا کہ آقا! میرے بس میں یہی کچھ تھا کہ آپ کی نصرت کے لیے مستورات کی کمک بمشکل لے آیا ہوں، ذرا دیکھیں کہ آپ کی پاک بہنیں مدد کے لیے ستر قدم پر موجود ہیں۔

جس وقت پاک پردہ دار صلوٰۃ اللہ علیہن ستر قدم پر پہنچے تو شہزادہ علی اصغرؑ کی پاک والدہ گرامی نے دیکھا کہ قنات کے سامنے سے ایک کندی ملعون گزر رہا تھا، انہوں نے ایک کنیز کو حکم دیا کہ جا کر اس کندی سے کہو کہ تمہارے خاندان کی شہزادی پوچھ رہی ہیں کہ میرے سرتاج کس حال میں ہیں؟

جناب فضہ نے اس کندی جو ان کے قریب جا کر پوچھا کہ امام مظلومؑ کا کیا حال ہے؟ چونکہ وہ کچھ دور سے سرکار کو بچہ کی حالت میں دیکھ کر آ رہا تھا اور اس کا خیال تھا کہ اب تک انہیں شہید کیا جا چکا ہوگا، چنانچہ اس نے جناب فضہ سے کہا کہ آپ کے آقا کو یہاں شہید کر دیا گیا ہے۔

جناب فضہ نے واپس آ کر یہی جواب عرض کیا، تو شہزادہ علی اصغرؑ کی پاک والدہ امؑ ربابؑ نے ایسا دردناک بین کیا کہ کربلا کی زمین میں زلزلہ آیا، اور آپ زمین پر بیٹھتی چلی گئیں کیونکہ کھڑے رہنے کی سکت ختم ہوگئی، فرمایا کہ جس پاک ذات کی خاطر اب تک ہم نے ہر چیز قربان کی ہے اب وہ بھی ہمیں ظالمین کے اس ہجوم میں تنہا چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔

ذوالجناح جب دوسری مرتبہ امام مظلومؑ کے پاس پہنچا تو ظالمین بے خوف ہو کر ظلم کرنے میں مصروف تھے، راہوار نے ان پر دوبارہ حملہ کر دیا اور صفوں کو چیرتا ہوا امام مظلومؑ کے قریب پہنچا، پھر فوراً ہی پہلو کے بل لیٹ گیا اور عرض کیا کہ آقا! آپ کی

پاک بہنیں ستر قدم پر موجود ہیں، اس وقت نہ تو پردہ دار آپ کو بچا سکتے ہیں اور نہ ہی میرا بس چلتا ہے، آپ ایسا کریں کہ کسی طرح ایک مرتبہ میری زین پر سوار ہو جائیں، میں آپ کو یہاں سے نکال لے جانا چاہتا ہوں، اس وقت امام مظلومؑ نے اپنی پاک دستار، تلوار، زرہ ذوالفصول اور باقی تبرکات اتار کر کوچ سے باندھے۔ فخر العلماء جناب مولوی ہدایت حسین صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت امام مظلومؑ نے اپنے جسم سے ایک تیر نکالا، اس سے خون وصول فرمایا اور ایک انگلی سے راہوار کی پیشانی پر تحریر فرمایا کہ ”بہن! جب تک ہم زندہ ہیں آپ باہر ہرگز نہیں آئیں، آپ کے مظلوم بھائی کی غیرت یہ گوارا نہیں کرتی“۔

### آخری مرتبہ آمد:

یہاں پر وضاحت کرتا چلوں کہ ذوالجناح آخری مرتبہ اس وقت خیام میں آیا کہ جب امام مظلومؑ شہید ہو چکے تھے، اور ملائین نے امام مظلومؑ کو گھیرے میں لے رکھا تھا، عبداللہ بن قیس سے روایت ہے کہ :-

رایت الجواد را کضاً وقد تفرق الناس عنه وهو راجع الی الامام وجعل یشم الحیتہ و یقبلہ بفمہ و یمرغ ناصیۃ و علیہ و هو مع ذالک یصهل و یبکی بکا الثکلی حتی اعجب کل من حضر ثم قصد الفرات و ثب و ثبۃ فاذا هو فی وسط الفرات ثم غاب ولم یعرف له الی الآن۔

میں نے اس وقت مرتجز کو شدید اضطراب کی حالت میں دیکھا، اس نے ظالمین پر حملہ کیا اور جب ظالمین منتشر ہو گئے تو امام مظلومؑ کے قریب آ کر ان کی خوشبو وصول کی، اور خون آلودہ گلوئے اطہر پر بوسے دیتا رہا، گلوئے اطہر سے جو خون جاری تھا، راہوار نے اس سے اپنی پیشانی رنگین کی، اور ایسی دردناک آوازیں اس کے حلق سے نکل رہی



تھیں کہ جیسے کوئی ضعیف ماں اپنے جوان بیٹے کی لاش پر روتی ہے، یہ دردناک منظر دیکھ کر سب ملائین حیران تھے۔

اس کے بعد ذوالجناح نے خیام کا رُخ کیا، گویا آخری تعزیت کے لیے خیام میں گیا، کچھ دیر وہاں رگنے کے بعد پھر اس نے نہرِ علاقہ کا رُخ کیا، وہاں پہنچ کر ایک مرتبہ آسمان کی جانب نگاہ کی، ایک جگر خراش چیخ اس کے منہ سے برآمد ہوئی، اور پھر اس نے نہر میں چھلانگ لگا دی اور غائب ہو گیا۔

علمائے اعلام کا ایک خیال یہ بھی ہے کہ یہاں اس نے یہ دعا کی کہ:-

”اے میرا خالق! اس وقت تک مجھے موت نہ دینا کہ جب تک میں اپنے مالک امام مظلوم کا انتقام نہ دیکھ لوں“۔ اس دعا کے بعد اس نے نہر میں چھلانگ لگائی اور زندہ غائب ہو گیا۔ اور جبلِ رضوی (جو مدینہ اور مکہ کے درمیان واقع ہے) میں آج تک زندہ و سلامت محفوظ ہے۔

وهو يظهر على يد القائم من آل محمد عليهم الصلوة والسلام

اور وہ شہنشاہِ زمانہ کی تشریف آوری کے بعد ان کے دست مبارک سے ظاہر ہوگا اور اس پر سوار ہو کر امامِ زمانہ اپنی جدا طہر کا انتقام لیں گے۔ اب سبھی مومنین مل کر دعا کریں کہ اب تو اس مظلوم کا انتقام ہو، یہ پاک مرتجز کہ جس نے انتہائی کربناک مناظر دیکھے تھے اور جو کریم کر بلا مولا امام حسینؑ کی شہادت کا عینی گواہ بھی ہے، آج ہی اپنے پاک شاہ سوار کو زندہ و سلامت اپنے سامنے دیکھے، اور وہ پاک ذات دوبارہ اس کی زمین میں مزین ہو کر اپنے تمام اعداء سے خود انتقام لیں، اپنے پاک منتقمِ محل اللہ فرجہ الشریف کے شانہ بشانہ کریم کر بلا اس انداز میں تلوار چلائیں کہ مومنین کی مدت سے ترستی ہوئی آنسو بہانا بھول جائیں۔

(مجالس المنتظرین علیٰ روضۃ المظلومین جلد سوم... صفحہ ۲۸۲ تا ۵۰۵)



## ذوالجناح سبطِ پیمبرؐ

علامہ جلیس ترمذی کر بلائی

ذوالجناح۔ سرکار شہادت امام مظلوم حسین علیہ السلام کا آخری ساتھی رفیق اور ناصر تھا جس نے حسین علیہ السلام کے تبرکات خیمہ میں پہنچائے۔ اور دکھیا بہن اور دوسرے غم زدہ اہل حرم کو سنانی دی۔ ذوالجناح کہنے کو گھوڑا تھا۔ عام گھوڑوں جیسا گھوڑا۔ مگر شہید اعظم کی خدمت کر کے جہاد میں حصہ لے کر۔ وفا کی تابناک مثالیں چھوڑ کر اس محترم معزز اور بلند مقام تک جا پہنچا جہاں عام انسانوں کا طائرِ فکر بھی پر نہیں مار سکتا۔

ذوالجناح کا اصلی نام مرتجز ہے۔ یہ بے مثال گھوڑا سیف ذی یزن سلطان یمن نے رئیس قریش حضرت عبدالمطلب کو پیش کیا اور کہا یہ گھوڑا پیغمبر عربی سید المرسلین خاتم النبیینؐ کو میری طرف سے نذر کر کے میری سفارش کرنا کہ بروز قیامت خداوند عالم سے میری شفاعت کریں کیونکہ میں نے حضور کا دین اس وقت قبول کیا جب سے صحف انبیاء میں حضورؐ پر نور نبی آخر الزماں کے متعلق بشارات پڑھیں۔

کاش میں اُس وقت تک زندہ رہتا اُن کا زمانہ بعثت دیکھتا اور ان کی خدمت کا شرف حاصل کرتا۔ شریف قوم حضرت عبدالمطلب علیہ السلام نے بادشاہ مذکور کی ہدایت کے مطابق یہ گھوڑا سرکار شہادت حسین علیہ السلام کو دے دیا جو برسوں ان کی سواری میں رہا۔ حتیٰ کہ حضور اسی گھوڑے کی پشت سے زخمی ہو کر زمین کر بلا پر تشریف لائے۔

یہ ذوالجناح بڑا مرتبہ شناس اور وفادار جانور تھا جس کی مثال ملنا ناممکن ہے۔ چند واقعات درج ذیل ہیں۔

جب حسین علیہ السلام میدانِ کربلا میں پہنچے تو گھوڑے نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے کئی گھوڑے بدلے مگر کسی نے بھی آگے قدم نہ بڑھایا۔ ایمان کہتا ہے آخری یہی گھوڑا تھا۔ جب یہ آگے نہ بڑھا تو حضرت نے نیچے جھک کر تھوڑی سی مٹی اٹھائی۔ اُسے سونگھا اور اپنے خون کی خوشبو اس سے سونگھی۔ تو اقربا سے فرمایا ”یہیں خیمے لگا دو۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں ہماری قبریں بنیں گی اور جہاں ہمارا خون بہے گا“۔

مولا مظلومؑ یکے بعد دیگرے جو لاشے میدانِ وعا سے اٹھا کر گنجِ شہیداں میں لٹاتے تو وہ اسی گھوڑے پر رکھ کر لاتے۔ اور ہر لاشہ تیروں کی بوچھاروں اور برستے ہوئے پتھروں میں اٹھا کر لاتے ایسے میں سوار اور گھوڑے کا زخمی ہو جانا بعید از قیاس نہیں۔ مگر زخموں کی تکلیف کے باوجود ذوالجناح نے خدمت سے سر نہیں پھیرا۔

کتبِ مصائب میں مرقوم ہے۔ مولا جب آخری وداع کر کے خیمے سے نکلے تو چند قدم کے بعد راہوار رُک گیا۔ مولا نے باگ کو جنبش دی۔ ایڑی سے اشارہ کیا۔ مگر راہوار ٹس سے مس نہ ہوا تو مولا مظلوم نے یاس بھرے کلمات فرمائے۔ ”میرے وفادار گھوڑے اس آخری وقت میں کیا تو بھی میرا ساتھ چھوڑ چلا ہے“۔

گھوڑے نے سر اٹھا کر مولا کے نور بھرے چہرے کو دیکھا اور زبان بے زبانی سے کہا مولا! میں مجبور ہوں ذرا نیچے تو دیکھئے۔ مولا نے راہوار کا اشارہ پا کر نیچے دیکھا تو اپنی جیبی ننھی بیٹی سیکینہ کو گھوڑے کی اگلی ٹانگوں سے لپٹا پایا۔ امامِ عالی قدر نے نیچے اترے اُسے پیار کیا۔ تسلی دی اور رن کو روانہ ہوئے۔

مجاہدِ اعظم حسین علیہ السلام نے رن میں پہنچ کر جو شیرازہ حملہ کیا تو دریا تک فوجِ اشقیاء کاٹی کی طرح پھٹ گئی۔ آپ گھوڑا دوڑاتے دریا پر جا نکلے۔ اور گھوڑے کو سیراب

کرنے کے لیے دریا میں اتر گئے۔ اور لجام ڈھیلی چھوڑ دی کہ وہ پانی پی لے۔ مگر ذوالجناح نے پانی سے منہ پھیر لیا۔ مولانا نے چلو پانی سے بھراتا کہ گھوڑا پانی پی لے اور ساتھ ہی فرمایا۔

تو پی لے اے فرس کہ بہت تشنہ کام ہے

ہم پر تو بے سکیئہ یہ پانی حرام ہے

مگر ذوالجناح نے پھر بھی پانی کی طرف توجہ نہ کی۔ گویا عرض کر رہا تھا کہ مولانا جب آپ پیاسے ہیں۔ میری شاہزادی سکیئہ پیاسی ہے۔ میرا ننھا شاہزادہ علی اصغر پیاسا ہی دنیا سے سدھا رہ گیا تو میں کیسے پانی پیوں۔ یہ شرط وفا نہیں۔“  
آخر سو اور راہوار دونوں پیاسے ہی دریا سے نکل آئے۔

مقاتل میں مرقوم ہے دس محرم کو جب آفتاب نصف النہار تک پہنچا تو گرمی اتنی شدید ہو گئی کہ خاک کا ہر ذرہ دکھتا ہوا انکارا معلوم ہونے لگا۔ پانی اُبلنے لگا۔ مچھلیاں تڑپ تڑپ کر خشکی پر آپڑیں اور پرندوں کے پر جلنے لگے۔ راوی کہتا ہے اگر کوئی دانہ زمین پر گر پڑتا تو وہ بغیر آگ کے بھن جاتا۔ اس عالم میں امام مظلومؑ اور ان کا ذوالجناح زخموں سے چور۔ تھکاوٹ سے خستہ اور پیاس سے نڈھال ہوئے جاتے تھے۔ جب رن کی زمین جلنے سے راہوار کے سُم جلنے لگے تو وہ باری باری ٹانگیں اٹھانے لگا۔ امامؑ نے فرمایا۔ پیارے راہوار یہ حسین کی آزمائش کا وقت ہے۔ کیا اس آزمائش میں تو میرا ساتھ نہ دے گا۔ ذرا صبر کر! یہ سخت وقت بھی گزر جائے گا۔ مگر دنیا کی تاریخ میں تمہاری وفاداری اور اہم خدمت سنہرے حروف میں لکھی باقی رہ جائے گی۔  
دس محرم کو عصر کے وقت جب مولانا زخموں سے نڈھال ہو کر ذوالجناح کی پشت سے زمین پر گرے تو ملائین بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔ اس حالت میں ذوالجناح امام مظلومؑ کی نگرانی اور حفاظت میں مشغول ہو گیا۔ مگر کہاں سینکڑوں تلواریں اور ہزاروں تیر

اور کہاں بیچارا اکیلا گھوڑا۔ ادھر یہ زخمیوں سے لہولہاں ہو گیا اُدھر امام عالی مقامؑ کا آخری وقت آ گیا۔ حضرت نے اپنے تبرکات گھوڑے کے حوالے کئے اور اسے خیمہ میں پہنچانے کا حکم دیا۔

جب امام علیہ السلام کی شہادت ہو گئی تو فادار ذوالجناح نے اپنی پیشانی مولاً کے خون مقدس سے رنگین کی۔ تبرکات (ذوالفقار، عمامہ، سحاب، بند کمر) لے کر خیمہ کے دروازے پر پہنچا اور ایک دردناک چیخ ماری۔ مخدراتِ عصمت دوزگردِ خیمہ تک آئیں تو ذوالجناح کو باگیں کٹائے خون میں نہائے خالی زین دیکھا تو وا حسینا واما ما کی دردناک صدائیں بلند ہو گئیں۔

نہی سیکتہ ذوالجناح سے لپٹ گئیں اور پوچھنے لگیں۔ میرے بابا کہاں ہیں؟ مگر ذوالجناح آقا کی اس چہیتی بیٹی کو کیا جواب دیتا۔ گردن جھکائے زار زار روتا رہا اور وہیں سر پٹک پٹک کر مر گیا۔

مگر دوسری روایت اس طرح ہے کہ سنانی دینے کے بعد ذوالجناح مصروفِ جہاد ہو گیا۔ اور اپنی دولتوں، ٹاپوں اور دانتوں سے کفار کو جہنم رسید کرنے لگا۔ عمر سعد ملعون کو جب یہ خبر ملی تو اس نے حکم دیا۔ ارے یہ رسول کریمؐ کی سواری کا گھوڑا ہے۔ اسے پکڑ لو۔ جب کفار اسے گرفتار کرنے لگے تو اس وفادار راہوار نے چالیس اشقیاء کو ہلاک کر کے دریا کا رخ کیا۔ کنارے پر پہنچ کر ایک دردناک چیخ ماری اور فرات میں چھلانگ لگا دی۔ پھر کسی نے اسے نہیں دیکھا۔

انہیں امنٹ اور لاثانی کارناموں کے باعث اس گھوڑے کی شبیہ مجالس امام حسین علیہ السلام کے بعد نکالی جاتی ہے جو اس وفادار جانور کی یادگار قائم رکھنے کا ایک ذریعہ ہے۔ جس طرح ایک دنبہ یا مینڈھا حضرت اسماعیل ذبیح اللہ سے نسبت پا کر شعائر اللہ ہو گیا۔ اسی طرح یہ راہوار بھی مثیل ذبیح اللہ حضرت حسین شہید کربلا سے نسبت پا کر

(۷۰۷)

قابل احترام ہو گیا۔

حق ناشناس اور بے معرفت انسانوں سے یہ مرتبہ شناس اور وفادار جانور ہی بدرجہا  
بہتر و افضل ہے۔

بنا کر دند خوش رسے بر خاک و خون غلطیدن  
خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را



# کتاب حوالہ جات

## (الف)

- |                         |                           |
|-------------------------|---------------------------|
| علامہ غزالی             | ۱- احياء العلوم           |
| عبد اللہ الحنفی امرتسری | ۲- ارجح المطالب           |
| احمد بن علی بن عسقلانی  | ۳- الاصابہ                |
| شیخ صدوق                | ۴- الامالی                |
| دائرہ معارف اسلامیہ     | ۵- اسلامی انسائیکلو پیڈیا |

## (ب)

- |                    |                  |
|--------------------|------------------|
| علامہ مجلسی        | ۶- بحار الانور   |
| محمد بن حسن الصفار | ۷- بصائر الدرجات |

## (ت)

- |                       |                    |
|-----------------------|--------------------|
| محمد بن جریر طبری     | ۸- تاریخ طبری      |
| فرات بن ابراہیم کوفی  | ۹- تفسیر فرات      |
| ناصر الکارم شیرازی    | ۱۰- تفسیر غمونه    |
| مولانا مودودی         | ۱۱- تفہیم القرآن   |
| سید مرتضیٰ علم الہدیٰ | ۱۲- تنزیہ الانبیاء |

## (ج)

- |             |                 |
|-------------|-----------------|
| علامہ مجلسی | ۱۳- حیات القلوب |
|-------------|-----------------|

- ۱۳- حیات الحیوان علامہ کمال الدین دمیری  
۱۵- حیوانات قرآنی مولانا عبد الماجد دریا آبادی

## (خ)

- ۱۶- خراج و الجراج قطب الدین راوندی

## (د)

- ۱۷- درس قرآن آیت اللہ مرتضیٰ مطہری

## (ذ)

- ۱۸- ذکر العباس مولانا نجم الحسن کراوی

## (ر)

- ۱۹- رسالہ ”ذوالجناح“ مولانا آغا مہدی لکھنوی

- ۲۰- رسالہ ”ذوالجناح ۱“ و ”ذوالجناح ۲“ سہیل عباس مرزا

- ۲۱- ریاض القدس علامہ صدر الدین قزوینی

## (س)

لکھنؤ

- ۲۲- سرفراز محرم نمبر ۱۹۶۳ء

- ۲۳- سیرت الحلبیہ برہان الدین علی شافعی

- ۲۴- سنن ابی داؤد عبد العظیم بن عبد القوی الممذری

- ۲۵- سنن نسائی عبد الرحمن بن شعیب نسائی

## (ش)

- ۲۶- شرح مواہب محمد بن عبد الباقی زرنقانی

- ۲۷- شہادت گمرلی علامہ سید محمد رضی



(۷۱۰)

(ص)

- |                       |            |     |
|-----------------------|------------|-----|
| محمد بن اسماعیل بخاری | صحیح بخاری | ۲۸- |
| محمد بن عیسیٰ ترمذی   | صحیح ترمذی | ۲۹- |
| مسلم بن حجاج قشیری    | صحیح مسلم  | ۳۰- |

(ط)

- |         |               |     |
|---------|---------------|-----|
| ابن سعد | طبقات الکبریٰ | ۳۱- |
|---------|---------------|-----|

(ق)

- |                                 |              |     |
|---------------------------------|--------------|-----|
| قطب الدین راوندی                | قصص الانبیاء | ۳۲- |
| مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی | قصص القرآن   | ۳۳- |

(م)

- |                               |                       |     |
|-------------------------------|-----------------------|-----|
| سیّدہ محسنہ بیگم نقوی         | محاسن محسنہ (جلد اول) | ۳۴- |
| علامہ فخر الدین بن طریحی نجفی | مجمع البحرین          | ۳۵- |
| علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی  | مدارج النبوة          | ۳۶- |
| محمد بن محمد مقدس زنجانی      | مفتاح الجنة           | ۳۷- |
| ہاشم البحرانی                 | مدینة المعاجز         | ۳۸- |
| علی بن حسین مسعودی            | مروج الذهب            | ۳۹- |
| محمد بن علی بن شہر آشوب       | مناقب آل ابی طالب     | ۴۰- |
| مالک                          | موطأ                  | ۴۱- |

(ن)

- |                           |              |     |
|---------------------------|--------------|-----|
| میرزا محمد تقی سپہرکاشانی | ناسخ التوارخ | ۴۲- |
|---------------------------|--------------|-----|

سليمان حسيني قندوزي

٢٣- نتائج الموت

- (١) رسائل اخوان الصفاء، مطبوعه بمبئي، ١٢٥٥: (٢) المسعودي: مروج الذهب، طبع  
 B. de Meynard ٥٩:٣ و ٢٣:٢ و ٨:٣٥٩ وغيره: [(٣) الجاحظ: كتاب  
 الحيوان، بذييل مادة فرس و خيل]؛ (٤) اللدِّ ميري؛ حياة الحيوان، ٢: ١٦٨ و ١: ٢٥٩؛  
 Comte m. Notice sur les Chevaux Arabes. (٥)  
 V (٦)؛ ٣٣٣، ٢٩:٥، Rzewusky Fundger. D. Orients  
 Hammer Das Pferd bei den Arabern: purgstall  
 Denkschr. d. k. AK. ad. d. wiss zu Wien Le Naceri. در  
 la perfection des dux: m. Perron arts ou traite complet  
 d' hippologie et d'hippiatrie, arabes, trade. de l'arabe  
 d'Abou Bekr ibn Bedr (١٨٥٢ع) و (١٨٥٩ع) و (١٨٦٠ع)؛  
 (٨) Studien in Arab. Dichtern: G. Jacob (١٨٩٥ع)؛  
 J L. Burckhardt Bemerkungen iiber die (٩) ٤٣ بعد؛  
 J.E. (١٠) ٣٥٤ تا ٣٣٣ ص ١٨٣١ع،  
 Beduinen und Wahaby W G Palgrave Narrative of (١١) ١١٥ تا ١٠٣؛  
 Polak Persien a Year's Journey Through Central and Eastern Arabia  
 Travels in Arabia Deserta: Ch. M (١٢) ٩٢؛  
 ج ٢، بار سوم، ص ٩٢؛  
 A Pilgrimage: Lady A. Biunt (١٣)؛ (١٨٨٨ع)؛  
 Doughty ج ٢ و ١ (١٣)؛  
 Tagbuch einer Reise in: J Euting, (١٤) to Nejd

Unters Uber d (١٥) Inner-Arabien ج ١ (١٨٩٦ء)، ص ١٩٤ بعد؛ (١٥) Sternnamen· L. Ideler، ص ١١١ بعد، ١٢٨؛ (١٦) ابن سيدة: المخصص، كتاب الخيل، المجلد الثاني (السفر السادس)، ص ١٣٥ ١٣٦ ٢٠٦؛ (١٧) القزويني: عجائب، ٢: ١٩٠ بعد؛ (١٨) ابن الكشي وابن العربي: كتاب اسماء خيل العرب وفرسانهم، طبع G. Levi Della Vida؛ (١٩) الخاصباني: كتاب سراج الليل في سروج الخيل، بيروت ١٨٨١ء؛ (٢٠) سعدى رشيد: كتاب غاية المراد في الخيل الجياد (J. Ruska واداره)



عشرہ مجالس

# امام اور امت

عشرہ چہلم ۱۲ صفر المظفر تا ۲۱ صفر المظفر ۱۳۰۸ھ

بمطابق ۲۶ اکتوبر تا ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۷ء

امام بارگاہ رضویہ سوسائٹی، کراچی

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

عشرہ مجالس  
عظمتِ صحابہ

۱۹۹۱ء

امام بارگاہِ رضویہ سوسائٹی، کراچی

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

عشرہ مجالس

ظہورِ امام مہدی  
صلوٰۃ اللہ علیہ

عشرہ اربعین ۱۲ صفر تا ۲۱ صفر المظفر ۱۴۱۳ھ

(۱۹۹۳ء)

امام بارگاہِ رضویہ سوسائٹی، کراچی

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

عشرہ مجالس

# احسان اور ایمان

عشرہ چہلم.. ۱۹۹۷ء

امام بارگاہِ جامعہ سبطین، گلشن اقبال، کراچی

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

عشرہٴ مجالس

حضرت علیؑ

میدان جنگ میں

۱۹۹۸ء

امام بارگاہ جامعہ سبٹین گلشن اقبال، کراچی

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی



عشرہ مجالس

# ولایتِ علیؑ

۲۰۰۴ء

امام بارگاہ جامعہ سبطین گلشن اقبال، کراچی

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

سوانح

# شہزادہ قاسم ابن حسنؑ

عربی، فارسی، اردو تاریخ میں شہزادہ پر پہلی کتاب

جلد اول اور جلد دوم

..... ﴿مصنف﴾ .....

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

شعراے اردو  
اور  
عشقِ علیؑ

مصنف

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی